الحمد للّٰہ

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة

کتاب مستطاب

مرقع اسلام

در حالات

خیر الانام

علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام

الانسان انسان العین المبرأ من کل شین والمتحلی بالزین

مصنفہ جناب سید انصار حسین صاحب نقوی

قیمت فی جلد

کتبہ اعجاز احمد امروہوی

بار اول ۱۰۰۰ جلد

فہرست مضامین

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان" علمہ البیان" مرج البحرین یلتقیان" بینھما برزخ لا یبغیان" یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان" والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ ورسولہ سید الانس والجان" صاحب الحجۃ والبرھان" حامل الحق والبیان" المنزل علیہ القرآن" المؤید بالفرقان" محمد ن المصطفٰے المبعوث فی آخر الزمان" وعلی وزیرہ ووصیہ علی المرتضٰے مظہر الایمان" المزوج فی السماء بخیر النسوان" القوی الشدید الارکان" کاسر الاصنام والاوثان" قاتل اھل الکفر والطغیان وعلی عترتہ اھلبیتہ امناء الرحمٰن" وکنوز العرفان" واصحابہ ذوی الکرم والامتنان" واللہ المستعان وعلیہ التکلان ۵ **اما بعد:** - ناظرین با تمکین پر روشن ہے کہ سرور کائنات مفخر موجودات جناب رسالتمآب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس قدر بھی سوانحعمریاں اسلامی دنیا میں تحریر ہوئیں وہ اوّل تو زیادہ تر زبان عربی و فارسی میں ہیں جن سے عام مسلمان کم فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور جو اردو میں ان میں بھی سوانح میں سیرت اور سیرت میں تفاسیر و روایات مختلفہ کا ایسا خلط مبحث کیا گیا ہے۔ کہ طبیعت کو الجھن معلوم ہوتی ہے اور پھر ان میں مذہبی و اعتقادی خیالات کا ایسا پرتو نظر آتا ہے کہ صحیح رائے قائم کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اور اختلاف روایات کی وجہ سے ترتیب اور تسلسل واقعات کے نہ ہونے سے سخت دقت کا سامنا ہوتا ہے تواریخ کو دیکھا گیا تو وہ بھی عام اس سے کہ کسی فرقہ و مذہب کی ہوں ان امور سے خالی نہیں۔ حالانکہ تواریخ و سیرت جداگانہ و مختلف شعبے ہیں اور ہر ایک کا نقطہ نظر جداگانہ ہونا چاہیئے اگر سوانح و سیرت میں اعتقادی رنگ نے ہر امر کو معجزات و الہام نزول ملائکہ و وحی کی جانب منسوب کر کے خود حضرت کے ذاتی محاسن روحانیت و حقیقت کمال قوت دماغی و جسمانی مثل فراست و پیش بینی امتیاز و ادراک۔ تدبر و استقلال۔ تمدن و اخلاق۔ سیاست و حکومت جرأت و شجاعت پر پردہ ڈال دیا ہے تو تواریخ نے ایک ایسا بدنما خاکہ آپ کے حالات و واقعات کا پیش کیا ہے کہ آپ کی زندگی اور اسلام کی ترقی مثل ایسے کارناموں کے نظر آتی ہے کہ دوسری قوموں کے جابیج

طرح کی نکتہ چینیوں اور حضور کے متعلق غلط رائے قایم کرنیکا موقع ملتا ہے۔

عرصہ سے دل مین خیال تھا کہ ان مذہبی و اعتقادی پابندیوں سے علیحدہ ہو کر محض تاریخی و سیاسی نقطۂ نظر سے حضور پر نور کی زندگی کے سچے حالات از پیدایش تا وفات ایک مختصر اردو رسالہ کی شکل میں پبلک کے سامنے پیش کروں جن سے صحیح اندازہ حضور کے محاسن و مدارج اور اسلام کی تدریجی ترقی و اسباب ترقی کا ہو سکے مگر اپنی ناقابلیت پر نظر کر کے ہمت نہ ہوتی تھی۔ لیکن بعض احباب نے ہمت دلا کر آمادہ کر ہی دیا۔ لہذا مین نے ہر فرق اسلامی یعنی اہل تسنن و تشیع کی تاریخوں و سیرتوں سے مذہبی و اعتقادی امور سے حتے الوسع گریز کر کے صرف وہ حالات و واقعات جنکا تعلق تمدن و سیاست سے ہے اور جو مسلمہ فریقین ہین جمع کیئے ہین۔ اختلافی صورتوں میں زیادہ تر تواریخ اہل تسنن کو ماخذ قرار دیکر اسکے عقلی پہلو دکھا کر اور نتائج و اسباب کا ذکر کر کے ناظرین کی امتیاز پر چھوڑ دیا ہے ہماری غرض ہرگز کسی معرکہ آرائی کی نہیں ہے اگر کہیں کسی معرکہ اختلافی مین مداخلت کی ضرورت ہوئی بھی ہے تو اسکو بھی اسکے عقلی و نقلی نشیب و فراز دکھلا کر عقل سلیم کے نتیجہ کو ناظرین کے حوالہ کر دیا ہے۔

بڑی مشکل یہ ہے کہ جس بزرگ کے حالات مجھے لکھنے ہین۔ اسکے متعلق ایسی ہی باتوں کی افراط ہے جسے مافوق الفطرۃ سمجھکر زمانہ حال کی تعلیم و فضا آسانی سے قبول کرنیکو تیار نہیں ہوتی بلکہ ہر ایسی بات پر جو قرین قیاس نہ ہو اعتراض کرنے کو موجود ہو جاتی ہے۔ اس لیئے حتے الوسع ایسی باتوں سے کنارہ اختیار کیا گیا ہے۔ یا اپنی عقل و سمجھ کیموافق اس کی توجیہہ کر دی ہے ناظرین دیکھیں گے کہ اس ترک سے بھی کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی کیونکہ وہ ذات جس کے حالات لکھنے ہین بغیر آسمانی سفارش کے بھی اعلیٰ درجہ کی مثالی حیثیت رکھتی ہے۔

میں اپنی مشکلات کو خوب سمجھتا ہوں کہ جس نفس کامل کے حالات لکھنے کے متعلق میں نے ارادہ کیا ہے یہ میری قدرت سے قطعی باہر ہے۔ کہ میں انکو ان کی اصلی نکات کیساتھ دکھا سکوں کیونکہ ایک ایسے بے مثال انسان کے حالات ہیں جس کی عظیم روحانی قوتوں اور انکے اثرات کا صحیح اندازہ و ادراک اظہار کرنے کے واسطے ویسے ہی اعلیٰ دماغ قابلیت قوت بیان و قدرت قلم کی ضرورت ہے جس سے میں بالکل ہی خالی ہوں۔ مگر اپنی تسکین صرف اس امر سے کر لی ہے کہ بہرحال میری کوشش و ہمت ایک اچھے کام کیطرف متوجہ کر کے مکروہات دنیا سے جتنے وقت و زمانہ کے لیئے بھی علیحدہ رکھے گی میرے لیئے موجب ثواب و ذریعہ بخشش ہوگی۔

مین ناظرین پر یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگرچہ مین فرقہ اثنا عشریہ کی ایک ناچیز فرد ہوں مگر میرا لائحہ عمل امور اختلافی میں ہرگز مذاکرہ علمی و مناظر معقولی و سیاسی سے آگے نہیں بڑھا ہے اور اسیوجہ سے میں نے

اپنے بیان کو حوالہ کتب اہلسنت سے موثق کر دیا ہے۔ بلا وجہ کسی کی دل شکنی مجھے ہرگز منظور نہیں کرسکتی نہ کسی کی خواہ مخواہ تذلیل سے میری مذہبی عزت میں کچھ اضافہ ہوسکتا ہے تعصب و جنبہ داری کے الزام سے بچنے کے لیئے میرے پاس صرف ایک ہی ذریعہ تھا وہ یہ کہ میں اختلافی مواقع پر اپنے یہاں کی کتب و روایات سے گریز کرکے صرف اہلسنت کی تواریخ سے کام لوں اور ایسا ہی کیا گیا ہے۔ جو میری نیک نیتی کی آخری دلیل ہے اس سے البتہ مجھے کیا بلکہ ہر تاریخ نویس کو مجبوری ہے کہ سوانح رسالت مآب میں تمام تر تواریخ و کتب سیر علی کے کارنامے اور فضائل و مراتب سے پر ہیں کیونکہ اصلاً بھی اک عنوان مستقر و اکمل تعلیم فیض رسالت سے نکلی ہے اور اسی بہادر کی گاڑھی کمائی کا دین اسلام اپنے وجود میں آج تک ممنون ہے۔ ورنہ نہ معلوم اسکا کیا حشر ہوتا پس ایک تاریخ نویس کو انکے اذکار سے کسی طرح مفر نہیں ہوسکتا لیکن میں نے انکے متعلق بھی تمام حالات کی بناء تواریخ اہلسنت ہی پر رکھی ہے۔ بلکہ ان میں بھی نہایت اختصار سے کام لیا ہے اس پر بھی مجھے کوئی گوشہ سوانح رسالت کا علی کی جانفشانیوں کے اذکار سے خالی نہیں ملتا۔ میری اس احتیاط و نیک نیتی پر بھی اگر کوئی صاحب میری نسبت تعصب کا گمان فرمائیں۔ تو انکے واسطے میرے پاس بجز شکریہ اور اس التماس کے اور کوئی ہدیہ نہیں ہے کہ اول اپنے یہاں کے مورخین و محدثین متقدمین کو جنہوں نے اپنی مستند کتابوں میں وہ حالات تحریر فرمائے ہیں اس صفت سے متصف فرمالیں مگر انصاف پسند تاریخ بیں حضرات سے انصاف کا ضرور امیدوار ہوں

تمامی واقعات کو نہایت محنت و جانفشانی کے ساتھ حتی الوسع کافی جانچ و صحت کے بعد مسلسل بلحاظ تواریخ و سنین ترتیب وار درج کیا گیا ہے تاکہ ناظرین کو ہر امر کے موقع و اسباب کے سمجھنے میں سہولت ہو اور زمانۂ حضرت کے اسلام اور اہل سلام کے تدریجی حالات پر ناظرین کی نظر بآسانی پہونچ سکے کسی چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کو بھی حتی الامکان ترک یا نظر انداز نہیں کیا گیا ہے کتب محولہ و مستدلہ کی عبارت یا ترجمہ کو "" کے درمیان تحریر کیا گیا ہے۔ اور انکے درمیان اگر کسی نوٹ تالیفی کی ضرورت ہوئی ہے اسکو خطوط وحدانی میں تحریر کردیا گیا ہے ؛

میں اپنی اس ناچیز تالیف میں مولف الکرار کے پاکیزہ خیالات و طرز ادا و جدت روش کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا جس سے مجھے اپنے نقطہ نظر کی تکمیل میں بے انتہا مدد ملی ہے اور اکثر مواقع میں نے ان سے اخذ کیے ہیں۔ کیونکہ میرا اور انکا مطمع نظر بظاہر ایک تھا جسکے بابت ان کی خدمت میں اپنا ناچیز شکریہ پیش کرتا ہوں ؛

یہ بھی بالکل ظاہر ہے کہ واقعات تاریخی ہمیشہ اسوجہ سے خشک ہوا کرتے ہین کہ عبارت آرائی اور رنگینی بیان سے بالکل خالی ہوتے ہین۔ جدت پسند طبائع کیواسطے اون مین مضمون آفرینی کی دلچسپیاں موجود نہیں ہوتین نہ اون مین گل و بلبل کے دلفریب نظارے نظر آتے ہین نہ عشق و محبت کے دلسوز فسانے جو ہر طبیعت کو اپنی طرف کھینچ لیں۔ وہ محض سچے واقعات کا سیدھے سادے الفاظ مین اظہار ہوتا ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ مین اپنی کمی لیاقت کیوجہ سے اُنکو بھی ایسے الفاظ و عنوان سے ناظرین کے سامنے پیش نہین کر سکا ہوں جو کسی دلچسپی کے قابل ہوتا البتہ ناظرین کے کرم سے ضرور امیدوار ہوں کہ "گر قبول اُفتد زہے عز و شرف"۔

احقر الکونین السید انصار حسین فوقی امروہوی

مختصر جغرافیہ عرب

حدود اربعہ و رقبہ آبادی | قبل اس کے کہ سوانح حضور کا آغاز کیا جائے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کچھ حالات جغرافیہ عرب کے ظاہر کردوں جس سے ناظرین کی واقفیت میں گو نہ اضافہ ہوگا عرب کے معنے اصطلاح جغرافیین میں زمین بے زراعت کے ہیں حدود اربعہ عرب شمال میں ایشیائی ترکستان جنوب میں بحر ہند و خلیج عدن مغرب میں بحر قلزم یعنے بحر احمر مشرق میں بحر عمان و خلیج فارس ہیں۔ حد شمالی مختلف فیہ ہے۔ مگر مسلمہ طور پر وہ خط ہے جو ۳۴ درجہ عرض البلد سے شہر سویز سے خلیج فارس تک کھنچا جاتا ہے بعضوں نے علاقہ حلب سے دریائے فرات تک کے قطعہ کو بھی عرب میں داخل کیا ہے۔ اور قدیم تاریخوں میں جزیرہ نمائے سینا کو بھی عرب میں شامل کیا ہے۔ رقبہ بارہ لاکھ بیس ہزار میل مربع ہے باعتبار رقبہ ملک جرمن و فرانس سے چار گونہ بڑا ہے۔ اور ہندوستان سے ایک ثلث کم۔ آبادی ایک کڑور دس لاکھ ہے جس میں پانچواں حصہ صرف بدوی لوگوں کا ہے بدو صحرا نشین قوموں کو

بدو و عرب الحضر | کہتے ہین۔ اور جو لوگ شہر و قصبوں میں رہتے ہیں ان کو عرب الحضر کہتے ہیں۔ بدو عموماً بھیڑوں دنبوں و اونٹوں کو پالتے ہیں اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ خیموں میں رہتے ہین۔ بضرورت چارہ پانی مویشیان کے ایک جگہ سے دوسری جگہ کو منتقل ہوتے رہتے ہین۔ یہ لوگ قدامت سے اپنی زندگی کو شہر کی زندگی سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اور اب تک انکے ملکی رسم و رواج میں کچھ فرق نہیں آیا۔ جنگ و جدال ان کی فطرت میں داخل ہے گو تہذیب اسلام نے انکو کسیقدر نرم کردیا ہے۔ قساوت ان کی شجاعت سے مبدل ہوگئی ہے فیاضی و مہمان نوازی اُنکا خاص شعار قدیم سے ہے۔ زمانہ خلفاء میں اسلامی فوج کا بڑا حصہ یہی بدو تھے۔ علاقہ شام کے سرحدی بدو چار مختلف قبائل سے

منقسم ہین (۱) دروزیہ مسلمان ہیں اور بڑے جری ہین۔ فرقہ موارنہ سے اوران سے سخت عداوت ہے (۲) موارنہ یہ نصرانیوں کا فرقہ ہے۔ مگر یہ بہادر نہین (۳) متاولہ۔ کوہستان عرب میں آباد ہیں۔ مذہباً امیہ ہیے سخت متعصب ہیں (۴) نصاریہ۔ ایک جداگانہ پہاڑی قوم ہے۔ مذہب بظاہر اسلام ہے مگر تناسخ کے بھی قایل ہیں۔ اور آفتاب و ماہتاب کی بھی پرستش کرتے ہین ÷

مستوطن عرب

مستوطن عرب:۔ یہ بدوؤں کی طرح نیم وحشی نہیں ہیں مثل دنیا کی دیگر شایستہ قوموں کے ہین۔ علاقہ نجد کے اشخاص زیادہ صناع ہیں۔ مگر زبان عرب المختصر کی بھی تقریباً وہی ہے جو بدوؤں کی ہے وہابی فرقہ نجد کی نسبت مشہور سیاح پالگریو کہتا ہے کہ وہ بمقابلہ دیگر اہل عرب کے بخیل و بزدل ہوتے ہیں۔ مگر چالاک و خودغرض اور کینہ ور ہوتے ہیں ÷

تجارت

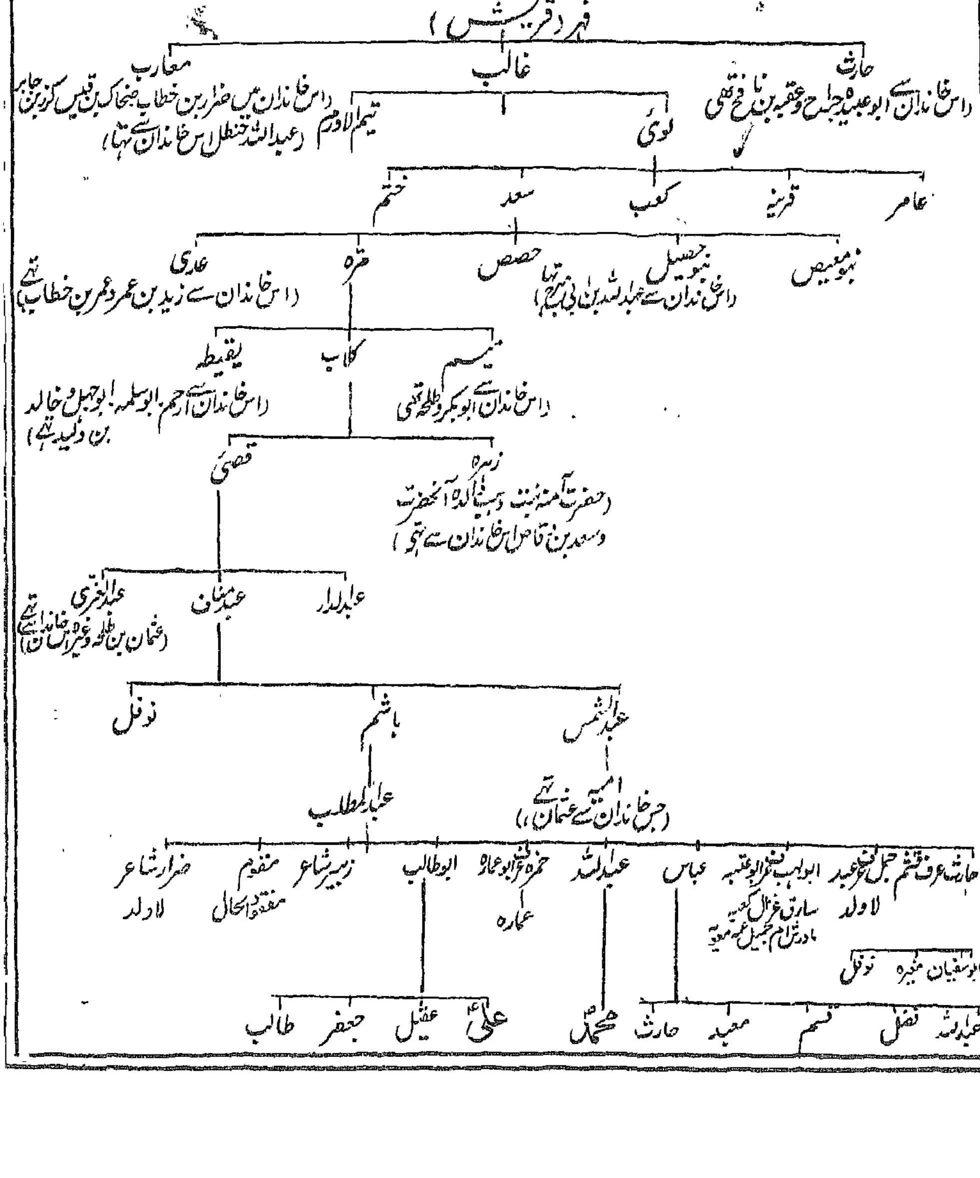
تجارت عرب کی قافلوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ علاقہ عقبہ میں جابجا ندیاں ہیں یمن میں لعل ہوتا ہے اور نجف میں دُرِ عقیق۔ فیروزہ و جزع یمانی اکثر مقامات پر ہوتے ہیں۔ بحرین میں موتی ہوتے ہیں۔ راستے ہائے قدیم۔ دمشق سے بغداد تک۔ ریاض سے مکہ تک۔ مکہ سے مدینہ۔ مسقط سے بغداد و دمشق۔ آج کل حلب سے مدینہ تک ریلوے جاری ہے جو حجاز ریلوے کہلاتی ہے ÷

عراق عرب ایک ٹکڑا علیحدہ گوشہ شمال و مشرق میں ہے جس میں زیادہ تر امامیہ مذہب ہے۔ یہاں اب بصرہ سے بغداد اور کربلا تک ریل جاتی ہے جس کی شاخیں کاظمین و سامرہ کو بھی گئی ہیں۔ جو عراق ریلوے کہلاتی ہے نجف و کوفہ کو موٹر سروس جاری ہے۔ بغداد و کاظمین سے خراساں کو بھی موٹر جاتی ہے۔ اور مدینہ منورہ کو بھی شام ہوکر موٹر سے سفر ہوتا ہے ÷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرہ طیبہ حضرت نبی ؐ تا جناب آدم ؑ

جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بن عبداللہ بن عبدالمطلب عرف شیبۃ الحمد بن عمرو عرف ہاشم۔ بن مغیرہ عرف عبد مناف بن قصیٰ عرف زید عرف مجمع۔ بن کلاب بن مرہ بن سعد بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر عرف قریش بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اُد بن ادر بن الیسع بن الہمیس بن سلامان بن النبت بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم خلیل اللہ بن تارخ بن ناخور بن شروع بن ارغو عرف ہود بن فالع بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن ملک بن متوشلخ بن اخنوخ عرف ادریس بن الیارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن حضرت آدم علیہ السلام ۔



کنیت حضرت

کنیت حضرت کی ابوالقاسم تھی اسیوجہ سے کہ آپکے ایک صاحبزادہ کا نام قاسم تھا ۔

اسمائے گرامی قرآن

اسماے گرامی و القاب حضرت جو قرآن مجید میں آئے ہیں یعنی جن ناموں سے خدانے آپ کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا ہے حسب ذیل ہیں:-

محمد۔ احمد۔ عبداللہ۔ یسین۔ نون۔ مزمل۔ مدثر۔ طہٰ۔ رسول۔ ذکر۔ شاہد۔ شہید۔ مبشر۔ بشیر۔ نذیر۔ داعی۔ سراج منیر۔ رسول اللہ۔ خاتم۔ رحمت للعالمین۔ خاتم النبیین۔ نبی۔ امی۔ نور۔ نعمت۔ رؤف۔ رحیم۔ منذر۔ مذکر۔ شمس۔ نجم۔ حم۔ حاشر۔ کافی۔ عاقب۔ فتح۔ قاید ۔

اسماے حضرت در کتب آسمانی

اسماے حضرت جو دیگر کتب آسمانی میں پائے جاتے ہیں:- توریت میں احید۔ انجیل میں احمد و فارقلیطا۔ زبور میں ماحی ۔

حلیہ مبارک

حلیہ مبارک:- قد میانہ سے قدرے بلند۔ سر بزرگ۔ بال نہ زیادہ پیچیدہ نہ زیادہ کشادہ جو نرمہ گوش تک سر کے دونوں طرف پڑے رہتے تھے۔ رنگ سفید مایل بہ سرخی و نورانی پیشانی کشادہ۔ ابرو باریک قوس نما درمیان سے کشادہ درمیان پیشانی کے ایک رگ تھی جو بروقت غضب ابھر آتی تھی۔ ناک لانبی درمیان سے قدرے اٹھی ہوئی۔ ریش مبارک گھنی و ہموار تھی۔ نوکیلی نہیں تھی۔ مونہہ بہت چھوٹا۔ دانت بہت سفید و کشادہ۔ سینے سے ناف تک ایک خط بالوں کا تھا۔ اعضاے بدن قوی و موزوں۔ کلائی و پنڈلی صاف و قوی۔ پیر بیچ میں سے قدرے بلند۔ رفتار باوقار مگر تکبرانہ نہیں گردن جھکا کر چلتے تھے۔ چہرہ رعب دار تھا جسم اقدس کا سایہ نہ تھا ۔

عادات حضور

عادات و خصائل:- بات بہ کشادہ پیشانی کرتے تھے۔ سلام کرنے میں تقدیم کی کوشش رہتی۔ راستہ میں کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو تمام جسم سے اُس کی طرف مُڑ کر بات کرتے۔ بات جامع و مانع ہوتی تھی کسی کو حقارت نہ دیکھتے ہنسی زیادہ تبسم سے ہوتی۔ غور و خوض و شغلہ سے خالی نہ رہتے تھے۔ بروقت غصہ کوئی سامنے نہ ٹھہر سکتا تھا جو بات کہتے اسکو اچھی طرح سمجھا دیتے بیفائدہ بات کبھی نہ کرتے تھے۔ ہر شخص کے ساتھ موافق اسکے علم و مرتبہ کے بات کرتے بمقدور بہر حاجت روائی پر آمادہ رہتے۔ بردباری راستی و دیانت کو بہت پسند کرتے تھے مزاج میں بے انتہا انکساری تھی۔ غذا و لباس ادنے درجہ کی پسند کرتے تھے۔ دوسروں کے عیب کی تلاش نہ کرتے ہر شخص سے ایسا برتاؤ کرتے کہ وہ یہ سمجھتا کہ اس سے بہت خوش ہیں۔ دشمن سے بھی بدسلوکی روا نہ رکھتے تھے۔ بچپن میں بھی لہو و لعب سے نفرت تھی۔ تنہائی کو زیادہ پسند کرتے تھے جوانی میں بھی اکثر راتیں عبادت الٰہی میں بسر کرتے۔ زیادہ وقت کوہ حرا میں معرفت و یاد الٰہی میں صرف کرتے تھے زمانہ عروج اسلام میں وقت کے تین حصہ کیے تھے ایک حصہ عبادت خدا میں ایک اہل و عیال میں ایک کار خلایق

میں صرف ہوتا تھا ؀

معنی اُمّی

حضرت اُمّی تھے یعنے کسی دُنیاوی معلم سے پڑہنا لکہنا نہیں سیکھا تہا بعضوں نے اُمّی کے معنے یہ لیئے ہیں کہ حضرت قطعی لکھ پڑھ نہ سکتے تھے بعض کہتے ہیں۔ کہ پڑھ سکتے تھے۔ مگر لکھ نہ سکتے تھے۔ مگر یہ دونوں باتیں غلط ہین۔ کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ صلح حدیبیہ کیوقت لفظ رسول اللہ صلحنامہ میں حضرت نے خود اپنے قلم سے قلمزد فرمایا تہا اور جنگ اُحد سے پہلے جو خط حضرت عباس نے مشعر اطلاع ارادہ و تہیہ قریش حضرت کو لکھا تہا وہ حضرت نے خود ہی پڑھا تہا اور صحابہ میں سے کسی کو اُس وقت اس کی خبر نہ کی تھی۔ فدک کے متعلق بھی حضرت نے جو کتبہ لکھکر حضرت فاطمہ کو دیا تہا۔ اُس کی نسبت بھی کوئی یہ نہیں کہتا کہ وہ حضرت کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں تہا۔ اور نہ اُسکا کوئی دوسرا کاتب بتلایا گیا۔ وقت آخر بھی جو حضرت نے دوات و کاغذ مانگا تہا تو یہی فرمایا تہا کہ مین تمہارے واسطے ایسی چیز لکھ دوں کہ مرے بعد گمراہ نہو۔ یہ نہیں فرمایا کہ لکھا دوں۔ علاوہ بریں جناب امام محمد نقی و امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ حضرت لکھ پڑھ سکتے تھے۔ اور اس آیت سے استدلال فرمایا ہے کہ:۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ اور فرمایا ہے کہ ناخواندہ شخص کیسے تلاوت آیات و تعلیم علم و حکمت کر سکتا ہے اُمّی کے معنے تفسیر آئمہ میں منسوب بہ ام القریٰ یعنی مکّہ کے رہنے والے کیلئے گیئے ہیں ؀

حالات سوانح عمری جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آغاز کلام

سوانح ہذا میں چونکہ نقطہ نظر میرا زیادہ تر تاریخی و سیاسی ہے اور عقاید یعنی امور اعتقادیہ سے حتے الوسع قطع نظر کر کے صرف سیاسی و تاریخی منظر واقعات اصلی کا پیش کرنا ہے لہذا اُن حالات سے جو متعلق ابتدائے خلقت نور حضرت کے بمصداق "اُول ما خلق اللہ نوری" یا "کُنت کنزاً مخفیاً" یا "کُنت نبیاً و آدم بین الماء والطین" کے ہین قطع نظر کر کے صرف پیدائش ظاہری سرور کائنات سے حالات کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے ؀

تمدن اخلاق وعقاید عرب وقت پیدائش حضور

یہ ظاہر ہے کہ حضور کی پیدائش عرب جیسے سخت ملک کے شہر مکہ میں ہوئی۔ زمانہ پیدائش حضرت مین جو دہاں کے طرز معاشرت تمدن و اخلاق خصائل و عقاید تھے اگر ان کو تفصیل کے ساتھ دکھایا جاتا ہے تو اسی مقصد کیواسطے ایک بڑی مبسوط کتاب کی ضرورت ہوگی۔ جو مجھے میرے مقصد اصلی سے بہت دور لیجائیگی۔ صرف اس قدر ظاہر کرنا کافی ہے کہ اس وقت سرزمین عرب مین کوئی علمی یا اخلاقی درسگاہ نہیں تھی۔ عام طور پر صحرائی زندگی تھی۔ طرز حکومت

شخصی وطوائف الملوکی یعنی سرداری قبائل کا تھا کوئی خاص قانون نہ تھا مختلف عقاید مثل یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ تاثیر جہالت ملک سے مسخ شدہ شکلوں میں رایج تھے۔ خاص خانہ کعبہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) بتوں کی جلوہ گاہ بنا ہوا تھا۔ ہر قبیلہ کا بت یعنی معبود جداگانہ تھا۔ بلکہ اکثر ایک خاندان میں بھی مختلف افراد جداگانہ مذہب رکھتے تھے۔ بلکہ حقیقت میں تو عرب کا مذہب عورت۔ تلوار۔ روپیہ اور انتقام تھا۔ ذرا ذراسی بات پر بیسوں پشتوں تک قبائل میں خانہ جنگیاں رہتی تھیں۔ قوائے حیوانی کے عروج و قوائے روحانی کی انتہائی پستی کی کھلی ہوئی نظیریں بکثرت موجود تھیں۔ افتخار حسب و نسب جنگجوئی و بہادری البتہ مایہ ناز تھی جمیعت جاہلانہ کا جوش تھا۔ مادہ انتقام عروج پر تھا ان کی شاعرانہ طبیعت یا تو کسی معشوق کے پیچھے اونٹ دوڑاتی۔ یا عکاظ وغیرہ کے میلوں میں داد کی متمنی رہتی۔ بروقت جنگ و انتقام ان کی عورتیں ستارہ سحری کی لڑکیاں دف بجا بجا کر شعلہ انتقام کو اسطرح بھڑکاتیں کہ اگر تم نے بڑھکر ہاتھ مارا تو ہم تمہیں سینہ سے لگائیں گے۔ اخلاق کی یہ حالت تھی کہ کثرت سے افعال شنیعہ مثل قتل۔ دختر کشی۔ زنا۔ شراب خواری۔ جوا معمولی اشغال میں داخل تھے۔ اردگرد کے مروجہ مذاہب کے اصول بھی اس قدر گرد آلود تھے۔ کہ اُن میں اخلاق عرب پر مفید اثر ڈالنے کی قوت بھی باقی نہ رہی تھی۔ بلکہ وہ خود اس فضا سے متاثر ہو گئے تھے۔ میور صاحب کا قول ہے کہ:۔

”عیسائیوں نے عرب کو پانچ سو برس تعلیم دی مگر معدودی چند عیسائی نظر آتے تھے۔ یعنی حارث۔ بنی نجران۔ بنی حنیف و بنی طے اور یہ بھی حضرت عیسیٰ کی الوہیت کے قائل تھے جو کبھی خدا کے اوتار کہیں خدا بشکل انسان کہیں خدا کے فرزند مانے جاتے تھے۔ حضرت مریم کا بھی بت بنا ہوا تھا۔ اور صلیب کی وقعت پرستش کی حد تک پہنچی ہوئی تھی“۔ رہبانیت نے مخلوقات آلہی کی طرف سے متنفر کر دیا تھا۔ دین موسوی کا البتہ زیادہ عروج تھا مگر بت پرستی کے عنصر سے وہ بھی خالی نہ تھے مثل زردشتیوں کے دو خدا یعنی فاعل خیر و شر کے قائل تھے پس ایسی تاریکی کفر و شرک میں جو جزیرہ نمائے عرب پر چھائی ہوئی تھی۔ جائز طور پر پیشین گوئی کیجا سکتی تھی۔ کہ ضرور کوئی ہادی پیدا ہونے والا ہے ٭

پس ایسے ملک و ایسی فضا میں کسی ایک ریفارمر مصلح یا بانی مذہب جدید کا جو ان صدہا مختلف عقاید کے بالکل مخالف ہو کامیابی حاصل کر لینا بالا اعلیٰ درجہ کی قوت روحانی کے ممکن نہیں ہو سکتا اُسکے واسطے ضرور ایک نہایت زبردست تدبیر (Politics) استقلال (Perseverance) اور اخلاق (Character) کی ضرورت تھی کسی ایک قانون ایک شریعت ایک طرز تمدن کے مقابلہ میں کامیاب ہونا کچھ زیادہ دشوار نہیں ہے لیکن جہاں پر صدہا دشمن مختلف آلات و مختلف جہات سے مقابلہ کو موجود ہوں وہاں صرف ایک واحد شخص کا اُن سب کے خلاف کامل کامیابی حاصل کر لینا معجزہ نہ کہیئے تو مافوق البشری قوت کا ضرور ثبوت دیتا ہے بہر حال مجھے اس مسئلہ

ہیں اسی واحد ذات کے جسکے سر پر اس کامیابی کا تاج چمکتا ہوا دکھلائی دیتا ہے تدریجی نشو ونما و ترقیات کا منظر بے تعصبانہ تاریخی سلسلہ وار واقعات سے دکھلانا ہے جنکا ماخذ زیادہ تر تواریخ ہیں۔ کیونکہ اس میں مذہبی اختلافات و عقاید سے کنارہ کشی مدنظر رکھی گئی ہے۔ تاریخ عالم بتلاتی ہے کہ بہت کم ایسے مذاہب ہیں۔ جو بلا کسی شاہی قوت و امداد کے پہلے ہوں۔ اور ترقی حاصل کی ہو۔ مثلاً یہود کو یوشع بن نون، دین مسیحی کو قسطنطین اعظم۔ زردشت کو دارا۔ بودھ مذہب کو راجہ اشوک کے داب حکومت سے اشاعت و ترقی میں زبردست امداد ملی۔ برخلاف اسلام کے کہ یہ ایک تنہا یتیم بے یار و مددگار کی کمال روحانی و مساوات سے ھی جس کو کوئی قوت و امداد حکومت حاصل نہ تھی پھیلا اور عروج کمال پر اپنی ذاتی خوبیوں اور قوت بازو سے پہنچا۔

حضرت کے آباو اجداد موحد تھے

اپنا سلسلہ بیان شروع کرنے میں مجھے یہ دکھلانا بھی ضروری ہے کہ حضور پرنور کی ولادت اور کس مرتبے کے قبیلہ و خاندان میں ہوئی یہ امر تو عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے۔ کہ بحیثیت پیغمبر ہونے کے آپ کا تعلق ابتدائے خلقت عالم سے اصلاب طاہرہ و ارحام مطہرہ سے رہا ہو۔ یعنی یہ کہ آپ کے آبا و اجداد میں کوئی مشرک و کافر نہ ہوا اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ ایسے ریفارمر یا بانی مذہب کو جو وحدانیت کا سبق دینے کھڑا ہوا ہو۔ اس قسم کے ذاتی نقص سے پاک ہونا چاہیئے۔ ورنہ وہ ایسے ملک میں جہاں نقائص ذاتی نہایت ذلت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہوں کیا کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ انسائکلوپیڈیا برٹانکا میں بھی کسی قدر قوت کیساتھ دکھایا گیا ہے کہ محمد مصطفے کی بعثت سے پہلے بھی موحدین تھے جنکو وہ حنیف کے نام سے نامزد کرتا ہے مگر تاریخ عالم بتلاتی ہے کہ ابتدائے آفرینش عالم سے کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا جس میں موحدین نہ ہوئے ہوں خواہ وہ کتنے ہی کم کیوں نہ رہے ہوں پس آپ کے آبا و اجداد کا ابتدا سے موحدین میں ہوتے رہنا کوئی تعجب انگیز یا خلاف قیاس بات نہیں ہو سکتی۔

یہ بھی تاریخی واقعہ ہے کہ جس سے کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کے آبا و اجداد اولاد حضرت اسمٰعیل بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے تھے۔ اور فرزندان اسمٰعیل ھی جو حضور کے اجداد تھے اوصیا حضرت ابراہیم کے ہوتے رہے جو بلا موحد ہونیکے ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ اور بادشاہی مکہ و حجابت و مرمت خانہ کعبہ کی انہیں کے متعلق رہی اور یہ خاندان عرب میں مرجع خاص و عام تھا۔ اور حضرت عبدالمطلب ابوطالب کے تمامی اقوال سے جو تواریخ میں موجود ہیں۔ کافی طریقہ پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضرات ملت ابراہیم پر اور موحد تھے جس کی تائید قصہ اصحاب فیل سے بھی ہوتی ہے۔ کہ حضرت عبدالمطلب نے ابرہہ بادشاہ سے جو خانہ کعبہ کو گرانے آیا تھا فرمایا تھا کہ کعبہ خدا کا گھر ہے اس کی وہ خود حفاظت کریگا۔ بلکہ یہی لوگ حافظان شریعت ابراہیمی تھے جس کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے تھے اور آثار انبیاء سابقین ایک دوسرے کو

بوقت جانشینی سپرد کرتے چلے آئے چنانچہ وہ حضرت عبدالمطلب جد امجد حضور تک پہنچے اور انہوں نے بعد اپنے حضرت ابوطالب کے سپرد کئے جنسے سرور کائنات کو ملے۔ بہرحال مخصوص حضرت عبدالمطلب و ابوطالب کے موحد ہونیکے متعلق کافی مواد تواریخ میں موجود ہے۔ اور حضرت کا عالم طفولیت مین ان کی پرورش و تربیت میں رہکر جبکہ تربیت کرنے والے کے خیالات و عقاید کا لازمی انعکاس نظرتاً طبیعت طفل پر ہوتا ہے۔ موحد کامل بلکہ معلم و نقاش وحدانیت ہونا کافی دلیل نبی کے موحد ہونے کی ہے ۔

عزت وشرف خاندان رسالت

عزت و شرف کی یہ کیفیت تھی کہ کعبہ کے سامنے حضرت عبدالمطلب کے واسطے مسند بچھائی جاتی تھی جو تمامی عرب میں کسی کے واسطے ممکن نہ تھا اور سوائے انکے خاندان میں بھی کسی کی مجال نہ تھی کہ اس مسند پر بیٹھ سکے بجز سرور کائنات کے۔ بادشاہوں کے پاس جب کبھی جاتے تو سب ایسی عزت کرتے تھے۔ کہ اپنی برابر مسند پر بٹھالتے تھے جس کی مثالیں بھی تاریخ سے ملتی ہیں ۔

حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں دس لڑکے اور چھ لڑکیاں تھین جنمیں سے حضرت عبداللہ والد ماجد حضور کے اور ابوطالب والد ماجد حضرت علیؑ کے ایک زوجہ فاطمہ بنت عمر بن عامر بن عمران بن مخزوم کے بطن سے تھے۔ اور حضرت حمزہ و مقوم دوسری زوجہ سے تھے اور باقی اولاد او مختلف ازواج سے تھی حضرت عبداللہ کی شادی حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف سے ہوئی تھی جو اسی خاندان کی تھین جن سے حضور پرنور پیدا ہوئے ۔

تاریخ پیدایش حضور پرنور

پیدایش حضرت کی شب جمعہ میں قریب طلوع آفتاب ۱۲ ربیع الاول ۱ سنہ عام الفیل کو وفات حضرت آدم سے بروایتے سات ہزار نوسو برس وبقولے نو ہزار نوسو برس   چار ماہ سات یوم بعد کو ہوئی۔ حضرت حمل مادر مین تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کا انتقال ہوگیا بعضوں نے لکھا ہے کہ آپ کے پیدایش کے سات ماہ بعد اور بعضوں نے دو سال چار ماہ بعد انتقال حضرت عبداللہ لکھا ہے مگر قول اول صحیح معلوم ہوتا ہے جس کی تائید قول و واقعہ حلیمہ سعدیہ دایہ حضرت سے بھی ہوتی ہے ۔

امکان ظہور آثار عجیبہ وغریبہ وقت پیدایش حضور

• بہت سے حالات عجیبہ و غریبہ جو قبل پیدایش وبعد ولادت حضور مکہ میں رونما ہوئے وہ متعلق بہ عقاید تصور کر کے ترک کئے گئے ہیں۔ اگرچہ علم نجوم کے جاننے والے واقف ہین کہ مختلف ستاروں کے مختلف منازل مین پہونچنے با قران سے مختلف آثار عالم میں مترتب ہو سکتے اور ہوتے ہین پس اگر کوئی بچہ قران السعدین میں پیدا ہو تو اسکے آثار بھی قبل وبعد پیدایش ویسے ہی ظاہر ہو سکتے ہین۔ لہذا حضور کی پیدایش کے ساتھ ساتھ اگر کچھ آثار میمنہ مترتب ہوئے ہوں جنکو معتقدین اسلام معجزہ یا آثار تبریک کہتے ہیں۔ تو وہ خلاف قیاس نہیں کہے جاسکتے اور نہ ناممکن

تصور ہوسکتے ہین. علاوہ اسکے یہ ظاہر ہے کہ جو بچہ آگے چلکر تمام ملک عرب مین بادشاہ دین و دنیا ہونے والا تھا. جیسا کہ ہوا تو ضرور ہے کہ اسکے آثار اور بچوں سے متغایر و متجاوز ہوں۔ اور اُس سے اگر کچھ امور عجیبہ و غریبہ ایسے ظہور مین آئین جسکو بچوں کی عادت و فطرت کے خلاف پاکر معجزہ کہا جاتا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ؞

حضور کے متعلق پیش گوئیاں وہ غلط و خلاف قیاس نہیں

یہ بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ عرب میں اس زمانہ میں کہانت کا زیادہ چرچا تھا اور علم قیافہ شناسی بھی بہت زیادہ تھا اکثر آدمی حالات موجودہ سے آئندہ کے واقعات و حالات ذریعہ کہانت و قیافہ شناسی بتلا دیتے تھے علم جوتش سے اب بھی ہندوستان میں بچہ پیدا ہونے کی ساعت و اجتماع نجوم سے زائچہ تیار کرکے بچہ کے آئندہ عمر کے حالات بتلا دیتے ہیں. اگر وہان کے کاہنان و واقفان علم قیافہ و نجوم نے آپ کی پیدائش و حالات سے آپ کی آئندہ ترقیات کو معلوم کرکے آپ کے متعلق پیشین گوئیاں کی ہوں. تو وہ غلط و خلاف قیاس نہیں کہی جا سکتین چنانچہ اکثر کاہنان و قیافہ شناسان نے اس مولود مسعود کو دیکھکر حضرت عبدالمطلب کو بشارت دی تھی۔ کہ یہ مولود تمامی عرب کا سردار و پیشوا ہوگا۔ اور ایک زمانہ اسکا مطیع و فرمانبردار ہوگا. اور یہ بانی ایک مذہب جدید کا ہوگا! اور پرستش اصنام کی بیخ کنی کریگا جس کی وجہ سے بت پرست گروہ کو ابتدا سے ہی حضرت سے دشمنی پیدا ہوگئی اور وہ درپئے ہلاکت ہوگئے تھے ؞

شیر خواری حضور و سپردگی بہ حلیمہ سعدیہ

بعد ولادت حضرت نے اول دودھ اپنی مادر گرامی حضرت آمنہ کا پیا۔ پھر ثوبیہ کنیز آزاد کردہ ابولہب کا پیا! اسکے بعد دودھ حلیمہ سعدیہ بنت عبداللہ بن حرث کا پیا اور تا ایام رضاعت اسی کی پرورش میں رہے جسکی کیفیت مختصر یہ ہے کہ عرب مین دستور تھا کہ اشراف عرب اپنی اولاد کو ایسے قریوں مین پرورش کیواسطے بھیجدیتے تھے. جہاں کی آب و ہوا مفید صحت ہوتی تھی. اس وجہ سے فصل ربیع و خریف میں مواضعات کی عورات شہروں میں جاتی تھیں۔ اور بچوں کو پرورش کیواسطے لے آتی تھیں! و اسکے صلہ مین تنخواہ و انعام و اکرام پاتی تھیں. سال پیدائش حضور میں قبیلہ بنی سعد مین جو مکہ سے چھ فرسخ کے فاصلہ پر آباد تھا قحط پڑا وہاں کی عورتین اپنی پرورش میں بچے لینے کو مکہ مین آئین حلیمہ بھی معہ اپنے شوہر بکر بن سعد کے آئی تھی۔ اور عورتین تو بوجہ تیز رفتاری اپنے اونٹونکے حلیمہ سے ایک روز پہلے پہونچ گیئں اور سب نے بڑے بڑے گھرونکے بچے لے لیئے چونکہ حضرت کے والد کا انتقال ہوچکا تھا بوجہ آپکے یتیم ہونے کے اُن کو زیادہ توقع منفعت کی نہ تھی آپ کو کسی نے نہ لیا تھا. دوسرے روز حلیمہ سعدیہ بھی مکہ مین پہنچی اسکو تلاش سے اور کوئی بچہ نہ ملا. محزون تھی کہ اتنے میں ایک شخص کو آتے دیکھا جسکے چہرہ سے عظمت و جلالت نمودار تھی جو دودھ پلانے والی عورتوں کی تلاش میں تھے دریافت سے حلیمہ کو معلوم ہوا کہ یہ عبدالمطلب سردار

قریش ہیں۔ یہ نزدیک گئی۔ انہوں نے نام وقبیلہ دریافت کیا اس نے نام وپتہ بتلایا جسکو سنکر وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ دونوں باتیں اچھی ہیں قبیلہ بھی سعد ہے۔ اور نام بھی حلیمہ ہے اور کہا کہ اُنکے ایک پوتا ہے جسکا نام محمدؐ ہے وہ یتیم ہے اگر تو اپنی پرورش میں لے تو بہتر ہے یتیم کو سنکر حلیمہ کو گونہ مایوسی اور افسوس ہوا اس نے اپنے شوہر سے مشورہ کیا چونکہ اور کوئی بچہ باقی نہیں رہا تھا اُس نے منظور کیا لہذا حلیمہ اُن کے ساتھ اُنکے گھر گئی اور مولود مسعود کے حسن وجمال وچہرہ کے آثار عظمت وجلال کو دیکھکر بہت خوش ہوئی اور گود میں لیا۔ حضرت نے داہنی پستان کیطرف رُخ کیا جو بقول حلیمہ خشک تھی اور اس سے کبھی دودھ نہیں نکلتا تھا۔ اسیوجہ سے حلیمہ نے بائیں پستان دینی چاہی تو اس کی طرف رُخ نہ کیا۔ دہنی پستان کو پیا اور اس سے دودھ نکلا۔ اور آیندہ بھی تا ایام رضاعت آپنے ہمیشہ اس کی داہنی پستان سے ہی دودھ پیا۔ بائیں پستان سے خود اسکا لڑکا پیتا تھا۔ غرض حلیمہ سعدیہ آپ کو لیکر اپنے موضع کو واپس آئی اسی حلیمہ نے حضرت حمزہ عم بزرگوار حضرت کو بھی دودھ پلایا تھا۔

حضرت عبدالمطلب نے حلیمہ سے نہایت درجہ تاکید آپ کی کافی حفاظت ونگرانی کے متعلق کردی تھی اور کہدیا تھا کہ آٹھویں روز لاکر حضرت کو دکھا اور ملا لیجایا کرے۔ آپ کے لانے کے بعد حلیمہ کے یہاں جو برکت ہوئی وہ اس امر سے ظاہر ہوتی ہے کہ جب حلیمہ آپ کو لائی تھی تو اسکے پاس صرف بائیس بکریاں تھیں اور جب آپ کو بعد پرورش واپس کیا تو اُسکے یہاں یکہزار وتیس بکریاں واونٹ تھے اور یہ امر کوئی خلاف قیاس وناممکنات سے نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر بچے ایسے سعید ومبارک ہوتے ہیں۔ کہ اُن کی وجہ سے ہر امر میں ترقی ہوتی ہے چہ جائیکہ وہ بچہ جو شہنشاہ دین ودنیا ہونے والا ہے۔ اس کی یمن وبرکت جسقدر بھی ہو وہ کم ہے ؛

آپ ناف بریدہ وختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے

یہ امر بھی تواریخ میں مسلم ہے کہ آپ ناف بریدہ وختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے کیونکہ کسی تاریخ میں کہیں تذکرہ اسکا نہیں ہے کہ آپ کی ختنہ حضرت عبدالمطلب یا ابوطالب نے کسی وقت کرائی ہو۔ یا بعد کو آپنے خود کسی وقت اپنی ختنہ ایام جوانی میں کرائی ہو۔ اسیوجہ سے ختنہ سنت اسلامی قرار پائی ؛

عمر ایکسال تک

ایام رضاعت میں یہ ظاہر ہے کہ کوئی واقعہ سیاسی یا تاریخی آپ کے متعلق ہو نہیں سکتا مگر بعض واقعات وحالات جو جملہ فرق اسلامی میں مسلم ہیں جنمیں کچھ اختلاف نہیں ہے درج کئے جاتے ہیں۔ جو حلیمہ کے بیان کردہ ہیں حلیمہ کا قول ہے کہ آپ میں قوت نشوونما اور بچوں سے بہت زیادہ تھی یہ بھی کوئی خلاف قیاس بات نہیں ہے۔ تین مہینہ کی عمر میں آپ بیٹھنے لگے تھے۔ نو مہینہ کی عمر میں چلنے لگے تھے۔ ڈیڑہ سال کی عمر میں باہر نکلکر تیر چلانے لگے تھے۔ آپ کی باتیں بچپن میں ایسی دلکش تھیں کہ ہر شخص قبیلہ سعد کا آپ سے اُنس رکھنے لگا تھا۔ اور آپکو عزیز رکھتا تھا۔ آٹھویں روز حلیمہ آپ کو مکہ لاکر آپ کے

جد امجد اور مادر گرامی کو دکھلاتی تھی حلیمہ کہتی ہے کہ آپ کبھی اور لڑکوں کیطرح اُنکے لہو ولعب مین شریک نہوتے تھے عمر شریف دو سال کی تھی کہ حلیمہ کی دو بکریوں کو بھیڑیا لیگیا یا گم ہوگیئں حلیمہ کے لڑکے روتے ہوئے گھر آئے اور خبر کی آپ نے سنکر بچپن کے طور پر فرمایا کہ کل کو ہم بکریوں کو ڈھونڈھ لائینگے جو اُس وقت سبکو بچپن کی بات معلوم ہوئی مگر دوسرے روز صبح کو جو لوگ بکریوں کی تلاش میں گئے۔ تو آپ بھی ساتھ گئے اور جنگل میں جاکر سر بسجدہ ہوکر دعا مانگی کہ دونوں بکریاں چرتی ہوئی ملگیئن ٭

اکثر راہب و کاہن قیافہ شناس جو آپ کو دیکھتے تھے تو آپ کے چہرہ کے آثار عظمت وجلال سے حضرت عبد المطلب سے آپ کی بابت پیشن گوئیاں سرداری و عروج کی کرتے تھے اسیوجہ سے حضرت عبد المطلب آپ کو اپنی تمام اولاد میں زیادہ محبوب رکھتے تھے اور آپ کی حفاظت کے زیادہ ساعی رہتے تھے۔ دو سال کی عمر مین ہی اپنے برادران رضاعی کے ساتھ آپ بھی جنگل کو بکریاں چرانے جانے لگے تھے حلیمہ اپنے لڑکوں کو سخت تاکید حفاظت حضرت کی کردیا کرتی تھی

آپ جنگل مین حلیمہ کے لڑکوں سے علیحدہ ہوکر تنہا گل وبوٹہ و دیگر مصنوعات الٰہی کی سیر فرمایا کرتے اور صنایع قدرت الٰہی کو نظر غور سے بغرض دریافت کنہ حقیقت دیکھا کرتے تھے ایک روز جبکہ عمر پانچ چار سال کی تھی یہ مظاہر قدرت و آیات الٰہی کا غور وخوض سے دیکھنے والا بچہ اپنے انہین خیالات اور ادراک حقیقت مین محو اپنے برادران رضاعی سے علیحدہ ہوکر بالائے کوہ چلا گیا اور وہاں سے وادی مین اُتر گیا۔ جہاں کی تنہائی مناظر قدرت نے اس پر ایک حالت حیرت وعالم از خود رفتگی طاری کردیا اسی عالم مین اس کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا دو مرد سبز پوش ہولے اُترے جس سے اُس پر اور حالت غنودگی سی طاری ہوگئی۔ اب اسکو ایسا معلوم ہوا کہ گویا ایک نے اسکا سینہ چاک کیا اور ایک نقطہ سیاہ نکالکر اسکو آب سرد سے جس کی خنکی مثل برف کے معلوم ہوتی تھی دہویا جو مثل نور کے ہوگیا اور اندر رکھکر ہاتھ پھیر کر پھر اسطرح صحیح ہوگیا۔ دوسرے نے پشت پر ایک مُہر ثبت کی جس میں لکھا تھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور کچھ باتین معرفت الٰہی کی تعلیم کیں حلیمہ کے لڑکوں نے جنکو تلاش سے پتہ نہیں تھا۔ روتے ہوئے جاکر حلیمہ کو گم شدگی کی خبر دی حلیمہ و اسکا شوہر بہت پریشان ہوئے اور تلاش کو نکلے اور اپنے قبیلہ والوں کو لیکر تلاش کیا یہ کسی کو کیا خیال ہوسکتا تھا کہ اتنی عمر کا بچہ بالائے کوہ جاکر دوسری طرف وادی مین اُتر گیا ہوگا اسی طرف تلاش ہوئی نہ ملنے پر حلیمہ نے مجبوراً عبد المطلب کو فوراً خبر کی جو بہت رنجیدہ و پریشان ہوئے اور مع اپنے خاندان والوں کے گھوڑوں پر سوار ہوکر نکلے اوّل خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرکے خدا سے دعا مانگی اور مع ہمراہیان تلاش کو موضع بنی سعد میں آئے اور چاروں طرف کو سوار بھیجے اس غم وغصہ مین قسم کھا کر کہتے تھے۔ اگر محمد نہ ملا یا اس کو

۴۔۳ سال
واقعہ شق صدر یا شرح صدر

کسی نے گزند پہونچایا تو مشرکین میں سے ایک کو زندہ نہ چھوڑونگا مسعود ثقفی و عقیل بن ابی وقاص و ورقا بن نوفل اتفاق سے کوہ مذکور کے دوسری جانب کہیں سے واپس آ رہے تھے۔ وادی کوہ میں ایک درخت کے نیچے ایک بچہ کو دیکھا کہ عالم محویت و حیرت میں نظر جمائے آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے۔ قریب جاکر دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ میں محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ ورقا نے آپ کو وہاں سے اٹھاکر عبدالمطلب کے پاس جو تلاش میں تھے پہنچا دیا حضرت عبدالمطلب بہت خوش ہوئے اور ورقہ کو انعام اور بہت کچھ صدقہ دیا۔ دریافت پر حضرت نے وہ سب حال جو ان کو معلوم دیا تھا بیان کیا۔ حضرت عبدالمطلب حلیمہ کو تاکید کرکے کہ اب کبھی محمدؐ سے ایسی غافل نہونا۔ پھر حضرت کو اس کی سپرد کرکے معہ ہمراہیان کے واپس آئے ؛

واقعہ پر استدلالی و عقلی نظر

یہ واقعہ شق صدر کا تمامی تواریخ و سیر اہلسنت میں تو تواتر سے ہے۔ مگر احادیث معتبرہ شیعہ میں یہ واقعہ صریحاً مذکور نہیں لیکن نفی بھی اس کی نہیں کی ہے۔ بلکہ بعض روایات شاذہ سے اسکی حقیقت ظاہر ہوتی ہے بہرحال حتمی طور پر انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اگر بجائے شق صدر کے اسکو شرح صدر مان لیں تو اختلاف بھی رفع ہوتا ہے اور آیۂ قرآنی "الم نشرح لک صدرک" کی تائید بھی ہوجاتی ہے۔ زمانہ موجودہ کی ظاہر بیں عقول اس کی صحت کے ماننے پر ایکدم آمادہ نہونگی لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ ایسی عمر کا واقعہ ہے۔ کہ جس عمر کے بچہ کو ہرگز وہم و گمان یا ادراک اس امر کا نہیں ہوسکتا کہ وہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ یا کیا کرنے والا ہے جس کی وجہ سے وہ ایک غلط واقعہ کو اپنے آپ کو موید من اللہ ثابت کرنیکو گھڑکر بیان کر دیتا۔ تخیلات بھی اس عمر کے بچوں میں نہیں ہوسکتے۔ روح قدس کا انعکاس البتہ کہہ سکتے ہیں۔ جو بعید از قیاس نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جب حضرت مریم کے رحم میں نطفہ کا ذریعہ روح القدس بلا توسط انسان داخل ہونا امر واقع ہے تو آپ کا شرح صدر و تصفیہ قلب بھی ذریعہ روح القدس کے ہونا خلاف قیاس و عقل نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ یہاں نتیجہ واقعہ محض تصفیہ و تزکیہ قلب حضور کا ذریعہ روح القدس کے ہے۔ اور عقلی طور پر بھی یہ ظاہر ہے کہ روح انسان میں چند قسم کی ہوتی ہے ایک روح حیات ہے جو مدبر جسم انسانی ہے دوسری روح حیوانی ہے جسکے تحت میں قوائے شہوانی و غضبانی ہیں۔ ایک روح القدس یعنی کانشنس ہے جو مدبر قوائے عقلی و ذہنی ہے پس اگر روح القدس نے اپنی جھلک سے اسی عمر میں آپکے قلب کو منور کر دیا ہو تو کیا تعجب کی بات ہے حلیمہ کا بیان ہے کہ اسی سال سے حضرت نے بموجب تعلیم روح القدس عبادت خدا کرنی شروع کی اور جب بھی آپ کچھ کھانا شروع کرتے تو بسم اللہ کہکر شروع کرتے اور کھا چکنے کے بعد الحمدللہ فرمایا کرتے تھے۔ گھر سے اکثر غایب ہوجایا کرتے تھے اور تا دیر جنگل میں اور کوہ و وادی میں تنہا رہنے کے بعد واپس آجاتے تھے۔ چونکہ کاہنان کو ذریعہ کہانت

وراہبان کو ذریعہ بشارات کتب آسمانی حضرت کے واقعات عجیبہ سنکر اور آپ کی متصورانہ صورت وچہرہ کی عظمت دیکھکر یقین ہوگیا تہا کہ یہ ضرور قاطع پرستش اصنام وناسخ ادیان مروجہ انام ہونگے جو کل عرب میں ہل چل ڈالیں گے لہذا وہ اور انکے متبعین فطرتاً حضرت کے مخالف اور درپئے ہلاکت ہوگئے تھے جسکا اظہار بھی ان کی جانب سے ہونے لگا تہا۔ اُن لوگوں کی عداوتوں ورحضرت کی تنہائی پسند طبیعت سے خائف ہوکر کہ مبادا کوئی دشمن موقع پاکر آپ کو کوئی گزند پہنچادے حلیمہ سعدیہ نے پانچویں سال کے ختم ہونے پر حضرت کو لاکر آپ کی مادر گرامی وجد امجد کی سپرد کردیا جسکے صلہ مین بہت کچھ انعام واکرام پائے حلیمہ جب آپ کو لارہی تھی تو اثناراہ میں ایک کاہن نے آپ کو دیکھکر کہا تھا کہ اے عرب والو اس لڑکے کو کسیطرح قتل کردو۔ ورنہ جب یہ بڑا ہوگا تو تمکو قتل کریگا حلیمہ نے یہ تمام حالات معہ ان تمام واقعات کے جو ایام رضاعت مین گذرے تھے بیان کردیئے چنانچہ حضرت عبدالمطلب آپ کی اور زیادہ حفاظت کرنے لگے تھے۔ اور آپ کو زیادہ تر پوشیدہ رکھتے تھے ۔

سال ششم

آپ چھ سال کے تھے کہ آپ کی مادر گرامی آپ کو ہمراہ لیکر معہ ام ایمن کے اپنے میکہ میں مدینہ کو بمقام بدر النابغہ تشریف لائین۔ اور ایک ماہ وہاں قیام کیا اسی اثنا میں علیل ہوئیں اور انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئیں اس عمر میں مشفق ماں کے کنار عاطفت سے محرومی اور اُسمقام پر جہاں تسلی دینے کو بھی کوئی نہیں ایک ایسا سانحہ حضرت کیواسطے تہا جسکا اندازہ تحریر سے باہر ہے ام ایمن آپ کو ہمراہ لیکر مکہ آئیں اور آپ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کی سپرد کیا حضرت عبدالمطلب کو بھی حضرت آمنہ کے انتقال کا سخت صدمہ ہوا اور اب پرورش حضرت کی بالکل حضرت عبدالمطلب کی ذات خاص پر رہگئی جو آپ کو کسی وقت اپنے سے جدا نہ کرتے اور بہت ہی زیادہ حفاظت حضرت کی مدنظر رکھتے تھے ۔

سال ہفتم
پیشگوئی و امتحان

اس سال ایک گروہ بنی مدلج کا جو فن قیافہ شناسی کا پورا ماہر تہا۔ مکہ میں آیا اور حضور پرنور کو حضرت عبدالمطلب کے ساتھ دیکھکر اُن سے کہا کہ اس لڑکے کی محافظت میں بہت سعی کرتے رہیئگا کیونکہ ہم اسکا قدم اُس قدم سے بہت زیادہ مشابہہ پاتے ہین۔ جو مقام ابراہیم پر ہے حضرت عبدالمطلب نے ام ایمن اور ابوطالب سے اس بات کا ذکر کیا اور حضرت کی حفاظت کی تاکید فرمائی۔ اسی سال ایک اور گروہ یہود کا حضور کا نام اور حضور کے متعلق اخبار سنکر آیا جس نے امتحاناً آپ کو مرغ حرام کے کباب کھلانے چاہے مگر آپ نے نہیں کھائے اور فرمایا کہ یہ حرام ہے یعنی ذبیحہ نہیں ہے جس سے ان کو حسب بشارت کتاب خود آپ کے نبی ہونے کا یقین ہوا ۔

خشک سالی و دعائے طلب باراں

اسی سال مکہ میں بوجہ خشک سالی قحط عظیم ہوا۔ بارش قطعی نہیں ہوئی تھی۔ حضرت عبدالمطلب حسب التجا و اصرار مردمان مکہ آپ کو ہمراہ لیکر کوہ ابوقبیس پر تشریف لے گئے اور حضرت کو اپنے دوش مبارک پر بٹھا کر دعا کی اور آپ سے بھی دعا کرنے کو کہا آپ نے ہاتھ اُٹھا کر بدرگاہ قاضی الحاجات دعا کی بہ برکت دعائے حضرت خوب بارش ہوئی اور قحط رفع ہوا۔ یہ واقعہ اگرچہ کچھ سیاسی نہیں مگر اس سے تین باتوں کا پتہ چلتا ہے ایک عبدالمطلب کی وجاہت و تقدس کہ تمام مکہ میں آپ ہی اس کام کیواسطے منتخب ہوئے دوسرے انکے عقاید کہ آپ بتان کعبہ میں کسی سے ملتجی نہیں ہوئے بلکہ بیرون شہر جاکر خدائے واحد سے طالب رحم ہوتے ہیں۔ تیسرے آنحضرتؐ کے آثار رحمیتہ کا کچھ اثر قلوب اہل مکہ پر ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت کو ساتھ لیکر دعا کرنے کے خواستگار ہوئے ۔

آغاز وقوف حضرت

اب حضرت کی عمر کا وہ حصہ شروع ہوگیا ہے جس میں وقوف و ادراک کسیقدر قوی ہوکر حسن و قبح اشیا کا احساس شروع ہوجاتا ہے اور تحقیق کنہ حقیقت کیطرف طبعی میلان ہونے لگتا ہے! ور طبیعت بھی اندرونی و بیرونی اثرات سے موثر ہونے لگتی ہے۔ سب سے پہلے اس نوخیز طبیعت پر جس چیز نے اثر ڈالا وہ خاندانی شرافت عزت حمیت و شجاعت تھی۔ اسکے بعد اُسکے پرورش کرنے والے مشفق دادا عبدالمطلب کی تیز فہمی نیک نفسی و خوش خلقی نے اپنا نقشہ جمایا۔ اب اس متلاشی طبیعت کی نگاہ اردگرد کے افعال و عقاید پر پڑی تو خود ساختہ معبودوں کی پرستش اور خلاف فطرت انسانی اعمال نے اس مجسمہ حقیقت کو ایکدم ان سے متنفر کرکے اسکو اپنے نفس کی تربیت۔ خیال کی پاکیزگی۔ نقابت حق۔ قوانین فطرت اور عبدیت و معبودیت کے تعلقات کے سمجھنے کیطرف متوجہ کردیا۔ جس کے واسطے بہترین مقام کوہ حرا کی سنسان وادی اور گھاٹیاں تجویز ہوکر زیادہ وقت وہاں صرف ہونے لگا ۔

سال ہشتم انتقال نوشیرواں و حاتم و وفات عبدالمطلب

اس سال نوشیرواں عادل شاہ عجم فوت ہوکر اسکا لڑکا ہرمز اسکا جانشین ہوا اور حاتم طائی کا بھی انتقال ہوا۔ مکہ بھی اپنے حصہ سے خالی نہ رہا اور اسی سال محب وطن سردار قریش۔ مجاور خانہ کعبہ حضرت عبدالمطلب نے بھی سفر آخرت اختیار کیا اور اس دُرِ یتیم عبداللہ کے سر سے شفیق دادا کا سایہ بھی اٹھ گیا جو اسکو زخم جگر کے پھاہے کی طرح سے ہر وقت سینہ سے لگائے رہتے تھے۔ اس زبردست محافظ کے اُٹھ جانے نے ایک گہرا اثر اسپر ڈالا ۔

سپردگی حضرت بہ ابوطالب

حضرت عبدالمطلب کو چونکہ حضرت سے مفرط درجہ کی محبت تھی انہوں نے اپنے مرض موت میں جب اپنی حالت مایوسی کی پائی تو اپنی تمام اولاد کو جمع کیا اور بعد وصایا کے سب سے دریافت کیا کہ محمدؐ کو تم میں سے کون اپنی پرورش و حفاظت میں لیتا ہے جو میری طرح اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھنے کا عہد کرے۔ سب نے بخوشی آمادگی ظاہر کی۔

تب انہوں نے بغرض تسکین اپنے پیارے پوتے کا استمزاج لیا۔ بیٹا تم اپنے چچوؤں میں کس کے پاس رہنا چاہتے ہو؟ اب یہ طبیعت انسانی کا جانچنے والا پوتا فوراً اٹھکر حضرت ابوطالب کی گردن میں بائیں ڈالدیتا ہے ابوطالب فرط محبت سے حضرت کو گلے سے لگاکر آبدیدہ ہوئے اور عہد کیا کہ محمدؐ کو اپنی جان اور تمام اولاد سے زیادہ سمجھونگا حضرت عبدالمطلب حضرت کے اس انتخاب سے خوش ہوئے کیونکہ وہ بھی بوجہ اسکے کہ ابوطالب و عبداللہ والد ماجد حضرت کے ایک ماں سے تھے۔ اور ان سے زیادہ رفاقت کی اور کسی سے امید نہ تھی۔ یہی چاہتے تھے۔ حضرت ابوطالب کو اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ عیالدار تھے مگر حضرت سے انکو ایسی محبت تھی کہ ایک لحظہ آپ کی مفارقت گوارہ نہ فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ اپنے پہلو میں سلایا کرتے تھے۔ حضرت ابوطالب نے جو جو رفاقت حضرت کی کی اور جسطرح بمقابلہ تمامی قریش و کفار کے محافظت حضرت میں سینہ سپر رہے اسکاحال آئندہ ظاہر ہوگا۔

سال ہشتم تا سیزدہم کیا ابوطالب کو آپ سے فطری محبت تھی

کیا ابوطالب کو آپ سے محض فطری محبت تھی؟ نہیں آپ کے اس کم سنی میں آثار جلالت۔ کمالات عقلی۔ محامد و اخلاق نے ابوطالب کو آپ کی کمال روحانیت و حقانیت کا یقین دلاکر آپ کی محبت کو مفرط درجہ پر پہنچا دیا تھا جس کی تائید ابوطالب کا وہ فقرہ کر رہا ہے جو بروقت خواستگاری خدیجہ کہا گیا تھا کہ "جس سے جی چاہے مقابلہ کرلو محمدؐ سب سے راجح نکلیگا"۔ ابوطالب کا قول ہے کہ انکے اہل و عیال جب حضرت کے ساتھ ہوکر کوئی شئے کھاتے تو سب سیر ہوجاتے تھے اور کھانا بچ رہتا تھا۔ اور جب علیحدہ ہوکر کھاتے تو غذا ختم ہوجاتی اور وہ سیر نہ ہوتے۔ آپ کبھی بیکار بات نہ کرتے تھے اور کبھی جھوٹ نہ بولتے تھے۔

تعلیم حضرت کی کیسے ہوئی

اب یہ وہ زمانہ ہے کہ یہ حیرت انگیز نوخیز لڑکا جس کی نسبت تاریخ کوئی پتہ نہیں دیتی کہ اس نے کسی مدرسہ فلسفہ و اخلاق میں تعلیم پائی ہو۔ یا سوائے معلم فطرت کے کسی دنیاوی معلم کے سامنے زانوے ادب تہ کیا ہو کچھ عظیم خیالات و تصورات کے دریا میں غرق نظر آتا ہے جس کی بردباری متانت۔ نیک نفسی عالی خیالی خاندان میں ہر شخص کو اس کیطرف متوجہ کردیتی ہے۔ مگر وہ ہے کہ دنیاوی مشاغل سے قطعاً کنارہ کشی کئے ہوئے ہے۔ کوہ حرا کی گھاٹیاں کوہ ابوقبیس کی چوٹیاں ہیں اور وہ نہیں معلوم اس کی دوربین نگاہوں نے کونسا نقشہ اسکے سامنے پیش کیا ہے جس کی للک اسکو اس بڑے خیال سے الگ ہونے کی اجازت نہیں دیتی جسکے لئے وہ فطرت و قدرت کیطرف سے تیار کیا جارہا ہے تنہائی ہے اور صانع صنعت کی دشوار گتھیاں اور اس کا ناخن فکر دخوض۔ فیضان قدرت سے فطرت کا سبق لے رہا ہے اور ایک غیر ظاہر حالت کیطرف اسکا قدم بڑھتا جاتا ہے خود ساختہ معبودان قریش کی نسبت کبھی کچھ اظہار نفرت بھی کردیا جاتا ہے جو موجب ناگواری قریش کا ہوتا ہے۔

پہلا سفر حضرت ابوطالب بجانب مصر

اسی اثنا میں حضرت ابوطالب بغرض تجارت مصر جانے لگے اور حضرت کو تنہا مکہ میں چھوڑنا مناسب نہ سمجھکر اپنے ساتھ لیگئے بعض مورخین کا قول ہے کہ یہ حضرت کی عمر کا نواں سال تھا بعض بارہواں و بعض تیرہواں بتلاتے ہیں یہ پہلا سفر تھا جس میں حضرت کو بیرون مکہ بھی نظر ڈالنے کا موقع ملا۔ اس سفر میں یہ واقعہ پیش آیا کہ جب یہ قافلہ مصر میں متصل صومعہ بحیرا راہب کے پہونچکر بوجہ شدت گرمی و دہوپ کے مقیم ہوا بحیرا جو حسب تعلیم کتاب آسمانی حالات و اخلاق زمانہ موجودہ کو دیکھکر کسی نبی کے معبوث ہونیکا یقین کئے ہوئے تہا حضرت کے آثار جلالت دیکھکر جس سے اسکو معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک ابر رحمت آپ پر سایہ کئے ہوئے ہے قافلہ کے پاس آیا اور ابوطالب سے مستفسر ہوا کہ یہ لڑکا کون ہے جنہوں نے بتلایا کہ اونکا بہتیجہ محمد بن عبداللہ ہے۔ کچھ حالات و عقاید بھی آپ کے ابوطالب نے اس سے ضرور ظاہر کئے ہونگے جس سے اور زیادہ بحیرا کو حضرت کے خیالات کے جانچنے کا خیال پیدا ہوا اور اس نے حضرت سے چند سوالات کئے جنکے جوابات کافی و تشفی ملے اس زمانہ جاہلیت۔ کفر و ضلالت و بت پرستی میں ایسی کامل حقیقت سے بھرے ہوئے خیالات وحدانیت اور فطرت کیموافق اخلاق کی سچی تصویر کو دیکھکر اور اس میں صلاح و ترقی نفس انسانی کے مستحکم ارادوں و پاکیزہ خیالات کو پاکر بحیرا کو کہنا پڑا کہ بیشک یہ لڑکا ملک کا آزاد کنندہ و نجات دہندہ ہوگا جیسے بشارات کتب سابقہ میں موجود ہیں او بے اختیار اس کی زبان سے یہ فقرہ نکل گیا کہ السلام علیک یا رسول اللہ جس کی ہم آہنگی شجر و حجر نے کی اس نے ابوطالب کو صلاح دی کہ آپ کو شام کو نہ لیجائیں کیونکہ یہود سخت مخالف آپ کے عقاید و دین کے ہیں ممکن ہے کہ ظاہر ہونے پر کچھ نقصان انکو پہنچائیں۔ یہ سنکر ابوطالب مضافات مصر میں مال فروخت کرکے چلے آئے اور ایک روایت میں ہے کہ شام تک گئے اور آپکو ساتھ لے گئے اور وہاں بھی ایسا ہی واقعہ نسطور راہب کا ظہور میں آیا جیسا بحیرا سے آیا تہا اور اس نے بھی آپکے آثار عظمت و نشان مہر نبوت کو دیکھکر تصدیق آپ کے پیغمبر آخر الزمان ہونے کی کی۔ اور بخوف نقصان رسانی یہود یہاں آپ کو جلد واپس لیجانے کی رائے دی چنانچہ ابوطالب بتعجیل تمام مال فروخت کرکے واپس ہوئے۔ یہودیوں کو جو یہ خیالات اور حالات آپ کے معلوم ہوئے تو انکا ایک گروہ بارادت حضرت کے ارادہ سے آپ کے تعاقب میں متوجہ بحیرا راہب تک آیا اور اس سے اپنا ارادہ ظاہر کرکے طالب امداد ہوا مگر بحیرا نے ان سے کہا کہ تم لوگ ناحق درپے آزار و ہلاکت اسکے ہوتے ہو اگر وہ شخص واقعی وہی ہے جو نبی آخر الزمان ہونیوالا ہے تو تم مشیت ایزدی کے خلاف اسکو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکوگے اور اگر وہ نہیں ہے تو اس امر عظیم کے مرتکب ہونے سے کیا فایدہ ہوگا۔ چنانچہ وہ لوگ گفتگوے بحیرا سے معقول ہوکر واپس چلے گئے اور ابوطالب معہ آپ کے بخیریت واپس مکہ آگئے اس سفر میں بسبب برکت مقصود تجارت میں بہت زیادہ فایدہ ہوا۔ اور کل مال دو چند و سہ چند قیمت پر فروخت ہوگیا۔ اب ابوطالب کو اور زیادہ خط تقدیا

وحفاظت حضرت کی مدنظر ہوگئی ؁

سال ہفتدہم تانوزدہم تجارت حضرت بیمن و قتل ہرمز

حضرت کے ستر ہویں سال کی عمر میں زبیر بن عبدالمطلب و بقولے عباس بن عبدالمطلب آپکو حضرت ابوطالب سے اجازت لیکر اور حفاظت کا وعدہ کرکے بغرض برکت و نفع کثیر تجارت اپنے ہمراہ ملک یمن کو لیگئے تھے ۔ راستہ میں اہل قافلہ نے بہت سے خوارق عادات اور امور عجیبہ حضرت کے مشاہدہ کئے ۔ اور تجارت میں بھی نفع کثیر حاصل ہوا ؁

اُونیسواں سال آپ کی عمر کا تھا کہ ہرمز پسر نوشیرواں شاہ عجم کو اشراف سلطنت نے معزول کرکے اندھا کیا اور قتل کردیا اور خسرو پرویز اپنے باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا ؁

سال بستم سفر حضرت بشام ابوبکر

بیس۲۰ سال کی عمر تھی کہ ابوبکر آپ کو بغرض برکت تجارت ساتھ لیکر معہ اور قافلہ کے شام کو گئے اور پھر اُسی بحیرا راہب کے صومعہ کے قریب قیام ہوا حضرت ایک بیری (سدر) کے درخت کے نیچے بیٹھے جو کہا جاتا ہے کہ سرسبز ہوگیا ۔ ابوبکر بغرض لینے سامان طعام وغیرہ کے راہب مذکور کے پاس گئے بحیرا نے دور سے آپ کو درخت سدر کے نیچے بیٹھا دیکھکر دریافت کیا کہ کون بیٹھا ہے انہوں نے تبلایا کہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں بحیرا نے سنکر کہا کہ قسم بخدا وہ نبی مرسل ہیں ۔ کیونکہ میں نے کتابوں میں دیکھا ہے کہ بعد حضرت عیسےٰ کے اس درخت سدر کے نیچے سوائے پیغمبر کے کوئی نہ بیٹھے گا ۔ اور نہ آج تک بعد اُنکے کوئی بیٹھا ہے ! ور بحیرا مذکور نے حضرت سے آکر ملاقات کی ایسی پیشین گوئیاں سنکر اور حضرت کے حالات و واقعات عجیبہ دیکھکر سب کو تعجب ہوتا تھا ۔ مگر حضرت کے اخلاق ۔ راست بازی ۔ دیانت داری کے سکے قلوب مشرکین پر بیٹھتے جاتے تھے ۔ یہانتک کہ اُس مجسمہ حقیقت و دیانت کو تمام اہل مکہ امین کے لقب سے پکارتے تھے ۔

تا سال بست و سوم ترقی مدارج حقانی

اب حضرت کی عمر کا وہ حصہ آگیا تہا کہ عقل و ادراک کی پختگی نے آن پیچیدہ و دشوار گذار مسائل فطری پر غور کرتے کرتے کہ میں کیا ہوں ؟ مجکو کیا کرنا چاہیئے ؟ سبب حقیقی عوالم ظاہر کا کیا ہے ؟ آپکو ضرور کسی راہ مستقیم پر ڈالدیا ہوگا ۔ اگرچہ وہ راہ بھی زیادہ واضح نہوئی ہو ۔ اور ممکن ہے کہ کسی بڑے کام یعنی اصلاح انام کی امید بھی پیدا ہوگئی ہو اگرچہ خود کام اور اسکا راستہ و طریقہ یقینی درجہ پر ابھی معلوم نہ ہوا ہو ۔ اب آپ کے نفس ذکیہ کی ترقی اس درجہ پر پہنچ گئی تھی کہ آپ کو خواب میں انکشافات روحانی ہونے لگے جنکو نزول ملائکہ کہا جاتا ہے جس کی کیفیت آپ ابوطالب اپنے چاہنے والے مربی و پرورش کنندہ چچا سے بیان فرمادیا کرتے تھے اور ابوطالب حضرت سے تو بخوف مشرکین ایسی باتوں کے اخفا کی ہدایت فرمادیتے تھے مگر بجائے خود انکو آپ کے مرسل و موید من اللہ ہونیکا تدریجی یقین ہوتا جاتا تھا ۔ گرد و نواح کے عقاید و اعمال جو روحانیت و حقانیت سے دور تھے ابتدا سے آپ کے حق میں قلب پر اچھا اثر نہ ڈالا تھا اور ابتدا سے آپنے خود ساختہ معبودوں کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا تھا ۔ اب تو علانیہ طور پر آپ ان غیر حقیقی خداؤں کو بُرا کہتے تھے ۔ اکثر آدمیوں نے ابوطالب سے کہا بھی

کہ تمہارا بھتیجہ کبھی خانہ کعبہ میں آکر بتوں کی پرستش نہیں کرتا اُسکو تنبیہ و تاکید کرو جسکے جواب میں ابوطالب کہدیا کرتے تھے کہ وہ تمہارے ان بتوں کو بُرا سمجھتا ہے اور خدا واحد کی عبادت کرتا ہے جس میں میں راستی پاتا ہوں میں اسکو پرستش اصنام کے لیے تاکید و تنبیہ نکرونگا۔ اور اسکی مرضی کے خلاف اُسکو مجبور نکرونگا۔ ہر شخص اپنے خیالات و عقاید میں آزادی کا حق رکھتا ہے۔ رعب و خوف ابوطالب کیوجہ سے بظاہر لوگ خاموش ہوجاتے تھے مگر بہ باطن حضرت سے انکو قلبی مخالفت بڑہتی جاتی تھی ٭

روایت ضعیف

تجدید کعبہ

ایک روایت میں ہے کہ حضرت کی تیئس سال کی عمر تھی کہ تجدید خانہ کعبہ ہوئی جسکا ذکر حضرت کے پینتیسویں سال کے واقعات میں ہے اور وہی صحیح ہے۔ لہذا وہیں پر مفصل کیفیت درج کی گئی ہے ٭

سال بست پنجم

آپکے بیباکانہ اظہار حق و قریش کی کینہ ور طبیعتوں سے ابوطالب کو ہر وقت اندیشہ حضرت کیطرف سے رہتا تھا اور آپکی تنہائی پسند طبیعت اور کوہ حرا کے طویل مراقبوں سے زیادہ خطرہ مخالفین کے موقعہ پا جانیکا رہتا تھا لہذا ابوطالب کو خیال پیدا ہوا کہ بعض عقلی کرکے اس تنہا کوہ نوردی کا سدباب کیا جائے۔ مگر اس خیال کا ابھی کسی پر اظہار نہ کیا تھا۔

سفر حضرت بغرض تجارت مال خدیجہ

حضرت خدیجہ بنت خویلد قریش میں بہت مالدار عورت تہیں انکے پاس قریب اسّی ہزار اونٹ باربرداری کے مختلف مقامات پر تھے ہر نواح میں انکے کارپرداز تجارت کے تھے۔ یہ اپنا مال تجارت بغرض فروخت بلاد مختلفہ میں دوسرے اشخاص کے ذریعہ سے بھیجا کرتی تہیں اور جو کچھ منافع ہوتا اسکو نصفا نصف کرلیتی تہیں جس کو اصطلاح فقہ میں شرکت مضاربہ کہتے ہیں اس سال یعنی جب حضرت کی عمر پچیس سال کی تھی بوجہ تنگی معیشت حضرت ابوطالب نے حضرت سے کہا کہ اگر تم کہو تو خدیجہ سے گفتگو کیجائے کہ وہ تمکو اپنا مال تجارت بغرض فروخت دیدے آپنے بھی اسکو پسند فرمایا چنانچہ ابوطالب نے خدیجہ سے گفتگو کی وہ چونکہ حضرت کی دیانت داری و راستبازی کے اخبار سنتی رہتی تھی حسب تحریک ابوطالب اُس نے خود حضرت کے پاس پیغام بھیجا اور حصہ منافع بھی آپکا نصف سے کچھ زیادہ مقرر کرکے درخواست کی کہ اُسکا مال لیکر بغرض تجارت باہر تشریف لیجائیں۔ چنانچہ بعد منظوری حضرت سامان سفر میں مصروف ہوئے۔ خدیجہ نے اپنے غلام میسرہ کو جو اُسکا معتمد تھا حضرت کی ملازمت میں چھوڑ دیا اور بعض کتب میں ہے کہ اپنے عزیزوں میں سے ایک شخص خزیمہ بن حکیم کو آپکے ہمراہ بھیجا۔ ابوجہل۔ ابوسفیان۔ عباس و حمزہ بھی اپنا اپنا مال لیکر اس قافلہ کے ساتھ ہوئے۔ اور قبائل بنی مخزوم بنی عدی۔ بنی النضیر بنی زہرہ و بنی لوی کے آدمی بھی ساتھ تھے۔ وقت روانگی خدیجہ کے اونٹوں میں سے دو اونٹ بوجہ زیادتی بار کے بیٹھ گئے تھے جو اُٹھ نہ سکتے تھے۔ آپنے ان پر ہاتھ پھیرا تو وہ کھڑے ہوگئے اور چست و تیز چلنے لگے خزیمہ کو اس سے تحیر پیدا ہوا۔ اب رائے ہوئی کہ کسی کو سردار قافلہ بنالیا جاوے تاکہ کوئی نزاع واقع نہ ہو۔ بنی مخزوم نے

ابوجہل کو بنی عدی نے مطعم کو بنی نفر نے نفر بن حارث کو بنی زہرہ نے اخنس کو اور بنی ادی نے ابوسفیان کو سرداری قافلہ کے لیئے نامزد کیا میسرہ غلام خدیجہ نے کہا کہ ہم سوائے محمدؐ کے اور کسی کو سردار نہ بنائیں گے۔ ابوجہل کو ناگوار ہوا اُس نے مخالفت کی حضرت حمزہ سے اس پر تکرار ہونے لگی۔ مگر اس مصلحت بین و جامع الناس نے حمزہ کو روکا کہ روانگی کے وقت نزاع مناسب نہیں ہے ان لوگوں کو سردار ہونے دو ہم سب کے پیچھے ہی چلیں گے۔ بہر حال قریش ہی سردار ہیں کوئی غیر نہیں۔ چند منزل اسیطرح سفر ہوا کہ اس آیات آلہیہ و مناظر قدرت کے بغور دیکھنے والے نے ایک روز ابر دیکھا اور اپنے ہمراہیوں کو دامن کوہ میں فروکش ہو جانیکا حکم دیا۔ اور سب نے تعمیل کی جسکے بعد کثرت سے بارش ہو کر سیلاب ہوا سب لوگ رائے حضرت پر عمل کرنے سے اس آفت سے بچ گئے سوائے ایک شخص کے جو ٹہرا نہ تہا وہ اس سیلاب میں ہلاک ہو گیا۔ ایک مقام پر ابوجہل کے قافلہ نے آگے بڑھکر چاہ کا پانی سب مشکون میں بھر والیا کہ اُس میں پانی حضرت کے قافلہ کیواسطے نہ رہا۔ مگر جب آپ کا قافلہ پہنچا تو تہوڑی دیر میں پانی کافی آگیا۔ اور سب سیراب ہوگئے جسکو سب نے حضرت کے قدم کی برکت تصور کیا۔ وادی ذبیان میں ایک اژدہے کو دیکھکر ابوجہل کا اونٹ بھڑک گیا اور وہ گر گیا۔ اور چوٹ آئی۔ اُس نے اپنے قافلہ کو پیچھے ہٹا کر روک لیا اور جب حضرت کا قافلہ پہنچا اور رُکنے کا سبب دریافت کیا تو اُس نے چالاکی سے کہا اب آپ سرداری کیجئے جس سے اس کی غرض یہ تھی کہ آپ آگے چلیں گے تو آپ کا اونٹ بھی اژدہے کو دیکھکر بھڑکے گا اور آپ گر جائینگے مگر طبیعت و فطرت انسانی کا بغور ملاحظہ کرنے والا فوراً سمجھ گیا کہ اس میں کچھ مکر ہے۔ لیکن قدرت و مشیت الٰہی پر بھروسہ کرکے فوراً بے خوف و خطر روانہ ہوا مگر اپنے اونٹ کو نہایت احتیاط کے ساتھ سنبھالے رہا۔ اژدہا راستہ سے ہٹ گیا اور تمام قافلہ بخیریت گذر گیا ؞

مقام ایلہ پر قلیق بن لوبان بن عبد الصلیب راہب نے بھی آپ کے آثار کو دیکھکر اور خیالات سے مطلع ہو کر مثل بحیرا و نسطورا راہبان کے آپ کے نبی مرسل ہونیکی پیشین گوئی و تصدیق کی! اسی قسم کے اور بہت سے عجائب جو نظر طوالت ترک کیئے جاتے ہیں اس سفر میں آپ سے ظہور پذیر ہوئے جنکو اکثر سطحی نظر والوں نے مافوق بشری تصور ہو کر آپ کی زیادتی قدر کا باعث ہوئے جنسے ابوجہل کو حسد زیادہ ہوا اور میسرہ و خزیمہ رشتہ دار خدیجہ کے دلوں میں آپ کی عظمت و محبت جاگزین ہوتی گئی۔ غرضیکہ یہ قافلہ شام گیا ؞

شام میں ایک یہودی سے آپ سے مباحثہ ہوا اور دوران گفتگو میں اُس نے آپکو لات و عزیٰ کی قسم دی تو اس عارف و عاشق رب قدیر نے فوراً ارشاد فرمایا کہ میں تو لات و عزیٰ سے قطعاً بیزار ہوں اور اُن سے تبرا کرتا ہوں اور خدائے واحد و یکتا کا ماننے والا ہوں اسکو سنکر اور آپکے عقاید معقولی سے متاثر ہو کر اُس نے بھی آپ کی رسالت کی خبر دی ؞

نزاع سرداری کو تحمل سے طے فرمایا گیا

واقعات عجیبہ اثنائے راہ

بشارت راہبان

واپسی مکہ

اس سفر میں مال بہت زیادہ منافع سے فروخت ہوا اور کوئی مال باقی نہ رہا۔ یہ قافلہ معہ نفع کثیر واپس مکہ آیا جب قریب نواح مکہ کے پہنچے تو ہر قبیلہ نے اپنے اپنے قاصد قافلہ کے بخیریت واپسی کی خبر دینے کو مکہ روانہ کئے۔ آپ نے بھی میسرہ سے فرمایا کہ وہ جا کر خدیجہ کو خبر کر دے میسرہ نے عرض کیا کہ اگر حضور خود تشریف لیجا کر خدیجہ کو خبر دینگے تو اُسکی زیادہ مسرت کا باعث ہوگا۔ چنانچہ حضور خود قافلہ سے آگے مکہ میں تشریف لائے جسوقت آپ مکہ میں داخل ہوئے تو خدیجہ معہ چند عورات کے غرفہ میں بیٹھی تھی اب اُسکو بچشم خود حضرت کے باوقار چہرہ کی زیارت کرنیکا موقع ملا۔ اور آپکے چہرہ کے آثار عظمت وجلال نے متحیر کن اثر اسکے قلب پر کیا۔ اُس کو اس عالم محویت میں معلوم ہوتا تھا کہ ایک ابر رحمت آپکے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ جب آپ نے پہنچکر اُس کو خوشخبری پہنچائی اُسنے اپنے مزید اطمینان کے واسطے آپ سے عرض کیا کہ آپ واپس تشریف لیجائیں اور معہ میسرہ کے تشریف لائیں جس سے اُس کی غرض یہ تھی کہ اسطرح اسکو حضرت کی دوبارہ زیارت کا موقع ملیگا اور میسرہ سے دوران سفر کے بھی آپ کے حالات معلوم ہو کر صحیح رائے قایم کر سکے گی۔ چنانچہ حضرت واپس ہوئے اور خدیجہ دیکھتی رہی ۔

خدیجہ کی جانچ و اظہار ارادۂ عقد از حضرت

اب قافلہ کے مکہ پہونچنے پر خدیجہ نے میسرہ سے واقعات سفر دریافت کئے تو میسرہ و خزیمہ نے جو جو امور عجیبہ و خصائل حمیدہ حضرت کے دیکھے تھے اور انسے جو اثرات انکے قلوب پر ہوئے تھے ظاہر کئے جنکو سنکر خدیجہ کے دلمیں آپ سے عقد کرنے کا خیال پیدا ہوگیا۔ اس سے قبل عقبہ بن ابی معیط وصلت بن ابی شہاب جنمیں سے ہر اک کے یہاں چار چار سو کنیزیں و غلام تھے اور جو بہت مالدار تھے اور علاوہ اُنکے ابو جہل و ابو سفیان بھی خدیجہ سے خواستگاری عقد کی کر چکے تھے لیکن وہ سب کو انکار کر چکی تھی۔ اب نفیسہ نامی ایک عورت کی معرفت خدیجہ نے اپنا مافی الضمیر حضرت کے پاس کہلا کر بھیجا اور درخواست کی کہ حضرت اسکے چچا سے اسکے متعلق خواستگاری کریں اگرچہ خدیجہ کی عمر منازل شباب و جوانی کو طے کر چکی تھی اور وہ اس سے قبل دو شوہروں کی زوجیت میں بھی رہ چکی تھی مگر اس ماہر طبیعت انسانی و واقف فطرت رحمانی کی پاک اور دور بین نگاہ ظاہری جذبات خواہشات نفسانی کی تابع نہ تھی اُسکے گہری نگاہ نے خدیجہ کے حسن وجمال و عادات و خصائل میں کچھ ایسے آثار نیک نفسی و پاک طینتی خوش اخلاقی کے دیکھ لیئے تھے جنمیں آزادی کیساتھ عصمت و وفا تمول کیساتھ انکسار و ایثار کی شعاعیں نظر آتی تھیں جنکو اپنے پاک و مقدس مزاج کیموافق و مناسب

خواستگاری خدیجہ

پاکر حضور نے منظور فرمایا۔ حضرت ابو طالب سے خدیجہ کی خواستگاری کیلئے کہا۔ ابو طالب کو بوجہ تمول خدیجہ اسکے انکار کا اندیشہ ہوا جسکو حضرت نے رفع فرما دیا اور بروایتے حضرت ابو طالب نے اول صفیہ کو بھیجکر خدیجہ کا امتزاج لیا اور اُسکی منظوری و خواہش کا اطمینان کر کے ابو طالب نے معہ حضرت عباس و حمزہ وغیرہ چند اہل خاندان کے خدیجہ کے باپ خویلد کے پاس

بروایتے عمرو بن اسد خدیجہ کے چچا سے جاکر خواستگاری خدیجہ کی حضرت کے واسطے کی جس نے اوّل تامل و انکار کیا چنانچہ یہ لوگ غصہ میں چلے آئے خدیجہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اسکو انجد ملال ہوا اور اس نے اپنے رشتہ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل و بروایتے خزیمہ کو بلاکر ان سے اپنی خواہش و منظوری درخواست حضرت کی ظاہر کی تو انہوں نے خویلد یا عمرو کو حضرت کے تمام حالات و آثار جو سفر تجارت میں مشاہدہ میں آئے تھے بیان کرکے اور خود خدیجہ کی پسند و مرضی کا اظہار کر راضی و آمادہ کیا چنانچہ ورقہ دوسرے روز ابوطالب کے پاس آیا اور پہلے روز کی بابت معذرت کرکے منظوری خواستگاری کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضرت ابوطالب معہ تمام بنی ہاشم کے حضرت کو لباس ہائے بزرگان سے آراستہ کرکے اور ساتھ لیکر خانہ خدیجہ پر تشریف لے گئے جہاں پر خدیجہ نے بھی سامان ضیافت کر رکھا تھا۔ اب حضرت ابوطالب نے ایک خطبہ فصیح اور بلیغ ادا کیا جس میں اپنی خاندانی شرافت و افتخار کا اظہار کیا۔ آنحضرت کی صفت و ثناء و خواستگاری خدیجہ کی درخواست کی۔ ابوطالب کے اس خطبہ سے انکا موحد ہونا اور حضرت کو افضل الناس سمجھنا بخوبی ظاہر ہوتا ہے جس کی ابتدا یہ ہے کہ:۔ الحمد للّٰہ الذی۔۔۔ جعلنا حضنۃ بیتہ وسوس حرمہ۔۔۔۔ ثم ان ابن اخی ھذا محمدؐ بن عبداللّٰہ لا یوازن برجل من قریش الا رجح بہ ولا یقاس باحد منھم الا عظم عنہ (وہ خدا قابل ثنا ہے جس نے۔۔۔۔۔ ہمکو اپنے گھر کا محافظ اور اپنے حرم کا منتظم مقرر کیا بعدہ یہ کہ میرا بھتیجہ محمد بن عبداللہ جسکا قریش میں جس شخص سے بھی موازنہ کیا گیا وہ بڑہا ہوا نکلا اور جس کسی کے ساتھ اسکا قیاس کیا گیا تو وہ عظیم اور بزرگ تر نکلا) ورقہ نے منجانب خدیجہ خطبہ پڑہا اور منظوری دیدی چنانچہ مہر بیس۲۰ ہزار شتران مایہ و بروایتے چار سو مثقال طلا و بقولے پانچسو درہم قرار پایا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مہر اپنا خدیجہ نے اپنے مال سے ادا کرنا منظور کیا تھا۔ جو اس نے حضرت کو ہبہ کر دیا تھا۔ غرض عقد حضرت کا حضرت خدیجہ کے ساتھ ہوگیا اس وقت عمر حضرت خدیجہ کی چالیس سال کی تھی۔ اگرچہ ایک روایت سے عمر خدیجہ وقت نکاح ۲۸ سال بھی ظاہر ہوتی ہے مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ وقت انتقال ان کی عمر ۶۵ سال کی تھی اور ۲۵ سال وہ حضور کے عقد میں رہیں حضور پر نور کی عمر اس وقت پچیس سال کی تھی حضرت خدیجہ کا یہ تیسرا عقد تھا۔ شوہر اول بروایتے عمرو کندی شوہر ثانی عتیق تھا مگر حسب روایت کشف الغمہ اوّل شادی حضرت خدیجہ کی عتیق بن عابد مخزومی سے ہوئی تھی جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اور اسکے بعد عقد انکا ابوہالہ ہند بن زرارہ تیمی سے ہوا تھا جس سے ہند بن ہند اولاد ہوئی جو فوت ہوگیا تھا اور ابن ہشام کا قول یہ ہے کہ پہلا شوہر عتیق تھا جس سے ایک لڑکا عبداللہ و ایک لڑکی جس کا نام نہیں لکھا جو بیاہی گئی ہے پیدا ہوئے اور دوسرا ابوہالہ تھا جس سے ہند لڑکا اور زینب لڑکی پیدا ہوئی تھی۔

بعد عقد حضرت خدیجہ کے بوجہ مال و دولت خدیجہ کے معیشت کیجانب سے بالکل مستغنا ہوگیا جسکا اشارہ و دجدک عائلا

تذکرہ خطبہ ابوطالب

اشتغال حضرت بعد عقد

عائلاً فاغنیٰ" میں فرمایا گیا ہے اور اب حضرت کو اور زیادہ موقع کوہ حرا پر جاکر تنہائی میں اپنی اور تمام عالم کی خلقت و اسباب خلقت اور ذات وجود واجب الوجود خالق معبود حقیقی پر غور و خوض کرنے اور مدارج معرفت و قرب الٰہی کے طے کرنیکا ملا۔ چنانچہ بیشتر حصہ آپ کے وقت کا درہ ہائے کوہ میں صرف ہوتا تھا۔ اور انکشافات رموز فطرت روز بروز آپ پر زیادہ ہوتے جاتے تھے۔

(سنہ ۳۰ عام الفیل ۱۳ رجب) اس سال مجاور خانہ کعبہ محافظ رسول بطحا یعنی ابوطالب کے یہاں ۱۳ رجب سنہ ۳۰ عام الفیل کی صبح کو بطن فاطمہ بنت اسد سے خاص خانہ کعبہ میں وہ فرزند پیدا ہوا جو ابتدائے خلقت سے مظہر العجائب و الغرائب مانا گیا اور جسکو آگے چلکر امور رسالت و ترقیات اسلام سے خاص تعلق رہا ابتدا ہی میں ولادت خانہ کعبہ کا ایسا شرف اسکو ملا کہ جو آج تک کسی کو حاصل نہیں ہوا تھا۔ یہ وہ مولود ہے کہ جسکی خدمتوں کو اپنے مولد سے بھی بہت کچھ عملی تعلق ہوگا۔ اس وقت کون خیال کر سکتا تھا کہ وہ بچہ جو آج تین سو ساٹھ بتوں کے غاصبانہ عمل میں خلق ہوا ہے وہی ایکدن اسی اپنے مولد کو دوش رسول پر معراج پاکر ان بتوں کی آلایش سے پاک کریگا کون سمجھتا تھا کہ اس خانہ زاد خدا پر بعض نافہموں کو خدائی کا بھی گمان ہو جائیگا۔ علاوہ تعلقات رشتہ کے حضور پر نور کو خاص تعلقات محبت اس مولود سے بوجہ اس کی خدمات کے رہے۔ خبر ولادت پاکر بھی حضور خود خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے اور اس مولود مسعود کو آغوش مبارک میں لیکر معراج کا شرف عطا فرمایا اور اس مولود نے بعد پیدایش حضور کے ہی روئے انور کی زیارت کی۔ پرورش و تربیت بھی اس مولود کی اسی ہادی کے کنار عاطفت میں ہوئی جس نے ثابت کر دیا کہ شاگردان و تابعین رسول میں صرف یہی وہ فرد اکمل نکلی جو نہ صرف اسلام کے لئے بلکہ ان کل مذاہب کے لیے جنہوں نے اچھی اور اکمل ذاتوں کی یادداشت رکھ چھوڑی ہے یہ تنہا ذات کل کے فخر کرنے کی لائق ہے جس کے کارنامے اسکے پرورش کنندہ و استاد کے سوانح کیساتھ ساتھ ناظرین کی نظر سے گذریں گے۔ اس مولود کے والد ابوطالب نے اسکا نام زید رکھا تھا۔ اور والدہ نے اپنے باپ کے نام پر اسد (حیدر) رکھا تھا۔ مگر اس روشن ضمیر ہادی کی دوربین آنکھوں کے سامنے نہ معلوم کونسا نقشہ تھا اور کس اعلیٰ منزلت کا تصور اس مولود کیواسطے دل میں تھا کہ آپ نے اسکا نام "علی" رکھا اور اسی نام سے یہ بچہ موسوم ہوا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ع

(سال بست نہم)

(ولادت علیؑ عمر حضرت سی)

فرزند بخانہ خدا شد پیدا

(حضرت کی پیشینگوئی) • فاطمہ بنت اسد مولود کو گھر لیکر آئیں۔ حضرت نے طشت و آفتابہ طلب کیا۔ اور مولود کو خود غسل دیا۔ غسل دیتے میں حضور کے چہرہ سے کچھ آثار افسردگی ظاہر ہوئے۔ پوچھنے والوں نے سبب پوچھا جسکا جواب اس ہادی کامل کے خیال پر منکشف ہوتا ہے کہ وہ موت اور زندگی کے مسئلہ کو کیسا حل کر چکا ہے۔ جواب دیا گیا کہ جس طرح میں آج اسے غسل دے رہا ہوں میرے پیش نظر ہے کہ یہ لڑکا مجھے آخری غسل دیگا۔ کیا کوئی بشر کسی بات کو جو آیندہ کے پردہ میں چھپی ہو اثبات یا نفی میں کہہ سکتا ہے مگر اس امین کا خیال جو تیقن کی حد پر تھا جیسا کہ واقع ہوا جو اس کی کمال قوت روحانی کی بین دلیل ہے۔

تجدید حلف الفضول

غالباً اسی سال میں ہادی برحق نے عربوں کو انکا ایک پورانا حلف جو حلف الفضول کے نام سے موسوم کیا گیا تھا
جس میں عہد کیا گیا تھا کہ اندرون دیوار ہائے مکہ شرو بدعتیں نہ کیجائینگی یاد دلا کر چار پانچ بڑے خاندانوں میں تحریک
کر کے اس حلف الفضول کو دوبارہ قایم تازہ کرایا (تنقید الکلام) جسمیں عورتوں کے تحفظ عصمت و حرمت کی شرط بھی تھی جو
حضور کے کمال نیک نفسی اور پاک باطنی کی دلیل ہے ٭

تعمیر خانہ کعبہ

اسی سال قریش نے خانہ کعبہ کو جس کی دیواریں بوجہ بارش و سیلاب کے کچھ منہدم ہوگئیں تھیں۔ از سر نو تعمیر کا ارادہ کیا جسکے
دو بڑے سبب تواریخ میں پائے جاتے ہیں۔ ایک تو دیوار و نکا بوسیدہ و منہدم ہوجانا دوسرے یہ کہ درمیان بیت اللہ کے ایک
خزانہ بطور چاہ کے تہا جس میں ہدایا و تحایف رکہے جاتے تہے اس میں ایک غزال طلائی بہی تہا۔ بدمعاشوں کی ایک جماعت
نے جسکا سرغنہ کہا جاتا ہے کہ ابولہب تہا دیوار پہاند کر خانہ کعبہ سے اسکو چورالیا تہا۔ چنانچہ تمامی قریش شریک چندہ و کار تعمیر
ہوئے اور اپنے اپنے مال حلال و طیب سے چندہ دیا۔ اسی زمانہ مین ایک کشتی جو شاہ روم نے معہ سامان عمارت و لکڑی وغیرہ کے
بغرض تعمیر ایک کلیسہ کے بہیجی تہی جو جدہ کے قریب پہنچکر ٹاپو مین دہنس گئی تھی۔ قریش کو جو کشتی کے اسطرح تباہی کی خبر ہوئی
تو ولید بن مغیرہ کو معہ ایک جماعت کے بہیجکر وہ سامان کشتی خرید کر لیا اور مکے لے آئے اور حضرت ابراہیم کی ہی بنیادوں پر
کا تعمیر شروع کیا گیا۔ دیوارہائے کعبہ کی تعمیر بذریعہ قرعہ مخصوص قبایل قریش کی سپرد ہوئی۔ قریش نے خود پتھر جمع کئے تھے
حضرت بھی پتھر لانے میں قریش کی شرکت فرماتے تھے تعمیر در کعبہ سے تا وسط رکن یمانی و حجر حضرت کے قرعہ میں آئی تھی
و بروایت دیگر حجر اسود سے رکن شامی تک حصہ بنی ہاشم میں تھی۔ حجر اسود کے نصب کرنے کی بابت نزاع پیدا ہوا ہر
قبیلہ چاہتا تہا کہ اسکے سردار کے ذریعہ سے نصب ہو اس نزاع کو طول ہوا۔ بالآخر طے ہوا کہ صبح کو جو شخص اول در

حضرت حکم کئے گئے

بنی شیبہ سے مسجد الحرام میں داخل ہو وہ اس معاملہ مین حکم مقرر کیا جاوے اور وہ جس کی نسبت حکم نصب کے نے حجر اسود
کا کر دے۔ وہی اسکو نصب کریگا۔ اتفاق سے اول جو شخص داخل ہوا وہ حضرت تھے چونکہ سب لوگ آپ کو امین جانتے
اور مانتے تھے سب خوش ہوئے کہ آپ کسی کی رو و رعایت سے حکم نہ دینگے چنانچہ آپ حکم کئے گئے اس ہادی امین نے
جو ہمیشہ نسل انسانی کو کثرت کی وحدت کا سبق دیتے اور افتراق کو اتحاد سے بدل کرنے پر مامور ہونے والا تہا اس نزاع کو جسمیں
عرب کی خونریز جہالت کے سبب سخت جدال و قتال کا اندیشہ تہا اس خوبصورتی سے طے کیا کہ کسی قبیلہ کو محل شکایت

تصفیہ نزاع نصب حجر اسود

باقی نہ رہا۔ یہ واقعہ آپ کی کمال ذکاوت و فہانت اصول مساوات و دیانت کا اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے آپنے حکم دیا
کہ ایک چادر بچھائی جائے اور بروایتے خود اپنی عبا مبارک بچھادی اور خود حجر اسود کو اٹھا کر اس پر رکھا اور ہر قبیلہ کے سردار
کو بلا کر ایک ایک گوشہ چادر یا عبا کا انکو دیا اور فرمایا کہ اب سب اٹہا کر لیچلو چنانچہ اسطرح سب اٹہا کر لے گئے اور موقعہ پر پہنچکر حضور نے
خود چادر سے اتار کر اسکو اسکے مقام پر نصب فرما دیا۔ اس طرح پر اس کے اٹہانے میں سب کی شرکت

بھی ہوگئی کسیکو موقعہ ایک دوسرے پر افتخار یا شکایت کا نہ ہوا اور نصب حجر اسود جو کسی نبی یا معصوم کے ہاتھ سے بھی ہونا چاہیئے تہا حضور کے ہی دست حق پرست سے ہوا۔ یہ در اصل حضرت کا اہل مکہ و خصوصاً قریش پر احسان ہوا کہ سخت خونریزی سے بچا لیا اور اُن پر واضح بھی کردیا کہ تملوگوں کا ایک کرنے والا بجز ہمارے اور کوئی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ راوی ہیں کہ چونکہ اس تعمیر میں کسیقدر قواعد حضرت ابرہیم سے اختلاف ہوگیا تہا حضرت نے ایکوقت میں عائشہ سے فرمایا تہا کہ "لولا ان قومک حدثت عہد الکفر لنقضت الکعبۃ و رددتھا علی قواعد ابراھیم وجعلت لھا بابا شرقیا و بابا غربیا" یعنی اگر تمہاری قوم زمانہ کفر کی بات چیت نہ کرنے لگتی تو میں خانہ کعبہ کو توڑ کر قواعد حضرت ابرہیم کی موافق کردیتا اور اوس میں ایک دروازہ شرقی و ایک غربی قرار دیدیتا۔ اس حدیث کے بنا پر عبداللہ بن زبیر نے اپنے زمانہ حکومت میں تعمیر قریش کو منہدم کرکے موافق منشاء حدیث کے قواعد ابرہیم پر عمارت کو بحال کیا مگر جب حجاج بن یوسف منجانب عبدالملک مروان کے ابن زبیر سے لڑا اور فتح پائی تو بحکم عبدالملک بناء ابن زبیر کو خراب کرکے اُسی طرح جیسے حیات آنحضرت میں تہی کردیا۔ ہارون رشید نے اپنی خلافت کے زمانہ میں چاہا کہ مطابق بناء زبیر کے اسکو درست کرادے اور امام مالک سے اس کی بابت مشورہ کیا بھی مگر انہوں نے بعد غور مشورہ دیا کہ اب ترمیم کرنا مصلحت نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس میں اختلاف و نزاع کا اندیشہ ہے۔ لہذا اس امر میں خاموشی بہتر ہے چنانچہ وہ خاموش ہو رہا (نوٹ) مگر یہ روایت و حدیث عائشہ صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اول تو تعمیر اوّل کا حضرت کی موجودگی اور شرکت سے ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اگر قواعد ابرہیم سے کچھ اختلاف ہوتا تو اسیوقت حضرت اصلاح فرمادیتے۔ ورنہ بعد فتح مکہ قوت و اختیار حاصل ہونے پر اپنی حیات و زمانہ میں ترمیم فرما سکتے تہے حضرت نے کوئی ترمیم نہ فرمائی نہ خلفا میں سے کسی نے اس حدیث کیطرف توجہ کی یہانتک کہ علی نے اپنے زمانہ خلافت و حکومت میں بھی اُسکو ویسے ہی رہنے دیا ٭

حدیث بروایت عائشہ

سنہ عام الفیل

اس سال مکہ میں قحط پڑا۔ حضرت ابوطالب پر بوجہ کثرت اولاد کے کچھ سختی تھی۔ حضرت کو بباعث عقد خدیجہ فراغت ہوگئی تھی حضرت عباس بہی خوشحال تھے۔ ابوطالب کو البتہ ضرورت تھی کہ کوئی ہمدرد مددگار انکے بوجھ کو ہلکا کردے مگر غیور ابوطالب بغیر شکایت و اظہار اپنی پریشانی کے سختی برداشت کرتے رہے یہانتک کہ حضور کے درد سے بہرے ہوئے دل و رحم کے گہرے خیال نے اسکو نظر انداز نہ کیا اور حضرت عباس کے پاس تشریف لے گئے اور اُن سے کہا کہ چچا آپ مالدار ہیں اور میں بھی امداد دینے کے قابل ہوں۔ چچا ابوطالب قابل امداد ہیں اُن کی اعانت کرنی ضرور ہے حضرت عباس نے بہی رضامندی ظاہر کی چنانچہ انکو لیکر ابوطالب کے پاس گئے اور طے کیا کہ علی حضرت کی سپرد ہوں اور جعفر عباس کے حوالہ کئے جائیں عقیل ابوطالب کے پاس رہیں اب علی بالکل حضرت کی تعلیم و تربیت میں آگئے اور یہ ابتدا ہے ... تعلیم ہوگا ... ... تھا

سال میں قحط پڑا ... جعفر

قحط کے وقت تعلیم و ارادہ ابوطالب

علی حضرت کی پرورش میں

لڑکے کو کیسی تعلیم و تربیت دی۔ ابن ہشام و تنقید الکلام کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نے علی کو اپنا فرزند بنایا۔

وجہ انتخاب

کیا یہ اتفاقی قرعہ تہا کہ علی کا نام حضرت کیواسطے نکل آیا؟ نہیں یہ خوب غور و خوض کا انتخاب تہا اس سچی اعمو فطرت نے ابتدا سے کچھہ آثار اس بچہ میں ایسے دیکھہ لیئے تھے جو اسکے اسرار قدسیہ سے بھرے ہوئے قلب کو اپنی طرف کھینچ چکے تھے اسکو اپنے ان عظیم خیالات و اعلی مقاصد کے پورا کرنیکو جنپر غور و خوض کرتے ہوئے چونتیس پینتیس برس گذر چکے ہیں ایک مددگار کیضرورت تھی مگر مددگار بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے جسکو خود اپنے اصول کیموافق تیار کیا گیا ہے۔ اور جس کی طبیعت پر کوئی اور نقش سوائے نقش مطلوب کے نہ پڑا ہو۔ یہی وجہ خاص اس انتخاب کی تھی ؂

حضرت کی حفاظت وطن

عثمان بن حویرث ایک عرب نے دربار قسطنطنیہ میں دین مسیحی قبول کر کے قیصر سے روپیہ لیا تھا اور وعدہ کر کے آیا تھا کہ مکہ میں یونانیوں کی حکومت کرادونگا۔ مگر حضرت کی قوت الہامی اور حسن سعی سے اسکا ارادہ ظاہر ہوگیا اور اسکو ناکامی ہوئی (ابن خلدون)۔ اور اسطرح حضرت نے اپنے مولد و وطن کو قیاصرہ کے ظلم سے بچالیا اور یہ ایسا امر عظیم تہا کہ بنی آدم کی دائمی شکرگذاری کے قابل ہے (تنقید الکلام)

سال سی و ہشتم

بعض کتب اہل السنن میں ہے کہ ولادت باسعادت جناب فاطمہ زہرہ صلوۃ اللہ علیہا اس سال میں ہوئی مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اجماع مورخین اس پر ہے کہ آپ کی ولادت بعد بعثت حضرت سال پنجم بعثت میں ہوئی اور یہی صحیح ہے ؂

روایت ضعیف ولادت سیدہ

آغاز آثار بعثت

اب کمال روحانیت حضرت کی یہ حالت ہوگئی تہی کہ انوار الہیہ آپ پر ایسے مستولی ہوگئے کہ ماسوے اللہ جملہ اشیا کی یاد محو ہوگئی تہی۔ بہت زیادہ وقت کوہ حرا کے دروں میں صرف ہوتا تہا جہاں آپ عشق و یاد الہی میں غرق رہتے کبھی بالضرورت حجرہ جناب خدیجہ میں چلے آتے تو بہت تھوڑی دیر ٹھہر کر بعد فراغت ضرورت پھر واپس جاکر مصروف یاد الہی ہوجاتے۔ یہانتک کہ ضمیر منیر حضرت مصدر و مورد آیات و انوار الہی و محل ودیعت اسرار لامتناہی ہوگیا۔ رات کو سوتے میں بہی رویا صادقہ نظر آنے لگیں غیبی آوازیں سنائی دینے لگی تہیں ور روشنیاں نظر آتی تہیں روح القدس نے تمام رموز آسمانی و علوم لدنی کہ لوح محفوظ میں تھے لوح قلب حضرت پر منکشف و منجلی کردیئے تھے۔ تاکہ آفتاب نبوت و رسالت مطلع بطحا و جبل حرا سے طالع ہونے کی قابل ہوجائے اور حضرت کے منتخب کردہ شاگرد علی ابھی بوجہ ازدیاد تعلق قلبی اپنے استاد و معلم کے ساتھہ کوہ حرا کی گوشہ نشینیوں میں موجود رہتا تہا اور بعض آثار قدسیہ کو بچشم خود دیکھتا اور معلم کے نفس قدسی کا اپنے دل پر اثر لیتا اور اس کی تعلیمات کو عملی حیثیت سے سمجھتا تہا۔ اور اخذ کرتا تہا۔ اور یہ تہا بہی ناممکن کہ ایک نفس عظیم بغیر دوسرے پر اپنا نقش جمائے گذر جائے ؂

سال چہل رکم عمر شریف ۲۷ رجب بعثت

اپنی مقدس عمر کے چالیس سال الٰہی ریاضتوں و تفکرات عمیقہ میں گذارنے کے بعد یہ قدرت آلٰہی کا دل کی آنکھوں سے دیکھنے والا ایک روز حسب عادت کوہ حرا کی گہری چٹان پر عبا میں لپٹا ہوا لیٹا ہے۔ اور اس پہاڑ کی خاموش فضا میں فطرت کی کل چیزوں کو بغور دیکھ رہا ہے اسکا صاف نفس ہر آسمانی نعمت کے قبول کرنے کے لیے کھلا ہوا ہے اور خیالات پر بہت صحیح گرفت سے حکومت کر رہا ہے دماغ اُن بڑے مسائل پر غور کر رہا ہے جو ہدایت خلق کے لیے اس کی زبان سے عنقریب جاری ہونے والے ہیں۔ آرزوئیں ہیں کہ قوم اور خلائق اچھی راہ پر لائی جائے کہ دفعتاً بڑی قوت سے اس پر ایک عالم طاری ہوتا ہے اور پہاڑ کی سنجیدہ خاموشی میں ایک آواز سنائی دیتی ہے کہ کوئی کہہ رہا ہے "یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ" (اے وہ شخص جو چادر میں لپٹا ہوا ہے اٹھ اور تنبیہ کر اور اپنے پروردگار کی بزرگی ظاہر کر) اس نئی قسم کی آواز نے کچھ اضطراب پیدا کیا تھا کہ اس دوسری آواز نے کہ "اضطراب کو دور کر اور بنی آدم کا فرض جو تجھ پر ہے ادا کر" تسکین دی ۔ (تنقید الکلام)

روایت روضۃ الصفا و حیات القلوب

اور بروایت روضۃ الصفا و حیات القلوب پہلی آواز یہ تھی کہ:۔ "اقراء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق" (اپنے پروردگار کا نام لیکر پڑھو جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا انسان کو خون بستہ سے) جس کو جبرئیل ہیں پیک رب جلیل نے اس امین خلائق کے پاس بہیئت اصلی آکر سنایا اور اپنا نام بتلایا اور منجانب اقدس الٰہی مبعوث و مامور بامر رسالت ظاہر کیا اور طریقہ عبادت سکھایا۔ اس گوشہ نشیں پر اس مخاطبہ سے عظمت خداوندی کا رعب طاری ہوتا ہے یہ اپنے اس عالم محویت میں دیکھتا ہے کہ ملائکہ آسمان سے نازل ہو رہے ہیں ہر ذرہ نے زبان پیدا کی ہے اسکے ہر رونگٹے سے جلال خداوندی ظاہر ہو رہا ہے اسکو معلوم ہو رہا ہے کہ نا قابل روک نور کا سیلاب دنیا کے ہر مقام پر لہریں لے رہا ہے یہ حلیم صاف باطن گوشہ نشین اسی عالم میں پہاڑ سے اترتا ہے کہ ہر شجر و حجر "السلام علیک یا نبی اللہ" کہتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

یہ اسی عالم میں اپنی مونس و مسرور خدیجہ کے پاس پہنچتا ہے زبان سے پہلے چہرہ مبارک کے آثار نے کچھ واقعہ خوانی کی ہے اتنا ہوتا ہے کہ سردی معلوم ہوتی ہے چادر اڑھا دو۔ چادر لپیٹ کر لیٹے تھے کہ پھر وہی پہچانی ہوئی آواز کان میں آئی "یا ایہا المدثر" اٹھے اور کانوں میں انگلی دیکر فرمایا "اللہ اکبر" معلوم ہوا کہ دنیا کی کل شیائے اس فقرہ کا اعادہ کیا۔

تاریخ بعثت

یہ واقعہ تاریخ اسلام میں بعثت رسول کے مشہور نام سے پکارا جاتا ہے جو باتفاق و اجماع علمائے شیعہ ۲۷ رجب کو ہوا علمائے اہلسنت میں البتہ تاریخ میں اختلاف ہے بعض روز دوشنبہ ۱۷ رمضان بعض ۱۸ و بعضے ۲۴ رمضان بتلاتے ہیں اور بعضوں نے ۱۲ ربیع الاول لکھا ہے۔

تصدیق خدیجۃ الکبریٰ

مخدرہ خدیجہ نے رسول کی زبانی کل حالات سنکر اول تو اس حالت سے متاثر قلب کی تسکین

کی اور پھر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو ایک ضعیف العمر مسیحی عالم تھے اور اُن سے جبرئیل کا حال پوچھا۔ ورقہ نے سنتے ہی پوچھا کہ ایسے ملک و زمانہ میں جہاں بجائے خدا کے بتوں کی پرستش ہو رہی ہے خدا کا نام لیوا بھی کوئی نہیں تمہیں یہ نام کیسے معلوم ہوا۔ خدیجہ نے جواب دیا کہ محمد بن عبداللہ نے بتلایا ہے کہ آج جبرئیل اُن پر نازل ہوئے ہیں یہ سنکر ورقہ نے کہا کہ جبرئیل ایک فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ و عیسیٰ پر منجانب خدا وحی لاتا تھا۔ اور میں لوگوں میں محمد سے زیادہ کسی کو پیغمبری کے لائق نہیں پاتا۔ حضرت خدیجہ نے ایک اور راہب سے بھی اپنا اطمینان کیا جب اس نے بھی موافق قول ورقہ بتلایا تو واپس آکر حضرت کے مبعوث برسالت ہونے کی تصدیق کی اور بہ تعلیم حضرت اقرار صادق اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ کا کیا۔

وجود فرشتگان پر سرسری نظر

جو لوگ کسی ایسے وجود کے جسے فرشتہ کہتے ہیں قایل نہیں ہوتے اور انسان کے اور خدا کے درمیان کسی تیسری چیز کو پیغامبر کی شکل میں قبول کرنا نہیں چاہتے حالانکہ واجب الوجود و ممکن الوجود دو متضاد وجود ہیں تعلقات کا بلا کسی درمیانی وجود کے قایم رہنا محال عقلی ہے جیسے کہ آگ پانی کا تعلق بلا کسی واسطہ کے ایک یعنی کمزور کے فنا کا باعث ہو جائیگا ان کی تسکین کے لیئے الہام کی ایسی صورت موجود ہے جسے مکاشفہ روحانی کہا جاتا ہے اور جسکو اس علم کے شاگرد علی نے سماع باطنی کہا ہے اسکے قبول کرنے میں تو انکو غالباً عذر نہوگا۔ اگر اس میں بھی عذر ہو تو افسوس کے ساتھ کہا جائیگا کہ ہم قوت نفس کو جاننا نہیں چاہتے اور نہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں خود تجربہ انسانی اس کی بین مثالیں و ثبوت پیش کر سکتا ہے اکثر اوقات انسان کی کیفیت قلبی ایک ہونیوالی بات کا پتہ دیتی ہے یا بسا اوقات انسان بلا کسی پیشتر کے خیال کے ایک تعبیر خیز خواب دیکھتا ہے اور ویسا ہی ظہور میں آجاتا ہے نفس و دماغ معمولی انسان کی مخفی قوتیں ہیں اور پیغمبری شان و نبی کے نفس میں لازمی طور پر فوقیت ہونا چاہیئے جو مدتوں کی ریاضتوں میں ان قوتوں کو کامل ترقی دے چکا ہو اور تربیت نفس و تزکیہ خیال کے تمام مدارج طے کر چکا ہو۔

امکان الہام

تصدیق صدیقہ اولیٰ خدیجہ الکبریٰ کے بہ نسبت عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی نہیں حال کے ایک اسلامی شاگرد رشید کی تصدیق کی کیفیت ملاحظہ ہو جو ابتدا سے اسکے واسطے تیار کیا گیا تھا اور جو ابتدا عقل سے اس علم کے کمالات کی علامات خیالی و تصورات خلق و خشوع الہی کے نقوش کاملہ کا اپنے قلب صافی پر عکس لے رہا تھا اور اپنے استاد کی تمام ان تنہائی کی مجلسوں میں جسکو اسکا تربیت دینے والا علت العلل کے دریافت کرنے دیکھنے میں صرف کر رہا تھا شریک ہو کر ان آثار ترقیات خاص و انوار جلال و سیر ربانی کو چشم خود دیکھتے ہوئے نہیں بلکہ خود بھی فیض حاصل کرتے ان میں کچھ حصہ لیتے ہوئے تھا اس معلم کے اعلان حکمت و صدائے توحید پر فوراً لبیک کہہ رہی تھی کہ اپنے استاد کی رسالت کی تصدیق کرتا ہے یہ اس شاگرد کی عمر کا دسواں سال تھا بعض لوگ

تصدیق اسلام علی

اا و ۱۲ سال کی عمر بھی لکھی ہے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت کے اس شاگرد نے کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا جس کی وجہ سے بقول اہلسنت "کرم اللہ وجہہ" کا معزز خطاب اسکو ملا۔ یہ شرف اس معلم کے اور شاگردوں باہم صحبتوں میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوا ؛

اسلام زید و ابوبکر — اسکے بعد زید بن حارث جو غلام حضرت کے تھے مشرف با سلام ہوئے۔ بعد انکے ابوبکر جو ایک مالدار شخص تھا اور بوجہ انکے تمول و فیاضی کے لوگ انکو زیادہ مانتے تھے حضرت کو راستہ میں ملے اور حضرت سے دریافت کیا کہ کیا یہ بات سچ ہے جو میں نے سُنی ہے کہ تم ہمارے خداؤں کو بُرا کہتے ہو اور ہمارے بزرگوں کو بیوقوف بتلاتے ہو حضرت نے فرمایا کہ قسم بخدا میں منجانب خدا مامور ہوا ہوں کہ شرک و بت پرستی کو چھوڑ کر وحدہ لا شریک واجب الوجود خدا کی توحید کیطرف لوگوں کو آمادہ کروں یہ بات بالکل سچ ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں اور چند آیات قرآنی جو نازل ہوئی تھیں سنائیں جس سے متاثر ہو کر ابوبکر ایمان لائے اور مشرف با سلام ہوئے مسن و آزاد شخصوں میں یہ پہلے شخص تھے جو ایمان لائے ؛ (روضۃ الصفا)

اس مقام پر مسٹر گبن واد شکلے کی عبارت کا جو انہوں نے اشخاص مذکورہ بالا کے ایمان لانے کے متعلق اپنی تاریخ ہسٹری آف سیفنس میں لکھی ہے ترجمہ بجنسہ درج کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا ؛

ترجمہ — تاہم خدیجہ نے اپنے شوہر کی بات کو یقین کیا اور اُسکے اس عروج منزلت و شان کی اسکو دلی مسرت ہوئی حد درجہ کے مطیع و محبت کرنے والے زید کو امید آزادی نے اسطرف راغب کیا۔ مشہور و معروف علی بن ابو طالب نے اپنے چچا زاد بھائی کے خیالات کو ایک نوجوان ہیرو (مرد میدان) کے جوش کیساتھ اخذ و قبول کیا۔ ابوبکر کے تمول انکسار اور صداقت راستبازی نے دین رسول کی تقویت کی جسکا جانشین ہونا اس کی تقدیر میں تھا (ہسٹری آف سیریسنس مصنفہ مسٹر گبن واوکلے)

عظمت یوم بعثت و تعلیمات حضرت — یہ دن تاریخ عالم میں کوئی معمولی دن نہ تھا۔ یہ دنیا کے اعتقادات میں ایک تغیر عظیم ڈالنے والا دن تھا۔ اب وہ دور شروع ہوتا ہے کہ ملحد عرب جو زندگی کو موت پر ختم ہو جانا تصور کئے ہوئے تھا اور سزا و جزا کا قائل نہ تھا جس کی وجہ سے اُسے نہ نیک کاموں سے کوئی امید بہتری تھی اور نہ برے کاموں سے کوئی خوف احتراز اب زندگی بعد الموت کے مسئلہ کو قوت کیساتھ سنے گا اور مانے گا کہ اسکے جسم کی فنا روح کی فنا نہیں ہے اور ہر نیک و بد عمل کیواسطے جزا و سزا ہے بعض کو تاہ بیں اعتراض کر سکتے ہیں کہ یہ کوئی قابل تعریف درجہ نہیں ہے کیونکہ نیکی کسی امید سے کرنا اور بدی کسی خوف کیوجہ سے پرہیز کرنا قابل تعریف امر نہیں مگر ان کو سمجھنا چاہیئے کہ انسان ایکدم ارتقا کے اعلیٰ درجہ پر نہیں پہنچ سکتا اسلیئے ضرورت تھی کہ فوری یا تدریجی طور پر شیاطین سے بچانے کے لیئے بُرا خوف دلایا جاوے اور اچھا نتیجہ راستہ دکھانے کو اور اس پر عمل کرانے کو کچھ اعلیٰ لالچ دیجاوے

جائیں جسکے بعد فطرت اپنا عمل کرنے لگے گی اور پھر کسی خوف یا لالچ کی ضرورت ہی باقی نہ رہے گی محمدؐ عربی کی تعلیم و طریقہ تعلیم پر غور کرنے والا دیکھ سکتا ہے کہ بعلاج بڑے بڑے مشکل اصول کو سہل ترین طریقہ پر سمجھایا گیا ہے جس میں سب سے زیادہ قوی عنصر توحید کا ہے اوّل اس کا اقرار لیکر بعض عادات قبیحہ و افعال شنیعہ کے ترک کا عہد لیا جاتا تھا۔ زبانی لن ترانیوں کیخلاف عمل پر زیادہ زور دیا گیا۔ جزا و سزا کی تصویر بہشت و دوزخ کے مرقع میں ایسی کھینچی کہ ہر اچھے کام پر دلکش حوروں کی ہوش ربا صورتیں مسکراتی اور چشم نیم وا سے اشارے کرتی نظر آئیں صاف و شفاف نہریں لہراتی معلوم ہوں اگر عذاب کا خوف دلایا گیا تو اس طرح کہ دوزخ کی آگ کے دہکتے ہوئے شعلے اور ناقابل برداشت تکلیفیں جسم انسانی میں رعشہ ڈالدیں سزا و جزا کے فلسفہ کے سمجھنے کی ہر شخص میں قابلیت نہ تھی۔ عرب صحرائی کے واسطے ان باریک مسائل کا سمجھنا آسان نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی باتیں مادی شکل میں دکھائی گئی ہیں اور اس سے بہتر اور کوئی صورت ان صحرائیوں کے اصلاح کی نہیں ہوسکتی تھی اور یہ کچھ ہادی عرب کا ہی اصول نہ تھا بلکہ پیشتر کے مذاہب میں بھی ان سے بڑھکر مادی دلچسپیاں دکھلائی دیتی ہیں محمدؐ عربی دماغ و خیال انسانی کو سیدھا راستہ بتلانے اور عمل کرانے کو آیا تھا۔ اُسکے الفاظ میں وہ قوت تھی کہ خونی صحرا نشین اسکے سادہ نرم و سچائی میں ڈوبے ہوئے فقرے سنکر بچہ کیطرح رو دیتے تھے۔ اور جسکو ان نکات کے سمجھنے کی قابل پایا اسکو بتا بھی دیا دیکھو اُسکے اسی شاگرد رشید کا یہ لاجواب فقرہ کیا بتلا رہا ہے۔ ”ما عبدتک خوفاً من نارک ولا طمعاً فی جنتک ولکن وجدتک اھلاً للعبادۃ فعبدتک“ (میں نے تیری عبادت جہنم کے خوف یا بہشت کے لالچ سے نہیں کی بلکہ تجھے عبادت کی لائق پایا پس عبادت کی) یہ ارتقا کی عالی منزل ہے یہ اسی ہادی کی معجز نما ہدایت و تعلیم کا اثر تھا کہ وہ قوم جو بقول سر ولیم میور باعتبار روحانیت خدا جانے کس قدر مدت سے حس پڑے ہوئی تھی ان میں اس تھوڑی مدت میں کیسے کیسے لوگ پیدا کر دیئے کہ اُن میں لو کشف الغطاء لما ازددت یقینا کہنے والے بھی نظر آتے ہیں۔ عرب کی جنگجو طبیعتوں کا صلح سے مبدل کر دینا اور ان میں اخوت پیدا کر دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ بت پرست بدوی صحرائی عرب کی زبان پر وجدانی حالت میں خدائے برحق کی یکتائی قایم کرنے والا لا الہ الا اللہ کا مختصر جملہ جاری ہوگیا اور اس غریب بے سر و سامان نبی کی ذات اور اُس کی تعلیم نہ صرف عرب بلکہ اس کے باہر بھی ان قوموں کی ہادی ہوگئی جو اس اصول میں عرصہ سے بھٹکتی پھرتی تھیں

علی کا فلسفہ عبادت وکیفیت معرفت

یہاں پر طبیعت چاہتی ہے کہ مسٹر کارلایل کے بعض خیالات جو اس نے حضرت کے متعلق اپنے مضمون ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ میں ظاہر کئے ہیں اور مسٹر پارس کی تحریر ناظرین کی مزید دلچسپی کے لیئے لکھدوں۔ یہ مشہور محقق لکھتا ہے کہ ”محمدؐ کو ہم یہ ہرگز خیال نہیں کر سکتے کہ وہ صرف ایک شعبدہ باز اور جھوٹا باطل شخص تھے نہ ہم اُن کو ایک حقیر جاہ

مسٹر کارلایل کے خیالات

طلب اور دیدہ و دانستہ منصوبہ گانٹھنے والا کہہ سکتے ہیں جو سخت پیغام اسنے دیا بہر حال وہ ایک سچا اور حقیقی پیغام تہا اگرچہ وہ غیر مترتب کلام تہا (یہ قرآن کیخلاف نزول ترتیب کیوجہ سے اس محقق کو کہنا پڑا) مگر اسکا مخرج وہی ہستی ہے کہ جس کی تہاہ کسی نے نہیں پائی۔ اس شخص کے نہ اقوال ہی جہوٹے تھے نہ اعمال خالی از صداقت نہ کسی کی نقل و تقلید تھی ۔حیات ابدی کا ایک نورانی وجود تہا جو قدرت کے وسیع سینہ سے دنیا کو منور کرنے نکلا تہا اور بے شبہ امر ربانی تھا تہا

مسٹر مارس کی تحریر

مارس صاحب لکھتے ہیں کہ کوئی چیز عیسائیان روم کو اُس ضلالت و غوابت کے قید خانہ سے نہیں نکال سکتی تھی جس میں وہ گر پڑے تھے بجز اس آواز کے جو سرزمین عرب میں غار حرا سے آئی اس آواز نے اعلا ر کلمۃ اللہ دنیا میں کیا۔ جس سے یونانی انکار کرتے جاتے تھے اور اس پیرایہ میں کیا جس سے بہتر ممکن نہ تہا"۔

ابو طالب کی بیٹوں کو ہدایت پیروی رسولؐ

بعد بعثت ایک روز حضرت معہ اپنے شاگرد علی و اپنی مونس و ہمراز خدیجہ کے ایک گوشہ میں اُس مخصوص طریقہ پر جو اُنہیں ذریعہ روح القدس تعلیم دیا گیا تہا عبادت الہی بجالا رہے تھے۔ کہ اتفاقاً حضرت ابو طالب معہ اپنے دوسرے فرزند کے آگئے اور دیکہا کہ بھتیجے کے ساتھ انکا بیٹا بھی ایک ایسے عمل میں مصروف ہے جس سے محویت عجز و حمد خدا تو ظاہر ہوتی ہے۔ مگر چونکہ طریقہ عبادت کا نیا تہا اُن کی سمجھ میں نہ آیا فارغ ہونے کے بعد اپنے فرزند سے پوچھا کہ تیرا کیا مذہب ہے اور یہ تم کیا کر رہے تھے۔ اس کمسن پیدایشی موحد نے بے تامل جواب دیا کہ "میں ایمان لایا ہوں" خدا اور اسکے سچے پیغمبر محمد مصطفےٰ پر اور میں اسیکا پیرو ہوں اور یہ عبادت الہی تھی جو ہم کر رہے تھے" ابو طالب جواب سے خوش ہوئے اور طریقہ کو پسند کیا اور اپنے بیٹے سے کہا کہ اے فرزند اسی کی اطاعت کر کہ وہ تجھے نیکی کی طرف ہدایت کریگا۔ (تنقید الکلام) اور دوسرے بیٹے جعفر کو بھی اجازت پیروی و اتباع حضرت کی دیدی کہ وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ یہ امر حضرت ابو طالب کے موحد ہونے اور حضرت کو سچا نبی سمجھنے پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ ورنہ بلا اس کے اپنے دو بیٹوں کو ہدایت پیروی نہ کرتے ۔

سال سوم بعثت

اسکے بعد چند آدمی مثل ابو عبیدہ جراح وغیرہ کے جو ابو بکر کے زیر اثر تھے ایمان لائے اور مشرف باسلام ہوئے مثل ابو سلمہ مخزومی عثمان بن مظعون و ارقم بن الارقم عثمان بن عفان۔ زبیر بن عوام۔ عبد الرحمن بن عوف سعد بن ابی وقاص طلحہ بن عبد اللہ تین سال تک و بروایتے پانچ سال تک حضرت بخوف مشرکین خفیہ طور پر دعوت اسلام فرماتے

پانچ سال میں صرف پندرہ مسلمان ہوئے

رہے کہ جس سے صرف پندرہ اور آدمی عمرؓ[1] بن عقبہ۔ خالد[2] بن سعید عمار[3] بن یاسر[4] معہ والدین[5]۔ عبیدہ[6] بن حارث بن عبد المطلب۔ سعد[7] بن نفیل عتیق[8] بن حارمہ۔ عبد اللہ[9] بن الحجش اسدی۔ بلال[10] صہیب[11] خباب[12] بن ارت۔ عبد اللہ[13] مسعود[14] و عامر[15] اس عرصہ میں ایمان لائے کہ یہ آیۃ فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین (جس امر کا تمہیں حکم دیا گیا ہے

اوسکو واضح کرکے سنادو۔ اور مشرکوں کی طرف سے منہ پھیرلو) نازل ہوئی۔ اب حضرت نے علانیہ دعوت تبلیغ شروع کر دی

تبلیغ علانیہ

اور آپ کبھی کوہ صفا پر اور کبھی مسجد الحرام میں حجر اسمعیل پر کھڑے ہوکر گروہ قریش کو مخاطب کرکے فرماتے تھے کہ اے گروہ قریش وساکنان عرب میں تمکو وحدانیت خدا اور اپنی رسالت کیطرف بلاتا ہوں۔ اور تم سے کہتا ہوں کہ بتوں کی پرستش چھوڑدو جو تمہارے بنائے ہوئے ہیں اور خدا وحدہ لاشریک کی عبادت کرو جو خالق و مالک حقیقی اور واجب الوجود ہے قریش انکا مذاق اڑاتے اور ہجو کرتے ایکروز ابولہب نے آپ کی دعوت دینے پر تبا لک کہا اور لوگوں سے کہا کہ انکی بات مت سنو یہ مجنون ہوگیا ہے کہ آیۃ "ن والقلم وما یسطرون وما انت بنعمۃ ربک بمجنون"

سال چہارم بعثت

اور بقولے "تبت یدا ابی لہب" نازل ہوئی۔ سب لوگ حضرت کو برا بھلا کہہ کر چلدیتے تھے کوئی غور سے حضرت کی بات کا سننا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ یہانتک کہ آپ کو انذر عشیرتک الاقربین کا حکم پہنچا۔ تب آپ نے اپنے

دعوت ذوالعشیرہ

فرمانبردار شاگرد علیؑ کو حکم دیا کہ ایک صاع گندم لیکر کھانا تیار کراؤ اور ایک پائے گوسفند بریاں کراؤ اور ایک پیالہ دودھ کا لاؤ اور سب اقربا یعنی بنی ہاشم کو دعوت دو چنانچہ اس مطیع شاگرد نے تعمیل کی اور سب اہل خاندان معہ ابولہب و ابوطالب و حمزہ وغیرہ کے جمع ہوئے طعام کی مقدار قلیل کو دیکھکر ابولہب نے بطریق استہزا کہا کہ یہ کیا کھانا ہے جو ایک آدمی کو بھی کافی نہوگا۔ حضرت نے اس میں بسم اللہ کہکر ہاتھ ڈالا اور سب سے فرمایا کہ بسم اللہ کہو۔ سب نے سیر ہوکر کھا لیا اور کھانا بچ رہا۔ تب ابولہب نے قبل اسکے کہ حضرت کچھ فرمائیں کہا کہ محمدؐ نے جادو کردیا ہے۔ حضرت نے اس غم و غصہ میں کچھ نہ فرمایا اور سب اٹھکر چلے گئے۔ دوبارہ پھر اسیطرح دعوت کی گئی۔ اس مرتبہ حضرت نے بعد حمد و ثنائے الٰہی کے فرمایا "اے فرزندان ہاشم مجھے گمان نہیں کہ عرب میں کوئی اوراس سے بہتر چیز تمہارے واسطے لایا ہو جو میں لایا ہوں۔ میں تمہارے واسطے دنیا و آخرت کی بھلائیاں لایا ہوں۔ جواب دو کہ اگر میں تم سے کہوں کہ صبح یا شام کو دشمن تمہارے سر پر آیا چاہتا ہے تو تم میری بات کا یقین کروگے یا نہیں؟ سب نے جواب دیا کہ "بیشک! ہم تمکو سچا جانتے ہیں" فرمایا۔ سنو! کسی کا خیرخواہ اس سے جھوٹ نہیں کہتا ہے مجھے خدائے برحق نے تمام عالم پر نبی بنایا ہے اور حکم دیا ہے کہ سب سے پہلے اپنے عزیزوں کو عذاب آخرت سے ڈراؤں۔ جانو اے فرزندان عبدالمطلب کہ خدا نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر یہ کہ کسی کو اسکے قرابت داروں میں سے اسکا وصی اور وارث بنایا ہو پس تم میں سے جو کوئی سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائیگا وہ میری امت

وصایت کا اعلان

میں میرا بھائی وزیر وصی اور خلیفہ ہوگا۔ مجھ میں اور اس میں وہی نسبت ہوگی جو موسیٰ کو ہارون سے تھی۔ جو کوئی میری بیعت اور دشمنوں کے مقابلہ میں نصرت کریگا اسے میں وصی اور خلیفہ بناؤنگا کہ میری جانب سے تبلیغ رسالت کرے اور بعد میرے میرے فرض کو ادا کرے اور میرے وعدہ کو عمل میں لاوے" (حیات القلوب) جو شخص میرے کار بدات

میں مدد کریگا وہ میرا خلیفہ و وصی ہوگا" (ابو الفداء) تم میں کون ہے جو مجھ پر ایمان لاوے اور اس کام میں میری مدد کرے وہ میرا بھائی - وصی و وزیر ہوگا اور اسکا اتباع سب پر لازم ہوگا (روضۃ الصفا)

حیرت انگیز خاموشی

اب وہ بہادر نوجوان اور ضعیف بنی ہاشم کا مجمع جس میں کم سے کم چالیس (۴۰) اور زیادہ سے زیادہ انشی کی تعداد میں تھے اس سوال پر دم بخود ہے ایک غیر معمولی سناٹا ہے جو اس مجمع پر چھایا ہوا ہے عجیب نہیں کہ ان میں سے بعض کی نظر و نہیں بڑے بڑے بتوں کی محبت اور خود انکے واہمہ جو جزو عادت ہوگئے تھے بصورت انحراف مہیب شکلیں دکھا کر انکے لبوں پر مہر سکوت لگائے ہوئے ہوں اور بعض اپنی وضعداری کے دفعتاً ترک کو غیر معمولی قربانی سمجھتے ہونگے سوال بھی معمولی سوال نہ تہا پرانے جمے ہوئے عقیدے کا یک لخت توڑ دینا آسان کام نہ تہا اس حیرت انگیز سکوت سے رسول کو غالباً مایوسی ہوگئی ہوگی کہ میرے عزیز اقارب میں سے کوئی میری مدد نہ کریگا۔

مگر نہیں! دیکھیئے اس مجمع میں ایک پختہ رنگ میانہ قد نوجوان بقول "مسٹر گبن" اس حیرت و شک کی حقارت آمیز خاموشی کو برداشت نہ کرسکا" اور اپنے مضبوط پیروں پر کھڑا ہوگیا۔ رسول کی آنکھیں اور کان اس ابھرنے والے چودہ (۱۴) یا سولہ برس کے نوجوان کی طرف پیار سے اٹھیں جو بلا اثر رعب مجمع کے پُر جوش الفاظ میں کہتا ہے کہ: "جس شرط سے آپ حکم دیں میں بیعت کرتا ہوں" (حیات القلوب) "یا رسول اللہ میں آپکے دشمنوں کو نیزے سے جواب دونگا ان کی آنکھیں پھوڑ ڈالونگا" (ابو الفداء) وڈ بکلائین ہیڈ فال... "اُنہی کمسن تہا کہ اسنے نبی کے کام میں شرکت کر کے شہرت حاصل کی جس نے اسکے عوض میں اپنا ولیعہد بنایا اور بیٹی دی" (انسائیکلوپیڈیا) آخر یکون نوجوان تہا۔ یہ وہی پرورش و تربیت کیا ہوا شاگرد علیؑ تہا۔ رسول کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں پیار سے پشت پر ہاتھ پھیر کر ارشاد ہوتا ہے ٹھہرو شاید تم سے زیادہ عمر والے کھڑے ہوں مگر تین مرتبہ یہی نوجوان کھڑا ہوتا ہے اب آخر میں رسول فرماتے ہیں۔ "ایھا الناس یہ میرا وصی و خلیفہ ہے" (حیات القلوب) اب بھی مجمع بنی ہاشم خاموش رہا مگر پھر یہ نوجوان اٹھتا ہے اور کہتا ہے "اے نبی اللہ میں ان پر آپ کا وزیر ہونگا۔ اب رسول نے علی کی گردن پر ہاتھ رکھکر فرمایا تمہاری جماعت میں یہ میرا بھائی اور وصی اور خلیفہ ہے اس کی بات مانو اور اسکی اطاعت واجب جانو (تمدن اسلام) مسٹر ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب اپالوجی فار محمدؐ اینڈ دی قرآن میں یوں لکھا ہے:-

مسٹر ڈیون پورٹ کی عبارت

"تم میں سے کون میرے بوجھ کے اٹھانے میں مدد دیگا کون میرا وصی اور وزیر ہوگا جسطرح ہارون موسیٰ کے وصی تھے مجمع حیرت سے گونگا ہوگیا اور کسی نے اس خطرناک کام کے وعدہ کو قبول کرنے میں جرات نہ کی یہانتک کہ نوجوان اور بہادر علیؑ محمدؐ کے ابن عم یہ کہتے ہوئے کھڑے ہوئے کہ یا رسول اللہ میں مدد کرونگا... یا رسول اللہ نبی اے اور میں آپ کا وزیر ہونگا

اس کریم النفس نوجوان کو بغلگیر کرکے اور سینہ سے لگا کر محمدؐ نے کہا کہ میرے بھائی اور وزیر کو دیکھ لو۔ (ڈاون پورٹ پالوجی)
یہ پہلا اعلان خلافت علیؑ کا تھا جو زبان رسالت سے صادر ہوا۔ اس سے زیادہ اور کیا صاف صریح نص کی خلافت علیؑ کے
واسطے ضرورت رہتی ہے ؞

مسٹر کارلایل کی عبارت

مسٹر کارلایل کی عبارت بھی ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہوگی جو لکھتے ہیں:۔ سب کے شبہ اور خاموشی کے عالم میں نوجوان
علیؑ جو اس وقت تک ۱۶ برس کا لڑکا تھا اس خاموشی سے بیچین ہو کر کھڑا ہو گیا اور سخت پُر جوش الفاظ میں کہا کہ ہم مدد
کرینگے۔ وہ مجمع جس میں علی کا باپ ابوطالب بھی تھا محمدؐ کا دشمن نہیں ہو سکتا تھا مگر تاہم سب لوگوں کو ایک ادھیڑ عمر کے
ان پڑھ (اُمّی کا ترجمہ کیا ہے) آدمی اور ایک ۱۶ برس کے لڑکے کا یہ فیصلہ کرنے کا منظر کہ وہ دونوں ملکر تمام دنیا کے
خیالات کے برخلاف کوشش کرینگے ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی اور تمام مجمع قہقہہ لگا کر منتشر ہو گیا۔ مگر ثابت ہو گیا کہ
یہ ہنسنے کی لایق بات نہ تھی بلکہ بہت گہری تھی۔ یہ نوجوان علیؑ ایسا شخص تھا کہ سبکو بجز اسکو پسند کرنے کے مفر نہیں ایک
شریفانہ مزاج مخلوق جیسا کہ وہ اپنے کو اس وقت اور اسکے بعد دکھاتا ہے محبت سے بھرا ہوا شجاعانہ شان والا شیر کا
سا بہادر۔ مگر باوجود اسکے اس میں ایسی نرمی۔ سچائی اور محبت تھی جیسی ایک کرسچین نایٹ کے شایان ہے یہاں دل
چاہتا ہے کہ مسٹر گبن واوکلے کی اصل عبارت انگریزی کا ترجمہ ناظرین کی مزید دلچسپی کے لیئے لکھدوں۔ جو حسب ذیل ہے

ترجمہ

محمدؐ نے مجمع سے کہا کہ دوستو اور عزیزو! میں تمہارے واسطے دنیا اور آخرت کے نہایت ہی بیش قیمت تحائف اور
خزانے پیش کرتا ہوں اور میں ہی صرف آپکو پیش کر سکتا ہوں۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمکو اس کی عبادت کی طرف
بلاؤں۔ تم میں کون میرے بوجھ کو سنبھالے گا (یعنی بٹائیگا؟) تم میں کون میرا مصاحب اور میرا وزیر ہوگا؟ اسکا کچھ جواب
کسی نے نہ دیا یہانتک کہ اس حیرت شبہ اور حقارت کی خاموشی کو آخر کار ایک چودہ سال کی عمر کے نوجوان علیؑ کی
بیقرارانہ جرات وبہادری نے توڑا۔ یا رسول اللہ میں وہ شخص ہوں کہ جو شخص آپ کے خلاف کھڑا ہوگا (مقابلہ کریگا) میں اسکے دانت
توڑ ڈالونگا اس کی آنکھیں پھوڑ ڈالونگا۔ ٹانگیں توڑ ڈالونگا اور اسکا پیٹ پھوڑ ڈالونگا یا نبی اللہ میں آپکا وزیر اُنپر ہونگا
محمدؐ نے اس ہدیہ کو نہایت درجہ کی خوشی کے ساتھ منظور کیا اور ابوطالب سے اپنے بیٹے کی اعلیٰ حکومت شان کا اتباع کرنے
کا طعن آمیز مضحکہ کیا گیا (ڈیکلاین اینڈ فال آف رومن امپایر)

وہ لوگ جواب تک قالب بیجان بنے ہوئے بیٹھے تھے ہنستے ہوئے اور ابوطالب سے بطور استہزا یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے
ہوئے کہ ابوطالب اپنے بیٹے کی باتیں سن اور اسکی اطاعت کر اب وہ تجھ پر حاکم ہوگا ؞

متعصب عیسائی مورخین کی تنبیہ

اب کہاں ہیں وہ متعصب مورخ و مصنف جو اسلام کو ایک مذہب مادیت و شہوت پرست ساختہ محمدؐ بتلاتے ہیں۔ بغور

دیکھیں کہ کیا اس اصل دعوت و تبلیغ میں سوائے حقانیت و روحانیت کے اعلیٰ اصول کے کوئی شائبہ بھی خودیت یا نفسانیت کا ہے؟ اور کیا ایسی تعلیم ایک ایسے بے یار و مددگار کیطرف سے جسکے خاص کنبہ اور گھر والے بھی اسکے ساتھی نہوں بلا عطائے ربانی و تعلیم الہامی کے ایسی فضا میں جہاں سوائے بت پرستی و شرک کے کوئی فرد بھی خدائے یگانہ کا نام لینے والی نہو ممکن ہو سکتی ہے؟ اور کہاں ہیں وہ محقق جو خوبی اصول اسلامی و تعلیم رسول یزدانی کے بالآخر قایل تو ہوئے مگر تعصب سے اسکو عیسائیت کی ایک شکل و بحیرا و دیگر مسیحی راہبوں کی تعلیم کا نتیجہ بتلا دیا وہ دیکھیں کہ کہاں موجودہ عیسائیت کی شرک آمیز تثلیث اور کہاں اسلام کی یکتا تعلیم وحدانیت۔ زمین و آسمان کا فرق ہے ایسے دایرہ شرک و کفر میں ایسی کامل وحدانیت کی حقیقت کی تعلیم خود بتلاتی ہے کہ یہ براہ راست واجب الوجود وحدہ لاشریک کی بھیجی ہوئی ہے! اپنے مزید اطمینان کے واسطے وہ مسٹر کارلایل و مارس خود اپنے یہانکے محققین کی رائے و تحقیق کو دیکھ ہی لیں جو پہلے درج ہو چکے ہیں۔

آمدم بر سر مطلب۔ بنی ہاشم کے اسطرح اٹھکر چلے جانے سے حضرت کو گونہ مایوسی ہوئی مگر بموجب حکم الہی بدستور علانیہ تبلیغ فرماتے رہے جس سے تمامی مشرکین کی حضرت سے دشمنی روز بروز زیادہ ہونے لگی۔

زمانہ گذرتا گیا کچھ لوگ مگر بہت قلیل تعداد میں حلقہ اسلام میں آتے گئے اور ساتھ ہی اسکے اسیقدر دشمنوں کی تعداد و سختی میں بھی اضافہ ہوتا گیا اشرار قریش بالخصوص ابولہب و عتبہ جو حضرت سے بے انتہا حسد و عداوت رکھنے لگے تھے بوجہ حمایت و رعب ابو طالب حضرت کو جانی نقصان تو پہنچانے کی ہمت نہ کر سکتے تھے مگر آپ کو اور جو لوگ مسلمان ہوتے تھے انکو طرح طرح کی جسمانی و روحانی تکالیف پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ اوّل ابو طالب کے پاس آ کر کہا گیا کہ محمدؐ سے کہو کہ اگر اسکو روپیہ کی ضرورت ہو تو ہم اسکے واسطے آپس میں چندہ کر کے معقول دولت جمع کر دیں اگر کسی حسین عورت کی ضرورت ہو تو شریف سے شریف خاندان کی حسین لڑکی اسکو دلوا دیں اگر سرداری چاہتا ہو تو ہم سب اسکی اطاعت قبول کر لیں مگر وہ اپنے اس تبلیغ سے باز رہے! ابو طالب نے پیام قریش حضرت کو پہنچایا مگر یہ بے نفس ہادی ان تمام چیزوں کو حقارت کی نظر سے رد کرتا ہے اور اسوقت بھی انکو اطاعت خدا و اقرار رسالت کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ چیزیں میری نظر میں کچھ وقعت نہیں رکھتیں ہیں جس کام پر منجانب اللہ مامور ہوا ہوں اسکو ترک نہیں کر سکتا۔

رسول کو تبلیغ سے باز رہنے کے لئے روپیہ عورت سرداری کا لالچ

اب مشرکین نے جسمانی تکالیف پہنچانی شروع کر دیں آپ کو برا بھلا کہا جاتا ہے کہیں بچوں سے تالیاں پٹوائی جاتی ہیں راستہ چلتے پتھر مارے جاتے ہیں کوڑا اور نجس اشیا آپ کے سر و جسم پر ڈالدیا جاتا ہے راستہ میں کانٹے ڈالے جاتے ہیں مگر یہ خدا کا رسول ہر تکلیف پر شکر کرتا ہے اور صبر و تحمل سے سب کو برداشت کرتا ہے بجائے شکایت کے تکلیف پہنچانے والے کے واسطے دعا مانگی جاتی ہے کہ الہی یہ جاہل ہیں انکو راہ راست کی ہدایت کرنا۔ اپنی تکلیفوں کو ہدایت کے جوش میں بالکل

بھلا دیا ہے۔ آیات قرآنی امتحاناً حضرت سے سنی جاتی ہیں خوبی کو تسلیم ہی کیا جاتا ہے مگر جادو بتلا کر رد کر دی جاتی ہیں معجزات طلب کئے جاتے ہیں اور دیکھنے پر سحر کہکر رسول کے دلکو تکلیف دیجاتی ہے مگر یہ صابر و متحمل ہادی خلق کسی تکلیف و ناکامی سے مایوسی کو اپنے پاس آنے نہیں دیتا اور برابر تبلیغ دین الٰہی میں جسپر مامور ہوا ہے مصروف ہے ÷

ایکمرتبہ ولید بن مغیرہ و عتبہ بن ربیعہ جو مشہور شعراء و سخن شناس تھے مرسلہ قریش خدمت حضور میں آتے ہیں آیات قرآنی کو سنکر عالم حیرت میں آ جاتے ہیں مگر اسپر بھی ایمان نہیں لاتے ÷

کے نام سے
مشہور ہوئے

اب اس پرورش کردہ شاگرد علیؑ کی قوت روحانی کے ساتھ قوت جسمانی کا بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے جب اسکو طفلان قریش کی ایذا رسانی کی خبر ملی تو حضرت سے خواہش ظاہر کی کہ جب آپ گھر سے باہر جایا کریں تو مجھکو ساتھ لے لیا کریں چنانچہ ایک روز حضور کہیں تشریف لیجا رہے تھے علیؑ ساتھ تھے لڑکے حسب معمول سنگ افگنی کرنے لگے علیؑ نے دو ایک کو زمین پر دے ٹپکا وہ یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ قصمنا علی (ہمکو علیؑ نے زخمی کیا) اس روز سے علیؑ کا نام قصم ہو گیا اور اسیوجہ سے جنگ احد میں جب آپ مقابل طلحہ بن ابی طلحہ کے گئے تھے تو اُسنے کہا تھا کہ "میں تجھے پہچانتا ہوں اے قصم" ÷

علی سپر ہے

عکاظ اور ذو الحجاز کے میلوں میں بھی آپ جاکر جوش ہدایت میں تبلیغ و وعظ فرمایا کرتے ایکمرتبہ زمانہ حج میں کوہ صفا پر آپنے دین کیطرف لوگوں کو دعوت دی۔ گروہ نے دنگی کیصورت اختیار کی آپ وہاں سے مروہ پر تشریف لے گئے مگر مشرکین وہاں بھی پہنچے اور پتھروں سے حملہ کی نوبت آ گئی روئے مبارک زخمی بھی ہو گیا۔ کوہ ابو قبیس پر چلے گئے وہاں بھی منفرد ہوا اس کی خبر علی کو ہوئی تو بیتابانہ دوڑے ہوئے گئے شام ہو گئی تھی تاریکی شب میں حضرت کو گھر کو لائے مشرکین کو معلوم ہوا گھر پر آکر ہجوم کیا اور گھر کے اندر پتھر برسانا شروع کئے یہاں بھی علیؑ سپر بنے ہوئے تھے آخر اس حلیم نبی نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ اے قریش تمکو شرم نہیں آتی کہ نجیب بن عورت کے گھر پر پتھر پھینکتے ہو اسپر انکو شرم آئی اور واپس گئے ÷

رحمۃ للعالمین

بعض اصحاب نے حضرت سے کفار کے ظلم کی شکایت کر کے انکے واسطے بددعا کی درخواست کی مگر اس رحمۃ للعالمین نے اس درخواست پر اظہار ناراضی فرماکر ارشاد کیا "میں بددعا دینے اور عذاب نازل کرانے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ میں عالم کے لیئے رحمت کر کے بھیجا گیا ہوں۔ یہ لوگ نادانی سے ایسا کرتے ہیں تمکو بھی صبر کرنا چاہیئے ÷

شکایت کفار از ابوطالب
استقلال حضرت

جب کفار نے دیکھا کہ باوجود ان کی ایذا رسانیوں کے بھی آپ کار تبلیغ سے باز نہیں آتے اور کچھ نہ کچھ آدمی مسلمان ہوتے جاتے ہیں۔ تو جمع ہو کر ابو طالب کے پاس آئے اور کہا کہ محمدؐ ہمارے خداؤں اور بزرگوں کے علانیہ بُرا کہنے سے باز نہیں آتے اُنکو روکو ورنہ اُنکو ہمارے حوالے کر دو کہ انکو اپنے خداؤں کے جسکو وہ بُرا کہتے ہیں حوالہ کر دیں وہاں فیصلہ ہو جائیگا ابو طالب نے بوجہ تالیف قریش حضرت کو سمجھایا کہ اس سے باز رہیں مگر اس خدا پر بھروسہ کرنیوالے نے نہایت جزم و استقلال سے

جواب دیا کہ اگر آفتاب میرے ایک ہاتھ پر رکھدیا جائے اور ماہتاب دوسرے ہاتھ پر تو بھی میں اس کام سے جسکے واسطے مبعوث و مامور ہوا ہوں ہرگز باز نہ رہونگا۔ تب حضرت ابوطالب نے ان سے کہدیا کہ میں مجبور رہوں محمدؐ کسیطرح مانتا ہی نہیں اور یہ میں جانتا ہوں کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اسکو تمہارے حوالے کردوں جسپر وہ لوگ غصہ میں اٹھ چلے گئے۔ یہ قول ابوطالب کا کہ محمدؐ اپنے دعوے میں جھوٹا نہیں کیا تصدیق رسالت نہیں ہے ؟

کفار کی چالاک تدبیر

اب کفار نے ایک دوسری صورت مشورہ کرکے نکالی کہ عمارہ پسر ولید کو جو نہایت حسین و جمیل تھا حضرت ابوطالب کے پاس بھیجا کہ اسکو بجائے محمدؐ کے اپنی پرورش میں رکھیں اور محمدؐ کو انکے حوالے کردیں حضرت ابوطالب نے جواب دیا کہ کیا خوب انصاف ہے کہ میں اپنے بیٹے کو تو تمکو دیدوں کہ تم اسکو قتل کردو اور تمہارے بیٹے کو لیکر اسکی پرورش کروں یہ ہرگز نہیں ہوسکتا تب کفار نے حضرت کی ایذا رسانی میں اور شدت شروع کردی لیکن بوجہ حفاظت ابوطالب کے کہ وہ حضرت کی حفاظت و حمایت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتے تھے مشرکین حضرت پر قابو نہیں پا سکتے تھے ؛

سال پنجم بعثت شعبان و رمضان ہجرت جبشہ

اس سچے ہمدرد نبیؐ نے جب دیکھا کہ اشرار مکہ کی زیادتیاں اور مظالم ان پر اور انکے متبع اصحاب پر حد سے زیادہ بڑھتی جاتی ہیں اپنی جان کی زیادہ پرواہ نہ کرکے اصحاب کو حکم دیدیا کہ ایک ایک دو دو کرکے پوشیدہ طور پر مکہ سے حبشہ چلے جائیں جہاں کا بادشاہ اصحمہ بن ابجر نجاشی تھا جو منصف و رحمدل مشہور تھا چنانچہ گیارہ مرد اور چار عورتیں حسب ذیل ہجرت کرکے شاہ حبشہ کی پناہ میں چلے گئے۔ عثمان معہ زوجہ رقیہ۔ و زبیر بن عبداللہ پسران مسعود۔ و عبدالرحمن بن عوف۔ ابو حذیفہ معہ اپنی زوجہ سہلہ مصعب بن عمیر۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد معہ اپنی زوجہ ام سلمہ و دختر ابوامنہ عثمان بن مطعون۔ عامر بن ربیعہ معہ زوجہ خود لیلہ بنت ابوخیثمہ۔ حاطب بن عمرو سہیل بن بیضا۔ یہ لوگ قریب دو ماہ شعبان و رمضان کے وہاں رہکر حبشہ سے مکہ واپس چلے آئے۔ مگر بخوف مشرکین انمیں سے ہر ایک نے مکہ میں ایک ایک واقف کار یا عزیز کی پناہ لیلی سوائے عبداللہ بن مسعود کے جو پھر حبشہ کو واپس چلے گئے ؛

زیادہ تعداد میں مسلمان حبشہ ہجرت کرگئے

لیکن مشرکین کے ظلم کی زیادتی ہوئی تو پھر حضرت نے جعفر بن ابوطالب کے ہمراہ ۷۳ بہتر و بروایتے ۸۲ بیاسی مرد اور ۱۱ گیارہ عورتوں کا مجمع حبشہ کو بھیجدیا کہ تا اصلاح مشرکین یا حصول قوت کافی وہیں رہیں اسمرتبہ حضرت نے شاہ حبشہ کے نام ایک خط دعوت اسلام اور ان لوگونکو اپنے پناہ میں رکھنے کی سفارش کا بھی انہیں کے ہاتھ بھیجا تھا جس میں اپنے نئے دین کے متعلق جن جامع و صاف لفظوں میں دعوت دی تھی اور اس کی خوبیوں کا اظہار کیا تھا وہ اس ہادی کی کامل صداقت کا بہترین ثبوت تھا اسیکے ساتھ حضرت ابوطالب سردار قریش نے بھی سفارش میں ایک خط لکھہ کردیا تھا جسکا کل مضمون تو نہ مل سکا مگر "حیات القلوب" سے انکے چند اشعار کا ترجمہ خالی از دلچسپی نہیں ہے جس سے ابوطالب کے عقیدہ پر کسیقدر روشنی

ایمان ابوطالب پر روشنی

پڑتی ہے۔ ترجمہ اشعار: "جان تو اے شاہ حبشہ کہ محمد پیغمبر ہے مانند موسیٰ اور مسیح پسر مریم کے اور جانب خدا سے ہدایت لایا ہے جیسے وہ لائے تھے تم اسکا وصف اپنی کتابوں میں پاتے ہوگے پس برائے خدا شرک کو ترک کرو۔ راہ حق روشن ہے۔ تاریک نہیں ہے" اب وہ لوگ جو ابوطالب کے اسلام و ایمان کے قائل نہیں دیکھیں کہ اس سے زیادہ اور کیا ایمان و اسلام ہو سکتا ہے؟ مہاجرین خط لیکر حبشہ گئے۔ نجاشی نے خط پڑھا اور ان لوگونکو تو اپنی قلمرو مین قیام کی اجازت دیدی مضمون دعوت کے متعلق غور میں رہا۔ داخلہ دربار کیوقت جعفر سے حسب قاعدہ سلاطین سجدہ کرنے کو کہا گیا اس بہادر خاندان کے سچے پیرو اسلام نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ ہم لوگ مسلمان ہیں ہماری پیشانیاں سوائے خدائے یگانہ کے اور کسیکے واسطے سجدہ مین نہیں جھک سکتیں جس سے شاہ حبشہ کے دلمیں بجائے تکدر عظمت اسلام قایم ہوگئی اللہ رے ہادی برحق کی تعلیم کے بے نظیر اثر!!

مشرکین کی لاحاصل دربار آزاری کی کوشش

بہرحال جب مشرکین کو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد انکے ہاتھ سے نکلکر حبشہ چلی گئی تو انہوں نے عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید کو شاہ حبشہ کے واسطے کچھ تحایف دیکر اسکے پاس بھیجا کہ مفرورین یعنی مہاجرین کو واپس دیدے عمرو بن عاص اپنی زوجہ کو بھی ساتھ لیگیا تھا عمارہ ایک حسین جوان تھا راستہ مین ان دونوں میں عمرو کی زوجہ کی بابت کشتی میں بحالت شراب خواری نزاع ہوا عمارہ نے عمرو عاص کو کشتی سے پھینکدیا مگر وہ کشتی کے تختہ کو پکڑ لینے سے اور اور آدمیونکی امداد سے بچ گیا۔ یہ دونوں حبشہ پہنچکر دربار نجاشی میں حاضر ہوئے۔ اور تحایف پیش کئے اور عرض کیا کہ "ہم میں سے ایک جماعت ہمارے دین سے باغی ہوکر تیری پناہ میں آگئی ہے انکو ہمارے حوالے کردے" نجاشی نے کہا کہ "ٹھہرو میں انکو طلب کرتا ہوں ان سے دریافت کرونگا کہ وہ کیا کہتے ہیں کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ جو میری پناہ میں آگیا ہے اسکو بلا تحقیق نکالدوں۔ چنانچہ نجاشی نے مہاجرین کو طلب کیا۔ اور صورت حال ظاہر کی۔ گروہ مہاجرین میں سے شہور بانکے بیٹے جعفر بن ابوطالب سرگروہ قافلہ نے جو سب سے زیادہ فصیح تھے کہا کہ اے امیر انسے دریافت کرکہ "ہم آیا ہم لوگ غلام ہیں"؟ سفیران قریش نے فوراً کہا کہ "نہیں بلکہ بزرگان و اشراف قریش سے ہیں" "تو پھر کیا ہم ان میں سے کسی کے قرضدار ہیں؟ جواب ملا کہ یہ امر بھی نہیں ہے۔ اب سوال فرمایا کہ آیا ہم نے کسی کا خون کیا ہے؟ عمرو نے کہا کہ "یہ بھی نہیں" اب جعفر نے کہا کہ اے امیر جب ان باتوں میں سے کوئی نہیں تو پھر کس استحقاق سے یہ ہمکو واپس لیجانیکے حقدار ہو سکتے ہیں۔ نجاشی اس معقول تقریر پر متاثر ہوا۔ سفیرون کیطرف سے کوئی جواب نہو سکا۔ نجاشی نے مہاجرین سے اصل وجہ دریافت کی۔ حضرت جعفر نے کہا کہ ہم نے دین خدا اختیار کیا ہے اور پیغمبر آخر الزمان محمد مصطفیٰ کی رسالت پر ایمان لائے ہیں جنکا حکم ہے کہ کسی کو خدا کا شریک نہ سمجھو اور اسکو وحدہ لاشریک جانو اور اسی کی عبادت کرو۔ یہ لوگ

ہم پر ظلم کرتے ہیں۔ جنسے بچنے کو ہم تیری پناہ میں آ گئے ہیں اور حضور پرنور کے اوصاف و تعلیمات ایسے ولولہ خیز الفاظ میں بیان کیے کہ نجاشی کو قرآن منزل کے سننے کا اشتیاق ہوا اور خواہش کی جعفر نے سورہ "کھیعص" سنائی جس سے نجاشی اور اہل دربار بہت متاثر ہوئے اور سفیران قریش کے ہدایا واپس کر دیئے۔

سفیران قریش کی مکارانہ چال

عمرو بن عاص و عمارہ نے یہ دیکھ کر کہ اس طرح کامیابی نہ ہوئی دوسری مکر کی چال اختیار کی کہ نجاشی کو برہم کرنیکو اس سے کہا کہ یہ لوگ تیرے دین کے بھی خلاف ہیں اور حضرت عیسےٰ کو بھی برا کہتے ہیں تاکہ وہ غضب میں آ کر انکی واپسی کا حکم دیدے نجاشی نے مسلمانوں سے دریافت کیا کہ حضرت عیسےٰ کی بابت تم کیا کہتے ہو؟ حضرت جعفر نے کہا کہ "ھو عبداللہ ورسولہ وکلمۃ القھا الی مریم" اور سورہ مریم نہایت خوش الحانی سے پڑھکر سنائی یہانتک کہ جب حضرت جعفر اس مقام تک پہنچے کہ "وھزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطبا جنیا فکلی واشربی وقری عینا" تو نجاشی اور تمام اہل دربار پر حالت گریہ طاری ہو گئی اور بہت روئے۔ نجاشی کے زبان سے فوراً نکلا کہ مرحبا تمہارے اور تمہارے پیغمبر پر حضرت عیسےٰ کے متعلق اس سے بہتر کوئی عقیدہ صحیح نہیں ہو سکتا وہ ضرور پیغمبر آخر الزمان معلوم ہوتے ہیں جن کی بشارت حضرت عیسےٰ نے بھی دی ہے۔

فرستادگان قریش دربار سے نکلوا دیئے گئے

فرستادگان قریش کو نہایت ذلت کے ساتھ دربار سے باہر کرا دیا اور مسلمانوں کو وعدہ امان و حفاظت کر کے رخصت کر دیا۔ یہ قافلہ مہاجرین بعد ہجرت حضور پرنور و بعد صلح حدیبیہ کے حضرت کے بلانے پر مدینہ گیا تھا اور عین بعد فتح خیبر خدمت حضور میں پہنچا تھا۔ اثنائے قیام حبشہ میں حضرت جعفر کے یہاں بطن اسما بنت عمیس سے عبداللہ بن جعفر پیدا ہوئے اور عبیداللہ بن جحش کا حبشہ ہی میں انتقال ہو گیا جس کی زوجہ ام حبیبہ دختر ابو سفیان حضرت کے عقد میں آئیں جنکا ذکر آگے آئیگا۔

ولادت باسعادت جناب فاطمہ زہرا بروز جمعہ ۲۰ جمادی الثانی سنہ پنجم بعثت

اسی سال یعنی سال پنجم بعثت میں بروز جمعہ اور بقولے ۲۰ جمادی الثانی کو جناب خدیجۃ الکبرےٰ کے بطن سے خلاصہ اولاد نبوی۔ سیدہ نساء العالمین افتخار مریم و سارا بتول عذرا صدیقہ کبرےٰ جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی ولادت باسعادت ہوئی جنکا وجود و نتیجہ تاریخ اسلام کیا تاریخ عالم میں خاص خصوصیت رکھتا ہے کیونکہ اسی مخدومہ کے ذریعہ سے نسل پیغمبر آخر الزمان آجتک عالم میں موجود ہے اسی طاہرہ و مطہرہ کی عصمت و طہارت۔ زہد و اتقا۔ سخاوت و عبادت۔ حلم و کرم۔ صبر و توکل کی بے انتہا نظیریں موجود ہیں۔ جزو کثیر قرآن پاک کا ان کی شان و اوصاف میں رطب اللسان ہے۔ یہی وہ پیاری بیٹی رسول کی ہیں جس کی تعظیم کو خود رسول اللہ کھڑے ہو جایا کرتے تھے! اور یہی وہ لخت جگر حضرت کی ہے کہ جسکا عقد حضرت نے بحکم ربانی اپنے ابن عم شاگرد رشید علی ابن ابی طالب کے ساتھ کیا۔ اسی مخدومہ کے صدف بطن سے دو گوہر آبدار رسالت جناب حسنؑ و حسینؑ علیہما السلام آفتاب و ماہتاب امامت ہو کر چمکے اور اسی کی نسل سے انوار امامت و ہدایت اب تک عالم اسلام کو روشن

ومنور کر رہے ہیں یہی وہ پارہ جگر رسول کی ہے جس کی نسبت ارشاد ہوتا تھا "فاطمۃ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی" اور جسکے فرزند اصغر فدیۂ راہ خدا حسینؑ شہید کربلا نے اپنی اور اپنے کنبہ کی جانیں قربان کر کے کشتی دین اسلام کو ڈوبنے سے بچایا اور اپنے پیارے نانا کی زبان سے "حسین منی وانا من الحسین" کا تمغہ پایا جس کی وجہ سے اس معصومہ کی کنیت ام ابیھا یعنی باپ کی ماں ہوئی اسی سال یاسر پدر و سمیہ مادر عمار یاسر کو جو مسلمان ہو گئے تھے مشرکین مکہ نے شکنجہ میں کھینچ دیا تھا اور سخت تکلیف دیتے تھے ابوجہل ملعون نے بضرب نیزہ انکو شہید کیا اور یہ اول شہید اسلام میں ہوئے عمار سے بھی کفار نے زبردستی کچھ ایسے کلمات کہلا کر انکا پیچھا چھوڑا تھا جو کفر کے تھے جنکو عمار نے انکے مظالم سے مجبور ہو کر صرف زبان سے ادا کر دیا تھا مگر دل انکا نور ایمان سے مملو تھا۔ بعد کو لوگوں نے عمار کے ان کلمات کے کہنے کی چغلی بھی کی مگر حضور نے فرمایا کہ عمار کا دل ایمان سے پر ہے اسکو اسحالت میں ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا (کیا یہ تقیہ کی ہدایت نہ تھی؟)

سال ششم بعثت
اسلام حضرت حمزہ

اس سال حضرت حمزہ عم بزرگوار حضرت جو عرب میں پہلوان مشہور تھے ایمان لائے جنکا واقعہ بروایت روضۃ الصفا یہ ہوا کہ حضرت ایک روز نواح کوہ صفا میں بیٹھے تبلیغ فرماتے تھے کہ ابوجہل نے نہایت سخت کلمات ناشائستہ حضرت کی شان میں کہے حضرت نے حسب عادت صبر فرمایا۔ ایک کنیز عبداللہ بن عدنان کی ان باتوں کو سنتی تھی حضرت حمزہ شکار سے واپس آ کر حسب عادت طواف خانہ کعبہ کو گئے تھے اس عورت نے ازراہ تاسف ظلم ابوجہل و صبر حضرت کا واقعہ حمزہ سے بیان کیا۔ حمزہ کو بوجہ تعلق خونی و غیرت خاندانی جوش آیا اور اسی وقت بحالت غضب ابوجہل پر چڑھ گئے اور اس کی حرکت ناشائستہ پر سات ضرب اسکے ماریں کہ اسکا سر پھٹ گیا اور بروایت کلینی ابن شہر آشوب واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ باشارہ ابوجہل عقبہ بن ابی معد نے اونٹ کی اوجھ لا کر حضرت کی پیٹھ پر ڈالدی اس صابر بنی نے اسپر بھی صبر کیا اور بعد ختم نماز گھر کو واپس جا رہے تھے۔ کہ اثنائے راہ میں حضرت حمزہ ملے اور حضرت کے حال کو دیکھ کر دریافت کیا تو کیا بیچین کرنے والا فقرہ ارشاد ہوتا ہے "اے چچا چھوڑ دو اس شخص کو جسکا نہ کوئی چچا ہے نہ ماں باپ ہیں نہ عزیز نہ قریب نہ کوئی یار نہ مددگار" حضرت حمزہ کے بہادر دل میں اس کلام سے ایسا جوش پیدا ہوا کہ غصہ میں تلوار لے کر گئے اور جاتے ہی ابوجہل کو پکڑ کے زمین پر دے مارا لوگ جمع ہو گئے اسکو چھوڑا دیا اور اسپر حضرت حمزہ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا تم بھی دین محمد پر ہو گئے؟ حضرت حمزہ نے اسوقت تو غصہ میں کہدیا کہ "ہاں" اور بعد کو حضرت کے پاس آ کر کلمہ شہادت بصدق دل پڑھکر مشرف باسلام ہوئے۔ اور عیاشی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ نے آکر اوجھ مذکور پشت مبارک سے علیحدہ کی تھی جس سے یہ واقعہ آخر سال قیام مکہ کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت فاطمہ کی پیدائش پانچویں سال بعثت کے ہوئی ہے بہرحال حضور کو اسلام حضرت حمزہ سے بیحد مسرت ہوئی کیونکہ وہ شجاع عرب تھے اور نیز ان کی

بہادری کیوجہ سے کفار کے دل شکستہ ہوگئے اور حضرت کو بہت اطمینان اور اسلام کو بھی تقویت حاصل ہوگئی ؞

اسلام عمر بن خطاب

اسی سال عمر ابن خطاب مسلمان ہوئے یہ وہ بزرگ ہیں جن کی بدولت اسلام میں تغیر خیز کیفیات رونما ہوئیں اور جواپنے تدبر سے بعد حضرت کے دوسرے نمبر کی حکومت اسلامی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے انکے اسلام لانے کی کیفیت بالکل تاریخ اہلسنت سے ہی ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے تاکہ الزام تعصب سے بریت ہے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ عمر بن خطاب جو بعد ازاں فاروق مشہور ہوئے ایک نہایت زشت خو اور تند مزاج مشہور تھے۔ ابوجہل نے انسے کہا کہ محمدؐ ہمارے خداؤں کو بُرا اور ہمارے بزرگوں کو دوزخی کہتے ہیں جو شخص انکو قتل کردے میں اسکو ایکہزار ناقہ احمر و ہزار اوقیہ سونا و بروایتے سو شتر و ہزار اوقیہ نقرہ اسکے صلہ میں دونگا۔ عمر بن خطاب نے اس سے اس وعدہ کے ایفار کی قسم لی اور تلوار لیکر حضرت کے قتل کیواسطے چلدیئے۔ راستہ میں سعد ابن ابی وقاص انکو ملے اور پوچھا کہ کہاں جاتے ہو جواب دیا گیا کہ محمدؐ کے قتل کرنے کو۔ سعد نے کہا کہ تم ہرگز انکے قتل پر قادر نہو سکوگے۔ یہ بزرگ اپنے غصہ میں ان کی طرف ہی متوجہ ہوگئے رد و قدح ہوئی سعد بھی آمادہ مقابلہ ہوگئے اور طعن سے کہا کہ اوّل اپنی بہن اور بہنوئی کو تو قتل کرو جو مسلمان ہوگئے ہیں۔ عمر نے کہا کہ اسکا کیا ثبوت ہے سعد نے کہا ایک ثبوت تو یہی ہے کہ وہ تمہارے ہاتھ کا ذبیحہ ہرگز نہ کھائینگے عمر غصہ میں سعد کو چھوڑ کر اپنی بہن کے گھر آئے جانچ پر قول سعد کی تصدیق ہوئی بہنوئی کو زمین پر پٹک کر سینہ پر چڑھ بیٹھے اُن کی ہمشیر نے اپنے شوہر کو بچانا چاہا تو اسکے ایک ضرب ماری جس سے اُس بیچاری کا سر پھٹ گیا خون نکل آیا اب اسکو بھی غصہ آگیا وہ بھی انہیں کی بہن تھی غصہ میں کہا کہ تو جو کچھ چاہے کر ہم ضرور مسلمان ہوگئے ہیں اور ہرگز اپنے دین سے نہ پھرینگے۔ عمر کو ہمشیر کا خون دیکھکر کچھ پشیمانی ہوئی اور انکو چھوڑ کر حضرت کے قتل کے واسطے آئے یہاں حضرت کے حجرہ کا دروازہ بند تھا بعض اصحاب مثل حمزہ وغیرہ کے موجود تھے۔ زور سے دستک دی۔ دروازہ کھولا گیا۔ عمر کو دست بہ شمشیر دیکھکر حضرت حمزہ و دیگر اصحاب موجودین آمادہ مقابلہ ہوئے حضرت اقدس نبوی نے خود اٹھکر بازو عمر کا زور سے پکڑ کر فرمایا کہ اگر تو براہ صلح آیا ہے تو کہہ کہ تیرا ہاتھ چھوڑ دوں اور اگر براہ جنگ آیا ہے تو ابھی تیرا مغز نکال دونگا۔ گرفت حضرت جو نہایت سخت تھی مجبور ہو کر ترسا ولرزاں کہا کہ مجھے چھوڑ دیجیئے میں مسلمان ہوتا ہوں حضور نے چھوڑ دیا۔ اور کلمہ طیبہ تلقین فرمایا اور تکبیر کہی اور سب لوگ طواف خانہ کعبہ کو آئے (روضۃ الصفا) اسکے بعد باوجود ممانعت حضرت کے انکے بغرض شہرت اپنے اسلام کو در بدر ظاہر کرتے پھرنے اور قریش کے انپر نامہذب شدائد کرنے کے حالات پر لطف ہیں جو بنظر اختصار ترک کئے جاتے ہیں ؞

قبولی اسلام پر سرسری نظر

اب ناظرین انکے اسلام و تصدیق کی نسبت خود رائے قایم فرمالیں کہ کہانتک یہ قبولی اسلام بالقلب ہوسکتی یا کہی جاسکتی ہے اور اسکو کہانتک استحکام کا درجہ حاصل ہوسکتا ہے جسکی نظیریں اور مزید حالات آیندہ آئینگے ؞

سال ہفتم تا دہم بعثت محصوری حضرت در شعب ابوطالب

ابوطالب کو مشرکین کا چیلنج چچا بھتیجے کی گفتگو

بعثت کو چھ سال سے زیادہ زمانہ گذر گیا۔ مشرکین قریش نے دیکھا کہ اب دین محمدؐ کو تقویت ہوتی جاتی ہے اور دائرہ اسلام وسیع ہوتا جاتا ہے انکی آتش بغض و عناد اور زیادہ مشتعل ہوئی اور مجموعی قوت سے ابوطالب کو چیلنج دیا کہ محمدؐ کو روکو یا ہمارے حوالہ کردو ورنہ محاربہ و مقابلہ کیواسطے آمادہ ہوجاؤ۔ ابوطالبؑ نے حضرت کو بلا کر پیغام قریش سنایا اور بطور صلاح حضرت کو رائے دی کہ علانیہ طعن و تشنیع معبودان قریش سے باز رہیں ایسا نہو کہ جہالت قریش سے کوئی حادثہ ہوجائے

تصلب مدحی ابوطالب

مگر اس اپنے ارادہ کے پختہ اور فرائض منصبی کی پابند نبیؐ نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ "اے عم نامدار میں جو کچھ کرتا ہوں بحکم خدا کرتا ہوں اگر آپ کو میری حمایت میں کچھ اندیشہ یا پس و پیش ہو تو رہنے دیجیے میرا خدا میرا حافظ ہے اور اسیکی حفاظت کافی ہے" ابوطالبؑ اس خدا کی ذات پر کامل بھروسہ کرنیوالے بھتیجے کو جب ایسا استوار پایا تو آپ کو اطمینان دلایا کہ تم اپنا کام کیے جاؤ جب تک میں زندہ ہوں کسی کی مجال نہیں ہوسکتی کہ تمکو ضرر پہنچا سکے ٭

رسولؐ سے قریش کی بائیکاٹ

جب کفار نے ابوطالبؑ کی یہ حمایت دیکھی تو وہ تمام بنی ہاشم کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے اور باہم اتفاق کرلیا کہ بنی ہاشم سے تمام تعلقات مناکحت و معاشرت و تجارت ترک کردیجائیں اور جسکو جہاں موقع ملے محمدؐ کو قتل کردے حضرت ابوطالبؑ کو ان اخبار کے سننے سے اپنے بھتیجے کی عزیز جان کا خطرہ ہوگیا۔ تو بنی مطلب کے قریب ۴۰ آدمیوں کو جمع کرکے مشورہ کیا۔ رائے قرار پائی کہ سب بنی ہاشم مع حضرت کے مکہ سے کچھ دنونکو ہٹ کر درۂ شعب ابوطالب میں چلے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور حضرت کو لیجاکر شعب مذکور میں پوشیدہ رکھا گیا ٭

تحریر عہد نامہ قریش

قریش نے یہ دیکھکر آپس میں ایک وثیقہ تحریر کیا جسمیں مذکورہ بالا امور و عہد درج کرکے تمام اشراف مکہ کے دستخط کراکر اسکو در کعبہ پر لٹکا دیا۔ اور ابوجہل و عاص بن وائل۔ نضر بن حارث و عقبہ بن ابی معیط تمام دوکانداران و قوافل کو روکتے تھے کہ بنی ہاشم میں کسی کے ہاتھ کوئی خوردنی و پوشیدنی شے فروخت نہ کی جاوے اور ایسا معلوم ہونے پر اس دوکاندار و تاجر کو بھی آزار پہونچایا جاتا تھا۔ بنی ہاشم شعب میں بطور محصورین کے تھے بخوف جان شعب سے باہر نہ آسکتے تھے نہ کھانے پینے کی اشیاء انکو دستیاب ہوتی تھیں ٭

ابوطالبؑ کی حفاظت و احتیاط

کیا ابوطالبؑ نے اس انتقال مقامی پر اپنے فرض حفاظت کو تمام کردیا تھا۔ نہیں بلکہ اب پہلے سے بہت زیادہ احتیاط ملحوظ ہوگئی تھی۔ دن میں اپنی اولاد میں سے کسی نہ کسی کو حضرت کی حفاظت و نگرانی پر مامور رکھتے۔ رات کو ایک جگہ کبھی نہ سلاتے کچھ وقفہ کے بعد رسولؐ کو اس جگہ سے جہاں تھوڑی دیر رہے تھے ہٹاکر اپنے فرزند علیؑ کو وہاں چھوڑ دیتے اور خود حضرت کی

محافظت میں رہتے تاکہ اگر دشمن پہلی جگہ خبر پاکر پہنچ بھی جاوے تو بھتیجہ محفوظ رہے اور بیٹا قربان ہو جائے۔ (حیات القلوب)

سختیوں سے رسول پر اثر نہ ہوا

لیکن نہ ان سختیوں نے رسول کو اپنے فرض سے باز رکھا نہ ابوطالب و بنی ہاشم کو رسول کی حفاظت سے۔ موسم عمرہ یعنی رجب و زمانہ حج یعنی ذی الحجہ میں جنہیں جدال و قتال مکہ میں زمانہ جاہلیت سے حرام سمجھا جاتا تھا۔ یہ بیچارے محصورین شعب سے نکلتے تھے اور چھپا چوری کچھ اشیائے خوردنی وغیرہ لیجاتے تھے اور اسی زمانہ میں حضرت بھی باہر آکر دعوت اسلام دیتے تھے۔ مال خدیجہ سے کفالت ہوتی مگر قلت اغذیہ سے سخت مصائب و تکالیف ان محصورین پر گذرے چار سال تک و بروایتے تین سال و بقولے دو سال تک یہ مصائب رہے متواتر فاقوں کے مارے سب کی بُری حالت تھی۔ گویا قریب المرگ تھے ؛

مشرکین کی حمیت عرب جوش میں آئی

بالآخر ہشام بن عمرو بن الحارث۔ زہیر بن امیہ مخزومی مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ابوالبختری۔ ربیعہ بن اسود بن مطلب بن عبد العزیٰ۔ پانچ آدمیوں کو از روئے حمیت عرب محصورین کی حالت پر ترس آیا اور ان پانچوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ افسوس ہم تو آسائش سے بسر کریں اور ہمارے اعمام بنی ہاشم ایسی مصیبت میں رہیں اور طے کیا کہ اس پیمان کو توڑ دینا چاہیے کیونکہ ہم نے ایسے مظالم پر ہرگز رضامندی نہیں دی تھی اور وثیقہ کو چاک کر دینا چاہیے اور یہ بھی طے کیا کہ صبحکو قریش کا جلسہ کر کے یہ امر ختم کرنا چاہیے ؛

شعب میں وحی متعلق وثیقہ

یہاں شعب میں حضرت کو وحی ہوئی کہ وثیقہ میں بجز نام اللہ کے باقی تمام مضمون کو دیمک نے کھا لیا ہے کچھ باقی نہیں رہا حضور نے یہ امر حضرت ابوطالب سے ظاہر کیا۔ صبحکو ابوطالب یہ خبر لیکر قریش کے پاس کو روانہ ہوئے۔ وہاں صبحکو اشخاص مذکورہ بالا نے قریش کا جلسہ جمع کیا تھا جس میں تقریر شروع ہوئی۔ زہیر نے ابتدا کی :-

جلسہ قریش

زہیر۔ "اے اہل مکہ کیا تم اسکو روا رکھتے ہو کہ تم سب چین سے رہو اور عیال و اطفال بنی ہاشم بھوک پیاس سے مر جائیں۔ ... ہم نے ہرگز ایسے پیمان و وثیقہ پر رضامندی کے دستخط نہیں کیے تھے اسکو اب چاک کر دینا چاہیے"۔

باقی چاروں اشخاص مذکورہ بالا نے زہیر کی تائید و موافقت کی۔ ابوجہل لعین البتہ مخالف ہوا کہ اتنے میں ابوطالب مع چند ہمراہیان کے پہنچے۔ سب نے جانا کہ شاید مصائب سے تنگ آکر محمدؐ کو حوالہ کر دینے پر آمادگی ظاہر کرنے آئے ہیں مگر حضرت ابوطالب نے پہونچکر سب کو مخاطب کر کے کہا کہ اے گروہ قریش محمدؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ اسکو بذریعہ وحی خبر دی گئی ہے کہ تمہارے وثیقہ کو دیمک کھا گئی اس میں سوائے اللہ کے نام کے اور کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ تم اپنے وثیقہ کو دیکھو اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ محمدؐ نے بیان کیا ہے تو تمکو درگذر کرنا چاہیے اور اگر اس کی بات غلط ہوگی تو میں اسکو تمہارے حوالہ کر دونگا (ابوطالب کو کسقدر یقین و اطمینان حضرت کی بات کے سچے ہونیکا تھا) سب نے کہا کہ یہ انصاف کی بات

وحی رسول سچی نکلی

قریش محصورین کو گھر لیجاتے ہیں

ہے چنانچہ وثیقہ اتار کر دیکھا گیا تو ویسا ہی پایا گیا جیسا کہ حضرت نے خبر دی تھی۔ یہ دیکھکر سب خاموش اور شرمندہ ہوئے مگر ابوجہل پھر بھی مخالف رہا۔ تب سب لوگ ایک مجمع کیساتھ جا کر حضرت ابوطالب و حضرت کو معہ تمام محصورین کے شعب سے مکہ میں لے آئے۔ یہ اخراج شعب سویں سال بعثت میں ہوا ؛

حیرت انگیز نظارہ

مجھے تعجب و حیرت ہے کہ ان مصائب رسول میں میری مشتاق آنکھوں کو تواریخ اہلسنت میں بھی کسی جگہ ان مخلص مصاحبین کا جو آگے چلکر مستحق خلافت رسول قرار پائے کہیں جلوہ دکھائی نہیں دیا کہ آیا وہ بزرگوار جو کو مشرف باسلام تو ہو چکے ہیں اور انہیں سے ایک سابق الاسلام بھی کہے جاتے ہیں آخر ہیں کہاں؟ ہجرت حبشہ میں نہیں گئے محصوری شعب میں سوائے بنی ہاشم کے اور کسی کی شرکت نہیں معلوم ہوتی کسی اور موقع سخت و نازک ان کی حضرت کے ساتھ باوجود تمول و قوت شرکت و معیت نہیں پائی جاتی۔ ان مشکلات و خطروں میں بھی سوائے علی کے کوئی دوسرا شریک حال و سینہ سپر رسول کا نہیں پایا جاتا۔ تو پھر کیا منجانب مشرکین قریش ان بزرگواروں پر کچھ سختی و مصائب نہیں تھے؟ اور کیوں نہیں تھے؟ ناظرین خود تلاش کر لینگے۔ یہ امور ہماری حدود تالیف سے باہر ہیں۔ لہذا آگے بڑھتے ہیں ؛

یہ زمانہ رسول و اصحاب رسول پر کیسا گذرا اور گذر رہا تھا اسکے متعلق سر ولیم میور کی عبارت ذیل قابل توجہ ہے :-

مصائب رسول کے متعلق انگریزی مورخ کا قول

پیغمبر اسلام اسطرح سے اعدا کے نرغہ میں گھرے ہوئے تھے اور فتح بعین کے منتظر تھے اور ظاہرا بے یار و مددگار تھے اور انکے اصحاب کا چھوٹا سا گروہ گویا شیر کے منہ میں تھا تاہم آپکو اس قادر مطلق پر بھروسہ تھا جسکا رسول وہ اپنے تئیں سمجھتے تھے اور آپکے پائے ثبات میں یک سر مو لغزش نہ ہوتی تھی۔ غرض اس عالم مصیبت و تنہائی میں آپ ایسے عالی مرتبہ اور جلیل الشان معلوم ہوتے ہیں کہ کتب مقدسہ سماویہ میں آپ کا عدیل و نظیر کوئی نہیں دکھائی دیتا ؛

ہلاکت بعض دشمنان اسلام

اسی سال میں عاص بن وائل سہمی۔ اسود بن المطلب۔ اسود بن یغوث۔ ولید بن مغیرہ۔ حارث بن قیس السہمی جو سخت دشمنان رسول تھے یکے بعد دیگرے ہلاک ہو گئے ؛

علالت و وصایا ابوطالب

ایمان ابوطالب پر سرسری نظر

مخلصی شعب سے دو ماہ کے بعد اور بقول "تمدن اسلام" و ابن خلدون ہجرت نبوی سے تین برس قبل حضرت ابوطالب مرض سخت میں مبتلا ہوئے۔ آپ نے اپنی حالت مایوسی دیکھکر بنی ہاشم کو جمع کیا اور بہت نصائح و وصایا فرمائے بالخصوص آنحضرت کی بابت حسب عبارت روضۃ الصفا فرمایا کہ "وصیت میکنم شمارا بہ متابعت و معاونت محمد کہ امین قریش و صدیق عرب است و وے بامرے آمدہ است کہ جنان قبول آن کردہ و قلب بصدق آں مایل شدہ و زبان آں گواہی دادہ است" اب غور فرمائیں وہ حضرات جو قایل ایمان ابوطالب نہیں ہیں کہ اس سے زیادہ اور کیا تصدیق بالقلب و اقرار باللسان ہو سکتا ہے؟ قریب وقت نزع ابوطالب حضور پرنور سر بالین انکے تشریف لے گئے اور انسے کلمات شہادت ادا کرنیکی فرمایش کی تو ابوطالب

نے کہا کہ قسم بخدا اگر اندیشہ ملامت و طعنہ قریش کا نہوتا جو یہ کہینگے کہ ابوطالب موت کے خوف سے ایمان لے آئے تو میں ضرور اسکو کہہ لیتا اُسوقت حال آنجناب کا متغیر ہوگیا۔ زبان کو مُنہ میں حرکت دیتے تھے! اور کچھ کہتے تھے حضرت عباس نے کان مُنہ کے پاس لگایا اور پیغمبر جناب سے کہا کہ وہ وہی کلمہ کہہ رہے ہیں جسکا تمنے حکم دیا تہا (روضۃ الصفا) اب ظاہر ہے کہ حضرت عباس اسوقت تک ایمان نہ لائے تھے لہذا انکا اسوقت کا یہ قول جو خود انکے اُسوقت کے عقاید کے خلاف پڑتا تہا کسیطرح غلط مانا نہیں جاسکتا کیونکہ وہ تو فطرتاً اپنے عقیدے کے خلاف بات سنکر اسکو مخفی کردیتے نہ کہ بلا واقعہ ظاہر کرتے۔ علاوہ بریں محمد اسحٰق کہ اکابر مورخین و اہل سیر سے ہے اُسنے روایت کی ہے کہ جب رسولخدا نے تلقین کلمہ شہادت کی کی تھی تو ابوطالب نے اوّل تو بالاعلان کہنے کا اقرار کیا مگر آخر میں آہستہ کہا چنانچہ عباس نے سنا۔ مگر باوجود اسکے اہلسنت و الجماعت و بعض معتزلہ کے نزدیک یہ قول مقبول نہیں کیونکہ اعتقاد انکے اکثر محدثین کا یہ ہے کہ آیہ "ماکان للنبی ... الخ" ابوطالب کی نسبت نازل ہوئی اور بہت سے علماء اہلسنت کے روایات کے بھی خلاف ہے جو کہتے ہیں کہ آیہ "انک لاتھدی ... الخ" شان میں ابوطالب کے نازل ہوئی لیکن افسوس ہے اُن عقول پر جو منکر ایمان ابوطالب ہیں کیونکہ اوّل تو جب مسلمہ عقل و نقل ہے کہ نور رسالت سوا اصلاب طاہر و ارحام مطہرہ کے اور کہیں نہیں رہسکتا اور موافق فرمان رسول کہ "انا و علی من نور واحد" نور علیؑ کے واسطے بھی ویسے ہی طیب صلب میں رہنا لازمی ہوا۔ دوسرے حضرت ابوطالب کا آخری قرار اور اس سے قبل کے اقوال و قصائد کلامیہ مدحیہ جو متعدد و مشہور ہیں۔ کمال معرفت و تصدیق آنحضرت پر دلالت کرتے ہیں اور اکثر میں آپ کے متعلق ایسی پیشین گوئیاں بھی ہیں جو بعد کو سچی ثابت ہوئیں کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ جو شخص اسطرح سے تصدیق کرے اور دوسروں کو یہانتک کہ اپنی اولاد کو بھی اتباع کی ہدایت کرے اپنی اولاد اور جان سے زیادہ عزیز رکھے آپ کی وجہ سے دشمن بنگئے تھے کہانے خواب و خور اپنے اوپر حرام کرلے مگر جاں نثاری سے باز نہ آئے۔ آپ کے دین کو خیر الادیان بتلائے اپنے بیٹوں کو مطیع و متبع بنائے وہ خود ایمان نہ لایا ہو؟ اور کیا ممکن ہے کہ حضرت ایک مشرک کیواسطے استغفار کرتے اور طلب جزائے خیر کرتے (مزید تشفی کے لیے دیکھو اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب)

وفات ابوطالب

چنانچہ حضرت ابوطالب نے اسی مرض میں بتاریخ ۲۶ رجب سنہ سال دہم بعثت کو بروایتے آخر سال دہم میں وفات پائی امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے بحکم و ہدایت رسول غسل و کفن کرکے دفن کیا حضور پرنور نے بقول روضۃ الصفا خود مشایعت جنازہ کی فرمائی اور انکے واسطے استغفار کیا اور دعا دی کہ آپنے میری حمایت و حفاظت میں صلہ رحم کیا خدا جزائے خیر دے۔ اس حوم محافظ کے انتقال سے جو صدمہ حضرت کو ہوا وہ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ابوطالب کی جانفشانیوں اور محبت کو ہمیشہ یاد فرماکر آبدیدہ ہوجاتے تھے اور اپنی ہر مصیبت و عروج کیوقت ابوطالب کو یاد فرمایا کرتے تھے یہ قول بعض مورخین اہلسنت کا کہ حضرت نے وقت وفات ابوطالب کے حضرت علیؑ سے فرمایا تہا کہ "لا تغسل" اُنکے نماز جنازہ نہ پڑھو قطعاً غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ نماز جنازہ

اسوقت تک واجب بھی نہوئی تھی پہر ممانعت کی کیا ضرورت ہوتی ؟

ابوطالب کے بعد محافظ رسول

حضرت عبدالمطلب نے تو اپنے پوتے کو ابوطالب کی سپرد کیا تہا۔ کیا ابن ابن رسول نے بھی آپکو کسی کے سپرد کیا ؟ کیا اور ضرور کیا اپنے دو بیٹوں کو آپ پر اپنی جان قربان کرنیکو چھوڑ دیا۔ علیؑ نے رسول کی حفاظت میں اپنے باپ کی سرگرمی دیکھی تھی۔ جانتے تھے کہ وہ ہمیں خطرہ کے موقع پر رسول کی حفاظت کے کام میں لاتے تھے۔ علیؑ اگرچہ خود ذاتی حقوق سے آپکی حفاظت پر مستعد تھے مگر اب باپ کے انتقال پر فطرتاً اور زیادہ سرگرمی کا خیال پیدا ہو گیا ہوگا۔ اور یہی وجہ تھی کہ ابوطالب کے اس فرزند نے ہر مشکل موقعہ پر رسول کا ساتھ دیا اور حفاظت کی ؟

رحلت خدیجہ

۱۰ رمضان

وفات ابوطالب کے تین روز و بروایتے ۳۵ روز کے بعد ایک اور حادثۂ عظیم حضرت پر واقع ہوا کہ حضرت کی وہ پچیس سال کی مونس و رفیق بی بی جنابہ علیہ خدیجۃ الکبریٰ نے جسنے کہ اپنی تمام دولت حضرت پر قربان کردی اور حضرت کے تمام مصائب و تکالیف میں شریک و دلسوز رہی جسنے اُسوقت حضرت کی امداد کی جب کوئی مدد کرنے والا نہ تہا جسنے اسوقت تصدیق حضرت کی کی جب کوئی تصدیق کرنے والا نہ تہا اور جس نے حضرت کے عشق و محبت میں اپنی عیش کی زندگی کو خاک میں ملا دیا تہا۔ اپنی پیاری بیٹی فاطمہ کو جس کی عمر ابھی پانچ برس کی تھی حضرت کے کنار عاطفت میں بغرض پرورش چھوڑ کر دنیا سے رحلت فرمائی " انا للہ وانا الیہ راجعون "۔ ان دونوں حادثوں سے غم کا کوہ عظیم حضرت پر ٹوٹ پڑا۔ آپکے رنج و قلق کی یہ کیفیت تھی کہ باہر نکلنے کو حضرت کی طبیعت نہ چاہتی تھی۔ نکلنا کم کر دیا تہا کیونکہ یہی دونوں آپکے سچے غمگسار مصائب کے شریک و تنہائی کے رفیق تھے اسیوجہ سے اس سال کو عام الحزن کہتے ہیں عمر شریف ان مرحومہ کی وقت رحلت ۶۵ سال کی ہوئی۔ اور حجون مکہ میں دفن ہوئیں۔ خود حضور نے حضرت خدیجہ کو قبر میں اُتارا اور دفن کیا۔ اب پرورش و تربیت حضرت فاطمہ زہرا کی بالکل حضور پرنور کے ذمہ ہو گئی ؟

دعوت اسلام

بیرون مکہ

بعد وفات ابوطالب کے شدت قریش حضرت پر بلائے عظیم ہو گئی اور سوائے حضرت علیؑ کے جو ابھی نوعمر تھے کوئی ایسا یاور و مددگار نہ تہا کہ مظالم قریش سے محفوظ رکھہ سکتا۔ اندرون خانہ کی مونس تنہائی حضرت خدیجہ بھی ساتھ چھوڑ گئیں اب حضرت مکہ میں پنہاں رہنے لگے۔ زیادہ تر درۂ حرا میں مخفی رہتے یا وادی کوہ حجون میں۔ مکہ خاص میں بوجہ سخت مخالفت قریش امید کامیابی نہ دیکھکر حضرت نے بالآخر مضافات میں جاکر تبلیغ کرنیکا ارادہ کیا اور اپنے رفیق غلام زید کو ساتھ لیکر اول آپ قبیلہ بنی بکر وائل کے پاس گئے اور انکو دعوت اسلام دی کسی نے قبول اسلام نہ کیا وہاں سے ایک دوسرے قبیلہ کیطرف تشریف لے گئے اول تو وہ آپکی نصرت پر آمادہ ہوئے مگر پھر منحرف ہو گئے۔ وہاں سے طایف تشریف لے گئے یہاں پر دس روز قیام کیا اور دعوت اسلام کی مگر بسبب شدت جہالت کے کسی نے اسلام قبول نہ کیا بلکہ قبیلہ ثقیف کے روساء میں سے تین بھائی عبدیالیل و

جبیب و مسعود پسران عمرو بن عمیر نے اشرار کو بہکا کر حضرت پر پتھر برسوائے جس سے زید کا تو سر پھٹ گیا اور حضرت کے بھی ساقہائے مبارک زخمی ہوئے۔ وہاں سے واپسی میں حضرت دم لینے کے طور پر ایک باغ میں جو عتبہ و شیبہ کا تہا جو دشمنان میں سے تھے بیٹھ گئے اور خدا سے دعائے نصرت فرماتے تھے۔ مالکان باغ بھی اتفاق سے اس روز موجود تھے۔ انہیں دیکھکر حضرت کو کسیقدر اندیشہ ہوا مگر انہوں نے یہ حال خستگی حضرت کا معلوم کرکے اپنے ایک غلام نصرانی عداس نامی کی معرفت کچھ انگور حضرت کے پاس بھجوائے حضرت نے بسم اللہ کہکر تناول فرمانا شروع کیا۔ غلام مذکور بسم اللہ سنکر متعجب ہوا حضرت سے دریافت کیا کہ یہ آپ نے کیا کہا۔ میں نے اس ملک میں سوائے تمہارے خدا کا نام کسی سے نہیں سنا۔ حضرت نے بعد سمجھانے اصول و عقائد اسلام کے اس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے اس نے کہا وہ نینوی نصرانی ہے حضرت نے فرمایا کہ تو بندہ صالح یونس بن متی کے قریہ کا رہنے والا ہے۔ اس نے استعجاب سے پوچھا کہ آپ یونس کو کیا جانیں تب حضرت نے فرمایا کہ وہ میرے بھائی تھے وہ بھی خدا کے پیغمبر تھے اور میں بھی خدا کا رسول ہوں۔ عداس یہ سنکر حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور ایمان لایا۔

واپسی مکہ و ادائے عمرہ

طایف سے واپس ہوکر حضور ایک شب وادی نخلہ میں مقیم رہے جہاں کے متعلق روایات ہیں کہ ایک گروہ جنوں کا مشرف باسلام ہوا۔ یہاں معلوم ہوا کہ اشرار مکہ پھر آمادہ آزار حضرت ہیں۔ حضرت نے کوہ حرا پر مقام کیا اور قریش میں سے ایک شخص کو جو مسلمان ہو گیا تہا اخنس بن شریک کے پاس بھیجا کہ وہ حضرت کو بغرض ادائے عمرہ اپنی پناہ میں لیلے مگر اسنے بوجہ مخالفت قریش اسکو منظور نہ کیا۔ پھر سہیل بن عمر کے پاس بھیجا اس نے بھی قبول نہ کیا پھر مطعم بن عدی کے پاس بھیجا اسنے محض زمانہ عمرہ کے واسطے منظور کر لیا چنانچہ حضرت اسکے یہاں مکہ میں آگئے اور بحفاظت ملازمان مطعم ارکان عمرہ بجالائے۔ ابوجہل نے اس پر بھی حضرت کو ہلاک کرنا چاہا تہا مگر محافظان مطعم نے باز رکہا۔ اسموقعہ پر بھی حضرت نے تبلیغ کو نہ چھوڑا مگر بوجہ مخالفت اہل مکہ کوئی کامیابی نہ ہوئی۔

عقد حضرت با عائشہ و سودہ

اسی سال حسب رائے خولہ بنت اسد حضرت نے عائشہ بنت ابوبکر سے عقد کیا جو اسوقت صرف ۶ سال کی تہیں بوجہ صغر سنی زفاف موقوف رہا اور تین سال بعد مدینہ پہنچکر ہوا۔ حضرت نے سودہ دختر زمعہ کے ساتھ عقد کرکے زفاف کیا یہ سودہ پیشتر زوجہ سکران بن عمر کی تھی جو مسلمان ہوکر حبشہ ہجرت کر گئے تھے اور وہاں انکے شوہر کا انتقال ہو گیا تہا۔ اس عمر میں عائشہ کے عقد کے اسباب و روایات پر لطف ہیں مگر میرے موضوع کے خلاف ہیں تاہم تاریخ آئندہ بتلائے گی کہ اس عقد میں کیا پولیٹکل مصلحت تھی ورنہ جبیر ابن مطعم کے لڑکے سے منگنی چہڑا کر یہاں نہ کی جاتی۔ انکا مہر بھی خلاف دیگر ازواج رسول کے صرف اسباب خانہ داری ہیچ قیمتی پچاس درہم مساوی بارہ روپیہ سکہ انگریزی کے ہوتا ہے مقرر ہوا تہا جس کمی مہر کی وجہ سے اس عقد پر عقد متعہ کا شبہ کیا جاتا ہے۔ بوجہ لال گون رنگ رخسار انکا لقب حمیرا مشہور ہوا۔

سال یازدہم بعثت معراج شریف

ب
رسم ہر نظر
۱۷ رمضان سال یازدہم بعثت میں واقعہ معراج حضرت کا ہوا۔ یہ واقعہ بھی مثل نزول وحی و معجزات وغیرہ کے آجکل اختلافی ہوگیا ہے اور بظاہر عقول مادی و اسبابی کےلیئے یہ بھی حیرت انگیز کہ ایک انسان جسم مادی کیساتھ کسطرح عالم ملکوت یا لاہوت کیطرف صعود کر سکتا ہے اور اسیوجہ سے اسلام میں بھی بعض مادہ پرست فرقے اپنی کجی عقل کیوجہ سے حضرت کی محض روحانی معراج کے ہی قائل ہوکر رہ گئے اور معراج جسمانی سے انکار کر گئے۔ حالانکہ اگر وہ ذرا اس بات پر غور کر لیتے کہ آپکا جسم طہر مادی تہا یا نوری تو یہ دشواری حل ہوجاتی۔ علاوہ ثبوت نقلی کے جو حضور کے اقوال "اول ما خلق الله نوری" یا "انا و علی من نور واحد" یا اسی قسم کی اور بہت سی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے ایک بین ثبوت جو سب کے مشاہدہ میں آیا ہوا تہا یہ تہا کہ آپکے جسم کا سایہ نہ تہا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جسم مبارک کو مادہ کثیفہ سے کچھ تعلق و علاقہ نہ تہا۔ ورنہ ضرور حاجب انوار ہوکر مستلزم سایہ کا ہوتا۔ سایہ نہونا۔ کافی دلیل نورانیت کی ہے جس کے صعود میں کوئی محل اشتباہ نہیں رہتا ٭ جو لوگ انفاظ "مثلکم" یا "منکم" یا اسی قسم کے اور الفاظ سے آپ کے جسم کو مادیت کا خلعت پہناتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ کیونکہ ان سے مراد صورت ہے نہ کہ خلقت یا حقیقت ٭

از روئے فلسفہ قدیم و جدید
دوسرے رسائی قرب قدس الٰہی جو مقصود معراج ہے اسکے واسطے صعود کی کیا ضرورت تھی اسکے واسطے بلندی و پستی مقامی کیسی تیسرے فلسفہ و ہیئت قدیمہ کے لحاظ سے بھی بموجودگی قاسر ہر شئے اپنے حیز کو چھوڑ سکتی ہے اور یہاں قاسر براق موجود تہا۔ فلسفہ جدیدہ کی روسے کشش کی کمی و زیادتی ایک مادہ کی دوسرے مادہ کیطرف نقل و حرکت و جذب کا باعث ہوتی ہے پس اگر عالم لاہوت کی روح مجرد کی کشش نے آپ کی روح کو اپنی طرف کھینچ لیا اور وہ روح جسم کو بھی چاہے وہ مادہ ہی کا کیوں نہو اپنے ساتھ لے گئی تو تعجب کی کیا بات ہے کیونکہ ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کہ ذرا سی برقی یا دخانی قوت ہزاروں مادی اشیا کو اپنے ساتھ کھینچ لیجاتی ہے اُس پر تو اتنا تعجب نہیں ہوتا اور حضرت کی قوت روحانی کے جو در اصل ایک قوت برقی ہی ہے جسم کو اپنے ساتھ لیجانے میں شکوک پیدا ہوتے ہیں حالانکہ وہ جسم جسم مادی بھی نہیں ہے ایسی عقول و انکی کمزوریاں قابل افسوس ہیں ٭

جواب الزامی
فلسفہ جدیدہ کے ماننے والے حضرت عیلے و حضرت ادریس کے صعود جسمانی سے اول منکر ہوں تب کہیں آنحضرت کے صعود سے بھی انکار کا موقعہ ملسکتا ہے۔ تعجب ہے کہ عقیدہ اہل ہنود میں محض ریاضت کنندگان کا زندہ عالم قدس میں پہنچ جانا اور اعتقاد یہود و نصاریٰ میں حضرت ادریس و عیلے کا زندہ عالم بالا میں جانا۔ مذہب مجوس میں زردشت کو معراج جسمانی

ہونا خلاف قیاس نہو مگر حضرت کی معراج جسمانی خلاف قیاس سمجھی جاوے۔ باوجودیکہ زمانہ موجودہ کے محققین پر پورے طور سے روشن ہو کہ انسان میں جو قوت برقی یعنی روح ہے اسکے تزکیہ و ترقی دینے سے انسان صدہا ایسے کام کرنے پر قادر ہو جاتا ہے کہ جو مادیت سے قطعی ناممکن معلوم ہوتے ہین لہذا ان مسلمانوں پر افسوس ہے جو آنحضرت کے کمال تزکیہ روحانی و خلقت نورانی کے قایل ہوتے ہوئے بہی آپ کی معراج جسمانی کو خلاف قیاس سمجھکر اسکے منکر ہوتے ہیں اب مین استدلالی راستہ کو چہوڑکر جو میرا مطمع نظر نہیں تہا مگر ذکر آجانے پر مختصر سی روشنی ڈالدینی پڑی۔ واقعات پر جو میرا مقصود اصلی ہے آتا ہوں ٭

تاریخ ومقام معراج

معراج حضرت کے تعین اوقات ومقام مین بہی بہت سے اختلافات ہیں بعض شب شنبہ ۱۷ رمضان و بعضے ۱۲ رمضان سال یازدہم بعثت میں بتلاتے ہیں بعض کا قول ہے کہ چھ ماہ قبل از ہجرت مدینہ ہوئی بعض کہتے ہیں کہ ماہ ربیع الاول سال اول بعثت میں بعض کے نزدیک ۲۷ رجب سنہ ہیں و بعض سال دوازدہم از بعثت بتاتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ حضرت کو دو مرتبہ معراج ہوئی بعض روایات سے اس سے بہی زیادہ مرتبہ معراج کا ہونا ظاہر ہوتا ہے اتفاق اہل سیر یہ ہے کہ گیارہویں سال بعثت یعنی ابتدا اسلام انصار میں معراج ہوئی جس کی مفصل کیفیت مبسوط کتب اسلامی میں موجود ہے

کیفیت معراج شریف

مختصراً اس طور پر ہے کہ عظمت الہی کا دل کی آنکہونسے دیکہنے والا ایکروز مکان اُم ہانی خواہر علیؑ بن ابیطالبؑ بروایتے شعب ابیطالب میں تہا رات کی تنہائی و سناٹا ہے اور اپنے معبود حقیقی کی یاد میں مصروف اور عشق الہی میں محو ہے اور اس متصورانہ عالم میں اسکا دماغ و خیال ایک روحانی عالم کی سیر کر رہا ہے اُسکا نفس اپنی فطری شان سے کام کر رہا ہے اور کوئی اسکے آزادانہ عمل میں حارج نہیں ہے پر ایک عجب حالت محویت طاری ہے کہ وہ افکار و اذیتیں جو اس عالم مادی میں تکلیف دہ تہیں اُن کی یاد بالکل محو ہو کر ایک غیر معمولی اطمینان و راحت محسوس ہو رہی ہے۔ بہول گیا ہے کہ ہم اسکے علاوہ بہی کوئی چیز ہین۔ اب نفس مادہ پر غالب ہے کہ روح کی اُسکے مرکز اصلی کیطرف سے کشش شروع ہوتی ہے اور روح القدس پیک رب جلیل یعنی جبرئیل امین پیام لاتے ہیں کہ یا نبی اللہ تیار رہیے منشا خالق حقیقی ہے کہ اب آپکو اپنی آیات کبرے اور آپکے منازل ارتقا کی سیر کرائی جائی یہ ہے آواز غیبی الہامی پر لبیک کہنے والا ابہی اپنے عالم محویت میں فوراً کہڑا ہو جاتا ہے اور برہبری روح القدس روانہ ہو کر درمیان صفا و مروہ پہنچتا ہے۔ جہاں پر اسکو ایک ایسا مرکب نورانی نظر آتا ہے جو ان مراکب آلات سے کے مثل نہیں ہے جس کو عالم مادی میں کام میں لایا جاتا ہے جسکو اسکے عنصر نوری و قوت برقی کے لحاظ براق کہا گیا ہے جسکے ذریعہ سے مسجد الحرام سے آن واحد میں مدینہ منورہ پہنچایا جہاں حسب ہدایت روح القدس دو رکعت نماز ادا کی گئی پہر اسی ذریعہ سے طور سینا پہر بیت اللحم مولد حضرت مسیح پہ پہنچکر دو رکعت نماز ادا کی گئی جہاں سے بیت المقدس و بروایتے مسجد اقصیٰ پر پہونچے یہ وہ منزل ہے جہاں تک پہنچنے پر انبیا سابق کو علی قدر استعداد مدارج ارتقا عطا ہوئے تہے

جسکے دروازہ کو باب المعراج کہتے ہیں۔ یہاں بھی دو رکعت نماز خالق متعال ادا کی گئی جس میں آپکو معلوم ہوا کہ بعض انبیا سابق نے جن کی حد ارتقا یہیں تک محدود تھی آپ کی اقتدا کی۔ اب اس سے زیادہ عروج شان کا آغاز ہوتا ہے اور طبقات سماویہ وعوالم روحانیہ کی سیر شروع ہوتی ہے اب یہ آثار الہیہ کا مشاہدہ کرنے والا اپنے آپ کو اس عالم میں پاتا ہے کہ مادہ و مادیت سے بالکل نکلکر وہ بلا کسی ذریعہ کے ایک غیر مادی وحدت وعظمت کیطرف بڑھ رہا ہے اس متین بلند روی کے ادراک نے ایک غیر معمولی خود فراموشی کی حالت پیدا کر دی ہے۔ یہ دیکھ رہا ہے کہ ہم ان آلات سے نہیں بڑھ رہے ہیں جنہیں ہم عالم مادی میں کام میں لاتے ہیں اور اس وقت کی سیر کا کروڑواں حصہ بھی ہمارے اعضاء وآلات مادی طے نہیں کر سکتے۔ منازل ارتقا انبیاء اولوالعزم ہی پیچھے رہ گئے روح القدس نے بھی اپنی حد سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچکر اور یہ کہکر کہ اگر یک سر مو برتر پرم ؛ فروغ تجلی بسوزد پرم ؛ ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ ایک کشش ہے کہ اس نفس قدسی کو اس بڑے اور نامتناہی خزانہ کیطرف لیئے جارہی ہے جسکا یہ خود ایک مختصر سا نمونہ ہے۔ یہانتک کہ "قاب قوسین او ادنیٰ" کی وہ منزل آتی ہے جسکے بعد "نفس خود" کے جزو قدرت لامحدود ہوکر اور اپنے مرکز اصلی میں جذب ہوکر فنا ہونیکا اندیشہ ہوتا ہے یہاں پہنچنے پر اس لامحدود نور مجرد کی شعاؤں نے اس نفس خالص کو براہ راست منور کر دیا اور منزل "دنیٰ فتدلیٰ" سے تمامی مراحل راہ مستقیم ومنازل تسلیم طے کرتے ہوئے اور پھر یہ نفس قدسی بغرض ہدایت واصلاح خلق اسی عالم مادی کیطرف واپس کیا گیا ؛

شاگرد کی منزل ارتقا

ناظرین اس ذات مقدس کے کمال ارتقا کی حد کو کوئی کیا تصور کر سکتا ہے جسکے شاگرد رشید علیؑ ابن ابیطالب کی جسکے قلب صافی پر اسی نور مجرد سے منور روشن دل کا پورا انعکاس ہوا ہے منازل ارتقا کے ادراک میں عقول بشری عاجز ہیں۔ جسکا مشہور مقولہ ہے اَنَا الَّذی نظرت فی عالم الملکوت فلم اجد شیئاً غیری قد غاب (میں وہ شخص ہوں ہوں جس نے عالم ملکوت کیطرف نظر کی یعنی اپنے تصور کو مصروف کیا پس اپنے سوا کسی کو نہ پایا یہ تحقیق کہ غیر غایت تھا) ومنا مرتضوی جسکو حضرات صوفیہ غلطی سے وحدت وجود انا الحق کیطرف لے گئے اور اور لوگوں نے نہ معلوم کیا کیا سمجھا ؛

واپسی بعد معراج واظہار حالات

واپس آکر حضرت نے صبحکو وہ سب واقعات ومشاہدات علی قدر ضرورت لوگوں سے بیان اور بعض مشاہدات روز میں جو اثنا راہ میں ہوئے تھے ظاہر کئے جو صحیح وسچے ثابت ہوئے مگر باوجود اسکے بھی مشرکین نے حضرت کا استہزا کیا اور جھٹلایا

ابتدا اسلام انصار مدینہ

اس سال ماہ رجب میں بزمانہ عمرہ تبلیغ حضرت سے چھ آدمی باشندگان مدینہ جو قبیلہ خزرج سے تھے مسلمان ہوئے جنکے نام یہ ہیں اسعد بن زرارہ۔ عوف بن الحرث بن عفراء۔ رافع بن مالک بن عجلان قطبہ بن عامر بن حدیدہ عقبہ بن عامر بن نابی جابر بن عبداللہ بن رباب مگر بعض تواریخ میں صرف دو اشخاص اسعد بن زرارہ وذکوان بن قیس کی اول مسلمان ہونیکی نسبت لکھا ہے جسکی کیفیت یہ ہے کہ مدینہ کے دو قبیلوں اوس اور بنی خزرج میں ایک جنگ ہوئی تھی جس میں قبیلہ اوس

غالب آیا تھا بنی خزرج میں سے دو شخص اسعد بن زرارہ و ذکوان بن عبد قیس بزمانہ عمرہ بغرض طلب امداد اہل مکہ آئے تھے اور یہ عتبہ بن ربیعہ کے یہاں مقیم ہو کر طالب امداد ہوئے۔ عتبہ نے جواب دیا کہ آجکل یہاں خود لوگ پریشان ہیں ہم میں سے ایک شخص محمد دعویٰ پیغمبری کر رہا ہے اور ہمارے خداؤں اور بزرگوں کو برا کہتا ہے ہم میں خود نزاعات درپیش ہیں اسکی زبانی بعثت و تبلیغ حضور کا حال سنکر انکو اشتیاق ملاقات حضرت کا ہوا اور باوجود ممانعت عتبہ کے اسعد خفیہ خدمت نبوی میں حاضر ہوکر مستفسر عقاید و تعلیمات حضرت کا ہوا حضرت نے عقاید اسلامی و ہدایات ربانی اس سے بیان فرمائے اور چند آیات قرآنی تلاوت فرمائیں جنسے متاثر ہو کر وہ بصدق دل ایمان لایا اور اسکے بعد ذکوان بھی ایمان لایا۔ ان لوگوں نے مدینہ میں جا کر سب حال حضور کی بعثت اور تعلیمات کا بیان کیا اور عقاید اسلامی کی خوبیاں ظاہر کیں جسکی مدینہ میں شہرت ہوگئی بعضوں نے یہ واقعہ زمانہ محصوری شعب ابیطالب کا بیان کیا ہے اور ممکن ہے کہ اسعد و ذکوان اسوقت مسلمان ہو کر گئے ہوں اور اس سال یہ پانچ آدمی اور اسعد کے ساتھ آکر مشرف باسلام ہوئے ہوں اور یہی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے ؛

سال دوازدہم بعثت بیعت عقبہ اولیٰ

بیعت عقبہ اولیٰ

اس سال بارہ آدمی مدینہ سے بغرض حج و طواف خانہ کعبہ مکہ میں آئے جو یہ تھے سعد بن عبادہ۔ اسعد بن زرارہ۔ عوف و معاذ پسران عفراء۔ رافع بن مالک۔ منذر بن صامت۔ یزید بن ثعلبہ۔ عتبہ بن عامر۔ قطبیہ بن عامر بن حدید۔ ابو الہاشم بن التیہان عویم بن ساعدہ۔ عقبہ بن رفیع۔ ان میں سے علاوہ ان لوگوں کے جو پہلے مسلمان ہو چکے تھے باقی بھی حاضر خدمت حضور ہو کر حسب ہدایت و تعلیم حضرت مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت نے ان سب کو مشرکین قریش سے مخفی طور پر مقام عقبہ میں جمع کیا اور یہاں پر سب سے عہد و پیمان لیئے کہ دین اسلام پر مضبوطی سے قایم رہیں گے اور ہر امر میں حضرت کے حکم و ہدایت پر عمل کرینگے اور جو لوگ مسلمان ہوں انکی اور حضرت کی ہر طرح پر اعانت و حفاظت کرینگے۔ چنانچہ سب نے دست حق پرست حضرت پر عہد و پیمان کر کے بیعت کی۔ یہ پہلی بیعت یعنی عہد و پیمان متابعت و مقاومت تھی جو اسلام میں ہوئی اور اسکو بیعت عقبہ اولیٰ کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے مشرکین مکہ کے مظالم سنکر اور حضرت کی تنہائی دیکھکر حضرت سے استدعا کی کہ حضرت انکے ہمراہ مدینہ تشریف لیچلیں وہ ہر طرح پر حضرت کی حمایت و حفاظت کرینگے اور اشاعت دین اسلام میں سعی کرینگے مگر یہ مطیع ربانی جو اپنے تمام امور کو مالک حقیقی کی سپرد کر چکا تھا منتظر حکم الٰہی تھا۔ علاوہ اسکے اسکی دور اندیش طبیعت نے بھی ابھی اپنے آپ کو غیر کفو لوگوں کے قابو میں دیدینا مناسب نہ سمجھا کیونکہ اگرچہ وہ مسلمان ہو چکے تھے اور بیعت بھی کر چکے تھے مگر عملی طور پر ابھی کوئی تجربہ انکے قیام عہد کا نہ ہوا تھا اور جواب میں فرمایا کہ ابھی مجھے ہجرت کا حکم پروردگار عالم کیجانب سے نہیں ہوا ہے مگر ساتھ ہی اسکے ان لوگوں

کی دلشکنی کے خیال سے ان کی خواہش کی بموجب مصعب بن عمیرہ کو جو شعب میں بہی حضرت کیساتہہ رہے تہے اور جنکے اعزہ بوجہ قبولی اسلام کے انپر طرح طرح کے مظالم کرتے تھے امتحاناً ان لوگونکے ساتہہ بغرض تعلیم و تلقین و تبلیغ روانہ فرمایا تاکہ اخوان مظالم سے بہی نجات ہوگی اور اہل مدینہ کیحالت اور طرز عمل کا بہی تجربہ ہوجائیگا۔ یہ امر حضرت کے اعلیٰ درجہ کے تدبر پر روشنی ڈالتا ہے۔ مصعب اُن لوگوں کیساتہ مدینہ گئے اور اسعد بن زرارہ کے یہاں مقیم ہوئے اور دعوت اسلام شروع کی چونکہ طبائع مردمان مدینہ کی بمقابلہ اہل مکہ کے جو ضدی جاہل تھے کسیقدر نرم اور معقول پسند تہیں تعلیمات اسلامی سے جن میں معقولیت و حقانیت کی روشنی نمایاں تھی وہانکے لوگ مسلمان ہونے لگے اور مصعب کیساتھ اہل مدینہ نے اپنے عہد پیمان کی پوری پابندی کا اظہار کیا۔ مصعب قبیلہ در قبیلہ آزادی سے جاتے تھے اور دعوت اسلام کرتے تھے قبیلہ بنی ظفر اور بنی الاشہل میں اکثر آدمی مسلمان ہوئے۔ اسعد بن زرارہ کی خالہ کے بیٹے سعد بن معاذ کو جو یہ خبر ہوئی تو وہ غضبناک ہوا اور اسید بن حضیر کو مبلغ اسلام مصعب کی سرکوبی کو روانہ کیا جو تلوار لیکر مصعب کے پاس آیا مگر جب مصعب سے آیات قرانی اور تعلیمات دین الہی سنے تو وہ فوراً مسلمان ہوگیا۔ سعد اسپر خود غضب میں بہرا ہوا آیا مگر اسکو بہی حقانیت اسلام کے آگے تسلیم خم کرنا پڑا اور وہ بہی مسلمان ہوگیا۔ اور اُسنے اپنے تمام قبیلہ کو باظہار محاسن اسلام مسلمان کیا۔ پہر تو یہاں جوق جوق لوگ مسلمان ہونے لگے مصعب یہ تمام اخبار ترقی اسلام حضرت کو پہنچاتے رہے تہے اور پہر خود بہی بشوق زیارت حضرت مدینہ سے آکر قدم بوس حضرت ہوئے ۔

مسلمانان مکہ کو اجازت ہجرت مدینہ دی گئی

اخبار و حالات اہل مدینہ سُن سنکر حضرت کو بیحد مسرت ہوتی تہی مکہ میں جو جو مسلمان اور ہوئے تھے اور اہل قبیلہ کیطرف سے انپر سختی تہی حضرت نے انکو بہی حکم دیدیا تہا کہ وہ متفرق طور پر مدینہ چلے جائیں چنانچہ یہاں کے سب آدمی مدینہ چلے گئے جو مسلمان مکہ سے مدینہ جاتے تھے بنی خزرج نہایت فراخدلی سے انکو اپنے یہاں جگہ دیتے تھے اور ہر طرح کے شرائط مہمانداری ادا کرتے تھے ۔

رسول کی محبت

قربان الفت و اخلاق محمدی کہ اپنی جان کی جو ہر وقت مشرکین مکہ کے ہجوم ظلم و طغیان میں معرض خطر میں تہی کہ علانیہ طور پر رہ بہی نہ سکتے تہے کچہہ پرواہ نہیں کیجاتی اور محافظت امت کو مقدم سمجھکر انکو بلا لحاظ اس امر کے کہ آپ بالکل تنہا رہجائینگے اجازت ہجرت عطا فرمادیجاتی ہے جو بغیر وجدان حقیقی و کمال ایقان وعدہ ہائے لم یزلی ممکن نہیں ۔

آغاز و سبب مخالفت در مدینہ

مدینہ میں جہاں اشاعت اسلام شروع ہوکر روبہ ترقی تہی ایک بنیاد مخالفت کی بہی قایم ہوگئی جس کی وجہ یہ تہی کہ بعد مصالحت قبائل اوس و خزرج کے بنی خزرج میں سے عبداللہ بن ابی سلول کی نسبت جو سردار قبیلہ خزرج تہا دونوں قبائل کی سرداری کی رائے تہی جسکے واسطے ایک تاج امارت بہی تیار کرایا گیا تہا جو ابہی ناتمام تہا۔ لیکن اب جبکہ تبلیغ اسلام شروع ہوگئی اور حضرت سے بیعت ہوگئی تو معاملہ اُس کی امارت کا التوا میں پڑگیا۔ اسوجہ سے عبداللہ بن ابی سلول کو مخالفت قلبی

پیدا ہوگئی جسکے نتایج و آثار آیندہ ظاہر ہوں گے ؛

سال سیزدہم بعثت بیعت عقبہ ثانیہ

سال سیزدہم

اس سال بہت سے مسلمان و مشرکین مدینہ طواف خانہ کعبہ کو آئے جو قریب ۷۰ آدمیوں کے قبیلہ اوس و خزرج سے تھے ۔ عبداللہ بن ابی سلول بھی اُن میں تھا ۔ ایک رات کو اُنمیں سے جو مسلمان ہو گئے تھے پھر شعب عقبہ میں جمع ہوئے حضور بھی معہ اپنے چچا عباس کے جو اسوقت تک مسلمان نہوئے تھے تشریف لائے ۔ اہل مدینہ نے پھر حضرت سے اصرار کیا کہ حضور مدینہ تشریف لیچلیں

بیعت عقبہ ثانیہ

حضرت عباس سے بوجہ الفت خونی خاموش نرہا گیا اور جوش محبت میں کہا کہ "اے اہل مدینہ محمدؐ یہاں تو اپنے شہر اور اعمام میں ہیں ورتم انکو اپنے یہاں مدعو کرتے ہو جہاں پر یہود جو اُنکے سخت دشمن ہیں ۔ موجود ہیں اگر تم مستحکم عہد و میثاق کرو کہ ہر طرح جان و مال سے اُن کی حفاظت کروگے اور ہر امر دینی اور دنیوی میں اُنکا اتباع کروگے اور اپنے عہد پر قایم رہوگے تو البتہ ہم محمدؐ کو تمہارے یہاں بہیج سکتے ہیں" ۔ یہ تقریر حضرت عباس نے ممکن ہے کہ نو مسلمین مدینہ کے قلوب یا اس ہادی برحق کے اثر تعلیم و ہدایت کے جانچنے کیوجہ سے کی ہو یا محض بتقاضائے فطری ہو بہرحال اسعد بن زرارہ نے اس کی جوابی تقریر نہایت پرجوش الفاظ میں کی اور منجانب عام مسلمانان مدینہ جملہ امور پیش کردہ کا نہایت جزم و استحکام کیساتھ اقرار کیا اور اپنے ہادی کے دست حق پرست پراز سر نو سب نے بیعت کی جس کی ابتدا اسعد بن زرارہ و بروایتے ابوالہاشم بن التیہان نے کی حضور نے ارشاد فرمایا "قل الدم الدم والهدم الهدم انتم مني وانا منكم احارب من حاربتم واسلم من سالمتم" ۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے اور یہ لوگ انصار کے نام سے نامزد ہوئے ؛

تقرر نقبا اسلام

اسکے بعد بروایت روضۃ الصفا اس بانی اسلام نے ان میں بارہ نقبا حسب ذیل منتخب کئے نو قبیلہ خزرج میں سے اور تین قبیلہ اوس میں سے بنی خزرج میں سے : اسعد بن زرارہ ۔ براء بن معرور ۔ رافع بن خضیر بن مالک بن عجلان ۔ سعد بن عبادہ ۔ سعد بن ربیع ۔ عبادہ بن صامت بن عبداللہ ۔ عمرو یا عبداللہ بن رواحہ ۔ عبداللہ بن خرام ۔ منذر بن عمیر بن جیس ۔ بنی اوس میں سے : ابوالہیثم بن التیہان ۔ اسید بن خضیر رفیع ۔ سعد بن خیثمہ ۔ ان سب کو مثل حواریان حضرت عیسےٰ کفیل و وکیل دین کا مقرر کیا جنہوں نے کفالت مذکور منظور کی ؛

قریش کی چڑہائی

حضرت نے انصار کو متفرق کردیا ۔

قریش کو بھی اس اجتماع و بیعت کی خبر لگ گئی وہ تلواریں لیکر چڑھ آئے ۔ انکی آمد کی خبر پاکر انصار نے حضرت سے اجازت مقابلہ و جنگ کی چاہی مگر اس متبع احکام الٰہی اور دور بیں نبی نے ارشاد فرمایا کہ ابھی ہمکو حکم جہاد بالسیف کا نہیں ہوا ہے تم لوگ سب قبل انکے پہنچنے کے مخفی طور پر متفرق ہو جاؤ چنانچہ سب متفرق ہو گئے مشرکین پہنچے اور کسیکو نہ پایا تو واپس

چلے گئے۔ یہ اس مصلح نبی کی سبق آموز ہدایت ورائے تھی وہ دکھلانا چاہتا تھا کہ وہ بغیر حکم الٰہی کچھ نہیں کریگا۔ دوسرے یہ کہ غرض بعثت اس کی ہدایت خلق و اجماع بین الناس ہے نہ مقابلہ و جنگ تیسرے یہ کہ جہاد بالنفس اوّل منزل اسلام کی ہے اسکے طے کرنیکے بعد جہاد بالسیف کی قابل ہوسکتا ہے دنیاوی و سیاسی نقطۂ نظر سے بھی ایسی حالت و موقع پر جبکہ تعداد موافق کی اسقدر قلیل اور حالت بالکل ابتدائی ہو اس سے بہتر کوئی تدبیر ورائے نہیں ہوسکتی تھی اسوقت میں مقابلہ جنگ سے نہ صرف نقصان عظیم بلکہ اسلام کے خاتمہ کا باعث ہوجاتا ۔

…کی مزید جانچ

صبحکو جو مشرکین کو اس بیعت کی کچھ زیادہ تحقیق مدنظر ہوئی تو صنادید قریش بنی خزرج کے پاس گئے اور کہا کہ ہمنے سُنا ہے کہ تمنے محمدؐ سے بیعت کی ہے اور عہد کیا ہے کہ محمدؐ کو ہمارے درمیان سے اپنے یہاں لیجاؤ اور پھر ہمسے جنگ کرو۔ بنی خزرج میں سے جو لوگ بھی مسلمان نہوئے تھے اور اس حال سے بیخبر تھے انہوں نے قسم کھائی کہ ہمکو اس واقعہ کی خبر تک نہیں۔ تب وہ عبداللہ بن ابی سلول کے پاس جو سردار قبیلہ تھا گئے۔ چونکہ وہ بھی شریک بیعت نہ کیا گیا تھا اسنے کہا کہ مجھے یقین نہیں ہوتا کہ میری قوم میرے مشورہ کے بغیر ایسا کرتی۔ چنانچہ قریش مطمئن ہوکر واپس چلے گئے۔ اور سب لوگ بعد فراغت حج واپس و متفرق ہوگئے ۔

دوسرے روز قریش کو اُس خبر کی پوری تصدیق ہوگئی۔ اُن کی جبلی خباثت نے اُبھارا کہ انصار کے تعاقب میں چلے سعد بن عبادہ و منذر بن عمرؓ انکے ہاتھ آگئے جنکو پکڑ کر وہ لوگ مکہ لے گئے۔ اور ارادہ قتل کا کیا مگر بعض عقلاء نے روکا اور کہا کہ ہماری تجارت کا بڑا تعلق مدینہ سے ہے مصلحت یہی ہے کہ انکو چھوڑ دو ورنہ بڑا فتنہ پھیلیگا۔ تب انکو چھوڑ دیا گیا ۔

اب کفار قریش اور زیادہ درپے آزار حضرتؐ اور مسلمانونکے ہوگئے۔ تب حضرتؐ نے باقی ماندہ مسلمانوں کو بھی حکم دیدیا کہ وہ مدینہ کو چلے جائیں چنانچہ یکے بعد دیگرے روانہ ہونے شروع ہوگئے۔ اب سب سے اوّل جسنے ہجرت کی وہ مصعب بن عمیرؓ تھے جو مدینہ سے واپس آگئے تھے اور بقولے ابوسلمہ بن عبدالاسد تھے جو حبشہ سے واپس آگئے تھے ۔

سال چہاردہم بعثت یعنی سنہ ۱ھ

ہجرت نبوی از مکہ بجانب مدینہ علیؑ بستر رسولؐ پر

ہجرت رسول بمدینہ

حضرتؐ نے ایک روز خواب دیکھا تھا کہ آپ نے مکہ سے ایک نخلستان کو ہجرت کی ہے جو درمیان دو سنگستان کے ہے جسکو حضرتؐ نے مسلمانوں سے بیان کردیا تھا۔ اب بعد ہجرت مسلمانونکے مکہ میں مخصوصین حضرت میں بقول روضۃ الصفا سوا حضرت علیؑ اور ابوبکر کے کوئی نہیں رہا تھا۔ اس امر کی کوئی خاص وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ابوبکر کیوں رہگئے تھے ممکن ہے کہ کفار قریش بوجہ

انکے تمول کے باکسی اور وجہ سے انکے درپئے آزاد نہوتے ہوں. روضۃ الصفا نے اسکی ایک وجہ لکھی ہے کہ انکا بھی قصد سفر مدینہ کا تھا. مگر حضور نے اپنا بھی قصد ظاہر کرکے انکو توقف کی ہدایت فرمائی تھی لیکن یہ وجہ اس سبب سے صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ حضرت بغیر نزول وحی کے کوئی قصد نہیں فرماتے تھے جیسا کہ حضرت کے ہر قول و فعل سے اب تک ظاہر ہوا پس حضرت قبل نزول وحی کے کیسے قصد فرما لیتے اور اظہار قصد کرتے اور تعجب ہے کہ حضرت فاروق اکبر کیوں نہ روکے گئے جنکا تاریخ کچھ پتہ نہیں دیتی کہ آخر وہ ہیں کہاں؟

ابوبکر کی خریداری اونٹ پر نظر — صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ ابوبکر نے تہیہ سفر میں دو اونٹ خریدے تھے ایک چارسو درم کو حضرت کیواسطے (جو بروقت ہجرت بقول انکے ہی آٹھ سو درم میں حضرت کو دیا گیا) دوسرا اپنے واسطے اور انکو غذا وغیرہ دیکر تیار کیا گیا تھا (غالباً اسیوجہ سے دوچند قیمت ہو گئی ہو)

مشورہ قریش نسبت قتل رسول — غرض قریش نے جب دیکھا کہ دین محمدؐ دن بدن ترقی کرنے لگا اور اصحاب حضرت رفتہ رفتہ سب مدینہ چلے گئے اور عجب نہیں کہ وہ بھی چلے جاویں اور مسلمانوں سے ملکر بامداد اہل مدینہ مجموعی قوت سے ہمپر ہجوم کریں تو بنی اُمیہ میں سے عتبہ و شیبہ و ابوسفیان و بنی نوفل میں سے طعیمہ بن عدی و جبیر بن مطعم و حارث بن عامر و بنی عبدالدار میں سے نضر بن حارث و بنی مخزوم میں سے ابوجہل بنی سہم میں سے نبیہ و منبہ دو پسران حجاج اور بنی ہاشم میں سے ابولہب و بہت سے آدمی مقام دارالندوہ میں جمع ہوئے اور مشورہ کیا. ہشام بن عمر نے رائے دی کہ محمدؐ کو گھر کے اندر محصور کرکے غذا وغیرہ کا سامان بند کردیا جاوے بوجہ قلت غذا ہلاک ہوجائینگے. ابوالبختری نے مشورہ دیا کہ مکّہ سے بدر کردیا جاوے مگر ابوجہل نے رائے دی کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی جوان منتخب کیا جاوے جو ایک ایک تلوار لیکر رات میں حضرت کے گھر کے اندر داخل ہوکر سب یکدم وار کریں اور قتل کردیں تاکہ انکا خون تمام قبائل پر منقسم ہوجاوے. بنی عبد مناف تمام قبائل سے مقابلہ تو کر نہ سکیں گے خون بہا لینے پر راضی ہوجائینگے جو حصہ رسد ادا کردیا جائیگا. یہ رائے مقبول و منظور ہوکر جلسہ شوریٰ برخاست ہوا. بنی ہاشم میں سے ابولہب آمادہ ہوا جس کی خبر آیۃ "واذ یمکر بک... خیر الماکرین" میں دی گئی ہے۔

رسول کو خبر ہو گئی — کفار سمجھ رہے تھے کہ انکے ان خیالات اور ارادوں سے رسول بیخبر ہونگے۔ وہ قانون الٰہی کو نہیں جانتے تھے جو رسول کا ہر وقت ہادی تھا اور نہ انہیں رسول کے خیال کی قوت اور نفس کی اثر پذیری کی خبر تھی جسکو رسول نے اس قابل بنا لیا تھا کہ دوسرے کے خیالات کا صحیح انعکاس اسپر ہوجایا کرے یہ ایسا باب تھے جنہوں نے رسول کو بیحی حالتو نکے امتیاز کی قابل بنا دیا تھا اور وہ مختلف اثرات کو انکی اصلی ہیئت میں دیکھتے اور سمجھ سکتے تھے عام اس سے کہ کوئی واقف کار انکو مطلع کرے یا نہ کرے علاوہ اسکے قوت الہامی بھی انکی مؤید تھی +

رسول کو حکم ہجرت ملا

"ابن خلدون" و دیگر مورخین بھی لکھتے ہیں کہ رسول اپنے متعلق حکم باری کا انتظار کر رہے تھے۔ کہ پیک ربانی نے آکر بعد اظہار مشورہ قریش حکم سنایا کہ اب آپ جانب مدینہ ہجرت کریں۔ خدا آپ کی حفاظت کریگا ÷

مشرکین کا خانہ رسول کا محاصرہ

رات کو ۱۴ آدمی حسب مشورہ خود مکان رسول پر جمع ہوگئے کہ داخل خانہ ہوکر کام تمام کردیں رائے یہ ہوئی تھی کہ رات میں ہی داخل خانہ ہوں مگر ابولہب نے بوجہ حمیت عرب و غیرت خاندانی کہ گھر میں عورتیں بھی ہیں اسکو گوارہ نہ کیا اور ہمراہیان سے کہا کہ رات بھر ہمکو حفاظت کرنی چاہیئے اور صبحکو داخلخانہ ہونا چاہیئے تاکہ بنی ہاشم کو معلوم ہوجاوے کہ سب نے بقدرت مجموعی یہ کام کیا ہے! در ہمت انتقام ہو۔ چنانچہ اردگرد مکان کے سب جمع رہے۔ یہ شب اوّل ماہ ربیع الاول کا واقعہ ہے ÷

رسول اپنے شاگرد کو اپنے بستر پر سلاتا ہے

اب جب رسول نے دیکھا کہ سازش نے عملی جامہ پہن لیا اور اب انکا اپنے عزیز وطن میں رہنا جہاں حکم ربانی کے پہلے رہ گئے تھے اور اُس خاک پر کمر سیدہی کرنا جہاں نشو ونما پائی تہی ناممکن ہے تو بحکم الہامی آمادہ ہوئے مگر اب غور طلب یہ امر تہا کہ کس طریقہ پر دشمنوں میں سے ایسے نکلجائیں کہ انکو خبر نہو اور وہ تعاقب نہ کرسکیں (بروایت روضۃ الصفا) اب اپنے اس وفادار شاگرد علیؑ کو پاس بلایا اور ارشاد کیا یا علیؑ آج رات میں مشرکین میرے قتل کا ارادہ کرکے گرد خانہ جمع ہوگئے ہیں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تمکو اپنی جگہ بستر پہ سلاکر میں ہجرت کروں۔ لہذا تم میری سبز چادر اوڑھکر میرے بستر پہ سو رہو خدا تمہاری محافظت کریگا۔ تاکہ دشمنوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ میں نہیں ہوں" یہ وفادار شاگرد اپنی جان کے محفوظی کے ذرایع یا اسباب کے متعلق کچھ اطمینان کرنا نہیں چاہتا بلکہ سوال کرتا ہے تو کیا میرے ایسا کرنے سے آپ کی جان بچ جائیگی۔ ؟ جسکا جواب اثبات میں پاکر مطمئن ہوتا ہے کہ اسکے جان سے زیادہ عزیز مربی کو اسکی قربانی محفوظ رکھ سکتی ہے اور نہایت اطمینان و مسرت کیساتھ چادر اوڑھکر بستر رسول پر لیٹ کر سو رہتا ہے اور بقول ابن خلدون "جناب موصوف حکم باری سے علی ابن ابیطالب کو اپنی خوابگاہ میں سلاکر مکان کے باہر آئے" شاگرد اس مخدوش موقع پر رسول کا حکم بجالا رہا ہے اور رسول سطرح کھڑکی سے نکل گئے جسطرح حضرت داؤد (تنقید الکلام)

موقعہ کی نزاکت علی کا ایثار

واقعاً یہ نہایت نازک و سخت امتحان کا وقت تہا۔ ایسی حالت میں جبکہ دشمن تلواریں لیئے جمع ہیں اور یہ بالکل قابل یقین ہے کہ کفار رسول کے دہوکہ میں یا انکے بچکر نکلجانیکے غصہ میں علیؑ کو ہی قتل کردیں اور پھر ایسی حالت میں جب کہ کوئی یار و مددگار بھی موجود نہیں جو وقت پر پہنچکر بچاسکے یا کچھ مدد دیسکے ایسی نازک حالت میں اپنی جان کو رسول کے اوپر اسطرح جان لیجا کر قربان کرنے پر آمادہ ہوجانا۔ علی جیسے بہادر کے قلب مطمئنہ کا ہی کام تہا اور یہی سرفروشی دیکھکر پروردگار عالم نے بقول روضۃ الصفا
وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ کا مرصع تاج مقبولیت علی کیواسطے عطا فرمایا ÷

امین خدا کا امین

اب رسول رحمۃ للعالمین رسول بجائے غم و غصہ کے لوگوں کی حالت پر افسوس کرتا ہوا اس سرزمین کو لامعلوم مدت کیلیئے وداع

کرتا ہے جسکے راہ راست پر لانیکے واسطے اُسنے اپنی زندگی کو وقف اور اپنی راحتوں کو قربان کر دیا تھا۔ یہ دیکھنے کی بات ہے کہ اس زمانہ میں بھی کفار قریش باوجودیکہ اعتقادی صورت میں دشمن جانی تھے مگر پھر بھی اپنی امانتیں رسول کے پاس رکھ جایا کرتے تھے۔ اور یہ ہادی خلق باوجود اسکے انہیں کے ظلم و جور سے وہ اپنے عزیز وطن کو چھوڑ رہا ہے مگر اپنے فرض امانت کو نہیں بھولتا اور اپنے معتمد شاگرد کو وہ امانتیں سپرد کرکے انکے واپس کرنیکی ہدایت فرماتا ہے ؞

ہجرت رسول

رسول اپنے پاک قادر مطلق پر بھروسہ کئے ہوئے سورۂ یٰس کی آیۂ "وجعلنا من بین ایدیھم سداً ومن خلفھم سداً فاغشیناھم فھم لا یبصرون" کی تلاوت فرماتے ہوئے کھڑکی کی راہ سے دشمنوں کے درمیان سے ایسے نکل گئے کہ کسیکو بقدرت الٰہی معلوم نہ ہوا مگر اُسی اثنا میں کسی نے اُن لوگوں سے کہا یا اُنکو کچھ شبہ ہو گیا کہ محمدؐ تو نکل گئے۔ سب نے دیواروں پر جو قد آدم تھیں جھانککر دیکھا تو بستر رسالت پر انہیں کی سبز چادر اوڑھے ہوئے ایک شخص کو سوتا ہوا پایا جس سے انکو رسول کی موجودگی کا یقین ہو گیا ؞

مشرکین کا گھر میں داخلہ — علی کا اطمینان

علی الصباح مشرکین با شمشیرہائے برہنہ بارادہ قتل حضرت نبوی داخل خانہ ہو گئے جنکا پیشرو خالد بن ولید تھا۔ خوش تھے کہ آج امیدیں بر آئینگی لیکن دفعتاً اُن کی امیدیں استعجاب و یاس سے بدل گئیں جب اُنہوں نے دیکھا کہ بجائے رسول کے ایک نوجوان چادر سے منہ کھولکر نہایت اطمینان کیساتھ دیکھ رہا ہے پوچھا گیا کہ محمدؐ کہاں ہیں؟ فوراً جواب ملا۔ تمنے میری سپرد نہیں کیا تھا جو مجھ سے طلب کرتے ہو۔ ناتجربہ کار دل کے لیئے یہ دہشتناک وقت تھا جس میں ہر طرف خونی چہرے ننگی تلواریں دکھائی دیتی تھیں یہ موقعہ کسیطرح اُس اطمینان کی اُمید نہیں دلا سکتا تھا جو علیؑ سے ظاہر ہوا ؞

قصد گرفتاری علیؑ

مشرکین نے بروایت حیات القلوب و روضۃ الصفا انفعال آمیز غصہ میں ارادہ کیا کہ اس نوجوان کو گرفتار کرلیں مگر اس شیر بیشۂ شجاعت نے فوراً خالد پر ایکدم جھپٹ کر اسکی تلوار چھین لی اور مقابلہ پر آمادہ ہو گیا۔ ابولہب نے جب دیکھا کہ اب علیؑ کے پاس تلوار آگئی اب یہ آسانی سے قابو میں آنے والا نہیں اور محمدؐ نکل ہی گئے تو سب کو روکا اور کہا کہ ہمکو آپ سے کچھ مطلب نہیں اور سب واپس چلے گئے۔ علیؑ نے بھی چونکہ انکو اجازت جہاد کی نہ تھی تعاقب نہ کیا مگر اپنے اس ادائے فرض اور اسکی پوری تکمیل کی جو مسرت انکو ہوئی ہو گی وہ ظاہر ہے ؞

مسٹر ڈیون پورٹ کی تحریر متعلق واقعہ ہجرت

اسموقع کے متعلق مسٹر ڈیون پورٹ کی عبارت جو اسنے اپنی مشہور کتاب "اپالوجی فار محمدؐ" میں لکھی ہے خالی از دلچسپی نہو گی جو یہ ہے رسول نے علیؑ کو اپنی جگہ سونے اور مشہور سبز چادر اوڑھنے کا حکم دیا۔ دیوار قد آدم اونچی تھی مشرکین اکثر دیکھتے تھے اور ایک شخص کو چادر اوڑھے ہوئے لیٹا دیکھکر سمجھتے تھے کہ رسول آرام کر رہے ہیں اور اکثر پتھر بھی پھینکتے تھے جو علیؑ پر جا گرتے تھے۔ گھر کے محاصرہ کے بعد قاتل درانہ گھر میں داخل ہوئے لیکن بجائے اپنے شکار کے نوجوان علیؑ کو متانت اور تسلیم رضا سے اُس موت کا منتظر

دیکھا جو اُسکے سردار کے لیئے تجویز کی گئی تہی۔ اس قدر اظہار اخلاص نے ان خونیوں میں رحم پیدا کیا اور علیؑ سے تعرض نہ کیا گیا اسموقعہ کا علیؑ کا اطمینان و ایثار نفسی واقعی کچھ اُنکا ہی حصہ تہا جسکا نقشہ انہوں نے خود اپنے اشعار میں کہنچا ہے جو ناظرین کی مزید دلچسپی کے لیئے اعجاز التنزیل سے ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں ؞

وقیت بنفسی خیر من وطی الحصیٰ ومن طاف بالبیت العتیق وبالحجر

(میں نے اپنی جان کیعوض اُس عالی منزلت شخص کو بچایا جو پاؤنسے پتھر ریزے روندنے والوں اور خدا کے پرانے گہر اور حجر کا طواف کرنیوالوں میں سب سے افضل ہے)

رسول اله الخلق اذ مکروا بہ فنجاہ ذو الطول الکریم من المکر

(خدا کے رسول کے ساتہہ جب دشمنوں نے مکر کیا تو اوسی نے جو بڑا قدرت والا ہے اور صاحب فضل و کرامت ہے اسکو ان کے شر سے بچا لیا)

فبات رسول اللہ فی الغار آمنا موقی وفی حفظ الالہ وفی ستر

(پس رسول خدا نے اسطرح غار میں امن سے رات کاٹی کہ دشمنوں سے محفوظ اور خدا کی حفاظت اور اسکے حجاب قدرت میں رہے)

اقام ثلاثا ثم زمت قلایص قلایص یفرین الحصیٰ این ما یفری

(تین دن وہاں ٹہرے پہر ناقوں کو مہاریں دیگئیں جو ایسے تیز رفتار تہے کہ جسطرف حضرت چلتے یہ بہی پتھر اور کنکریوں کو روندتے چلے جاتے تہے)

وبت اراعیھم متی ینشر وننی فقد وطنت نفسی علی القتل والاسر

(اور میں نے دشمنوں کے انتظار میں رات کاٹی کہ کب وہ مجہہ پر حملہ کرتے ہیں اور مجھے زخمی یا گرفتار کرسکے کیونکہ بے شبہ قتل و قید سے نہ ڈرنا میری جبلی عادت ہے)

اردت بہ نصر الالہ تبتلا واضمرتہ حتیٰ اوسد فی قبر

(یہ میں نے ہر چیز سے قطع نظر کر کے محض خدا کے دین کی امداد کی نیت سے کیا اور آیندہ بہی یہی ٹہان لی ہے جب تک کہ قبر میں تکیہ لگا کر نہ لیٹوں)

اشعار علیؑ پر سرسری نظر

اشعار مذکورہ بالا میں واقعہ کی نقاشی فضل و کرامت والے خدا کے تشکر اور اپنی جبلی شجاعت ظاہر کرنیکے علاوہ آخر کا شعر جسکے اور اشعار مقدمہ تہے مصنف کے ناقابل مثال ایثار پر روشنی ڈالتا ہے جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ”میں نے کسی غرض سے اپنے کو فدیہ نہیں بنایا تہا بلکہ میری نیت محض دین خدا کی حمایت تہی“ ایک ہادی برحق کے لیئے سامان ہلاکت دیکہکر اپنے کو قربان کیا تہا کہ وہ خلایق کی رہبری کیواسطے زندہ رہے اور صرف یہیں پر اس عمل خیر کی انتہا نہیں ہو جاتی بلکہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ ”آیندہ بہی یہی ٹہان لی ہے جب تک قبر میں تکیہ لگا کر نہ لیٹوں“ کیا یہ محض شاعرانہ مبالغہ و تخیلات تہے ؟ نہیں بلکہ ناظرین دیکھیں گے کہ اس مجاہد کی عمر کا ہر لحظ اسکا پورا ثبوت دیتا ہے ؞

رسولؐ غار ثور پر پہنچے

بروایت حیات القلوب۔ رسول مشرکین سے نکلکر پیدل جانب مدینہ روانہ ہوئے۔ بروقت روانگی راستہ میں اتفاق سے ابوبکر ملگئے اور مستفسر ہوئے کہ رات میں آپ کہاں جاتے ہیں وقت نازک تہا افشا راز میں اندیشہ تہا بمصلحت انکو بہی ساتہہ لیلیا

گیا۔ اور بروایتے ہند بنت ابی ہالہ بھی راستہ میں ملا تھا وہ بھی ساتھ لے لیا گیا تھا۔ غار ثور پر پہنچکر ابوبکر کو رسول نے غار کے اندر ساتھ لے لیا اور ہند کو بغرض انجام دہی چند امور ضروری لوٹا دیا (جو غالباً اسی معتمد کے پاس بغرض انتظام سواری وغیرہ بھیجا گیا ہوگا جسکو بستر پر چھوڑ اگیا تھا)

روایت عائشہ از روضۃ الصفا

اس مقام کا حال صاحب روضۃ الصفا نے حضرت عائشہ کی روایت سے لکھا ہے جنکی عمر اسوقت میں ۸ یا ۹ سال کی تھی تعجب ہے کہ قرطاس والی روایت حضرت ابن عباس کی مولانا شبلی کے نزدیک اس وجہ سے غیر معتبر ہو کہ انکی عمر اسوقت ۱۴ سال کی تھی اور حضرت عائشہ کی ۸ سال کی عمر کی روایت ایسی معتبر ہوجائے کہ تاریخ میں سند لیجا وے جو یہ ہے کہ حضرت اس رات کو میرے باپ کے گھر آئے اور سب حال تہیہ قریش و حکم ہجرت وغیرہ کا بیان کیا۔ ابوبکر نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلونگا۔ ان دونوں اونٹوں میں سے ایک آپ قبول فرمالیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں بقیمت لے سکتا ہوں (یہاں پر صاحب روضۃ الصفا نے ایک ٹکڑا دوسروں کی روایت کا بھی درج کر دیا ہے کہ بعضوں نے کہا ہے کہ ابوبکر نے آٹھ سو درم کو اونٹ خریدا تھا) چنانچہ آٹھ سو درم حضرت نے ادا کئے۔ اور دونوں سوار ہوکر چلدیئے اور غار ثور پر پہنچے۔ ابوبکر نے غار کے اندر جاکر سوراخ کپڑے سے بند کئے ایک سوراخ رہگیا تھا اسپر اپنے پیر کا انگوٹھا رکھدیا وہاں سانپ تھا جسنے ابوبکر کے کاٹ لیا۔ حضرت نے اپنا لعاب دہن لگادیا جس سے زہر کا اثر نہ ہوا۔ تب حضرت بھی غار میں پہونچگئے۔ اونٹ عبداللہ بن اریقط لیثی کو اجرت پر چرانے کو دیدیئے اور اس سے کہدیا کہ تیسرے روز صبح کو اونٹ لے آنا۔ تین رات وہاں مقیم رہے عبداللہ بن ابی رواحہ بوقت شب جاکر تمام اخبار قریش کے پہنچا آتا تھا اور عامر بن فہیرہ چرواہا و آزاد کردہ ابوبکر جو مسلمان ہوگیا تھا دودھ وغیرہ کی غذا پہنچا آتا تھا

روایت طوسی طبرسی

اور بروایت شیخ طوسی و طبرسی حضرت علی آپ کو کھانا وغیرہ مخفی طور پر پہنچاتے تھے اور تیسرے روز اونٹ اور راہبر بھی انہوں نے ہی مہیا کرکے پہنچائے تھے۔ حضرت عائشہ والی روایت میں حسب ذیل امور قابل غور ہیں ۔

روایت عائشہ پر نظر غور

اول یہ کہ آٹھ نو برس کی لڑکی کو بیرون خانہ کی باتیں اس تفصیل سے کیسے معلوم و محفوظ رہیں اگر ذریعہ علم باپ تھے تو روایت اُن سے ہی کیوں نہ منسوب ہوئی ۔ دوسرے یہ قیاس میں نہیں آتا کہ رسول اللہ اسطرح مخفی طور پر تو دشمنوں سے نکلیں جو اُنکے قتل پر آمادہ تھے اور پھر آبادی کو ابوبکر کے گھر جائیں ۔ جہاں جانے میں سخت احتمال تھا کہ راستہ میں کوئی ملجاتا اور مخالفین کو خبر دیدیتا ۔

تیسرے مکان ابوبکر میں اتنی دیر قیام کہ واقعات بیان کئے گئے۔ ابوبکر نے تہیہ سفر کا کیا! اونٹوں کی خرید کی گفتگو ہوئی۔ قیمت آٹھ سو درم ادا کئے گئے (گویا رسول اللہ گھر سے مال دولت یا رقم کثیر ساتھ لیکر نکلے تھے کہ فوراً آٹھ سو درہم قیمت ادا کردی گئی) ایسے نازک وقت میں یہ سب قیام و باتیں کیسی پر خطر و خلاف دور اندیشی ہیں۔ یہ بھی خلاف قیاس ہے

کہ ابوبکر چار سو کو خرید کردہ اونٹ بروایت روضۃ الصفا آٹھ سو مین حضرت کو دیتے ۔

چوتھے۔ ایک یا دو شخصوں کا پیدل مخفی طور پر نکلجانا تو زیادہ دشوار نہیں ہے۔ البتہ دو دو آدمیوں کا اونٹوں پر سوار ہوکر آبادی میں سے اسطرح نکلنا کہ کسی کو خبر نہو ایک دشوار امر ہے ۔

پانچویں۔ اگر فی الواقع اُسی وقت اونٹوں کی سواریاں موجود تھین اور وہ بھی ایسی کہ آٹھ آٹھ سو درم کی جو یقینی تیز رفتار بھی ہونگی پس ایسے سواریوں کے ہوتے ہوئے غار ثور مین دشمنوں سے اتنے نزدیک چھپنے کی کیا ضرورت تھی رات ہی رات مین ایسے اونٹوں پر بہت دور پہنچ سکتے تھے ۔

چھٹے۔ عبداللہ بن اریقط کہاں سے پیدا ہوگیا کہ اونٹ اسکی سپرد کردیئے گئے اور پھر ایسے شخص پر جو اسوقت تک مسلمان بھی نہ ہوا تھا کیسے اطمینان کرکے اسکو اپنا مقام اور زمانہ قیام بھی تبلادیا گیا کہ مخالفین کو خبر دیدے ۔

ساتوین۔ تین روز کا قیام غار کا کیسے پہلے سے تجویز کرلیا گیا اور کیوں تجویز کیا گیا جبکہ بوجہ قرب دشمن ہر وقت اندیشہ سراغ چل جانیکا ہوسکتا ہے اور کیوں نہ اسی رات مین یا دوسرے روز ہی جلد از جلد مقام مخدوش سے نکل گئے ۔

آٹھوین۔ عبداللہ بن ابی رواحہ و عامر بن فہیرہ کو کس ذریعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت یہاں پوشیدہ ہیں کہ وہ کھانا و اخبار پہنچا آتے تھے کیونکہ رسول اللہ و ابوبکر جو ساتھ آئے تھے بدستور غار میں رہے اور کوئی ساتھ نہ تھا۔ اور ایسے لڑکوں اور کم حیثیت اشخاص کو ایسے راز سے مطلع کرنا جس مین دو جانوں کا اور وہ بھی کیسی جانیں خطرہ ہو۔ دوراندیشی کے خلاف ہے جو ذرا سی سختی و لالچ سے افشار راز پر مجبور ہوسکتے تھے ۔

نوین۔ سانپ کے کاٹنے اور لعاب دہن لگانیکا قصہ بھی قیاس مین نہیں آتا کہ ایک نبی مرسل کے جو بحکم الہی غار میں مخفی ہو رہا ہو اور جس کی حفاظت کیواسطے مکڑی جالا تن دے پرند گھونسلہ رکھکر انڈے دیدے غار مین داخلہ کیوقت سانپ اس میں رہجائے اور اسکے ساتھی کو کاٹ لے جس کی چیخ پکار سے دشمنوں کو خبر ہو جانیکا اندیشہ اور رسول کی جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو اور رسول کیا بلکہ خدا کو لاتحزن کہنے کی ضرورت پڑے۔ نہیں معلوم ہوتا کہ اس سانپ کے کٹوانے سے خدا کی کیا مصلحت تھی عجب نہیں کہ تہدید لاتحزن کے واسطے عذر پیدا کرنے یا آشوب چشم کے موقعہ پر لعاب دہن لگانیکے جواب کے واسطے یہ قصہ وضع کیا گیا ہو ۔

واقعہ پر تاریخی نظر

بہرحال ان جملہ امور پر غور کرکے صحیح رائے قایم کرنا ناظرین کا کام ہے۔ تاریخی بے تعصبانہ نگاہ تبلاتی ہے کہ ضرور یہ نہایت نازک وقت رسول کیواسطے تھا اسوقت کی ذرا سی غفلت یا بے احتیاطی رسول کی جان کو خطرۂ ہلاکت میں ڈال سکتی تھی۔ حضرت نے نہایت دوراندیشی و احتیاط سے کام لیا ہوگا۔ قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت بوجہ پیدل ہونیکے

کہ جس میں بحالت تعاقب دشمن کی گرفت کا اندیشہ تھا حضرت غار میں مخفی ہوئے اور ہند بن ابی ہالہ کے ذریعہ سے علیؑ کو اپنے جائے قیام سے اطلاع دیکر سواریوں کے بندوبست کو کہلا بھیجا ہوگا اور واقعی اسکے واسطے علی جیسے مستحکم و مضبوط رازدار کی ہی ضرورت تھی کیونکہ خفیہ طور پر سواریوں کا اور رہبر کا بندوبست کرنا اور موقعہ تک اسطرح پہنچانا کہ دشمنوں کو خبر نہو کوئی معمولی کام نہ تھا کہ کسی غیر معتمد آدمی کی سپرد کردیا جاتا اسیوجہ سے اسمیں تین روز لگ گئے اور تین روز غار میں حضرت کو مجبوراً قیام کرنا پڑا معلوم ہونے پر غذا وغیرہ کا پہونچانا بھی علی کو فرض ہوا ہوگا۔ جیسا کہ بروایت طبری انہوں نے ہی اسکو پورا کیا ؛

درخت مکڑی نے جالا تنا اور پرند نے انڈے دیئے

بہرکیف رسول اللہ معہ ابوبکر کے غار میں مخفی ہوگئے اور ایسی احتیاط سے غار کے اندر داخل ہوئے کہ دہانہ غار پر جو درخت مغیلاں تھا اور جھاڑیاں جن میں کسی پرند کا آشیانہ تھا اور جس میں اسکے انڈے رکھے تھے اور مکڑی کا جالا تنا ہوا تھا اس میں کچھ تغیر پیدا نہ ہوا جس کی نسبت روایات فریقین سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعد داخلہ حضرت کے بذریعہ اعجاز بسبب دعاے حضرت کے بحکم خدا یہ کوائف پیدا ہوئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعد داخلہ ہی یہ کیفیتیں پیدا ہوگئی ہوں کیونکہ مکڑی بہت جلد جالا تن لیتی ہے اور پرند بھی بعض ایسے ہوتے ہیں کہ انڈے دینے سے کچھ قبل ہی کچھ تنکے وغیرہ رکھکر انڈا دیدیتے ہیں ؛

مشرکین کی درغار تک تلاش ابوبکر کا گریہ و رسول کی تہدید

اب مشرکین نے رسول کو بستر پر نہ پاکر اپنی کوششیں ختم نہیں کیں بلکہ اس ناکامی سے اور زیادہ مشتعل ہوکر ہر چہار جانب تلاش شروع کی ابوجہل نے سو شتر کا انعام مشتہر کیا کہ جو شخص محمدؐ کو قتل کریگا اسکو دیا جاوے گا یہ کوئی معمولی انعام نہ تھا اور ایک شخص ابوکرز نامی کو جو بذریعہ نقش قدم کھوج لگانا جانتا تھا ساتھ لیکر کچھ لوگ پتہ لگانے چلے۔ ابوکرز کھوج پر درغار تک لے آیا جس کے آگے نقش قدم اسکو نہ ملا تو اس نے بتلادیا کہ تمہارا مطلوب یہاں سے آگے نہیں گیا یہیں غار میں ہوگا (بروایت روضۃ الصفا) ابوبکر نے اندر غار سے یہ باتیں سنکر (بخوف دشمنان) رونا شروع کیا جسکو بسبب اندیشہ جان حضرت ظاہر کیا گیا ہے جس پر رسول کو بموجب حکم الٰہی تہدیداً کہنا پڑا کہ لاتحزن ان اللہ معنا (رنج مت کرو مشیت خدا ہمارے ساتھ ہے) قریش نے جو درخت سر غار پر آشیانہ و بیضہ مرغ اور مکڑی کا جالا ثابت دیکھا تو اس خیال سے کہ اگر کوئی غار کے اندر جاتا تو جالا ضرور ٹوٹ جاتا اور بیضہ مرغ گر جاتا ابوکرز کی بات کا یقین نہیں کیا اور بلا غار کے اندر تلاش کئے واپس چلے گئے۔

روانگی رسول غار سے

تیسرے روز دبروایتے چوتھے روز اسی معتمد شاگرد نے بندوبست کرکے تین اونٹ سواری کے ایک رسول اللہ کے لیے ایک ابوبکر کے واسطے اور ایک راہبر کیواسطے بھجوائے اور ایک شخص عبداللہ بن اریقط راہبر بہم پہنچایا جو گو اسوقت تک مسلمان نہوا تھا مگر اب رسول اللہ کے آثار و اخلاق دیکھکر مسلمان ہوگیا ؛

سراقہ کا رسول کا تعاقب اور رسول کا دشمن پر رحم

رسول اللہ معہ ابوبکر و راہبر کے ۴ ربیع الاول کو اونٹوں پر سوار ہوکر بہ رہبری راہبر بہ نظر احتیاط غیر متعارف راستہ سے روانہ مدینہ ہوگئے۔ بوجہ مشتہری انعام ابوجہل لوگ تلاش میں تھے اتفاق سے بر وقت روانگی کے سراقہ بن مالک بن جعشم نے دیکھ لیا

وہ بطمع انعام فوراً گہر آیا اور گہوڑے پر سوار ہو کر تعاقب میں روانہ ہوا جب وہ تلوار لیئے قریب قافلہ رسول پہنچا تو دوبارہ حضرت ابوبکر چلائے کہ اب ہم قتل ہوئے۔ رسول نے فرمایا ڈرتے کیوں جاتے ہو خدا ہمکو بچائیگا" (تنقید الکلام)

(مولف) یہ دوسرا موقعہ کمزوری قلب ابوبکر کا ہے جو کتب اہلسنت سے ثابت ہے اور یہ بعد نزول س سکینہ کے ہے جسپر بڑا فخر کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ نزول "سکینہ" نے بہی جو دراصل رسول کیواسطے تہا کوئی اطمینان قلب حضرت ابوبکر کا نہیں کیا) سراقہ سر پر آگیا مگر اتفاقاً یا باعجاز رسول اسکے گہوڑے کے دو پیر زمین میں دہنس گئے۔ ہر چند اسنے کوشش کی نہ نکلے۔ رسول کی قوت نفس نے اسکو دور رکہا جس سے اسپر ہیبت رسول طاری ہوئی اور حضرت سے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ کسی کو اس حال سے آگاہ نکریگا۔ بہت آسان تہا کہ مرعوب دشمن ہلاک کر دیا جاتا مگر رسول انتقام کے لیئے نہیں پیدا ہوئے تہے مجسم رحمت بنا کر بہیجے گئے تہے شان کریمی دکہاے گی۔ عہد قبول کر لیا گیا۔ دعا کی گئی گہوڑے کے پیر زمین سے نکل آئے اسکو ایک امان نامہ بہی دیدیا گیا۔ اور آپ آگے کو روانہ ہوئے سراقہ واپس مکان آیا۔ اور بعدہٗ غزوہ حنین بمقام جعرانہ حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوا ؞

واقعات اثنا براہ مدینہ

دو واقعہ اور اثنا سفر میں گذرے جنکو تاریخ سے کسیقدر تعلق ہے وہ حسب ذیل ہیں :-

واقعہ اسلام ابو معبد زوجہ

(۱) اثنا راہ میں خیمہ ام معبد پر پہنچکر حضرت کو کچہہ خواہش آب و طعام کی ہوئے اُس سے بقیمت طلب کیا گیا۔ کچہہ موجود نہ تہا پشت خیمہ پر بکری لاغر بندہی تہی جو دودہ نہیں دیتی تہی حضرت نے باجازت اُس کی بکری کو دوہا تو دودہ کافی نکل آیا جس سے حضرت سیر ہوگئے اور کچہہ بچ رہا حضرت وہاں سے روانہ ہوگئے جسکے بعد اسکا شوہر جنگل سے واپس آیا اور زوجہ کی زبانی یہ تعجب انگیز حال سُنکر متمنی زیارت حضرت کا ہوا یہ دونوں زن و شوہر مدینہ آکر مشرف باسلام ہوئے۔ ام معبد کی روایت ہے کہ وہ بکری اٹہارہ سال تک زندہ رہی اور برابر دودہ دیتی رہی بزمانہ خلافت عمر بن خطاب مری ؞

واقعہ تعاقب بریدہ و قبول اسلام

(۲) دوسرا واقعہ بریدہ بن الحصب الاسلمی کا ہے کہ وہ بہی اخبار ہجرت رسول و انعام قریش سنکر بطمع انعام ۷۰ آدمیوں کی جماعت سے تلاش میں نکلا تہا۔ مگر حضرت سے ملاقات ہونے پر حضرت کے اخلاق کریمہ دیکہکر اور کلام ربانی و عقاید اسلامی سنکر مع ہمراہیان مسلمان ہوگیا اور اپنی دستار کو پہاڑ کر اور نیزہ پر باندہکر بطور علم ہاتہہ میں لیئے ہوئے حضور کے آگے آگے چلکر مدینہ تک آیا ؞

آغاز سنہ ہجری

یہ سال بوجہ ہجرت رسول آغاز سنہ ہجری کا موسوم ہوا جو اس سال کے ابتدا محرم سے شمار کیا گیا ؞

ورود حضرت بمدینہ علیؑ کا انتظار

تشریف آوری رسول بلاد مدینہ و قیام محلہ قبا

جس روز سے خبر ہجرت رسول مشہور ہوئی تہی مسلمانان مدینہ ہر روز بیرون مدینہ برائے استقبال آتے تہے اور واپس جاتے تہے ہر جگہ چرچے تشریف آوری ہادی برحق کے تہے مسلمانوں کے اشتیاق کی کوئی حد نہ تہی کہ بروز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱

سواری رسول نزدیک مدینہ پہنچی۔ خبر پاکر مجمع کثیر جوان و مسن و اطفال کا مسلح ہوکر بغرض استقبال رسول اللہ کے پہنچا اور بالائے کوہ ہی مشرف بہ زیارت و قدمبوسی ہوا عجب طرح کی مسرت اہل مدینہ کو تھی اطفال مارے خوشی کے دف بجا بجا کر کہتے تھے

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع ؞ وجب الشکر علینا ما دعی للہ داع ؞ ایہا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

رسول اپنے وفادار شاگرد کا انتظار کرتے ہیں

ہر قبیلہ متمنی و ملتجی تہا کہ شرف قیام اسکو عطا ہو مگر یہ قدردان رسول کیسے اپنے اوپر اس جان فدا کرنے والے کے بغیر جسکو دشمنوں کی تلواروں میں اپنے بستر پر چہوڑ آیا تہا جس کی خبر خیریت سے تو وہیں مطمئن ہوچکا تہا۔ اس شاندار داخلہ و جلوس استقبال کی مسرت اٹہاتا۔ اور کیسے بلا اپنی جان سے پیاری بیٹی فاطمہ کے جسکو مجبوراً چہوڑنا پڑا تہا بخیریت اپنے پاس پہونچے ہوئے کوئی مسرت اسکو معلوم ہوتی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ "جب تک علیؑ و فاطمہ مکہ سے نہ آجائینگے میں داخل شہر مدینہ نہ ہونگا" جن کی طلب کیواسطے رسول قبل پہنچنے دار مدینہ کی معرفت ابو واقد لیثی کے خط روانہ فرما چکے تھے جس میں سخت تاکید و تعجیل تحریر فرمادی تہی۔ اہل مدینہ تو اس معقول عذر پر خاموش رہے مگر بقول روضۃ الصفا ابوبکر نے عرض کیا کہ "مردمان مدینہ بہت مشتاق ہیں حضور داخل مدینہ ہوں علی بہی آجائینگے"۔ لیکن رسول نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور قبول نہ فرمایا اور دہنی جانب کو جسطرف محلہ قبا بیرون آبادی مدینہ آباد تہا رخ فرمایا۔ اور وثاق کلثوم یا کلثوم بن الہدی یا ہدم میں فروکش ہوگئے اور بقول بعض منزل ابوسعید خیثمہ میں فروکش ہوئے بعض نے بخانہ عمرو بن عوف بہی لکہا ہے مگر متاخرین کی تحقیق یہی ہے جو اول ظاہر کی گئی لیکن نشست حضرت کی محل سرائے ابوسعید خیثمہ میں رہتی تہی۔ مگر ابوبکر حضرت سے علیحدہ ہوکر مدینہ میں چلے گئے (روضۃ الصفا) اور مقام سنح کے قبیلہ بنی حارث میں مکان حبیب بن اسد پر مقیم ہوئے (یہ پہلا تخلف ابوبکر کا رسول کیساتہ ہوا)

بنیاد مسجد قبا در بستی مدینہ

چند روز جب تک رسول محلہ قبا میں مقیم رہے بنیاد مسجد قبا کی ڈالی اور اس کی تعمیر کا اہتمام کیا اور یہ اول مسجد ہے جو مدینہ میں تعمیر ہوئی جسکے وصف میں خداوندعالم فرماتا ہے مسجد اسس بنیانہ علی التقویٰ الآیہ۔ یہاں پر حضور کے پاس مسلمانان مدینہ کا ہر وقت ہجوم رہتا تہا۔ قبائل بنی خزرج و اوس کے بت اکثر تو نقبائے مقرر شدہ نے آکر توڑ دیئے تھے اب حضور کی تشریف آوری پر سعد بن ربیعہ و عبداللہ بن رواح نے گشت کرکے تمام بت جو انکو کہیں ملے یہی سب توڑ دیئے +

علی نے رسول کی امانتیں ادا کیں اور مدینہ کو روانہ ہوئے۔

رسول کی روانگی غار سے تین روز کے اندر علی نے حسب ہدایت رسول تمام امانات مردمان مکہ کی ادا کیں۔ کہ ابو واقد فرستادہ رسول خط طلب لیکر پہنچا۔ علیؑ نے جو ایک دو مسلمان بیکس مکہ میں رہ گئے تھے ان کو بہی ہجرت کرنے اور مقام ذی طویٰ میں جمع ہونیکو کہا اور خود معہ جناب فاطمہ زہرا دختر رسولؐ و فاطمہ بنت اسد مادر خود و فاطمہ دختر زبیر بن عبدالمطلب و ایمن پسر ام ایمن و ابو واقد قاصد رسول کے مکہ سے باہر آئے عورات کو محملوں میں اونٹوں پر سوار کرایا خود پیادہ روانہ ہوئے ابو واقد نے دشمنوں کے خوف سے اونٹوں کو تیز ہانکا علیؑ نے کہا اے ابو واقد عورتوں پر رحم کر اونٹوں کو آہستہ لیچل وہ کمزور ہوتی ہیں۔ ہموار استوں سے اونٹوں کو لیچلے

قریش کا حملہ علی کی بہادری

علی حمد خدا کرتے اور رجز پڑہتے جاتے تھے۔ قریش کو معلوم ہوا تو آٹھ آدمی مسلح ہوکر انکے تعاقب میں روکنے کیلئے پہونچے جنکا سردار جناح پہلوان غلام حارث بن اُمیہ تہا جو مقام صجبان پر قریب قافلہ علی کے پہنچکر سد راہ ہوئے۔ بہادر علی نے اونٹ رکوادیئے اور تلوار لیکر دشمنوں کے مقابل ہوئے۔ جناح نے علی پر تلوار کا وار کیا جسکو علی نے خالی دیکر اسپر وار کیا جس سے اسکا شانہ کٹ گیا اور پہر اوروں پر حملہ کیا وہ سب بہاگ گئے اب اس شیر غضبناک نے اپنے جلال میں پکار کر اُنسے کہدیا کہ اور جس کسی کو اپنی جان عزیز نہ ہو وہ آکر ذریت رسول کو روکلے اور اپنی جوش شجاعت میں اسی مقام صجبان میں قیام کردیا۔ پہر کسی کی ہمت نہ ہوئی اور معہ قافلہ منزل بمنزل قیام کرتے اور نمازیں پڑہتے قریب مدینہ پہنچے۔ ”انسائیکلو پیڈیا“ میں لکہا ہے کہ ہجرت کے بعد تین دن علی مکہ میں رہے کہ جو چیزیں رسول کے پاس امانت رکہی تہیں انہیں واپس کردیں۔ علی خود فرماتے ہیں کہ میں آپکی یعنی رسول کی تلاش میں روانہ ہوا۔ ایک ایک منزل میں آپ کی خبر دریافت کرتا تہا کہ منزل عرج میں آپ کو پالیا (ترجمہ نہج البلاغۃ)

علی معہ قافلہ مدینہ پہنچے

اب مشتاق زیارت رسول جسکو اپنے پالنے والے سے شاید اپنی عمر میں پہلی مرتبہ کئی روز کیلئے جدا ہونیکا موقعہ ملا تہا۔ قبا میں جہاں حضرت مقیم تھے معہ قافلہ کے گیا جہالے پڑے پیروں کو ہمت نے آگے بڑہایا۔ رسول کو اس قافلہ کی آمد کی خبر پاکر جس قدر خوشی ہوئی وہ اس سے ظاہر ہے کہ رسول خبر پاکر خود استقبال کو بڑہے تہے قریب پہنچنے پر اپنے فدائی کو گلے لگالیا رسول کے دست شفقت نے اس کی تمام تکلیفیں بہلادیں بقول روضۃ الصفا پیروں کے زخموں پر دست مبارک پہیرا اور دعا فرمائی شفا ہوگئی۔ اپنی لخت جگر فاطمہ کو جو مفارقت پدر میں بیچین تہی سینہ سے لگایا۔ حضرت کے پہونچنے سے ۱۲ روز و بقولے ۱۴ روز بعد یہ قافلہ مدینہ پہنچا تہا۔

داخلہ حضورؐ در شہر مدینہ

داخلہ حضرتؐ اندرون مدینہ وقیام بخانہ ابوایوب انصاری

اب اس قافلہ کے پہنچنے کے بعد رسول نے بروز جمعہ اندرون مدینہ داخلہ کا قصد فرمایا جسکا اعلان ہونے پر ایک ہجوم مسلمانوں کا جمع ہوگیا عجب یوم مسرت اہل مدینہ کا تہا۔ رسول اپنے جانثار شاگرد علیؑ کے ناقہ پر سوار تہے۔ اہل مدینہ فوج فوج جلو میں تہے صغیر و کبیر جوش مسرت میں گاتے جاتے تہے ”نحن جواری من بنی النجار و من حبذ محمدؐ من جار“ ہر شخص مہار ناقہ حضور کی کہینچ لیتا تہا۔ اور چاہتا تہا کہ حضور اسکے یہاں مقیم ہوں مگر واہ رے فیصلہ کرنے والے رسول!! ارشاد ہوتا ہے کہ مہار ناقہ کی سب چہوڑ دو وہ منجانب اللہ مامور ہے۔ جہاں خدا کا حکم ہے لیجائیگا۔ یہ فیصلہ ایسا تہا کہ کسی کو قدرت و منشائے الٰہی پر راضی ہونیکے سوا چارہ نہ تہا۔ مہار ناقہ چہوڑ دی گئی۔ ناقہ حضور اول دروازہ مسجد بنی سالم بن عوف پر رکا جو انہوں نے پہلے سے تعمیر کرائی تہی یہاں اُترکر رسول نے نماز جمعہ پڑہائی اور خطبہ پڑہا۔ پہر سوار ہوئے تو ناقہ حضور اس مقام پر رکا جہاں اب مسجد نبوی ہے اور حضور نے فرمایا کہ یہ میرا مقام ہے۔ پہر وہاں سے چلکر ایک مقام پر جاکر رک گیا۔ جہاں سے مکان خالد بن زید عرف ابوایوب انصاری کا قریب تہا ابوایوب نے خوش ہوکر اسباب حضرت کا اپنے گہر میں اُتارا اور حضور کو فروکش کیا

ناقہ حضرت کو باجازت حضرت سعد بن زرارہ اپنے یہاں لے گئے چنانچہ حضرت مع علی و فاطمہ وغیرہ مکان ابوایوب انصاری میں مقیم ہوئے اور سات مہینہ یہاں قیام کیا ٭

تعمیر مسجد و مکان رسول

وہ مقام جہاں دوسری مرتبہ ناقہ رسولؐ کا تہا وہ بنی نجار کے دو یتیموں سہل و سہیل کی ملکیت میں تہا جو زیر ولایت سعد بن زرارہ و بروایتے معاذ بن عفرا کے تھی وہ زمین حضرت نے بقیمت دس اشرفی خرید کر ہموار کرائی اور مسجد تعمیر کرائی جس کی تعمیر میں تمام صحابہ اور سب سے زیادہ عمار یاسر اینٹ مصالحہ لاتے تھے۔ اور اسکے قریب ہی حضرت نے اپنے واسطے مکان تعمیر کرایا اور اپنے مکان کے پہلو میں اپنے شاگرد علی بن ابیطالب کا مکان تعمیر کرایا۔ دیگر مہاجرین کے مکانات بہی گرداگرد مسجد مذکور تعمیر ہوئے جنکے دروازے مسجد میں کو ہی رکہے گئے تہے جو بعد کو بموجب وحی الہی سوائے دروازہ علیؑ کے سب بند کرا دیئے گئے تہے ٭

سودہ زوجہ رسول مکہ سے بلوائی گئی

اسکے بعد حضرت نے زید بن حارث و ابو رافع کو مکہ بہیجکر اپنی زوجہ سودہ بنت زمعہ کو بلوالیا اور عبداللہ بن ابی بکر بہی اپنی ماں و ہمشیرگان عائشہ و اسماء کو مدینہ میں لے آئے۔ اسماء کے بطن سے اسی سال عبداللہ بن زبیر مدینہ آکر پیدا ہوئے ٭

اسلام عبداللہ بن سلیم یہودی

گروہ یہودیان مدینہ میں سے بعض نے حاضر خدمت ہوکر کچھ سوالات حضرت سے کئے جنکے جوابات شافی دیئے گئے۔ عبداللہ بن سلیم یا سلام جو علمائے یہود سے تہا جوابات حضرت سے معقول ہوکر مشرف باسلام ہوا۔ اور اب دائرہ اسلام دن بدن بڑہنے لگا متفرق لوگ خدمت رسول میں حاضر ہوتے تھے اور تعلیمات و ہدایت حضرت سے مسلمان ہوتے تھے اور اب ایک شان حکومت اسلامی قایم ہوگئی ٭

صلحنامہ رسول با یہود

یہودیان بنی قریظہ۔ بنی نظیر۔ بنی قینقاع و غطفان نے یہ روز افزوں ترقی اسلام دیکھکر حاضر خدمت ہوکر حضرت سے اس امر پر مصالحت کرلی کہ وہ لوگ حضرت و اصحاب و انصار حضرت سے اور جو اور مسلمان ہوں انسے کچھ متعرض یا انکے درپے آزار نہونگے اور حضرت انکے درپے آزار نہوں۔ جو فریق اس سے انحراف کرے دوسرے پر اسکا خون اہل و عیال مال و اسباب سب حلال ہے چنانچہ صلحنامہ تحریر ہوا اور بنی نظیر میں سے حی بن اخطب۔ بنی قریظہ سے کعب بن اسعد بن قریظہ۔ بنی قینقاع میں سے مخریق کے دستخط ثبت ہوئے ٭

فرمان رسول

اب رسول نے ایک فرمان جاری کیا کہ یہود جو ہماری بلاد اسلامی سے تعلق رکہتے ہیں تمام ذلتوں اور اذیتوں سے بچائے جائینگے اور ہماری امت کیساتھ مساوی استحقاق انکو ہماری نصرت و حمایت و حسن سلوک کا حاصل رہیگا۔۔۔ سب ساکنان یثرب مسلمانوں کے ساتھ ملکر قوم سمجھے جائینگے اور وہ اپنے اعمال مذہبی کو ویسی ہی آزادی کے ساتھ بجا لائینگے جیسے مسلمان اپنے رسوم دینی کو بجالاتے ہیں۔۔۔ سب سچے مسلمان اس شخص سے بیزار رہیں گے جو کسی گناہ یا ناانصافی یا ظلم یا فسادت کا مرتکب ہوگا اور کوئی شخص کسی مجرم کی حمایت نکریگا گو وہ اسکا کیسا ہی عزیز قریب ہو (تمہید الکلام)

اسلام سلمان فارسی

سلمان فارسی جو ابتداً فارسی النسل آتش پرست تھے پہر عیسائی مذہب اختیار کرلیا تہا۔ مدت دراز تک عیسائی علما کی خدمت

یمن تھے ایک قافلہ کے ساتھ عرب کو آئے تھے اہل قافلہ نے انکو قریب مدینہ ایک شخص کے ہاتھ بطور غلام فروخت کر دیا تھا۔ خدمت حضور میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے حضرت نے معاوضہ ادا کر کے انکو اس کی غلامی سے آزاد کرایا تب سے یہ برابر خدمت حضور میں حاضر رہے یہ ایسے صادق جانثار حضرت کے تھے کہ حضرت انکی نسبت فرماتے تھے کہ "سلمان منا اهل البیت"۔

عقد مواخاۃ علیؑ کو رسول نے اپنا بھائی قرار دیا انتخاب پر گہری نظر

عقد مواخاۃ

اب آپس میں اخلاص و تعلقات قوی کرنے اور ایک صورت اتحادی و تنظیمی قایم کرنیکی غرض سے حضرت نے مہاجرین و انصار میں باہم عقد مواخات قایم فرمایا یعنی ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا۔ مہاجرین کا مہاجرین کیساتھ اور انصار کا انصار سے۔ چنانچہ مہاجرین میں :۔ ابوبکر کا عمر بن خطاب سے۔ طلحہ کا زبیر سے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کا عثمان بن عفان سے۔ ابو عبیدہ جراح کا سعد بن معاذ سے انصار میں :۔ ابوبکر کا خارجہ بن زید سے۔ عمار بن بشیر کا ثابت قیس خزرجی سے۔ زبیر یا زید بن عوام کا سلمہ سے طلحہ بن عبید اللہ کا کعب بن مالک سے مصعب بن عمیر کا ابوایوب سے۔ ابو حذیفہ بن عتبہ کا عمار بن یاسر سے۔ عبداللہ بن جحش کا عاصم بن ثابت سے۔ ارقم بن ارقم کا ابی طلحہ سے عثمان بن مظعون کا ابو الہیثم بن التیہان سے۔ سلمان فارسی کا ابو درداء سے۔ غرض قریباً مہاجرین وہم انصار کے درمیان یہ عقد مواخاۃ باندہا گیا کہ ایک دوسرے کی ہر طرح امداد کریں اور ایک دوسرے کی میراث بھی پائیں مگر میراث پانے کا حکم بقول روضۃ الصفا بعد غزوہ بدر کے آیۃ "الوا الارحام ... الخ" سے منسوخ ہو گیا لیکن دیکھنے کی بات یہ ہوئی کہ علیؑ کو کسی کا بھائی نہ بنایا تھا یہ موقعہ علیؑ کے سوچنے کا تھا کہ کیا وجہ کہ رسول نے اسموقعہ پر جبکہ وہ اسلامی مفاد کیواسطے ایک فعل جماعت کے قومی کرنے اور باہم خوشگوار تعلقات قایم کرنیکو کر رہے ہیں اُن کو کیوں نظر انداز کیا گیا؟ اسپر افسردہ ہونا علی کی سچی اسلامی محبت کیواسطے فطری امر تہا۔ طبیعت شناس نبی نے دیکھ لیا۔ اور مسکرا کر علی سے سبب افسردگی دریافت کیا۔ مطیع شاگرد نے گردن جہکا کر جواب دیا "یا رسول اللہ کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ کسیکا بھائی بنایا جاؤں"؟ اب اس استثنا کا راز کہلتا ہے اور رسول فرماتے ہیں "یا علی تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے (تاریخ الاسلام وغیرہ) اب غالباً اس افسردگی کے عوض علی سے زیادہ خوش ہونیوالا کوئی ہو گا۔ دعوت عشیرہ کے روز کا لفظی اعلان اور اسوقت کا عملی اظہار بلکہ دنیا کے علاوہ آخرت کی ترقی کیساتھ تعلقات و محبت کی گہری جڑ کا پتہ دیتے ہیں۔ کیا یہ رسول کا سطحی نظر کا عمل تہا یا اتفاقی قرعہ تہا کہ جسکا جسکے نام کیساتھ آ گیا بھائی بنا دیا گیا؟ نہیں یہ طبیعت شناس رسول کا مناسبتیں دیکھکر انتخاب تہا۔ کون تہا جسکو رسول سے مناسبت ہوتی بجز اس شاگرد کے جسے گہوارے سے اپنا مثل بنایا جا رہا تہا۔ ابھی تو اسکی وجہ بظاہر نہیں معلوم ہوتی کہ کیوں رسول نے ابوبکر کو عمر بن خطاب یعنی ابا عائشہ کو ابا حفصہ کا ہی بہائی بنایا اور عبدالرحمٰن بن عوف کو عثمان بن عفان کا لیکن رسول کے بعد کا زمانہ آئیگا جسمیں اس امر کا تصفیہ آسان ہو گا کہ رسول نے طبایع کے

علی کو رسول نے اپنا بھائی بنایا
انتخاب مواخاۃ پر گہری نظر

میلان کی کس قدر صحیح گرفت کی تھی جب رسول کی رحلت کے بعد علی تنہا دکہائی دینگے۔ اور عمر ابوبکر کی خلافت کے واسطے سب سے پہلے ہاتھہ بڑہائینگے! ور ابوبکر اپنے بعد کیواسطے ذریعہ تحریر عمر کو خلیفہ مقرر کرینگے اور جلسہ شوریٰ میں عبدالرحمن بن عوف کس چالاکی سے تاج خلافت عثمانؓ کے سر پر رکھہ دینگے! اسوقت رسول کی طبیعت شناسی کا اندازہ ہو گا کہ ایک ایک رنگ کی طبیعت کو کسطرح علیحدہ علیحدہ کر کے دکہا دیا تہا:

تقرر بعض فرائض اسلام — اس سال نماز شب میں دو رکعت کا اضافہ ہوا صبح و شام کی بدستور دو رکعت رہی منصب موذنی بلال کو عطا ہوا۔ طریقہ اذان مقرر ہوا۔ اوّل صرف یہ کلمہ تہا کہ الصلوٰۃ جامعۃ پہر بذریعہ وحی کلمات اذان تعلیم کیے گئے اور روز جمعہ جسکو پہلے عروبہ کہتے تھے روز عبادت عام مقرر کیا گیا جس کو اس اجتماع کیوجہ سے جمعہ کہنے لگے۔ اسی سال زکوٰۃ واجب ہوئی:

انتقال بعض مخالفان و بعض موافقان رسول — اسی سال مکہ میں ولید بن مغیرہ عم ابوجہل۔ عاص بن وائل سہمی جو دشمنان رسول تھے ہلاک ہوئے اور اصحاب حضرت میں سے سعد بن زرارہ انصاری و براء بن معرور انصاری نقباء اسلام و کلثوم بن الہدم انصاری جنکے یہاں حضرت آکر مقیم ہوئے تھے بقضائے الٰہی فوت ہوئے۔ ان لوگوں کی نماز جنازہ حضرت نے پڑہائی:

زفاف عائشہ — اسی سال بماہ شوال سنہ ۱ حضرت نے عائشہ دختر ابوبکر منکوحہ خود سے نو سال کی عمر میں حسب خواہش انکے باپ کے رخصت کرا کر زفاف کیا یہ رخصتی نہایت خاموشی کے ساتھہ ہوئی دعوت ولیمہ بہی کسیکو نہیں دی گئی تہی یہ نہایت مشہور و معروف زوجہ رسول تہیں جس سے آئندہ تاریخ کو بہت کچھہ تعلق ہو گا۔ یہ بعد رسول تک زندہ رہیں اور زمانہ خلافت علی میں ان سے جنگ جمل میں اونٹ پر سوار ہو کر لڑیں اور بعد رسول اپنے والد کے حصول خلافت کا پورا ذریعہ ہوئیں۔ یہی پولٹیکل راز انکے عقد کا تہا:

آغاز جماعت منافقین — اسی سال سے قبیلہ بنی اوس و خزرج میں ایک جماعت منافقین کی قایم ہو گئی جسکا سرغنہ عبداللہ بن ابی سلول خزرجی تہا جس کی امارت حضرت کی تشریف آوری کیوجہ سے جاتی رہی تہی اور اسعد بن قیس خزرجی و بنی اوس میں حرث بن سہل و عباد بن حنیف تھے جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے مگر باطن میں انکے نفاق تہا۔ اور یہودیوں میں سے بن جبش و زید بن اصب وغیرہ بہی بظاہر مسلمان ہو گئے تھے مگر بہ باطن کافر تھے اور یہ بات کچھہ اسلام کیواسطے ہی نہیں تہی کیونکہ ہر مذہب و دین کے قبول کرنے والے کل ایسے نہیں ہوتے جو خلوص سے قبول کرتے ہیں۔ بلکہ بعض ایسے بہی ہوتے ہیں کہ خاص اغراض کے لالچ یا اثرات سے مرعوب ہو کر بظاہر مذہب قبول کر لیتے ہیں۔ بہ باطن مخالف ہوتے ہیں:

سنہ ۲ ہجری تنظیم اسلام و نزول آیہ جہاد معہ اسباب

اس سال سے مرقع اسلام کے ایک دوسرے رخ کے نمایاں ہونے کا آغاز ہوتا ہے اب تک تبلیغ و اشاعت اسلام بوجہ ابتدائی

حالت و قلت تعداد کے محض زبانی بذریعہ تعلیمات قرآنی و پند و نصائح و اخلاق نبوی و اعمال پیروان اسلام مثل نماز و روزہ و دیگر امور خیر کے ہوئی تھی جس سے بعد ورود حضرت بمدینہ معتدبہ ترقی در روز افزوں عروج دین نبوی کا ہونے لگا اور ایک کثیر جماعت اہل مدینہ و مضافات مدینہ کی دائرہ اسلام میں آ کر تعلقات مستحکم باہمی اتحاد و اتفاق و اخوت کے قایم ہوگئے تھے یہ اخبار ترقی اسلام کے کفار مکہ کو پہنچکر انکے اور نیز یہودیان مدینہ کے زیادتی حسد و بغض کا باعث ہوئے جو کسی طرح ایک ایسے دین کی ترقی کو جو انکے معبودوں یعنی بتوں کی بیخ کنی کرتا ہو ٹھنڈے دل سے دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ کفار مکہ کو اس بات کا اور زیادہ غصہ و غم تھا کہ محمدؐ کو ہمارے ہاتھوں سے نکلکر مدینہ میں ایسا عروج کیوں حاصل ہوگیا۔ انکے قافلے شام وغیرہ کو بہ سلسلہ تجارت کثیر تعداد میں مسلح ہو کر نواح مدینہ کیطرف سے آجایا کرتے تھے اور وہ اپنے ان سفروں میں یہودیان مدینہ سے ملکر طرح طرح کی سازشیں و ترغیب مخالفت حضرت رسول و پیروان رسول کی کیا کرتے تھے جس سے ہر وقت اندیشہ حضرت و پیروان حضرت کے نقصان جان و مال کا رہتا تھا۔ اب چونکہ تعداد اہل اسلام بھی معقول ہوگئی تھی۔ لہذا ضرورت ہوئی کہ بغرض محافظت خود و مدافعت دشمن کوئی صورت تنظیمی قایم کی جاوے اور یہ بلا کسی قوت اتحادی و سیاسی و غلبہ و استیلا کے ممکن نہ تھا۔ قیام قوت اتحادی کے واسطے حضرت نے پہلے ہی اصول اخوت قایم فرما دیا تھا اور طریقہ بیعت سے جس میں عہد و پیمان متابعت و محافظت حضرت کے لیے جاتے تھے۔ اقتدار سیاسی بھی حضرت کا قایم ہوچکا تھا۔ ہر شخص ہر امر مصالحت و منازعت میں مطیع و منقاد حضرت کا تھا۔ حضرت کے اصول مساوات سے ہر مسلمان بلا لحاظ قومیت و حیثیت غلام ہو یا آزاد ایک دوسرے کو مثل اپنے بھائی کے تصور کرتا تھا اور امداد و اعانت کو فرض سمجھتا تھا۔ اب رہی محافظت و مدافعت یہ بلا قیام و اظہار قوت جنگی و فوجی کے ہو نہیں سکتی کیونکہ جب تک یہ قوت موجود نہ ہو مدافعت ناممکن اور جب تک اسکا اظہار مخالفین پر نہو قیام و محافظت دشوار ہے یہی اعلیٰ درجہ کا سیاسی نقطہ نظر تھا جو اب تک بوجہ قلت تعداد التوا میں تھا۔ اب کافی تعداد ہونے پر بموجب حکم الہیٰ "اذن للذین یقاتلون فی سبیل اللہ بانہم ظلموا و ان اللہ علیٰ نصرہم لقدیر" اور "یا ایہا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم" جو بغرض مدافعت جہاد بالسیف پر دال تھے ابتدا جہاد اور اظہار قوت مقابلہ و مقاتلہ کی بنیاد پڑی جو ایک نہایت ضروری و لازمی شے تھی۔

اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا وہ دیکھیں کہ اسوقت تک کہ چودہ سال آغاز تبلیغ اسلام کو گذر چکے ہیں حضرت یا پیروان حضرت میں سے کسی نے تلوار تو کیا چاقو تک بھی کسی پر بغرض تبلیغ اسلام نہیں اٹھایا تھا اور پھر حسب تحقیق مسٹر گبن واد کلے پندرہ سو آدمی دائرہ اسلام میں آچکے تھے۔ باوجود اسکے کہ طرح طرح کے ناقابل برداشت مظالم و سختیاں کفار یگانہ و بیگانہ

کیطرف سے رسولؐ و پیروانِ رسول پر ہوئیں مگر سب کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا کسی سے مقابلہ یا مقاتلہ نہ کیا یہ محض رسول کی روحانیت اور اس کی تعلیم کی حقانیت ہی تہی کہ جس نے ایک ایسے جاہل اور سخت ملک بین دین حضرت کو اتنی ترقی اور عروج پر پہنچا دیا کہ اب اظہار قوت کی قابل ہو گئے۔ اور یہ ایک ظاہر بات ہے کہ جب اول تلوار اٹہانیکے قابل ہو گئے۔ تب تو تلوار اُٹہائی۔ ورنہ اتنی مخالفتوں کے درمیان چیونٹی کی طرح پیس کر رکھہ دیئے جاتے پس صاف ظاہر ہے کہ اسلام کو ہرگز بغرض تبلیغ و اشاعت تلوار اٹہانے کی ضرورت نہیں ہوئی بلکہ صرف بوجہ محافظت و مدافعت ہوئی اور وہ بہی ظالمانہ نہیں بلکہ منصفانہ بر حمانہ و اخلاقی اصول کے ساتھ جسکی اپنے بقاء و تدبر کے لحاظ سے اشد ضرورت تہی ورنہ بقول مسٹر کارلائیل یہ کلیہ ہے کہ تلوار ملک پر قبضہ کر سکتی ہے دل پر قبضہ نہیں کر سکتی ؛

تردید اعتراض عیسائیان ذریعہ تحریرات عیسائی مورخین

اب مجھے اُن عیسائی متعصب مورخین کی جو اسلام کو ایک ظالم و جابرانہ مذہب اور اسکی اشاعت کو بزور شمشیر بتلاتے ہیں خود انکے یہاں کے اقوال و حالات سے تردید کرنی ہے۔ نہایت افسوس ہے کہ ایسا مذہب جسکا دامن اصولاً و عملاً لوث مظالم وحشیانہ سے پُر ہو وہ اسلام جیسے پُر امن صلح پسند و منصفانہ مذہب پر نکتہ چینی کر کے اپنے منہ کی خاک دہونا چاہے۔ ذرا ملاحظہ ہو ؛

انکوبزیشن کروسیڈ کی تصویر

"انکوبزیشن کروسیڈ" جس میں درج ہے کہ جسوقت عیسائی جروسلم میں داخل ہوئے تو انہوں نے کمسن لڑکوں کے دماغ پاش پاش کر دیئے۔ بچوں کو پٹک دیا عورتوں کی عصمت دری کی۔ آدمیوں کو جلا یا۔ یہودیوں کو انکے عبادت خانوں میں لیجا کر جلا یا۔ غرضکہ ستر ہزار مرد عورت اور بچے بیرحمی سے قتل کیئے گئے (کیا رسول اسلام کی کسی ایک جنگ یا فتح میں بہی کوئی ایک ایسا بیرحمی کا عمل دکہا سکتے ہیں)

چیمبرس انسائیکلوپیڈیا

برخلاف اسکے "چیمبرس انسائیکلوپیڈیا" میں عیسائی مصنف اسپین کی فتح اسلام کیوقت مسلمانوں کے عمدہ برتاؤ کی تعریف کرتا ہے

مسٹر گاڈ فری ہیگنس کی تحقیق

"مسٹر گاڈ فری ہیگنس جو انیسویں صدی کا عیسائی مورخ ہے لکہتا ہے کہ "اسلام پر عیسائیوں کا تعصب مذہبی۔ حرارت افزا اعتقاد۔ اور مکر کا الزام لگانا بالکل غلط ہے حالانکہ وہ اپنے عمل کو دیکہیں کہ اسپین سے مارسکو قوم کو انہوں نے اسوجہ سے نکالدیا کہ وہ عیسائی نہ ہوتے تہے میکسکو اور پیرو کے لاکہوں آدمیوں کو اسیوجہ سے قتل کیا اور غلام بنایا۔ مگر اسلام نے باوجود فتح کے یونان میں صدیوں تک عیسائیوں کو باطمینان اپنے مملوکات پر قابض رہنے دیا۔"

مسٹر ہیگنس کا بیان

مسٹر ہیگنس کا بیان ہے کہ تاریخ اسلام میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جو بدنامی میں "انکوبزیشن" کی رسوائی کے نصف ہی ہو کیونکہ اسلام میں کوئی شخص بوجہ نہ قبول کرنے اسلام کے جلایا نہیں گیا (انکوبزیشن۔ بارہویں صدی میں رومن کیتہولک چرچ نے ایک محکمہ قائم کیا تہا جس میں معلوم ہوتے پر ان لوگوں کو جو فرقہ مذکور کے مخالف ہوتے تہے سخت سخت ظالمانہ سزائیں دیجاتی تہیں)

ڈاکٹر ہیریڈکس کی تحریر

ڈاکٹر ہیریڈکس کی تحریر محولہ فقرہ ۲۵۶ ایجہی گاڈ فری ہیگنس میں درج ہے کہ "پس سوال یہ ہوتا ہے کہ اس مذہب اسلام میں

آخر کیا بات ہے جسکا اثر یہ ہو بجز بحث و شیریں کلامی کے اور کوئی سلاح مستعمل نہیں ہوتا پس عیسائی اس تبدیل مذہب کو بزور شمشیر نہیں کہہ سکتے ؀

بائبل کی خونریزیوں کے اذکار و اسلام کے اصول جنگ

اب بائبل کے خونریزیوں کے اذکار و احکام کو دیکھہ لیجیئے اور احکام و واقعات اسلامی سے مقابلہ کیجیئے تو زمین آسمان کا فرق نظر آئیگا۔ پیدائش ۳۴ ب ۲۵ "سکم اور حمور اکس فریب و دہوکہ سے قتل کیئے گئے"۔ گنتی ۳۱ ب "انہوں نے مدیانیوں سے لڑائی کی جیسا خداوند نے موسٰے سے فرمایا اور سارے مردوں کو قتل کیا۔ آدی۔ رحم۔ صور۔ حور۔ رابع پانچ بادشاہان مدیانوں کو جان سے مارا۔ عورتوں و بچوں کو اسیر کیا۔ مال اسباب لوٹا۔ شہر و قلعے پہونک دیئے موسیٰ انپر خفا ہوئے کہ عورتوں کو کیوں جیتا چھوڑا"۔ پہر گنتی ۳۳ - ۵۲ - ۵۵ "پہر اگر اسکے باشندوں کو اپنے آگے سے دفع نہ کروگے تو یوں ہوگا کہ جنہیں تم رہنے دوگے تمہاری آنکھوں میں خار ہونگے اور کانٹوں کی مانند تمہارے پہلوؤں میں چبہیں گے"۔ | بائبل کی خونریزیاں و سخت احکام

استثنا ۲ - ب ۳۴ "مردوں عورتوں و بچوں کو حرم کیا"۔ ۱۲ ب ۲-۳ "انکے بتوں کو توڑ ڈالیو۔ گہنے باغوں کو آگ لگائیو"۔

" ۲۰ ب ۱۳ اگر دشمن اپنا ملک پ حوالہ نہ کرے تو اسکا محاصرہ کرو اور جب قبضہ ہو جائے تو وہانکے ہر ایک مرد کو قتل کرو عورتوں لڑکوں مواشی مال اسباب کو لوٹ لو اور لوٹ کا مال خوب کہاؤ اور کسی سانس لینے والی چیز کو جیتا مت چہوڑو"۔ یشوع ۸ ب ۲۵ - ۱۸ ب ۲۴ ۲۹ - ۱۰ ب ۲۴ "سنگسار کر کے جلانا پہر اسپر پتھراؤ کرنا۔ بادشاہوں کو فنا کرنا۔ بلکہ خدا کے حکم سے کوئی ذی روح باقی نہ رکہنا۔ ایک بادشاہ بہاگ کر یاعیل کے خیمہ میں آیا اسنے قریب سے اسکے سر میں میخ گاڑ دی" ؀

استثنا ۷ ب ۱۴ الہی فرشتہ یسوع کا لشکر ہو کر آیا تب اسنے لوگوں کو جو شہر میں تہے کیا مرد کیا عورت کیا جوان کیا بوڑہا کیا بیل کیا بہیڑ اور گدہا سب کو یک لخت ہلاک کیا تہ تیغ کیا" ؀

قاضی ۵ ب ۳۰ "داؤد نے کنواریوں کو سپاہیوں کے لیئے رکہا"۔ ۹ ب ۴۹ "سکم کے برج میں آگ لگا کر لوگوں کو جلا دیا"۔

۲ سموئیل ۱۲ ب ۳۱ "داؤد نے ربہ کے بادشاہ کا تاج اتارا اپنے سر پر رکہا۔ لوگوں کو آروں اور کلہاڑوں اور لوہے کی گاڑیوں کے نیچے کیا۔ اور اینٹوں کے جلتے پزاوے میں جلا دیا"؀

۱۱۔ تاریخ ب ۲۰ ۲۔ سلاطین ب ۱۵ "مناحم نے تمام حاملہ عورتوں کے پیٹ پہاڑ ڈالے" ب ۲۳ "قبروں سے ہڈیاں منگا کر حکم الہی سے جلائیں" کیا ایسے مذہب کے پیرو اسلام یا بانی اسلام پر کوئی اعتراض کرنیکا حق رکہہ سکتے ہیں۔ کیا بانی اسلام کے جہاد یا فتح کیوقت ایسے مظالم کی کوئی چہوٹی سے چہوٹی نظیر بہی پیش کرسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں !؀

اب ذرا اسلام کے اصول جنگ و جہاد ملاحظہ ہوں جنکی ہدایات افسران و سپاہیان فوج کو دیجاتی تہیں اور جن کی خلاف ورزی نہ | اسلام کے اصول و احکام جنگ

بہی سخت بازپرس ہوتی تھی ؎ - (۱) تقوائے و پرہیزگاری سے کام کرنا (۲) خدا سے طالب مدد رہنا محض قربتہ الی اللہ جنگ کرنا (۳) اوّل تین باتین پیش کرنا یعنی اسلام قبول کرو یا جزیہ دینا منظور کرو ورنہ جنگ پر آمادہ ہو (۴) دشمن سے مکر نہ کرنا (۵) مال غنیمت میں چوری نہ کرنا (۶) بعد زیر کرنے کے ظلم نہ کرنا نہ بعد قتل کے اعضاء بدن کاٹنا (۷) بڈہے اطفال اور عورتونکو قتل نہ کرنا (۸) درختان و زراعت کو تباہ و برباد نہ کرنا (۹) حیوانات کو بلا وجہ ہلاک یا پے نہ کرنا (۱۰) راہبان صومعہ نشین کو آزار نہ دینا (۱۱) جسکو امان دو اس سے وفاء عہد کرنا (۱۲) بستی کو پانی میں غرق نہ کرنا نہ آگ میں کسیکو جلانا (۱۳) دشمن خواستگار صلح ہو تو صلح کرلینا۔ (۱۴) اسیروں سے حسن سلوک کرنا ؎

بانی اسلام کا انتظام مخبری و جاسوسی

قبل اسکے کہ میں یہ دکہلاؤں کہ جہاد کی ابتدا کیسے اور کیوں ہوئی۔ یہ بات بہی قابل ذکر ہے کہ بغرض محافظت و مدافعت یہ امر بہی نہایت ضروری تہا کہ اپنے گرد و پیش قریب و بعید کے دشمنونکے حالات و خیالات و ارادوں سے پورے طور پر واقفیت ہو تاکہ دفع ضرر کی مناسب تدابیر عمل میں لائی جاسکیں اسکے واسطے حضرت نے ایسے عمدہ ذرائع خبر رسانی و جاسوسی کے اختیار کئے تھے کہ ادہر دشمنونکے کسی گروہ یا قبیلہ مین کوئی مشورہ خلاف ہوا ادہر فوراً حضرت کے پاس خبر آگئی اور حضرت نے فوراً تدبیر مدافعت کرلی یا حسب اصول قتل الموذی قبل الایذا اسکی سرکوبی کردی اور حملہ یا مضرت سے اہل اسلام کو بچالیا۔ اس خبر رسانی کے تین ذریعہ تہے۔ ایک تو حضرت کی ذاتی قوت نفس و ادراک فراست۔ دوسرے الہامی بذریعہ روح القدس تیسرے ذریعہ جاسوسان اس شعبہ کو حضرت نے ایسا مکمل کیا تہا کہ دشمن تو دشمن دوستوں کے بہی تمام حالات و مقالات کی حضرت کو خبر ہو جاتی تہی اور اسی خوف سے کوئی شخص حضرت کے سامنے کسی واقعہ سے انکار یا غلط بیانی کی جرأت نہیں کرسکتا تہا۔

بعض اصطلاحات جنگ کی تشریح

یہاں پر یہ امر بہی ظاہر کردینے کے قابل ہے جو آئندہ واقعہ کے سمجہنے میں امداد دیگا کہ اصطلاح تاریخ اسلام میں :- غزوہ اس جنگ یا فوج کشی کو کہتے ہیں جس میں رسولؐ خود بہ نفس شریک رہے ہوں اور جب کسی دوسرے شخص کو امیر یا سردار لشکر کرکے فوج یا حصہ فوج کو بہیجا گیا ہو اسکو سریہ یا بعث کہتے ہیں جنگ میں جو ایک دوسرے کے مقابل ہو انکو مبارز۔ جو گرفتار ہوں انکو اسیر جنگ اور مال جو ہاتھ آئے اسکو غنیمت کہتے ہین ؎

اسباب آغاز جنگ

آغاز جنگ کے اسباب

اس سال آغاز جنگ کے اسباب یہ ہوئے کہ جو اکا دو کا مسلمان جو مکہ میں رہگئے تہے انکے اور نیز ان مسلمانونکے ساتھ جو بغرض ادائے حج یا عمرہ یا کسی اور ضرورت سے مکہ جاتے تھے۔ کفار مکہ نہایت ظالمانہ طور پر پیش آتے تہے جس کی شکایات اکثر حضرت کے پاس آتی تہیں مگر بوجہ نہونے اذن جہاد کے حضرت خاموش رہتے تہے ابوجہل نے حضرت کے پاس ایک خط بہیجا کہ تمہاری نخوت نے تمکو گہر سے

ابوجہل کا خط

نکالکر مدینہ پہنچایا اور اقارب سے چہڑایا اب بہی تم اپنے خیال سے باز آؤ ورنہ یہ سمجہنا کہ مدینہ پہنچکر تم ہمارے ہاتھ سے بچ گئے ہم

اہل مکہ وہیں پہنچکر تمکو اور تمہارے اصحاب کو قتل و تباہ کر دینگے۔ اسکا جواب اگرچہ حضرت نے ترکی بہ ترکی دیدیا تہا۔ مگر اہل مکہ کی کینہ ورطبیعتوں اور انکی یہودیان مدینہ کیساتھ ریشہ دوانیوں سے ہر وقت اندیشہ رہتا تہا کہ نہ معلوم کسوقت وہ لوگ چڑہ آئیں اور مدینہ پر تاخت کریں کہ آیہ جہاد متذکرہ صدر نازل ہوئی اور حضرت کو تنظیم مذکورہ بالا کی ضرورت ہوئی۔

(۱) غزوہ ابواء

وجہ غزوہ ابواء

اب ماہ صفر ۲ھ میں حضرت کو خبر ملی کہ قریش مکہ بنی ضمرہ سے سازش کرکے تہیہ میں ہیں کہ مدینہ پر حملہ آور ہوں اور مسلمانوں سے جنگ کریں اور اس غرض کیواسطے ابوجہل معہ ایک گروہ قریش و بنی ضمرہ کے بحیلہ تجارت روانہ ہوا ہے کہ جانب شام سے مدینہ پر حملہ کرے اور ابوسفیان معہ کچھ گروہ کے بیرون مکہ آگیا ہے اور مزید لشکر بغرض امداد ابوجہل فراہم کر رہا ہے۔

چنانچہ اول حضرت نے جناب حمزہ بن عبدالمطلب اپنے عم نامدار کو امیر لشکر کرکے اور ایک علم سفید مرتب کرکے معہ ۳۰ آدمیوں کی جماعت کے اسطرف کو روانہ کیا جسطرف سے قافلہ ابوجہل کے آنے کا خیال تہا۔ اور خود حضرت مدینہ میں سعد بن عبادہ کو خلیفہ مقرر کرکے معہ ایک جماعت اصحاب کے خاص منازل بنی ضمرہ کیطرف روانہ ہوئے کہ انکی یہاں سرکوبی کر دیجائے اور عبیدہ بن الحارث کو جو شیخ المہاجرین کہے جاتے تھے معہ ایک گروہ ۶۰ یا ۸۰ مہاجرین کے جنکے ساتہہ کوئی انصار میں سے نہیں تہا بمقابلہ جماعت ابوسفیان روانہ کیا۔ انکے ساتہہ ایک علم سیاہ کیا گیا تہا جو مسطح بن اثاثہ کی سپرد تہا اور یہ علم اور حضرت حمزہ کا علم دونوں سب سے اول علم تھے جو اسلام میں تیار و بلند ہوئے اور یہ پہلا غزوہ اسلام کا تہا۔

غزوہ ابواء عرف غزوہ ودان صفر ۲ھ

حضرت معہ اپنی جماعت کے جب منزل ابواء پر پہنچے تہے جسکو ودان بھی کہتے ہیں اور بنی ضمرہ کو خبر خروج حضرت کی ملی تو مخشی بن عمر سردار قبیلہ نے جسکے زیادہ آدمی ہمراہ ابوجہل چلے گئے تھے اور بہت تہوڑے سے مکانوں پر رہگئے تہے اور وہ بھی بے سر و سامان یہ دیکہکر کہ اگر ایسی حالت میں جنگ ہوئی تو انکو شکست ہوجائے گی حضرت کے پاس آکر صلح کرلی۔ حضرت نے بھی صلح کو منظور فرما لیا۔ اور اسطرح پر ان کی مزید امداد کو روکدیا۔ اس غزوہ کو غزوہ ابواء عرف ودان کہتے ہیں۔

سریہ حمزہ۔ صفر ۲ھ

سریہ حضرت حمزہ میں جو معہ ۳۰ آدمیوں کے بجانب سیف البحر روانہ ہوئے تھے انکا اور قافلہ ابوجہل کا جسکے ساتہہ ۳۰۰ آدمی تہے۔ مقابلہ ہوا دونوں جانب سے آمادگی جنگ کی ہوگئی کہ مجدی بن عمر جہنی جو حضرت اور قریش دونوں فریق کا ہم عہد تہا خبر مقابلہ پاکر موقعہ پر پہنچ گیا اور درمیان میں پڑکر اس نے صلح کرادی اور ابوجہل معہ اپنے گروہ کے بلا جنگ مکہ کو واپس گیا حضرت حمزہ بھی معہ اپنی جماعت کے بلا جنگ واپس آئے اسطرح ابوجہل کے حملے کے خطرہ سے نجات ملی۔

سریہ عبیدہ ربیع الاول ۲ھ

عبیدہ بن الحارث معہ اپنی جماعت کے جس میں سعد بن وقاص بھی تھے مسطح علمدار لشکر تہا۔ مقام احیا پر پہنچے تو ابوسفیان کی جماعت سے انکا مقابلہ ہوا۔ جانبین سے تیر اندازی بھی ہوئی۔ اول تیر سعد بن وقاص کا چلا تہا مشرکین قریش میں زیادہ آدمی مجروح ہوگئے

اور مہاجرین کی تیراندازی کے سامنے وہ ٹھہر نہ سکے مغلوب ہو کر مکہ کو بھاگ گئے یہ گروہ مسلمانان مظفر واپس آیا ۔

نتیجہ غزوہ ابواء

(نوٹ) اس جنگ اول میں اگرچہ کوئی بڑی جنگ نہیں ہوئی مگر تاہم مسلمانوں کو کامیابی ہوئی۔ بنی ضمرہ نے داب میں آکر صلح کر لی۔ ابوجہل اپنے ارادوں میں ناکام رہا۔ ابوسفیان کو شکست کھا کر بھاگنا پڑا جسکی کیفیت ابوجہل کو بعد واپسی مکہ ملی لہذا دونوں یعنی ابوجہل و ابوسفیان کو اس ناکامیابی کیوجہ سے اور زیادہ کاوش بڑھ گئی۔ مگر ساتھ ہی اسکے اس غزوہ و سریات سے حضرت کی بہترین تدبیر جنگ کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت نے کسطرح پر دشمن کی تین مختلف مقامات پر خبر لیلی کہ انکو موقعہ ایک دوسرے کی امداد کا یا حملہ آور ہونے کا نہ دیا اگر کسی ایک ہی مقام پر جنگ کیجاتی تو ممکن تھا کہ دوسرے مقام سے دشمن کو امداد پہنچ جاتی اور مسلمانوں کو بوجہ قلت تعداد بجز شکست چارہ نہوتا اور اس پہلی شکست سے اسلام آئندہ کیواسطے ختم ہو جاتا اس کامیابی سے مسلمانوں کی ہمت و جوش میں اضافہ ہو گیا۔ اور دشمنان اسلام کو معلوم ہو گیا کہ اب مسلمان بھی کچھ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی قابل ہو گئے ہیں ۔

(۲) غزوہ عشیرہ

غزوہ عشیرہ
آخر جمادی الاول

قریش کی اس ناکامیابی کے بعد چونکہ عرب میں مادہ انتقامی اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے فطرتاً انکو اسکے بدلہ لینے کی فکر ہو گئی ہو گی آخر ماہ جمادی الاولی میں حضرت کو خبر ملی کہ ایک بڑا قافلہ قریش کا جسکے ساتھ اکہزار اونٹ اور بہت سامان ہے آرہا ہے بمقتضائے دوراندیشی کہ حسب تحریر ابوجہل و اخبار قریش ہر وقت اندیشہ حملہ قریش کا رہتا تھا حضرت تحفظ اور دشمن کے روک کے خیال سے بنفس نفیس معہ ۱۵۰ نفر اصحاب کے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ابوسلمہ بن عبد الاسد مخزومی کو خلیفہ مدینہ مقرر کیا اور علم لشکر حضرت حمزہ کی سپرد کیا۔ مقام عشیرہ پر جو درمیان بقیع یا ینبع کے ہے پہنچکر حضرت کو معلوم ہوا کہ قافلہ مذکور بغرض تجارت شام گیا ہے اور عشیرہ سے گذر گیا۔ یہاں پہنچکر حضرت نے بہ نظر احتیاط بخیال اسکے کہ شاید ہو کہ دیگر حملہ ہو چند روز قیام کیا اس قیام کے دوران میں قبیلہ بنی مدلج سے جنکی منزل اسموقعہ کے قریب تھی اور جو حلفاء بنی ضمرہ تھے۔ جنسے حضرت نے غزوہ ابوا میں صلح ہو چکی تھی ان سے بھی صلح ہو گئی۔ اسی غزوہ میں علیؑ معہ عمار یاسر چند دیگر اشخاص کے خفیہ طور پر قافلہ قریش کے حالات معلوم کرنے اور قبیلہ بنی مدلج کے خیالات کے تجسس و تحقیق پر مامور کیے گئے تھے کہ ایک روز معہ عمار یاسر کے بطور جاسوس چشمہ بنی مدلج پر گئے تھے۔ جہاں ایک درخت کے نیچے زمین پر لیٹ گئے اور بوجہ خنکی سو گئے عمار محافظ رہے۔ رسول نے علیؑ کو طلب فرمایا لشکر میں نہ ملنے پر ایسا اضطراب ہوا کہ حضرت خود تلاش علی کو نکلے اور کنارہ چشمہ پہ علی کو زمین پر رخسار رکھے سوتا پایا۔ فرمایا "قم یا ابا تراب"۔ اور بروایت طبری اسی وقت یہ بھی فرمایا کہ "بدترین شخص وہ ہے۔ جو تجھے دشمن رکھے

علی کو لقب ابوتراب ملتا ہے

تب سے علی اس لقب ابوتراب سے مشہور ہوئے۔ ابن خلدون کیموافق رسولخدا مخالفین یعنی بنی مدلج سے عہد لیکر واپس

آئے۔ شروع جمادی الثانی میں واپسی ہوئی ؛

(نوٹ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کی نیت جارحانہ نہ تھی بلکہ مدافعانہ براہ دوراندیشی تھی ورنہ قافلہ قریش کا پیچھا کیا جاتا۔

(۴) غزوہ بدر اولیٰ معہ سریہ عبداللہ بن جحش

غزوہ بدر اولیٰ
جمادی الثانی

غزوہ عشیرہ کی واپسی کے دس روز بعد ہی یہ واقعہ ہوا کہ کرز بن جابر فہری باشارہ ابوسفیان معہ کچھ آدمیوں کے نواح مدینہ میں آیا اور حضرت کے اونٹ جو ایک چرواہا چرا رہا تھا ہانک لے گیا۔ چرواہے نے آکر حضرت کو خبر کی تو حضرت زید بن حارثہ کو خلافت مدینہ پر مامور کرکے اور علم لشکر سپرد حضرت علی کرکے خود معہ ۰۷ مہاجرین کے تعاقب کرز میں روانہ ہوئے۔ اور وادی صفوان تک جو نواح بدر میں ہے تشریف لے گئے مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ حضرت واپس مدینہ آئے اور عبداللہ بن جحش کو بنابر تلاش و تعاقب مزید روانہ فرمایا ؛

سریہ عبداللہ بن جحش
آخر جمادی الثانی شروع رجب

عبداللہ بن جحش اسدی جو عمہ حضرت کے لڑکے تھے معہ بارہ نفر اشخاص کے جنمیں سعد بن وقاص عکاشہ بن ابی جحش اسدی۔ ابو حذیفہ بن عتبہ، عتبہ بن غزوان بھی تھے بنابر تعاقب کرز مامور کرکے روانہ کئے گئے تھے۔ اور بہ تحقیق حال قافلہ قریش کی بھی جسکی آمد کی خبر معلوم ہوئی تھی۔ ہدایت کی گئی تھی اس قافلہ کو حکم جنگ نہ دیا گیا تھا۔ بلکہ انکو ایک ہدایت نامہ دیا گیا تھا کہ بعد دو روز کے اسکو دیکھنا اور جیسا تحریر ہو اسپر عمل کرنا جس میں لکھا تھا کہ بطن نخلہ تک جاکر شتران حضرت و قافلہ قریش کی خبر لاؤ اور جو بخوشی جائے اسکو ساتھ لینا کسیکو مجبور نہ کرنا۔ اثناء راہ میں سعد بن وقاص و عتبہ بن غزوان کے سواری کے اونٹ ایک منزل سے گم ہوگئے وہ دونوں باجازت سردار لشکر انکی تلاش میں چلے گئے جب یہ قافلہ بطن نخلہ میں پہنچا تو قافلہ قریش بھی جسکے تفحص حال کیواسطے انکو ہدایت ہوئی تھی جس میں عمرو بن الحضرمی حکم بن کیسان عثمان و مغیرہ و پسران عبداللہ مخزومی و نوفل بن عبداللہ تھے وہاں آپہنچا جو طائف سے مویز و اشیا خوردنی خرید کرلیئے جاتے تھے۔ قافلہ قریش گروہ مسلمانان کو دیکھکر متردد ہوا اور وہاں سے روانگی میں تعجیل کرنے لگے۔ عبداللہ بن جحش نے اپنے ہمراہیان سے مشورہ کیا کہ قریش مشوش معلوم ہوتے ہیں ہمکو کیا کرنا چاہیئے شکار سامنے تھا۔ مدت سے کفار کے ہاتھوں آزار اٹھائی ہوئی طبیعتوں میں جوش انتقام کی لہر آئی۔ رائے ہوئی کہ شکار ہاتھ سے نکلکر جاتا چاہیئے انمیں سے ایک نے اپنا سر منڈا لیا کہ قریش کو یقین ہوجائے کہ یہ لوگ عمرہ کو جاتے ہیں کوئی جنگی جماعت نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ لوگ مطمئن ہوگئے اور اپنے اونٹ کھولکر سامان خورونوش میں مصروف ہوگئے ان لوگوں نے موقعہ پاکر قریش پر یکدم حملہ کردیا عمرو بن الحضرمی سردار قافلہ قریش واقد بن عبداللہ کے تیر سے ہلاک ہوگیا۔ عثمان بن عبداللہ و حکم بن کیسان گرفتار کرلیئے گئے۔ نوفل و اور لوگ بھاگ گئے۔ تمام مال اسباب قافلہ قریش کا مسلمانوں کے ہاتھ آیا یہ پہلی تاریخ رجب کی تھی یہ جماعت مسلمانان معہ مال غنیمت فتحیاب واپس مدینہ آیا۔ مگر حضرت ان سے بوجہ خلاف حکم جنگ کرنیکے اور بالخصوص ماہ رجب میں جو ماہ حرام مانا جاتا

تہا ناخوش ہوئے اور مال غنیمت کو تقسیم نہ کیا۔ بدستور رکہوا دیا۔ کفار مکہ نے حضرت کو لکہا کہ آپنے خلاف دستور ماہ رجب میں جنگ کی یہ جنگ کیسی تہی حضرت کو اس جنگ کا قلبی افسوس تہا۔ اور مجاہدین بہی نادم تہے کہ آیہ یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اہلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل (تجہسے قتال ماہ حرام کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ اے محمدؐ کہدے کہ اسمیں قتال گناہ کبیرہ ہے مگر راہ خدا میں ہارج ہونا اور اسکے اور مسجد الحرام کیساتہہ کفر کرنا اور اسکے اہل کو نکالدینا (جو تمنے کیا) خدا کے نزدیک اُس سے زیادہ گناہ کبیرہ ہے اور فتنہ (جو تم اٹہاتے ہو) قتل سے زیادہ گناہ عظیم ہے) نازل ہوئی تب وہ مجاہدین مسرور ہوئے۔ اور مال غنیمت بہ اجازت حضرت تقسیم کیا گیا۔ اسیران جنگ کی بابت قریش کے قاصد آئے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہمارے بہی دو آدمی سعد بن وقاص و عتبہ تلاش شتران میں گئے ہوئے ہیں۔ جو ابہی تک واپس نہیں آئے ہیں جب تک وہ بخیریت واپس نہ آجائینگے اسیر واپس نہ کئے جائینگے۔ چنانچہ جب سعد و عتبہ بخیریت واپس آ گئے تو اسیران قریش کو دعوت اسلام دی گئی حکم بن کیسان تو مسلمان ہو گئے۔ عثمان کو واپس کر دیا گیا۔

قیام حضرت بمدینہ — ماہ رجب و شعبان میں رسول اللہ مدینہ میں مقیم رہے۔ سعد بن نعمان و سلمہ بن ہشام و عیاش بن ابی ربیعہ مسلمان بغرض ادائے عمرہ مکہ گئے تہے۔ کفار قریش نے انکو گرفتار کر لیا جس کی بابت اسوقت تو بوجہ ماہ حرام ہونے کے کوئی فوری کارروائی نہیں کی گئی۔ مگر بعد ان دونوں مہینوں کے یہ امر ایک بڑی جنگ کا باعث ہوا۔

عقد فاطمہ زہرا رضہ

عقد فاطمہ رضہ زہرا

رجب — ۲ھ کا بہی وہ مبارک مہینہ رجب کا ہے جس میں رسول نے اپنی پارہ جگر یادگار خدیجۃ الکبرےٰ جناب فاطمہ زہرا کا جسکے صدہا القاب ہیں ذکیہ طاہرہ معصومہ صدیقہ بہی ہیں! ور اولاد حضرت میں یہی ایک اکلوتی بیٹی تہی۔ کیونکہ پسران حضرت کا صغیر السنی میں انتقال ہو گیا تہا۔ عقد اپنی گود کے پالے تربیت کردہ شاگرد علی کے ساتہہ کیا جس کی جانفروشی روز ہجرت رسولؐ سب پر ظاہر ہو چکی تہی یہ وہ فخر تہا جسکے واسطے بڑے بڑے حوصلہ مندوں کی نگاہیں اسطرف لگی ہوئی تہیں۔ قبل ازیں چند مرتبہ ابوبکر نے

دیگر خواستگاران کی ناکامی — حضرت سے خواستگاری کی۔ جواب دیا گیا کہ "وحی کا انتظار ہے۔ بدوں حکم الہی کچھ جواب نہیں دیا جا سکتا" بہ تحریک ابوبکر عمر نے بہی قسمت آزمائی کی۔ لیکن انکو بہی یہی جواب ملا۔ ان دونوں کے ضمنی انکار پر اور کسی کی ہمت تو نہوئی۔ مگر ہر شخص کے دل میں بلحاظ شرف یہ خیال ضرور تہا کہ دیکہیے یہ فخر کس کی قسمت کا حصہ ہے۔ اسکی آزمائش کیواسطے اپنی ناکامی کے بعد علی سے کہا گیا کہ "تم کیوں نہیں فاطمہ کی استدعا کرتے؟" علی اپنے اسباب ظاہری کی کمی محسوس کر کے تامل کرتے ہیں۔ مگر انکا اصرار مجبور کرتا ہے اور علی حاضر خدمت ہوتے ہیں مگر شرم و حجاب مانع اظہار مطلب ہوتا ہے اور واپس چلے آتے ہیں

دوم مرتبہ اسیطرح ہوا۔ تیسری مرتبہ کے اصرار پر اظہار مطلب کے مصمم ارادہ سے علی جاتے ہیں رسول اسوقت خانہ ام سلمہ میں تشریف فرما ہیں۔ علی آج کچھ زیادہ شرمائے ہوئے ہیں صورت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ مگر خاموش ہیں لیکن خاموشی کچھ کہہ رہی ہے جسکو رسول سمجھ رہے ہیں اور مسکراتے ہیں اپنے باحیا شاگرد کا یہ حجاب انہ تغیر دیکھکر ارشاد ہوتا ہے "علی کیا کچھ کہنا چاہتے ہو کہو" جواب میں اوّل سے آخر تک اپنے پرورش کرنے والے کے عنایات و الطاف کی داستان سنائی جاتی ہے مگر

علی کی استدعا خطبہ
رسول کی منظوری

عرض مدعا پر پہنچکر پھر سانس بھاری ہو جاتی ہے اس رتبہ دان شاگرد کے اس حسن طلب پر جس کو رسول سمجھ رہے تھے اسکا بوجھ ہلکا کر نیکو خود ہی سوال کیا جاتا ہے کیا تم فاطمہ کی خواستگاری کو آئے ہو؟ سر جھکا کر جواب ہوتا ہے "گر قبول افتد زہے عز و شرف" اب جو کلمہ فوراً زبان رسالت پر جاری ہو وہ مرحباً و اھلاً تھا روضۃ الصفا، اور صاحب اعلام الوریٰ بروایتہ ابن مالک لکھتے ہیں کہ رسول نے جانب آسمان نگاہ کی وحی ہوئی " ان اللہ یامرک ان تزوج فاطمۃ من علیؑ " ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جسوقت علی نے خطبہ فاطمہ کی التجا کی رسول کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں ہوئے اور سوال کیا "یا علیؑ تمہارے پاس ضروریات کے لیئے کیا ہے؟" عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس تو ایک تلوار ایک زرہ اور ایک اونٹ ہے اور بس؟ ارشاد رسول ہوتا ہے کہ تلوار مرد کا جوہر ہے۔ کفار سے جہاد کے واسطے ضروری ہے۔ اونٹ باربرداری و سواری کے واسطے لازمی ہے زرہ کی البتہ تم جیسے شجاع کے لیئے ضرورت نہیں اسکو فروخت کردو۔ علی تعمیل کے واسطے اٹھ آئے۔ رسول کی اس عزت افزائی کی جسقدر خوشی علی کو اور خفت پہلے خواستگاران کو ہوئی ہوگی اسکی قلم فطرت ہی کچھ صفحہ قلب پر اچھی طرح مصوری کرسکتا ہے۔ یہ دوسری وجہ علی سے حسد کی پیدا ہوگئی ؂

علی نے زرہ فروخت کردی

بہرحال علی آئے اور زرہ کو فروخت کیا۔ جسکو بحکم خداوند جلیل جبرئیل نے پانچسو درہم میں خریدا اور زرہ بھی رسول خدا کی خدمت میں حاضر کی۔ علی نے قیمت رسولؐ کے سامنے لاکر رکھ دی۔ ضروری اشیا کا خریدنا اصحاب کی سپرد ہوا۔ آراستگی عروس کی خدمت ام سلمہ کی سپرد کی گئی۔ بلال موذن کو اصحاب کی طلبی کا حکم دیا گیا۔ لوگ جمع ہوئے۔ اور خطبہ علی کے بعد رسول نے خطبہ ارشاد فرمایا اور عقد فاطمہ کا بہ تعین پانچسو درہم جسکے تخمیناً ایک سو سات روپے ہوتے ہیں مہر علی کے ساتھ کردیا اور فرمایا کہ "جمع اللہ شملکما و اسعد جدکما و بارک علیکما و اخرج منکما کثیرا طیبا" (خدا تمہاری پریشانیوں کو رفع کرے سعادت تمہاری یاوری کرے تمہیں برکت ہو اور تم سے بہت سی پاک اولادیں پیدا ہوں)

عقد ہو گیا

کیفیت جہیز فاطمہ

بعد عقد کے اصحاب کو خرمے تقسیم کیئے گئے۔ رسول گھر میں تشریف لے گئے دوبارہ زن و شوہر میں اخلاص کی دعا کی۔ فاطمہ کو ام سلمہ کے ساتھ خانہ علی میں بھیجدیا گیا۔ اصحاب کی دعوت ہوئی۔ جہیز فاطمہ دختر رسول کا جو اسوقت علاوہ مسلمانوں کے دینی پیشوا اور حاکم ہونے کے مدینہ کی چھوٹی سی حکومت کے دنیاوی فرمارواں بھی تھے۔ ایک عجیب سبق آموز جہیز تھا جسمیں ایک قطیفہ تھا۔

جس سے پورا جسم بھی نہیں چھپتا تھا۔ ایک چکی۔ ایک توا۔ دو مشک۔ دو تکیہ جنمیں ایک روئی کا دوسرا لیف خرما کا اور دو بستر تھے بعضوں نے دو جوڑے کپڑے بھی لکھے ہیں اور بس :۔ اور واقعی ان دنیا سے دل برداشتہ لوگوں کیواسطے اس سے زیادہ ضرورت ہی کس چیز کی تھی۔ شام کو رسول اللہ خانہ علی میں تشریف لے گئے۔ اور ایک کوزہ آب لیکر اس میں سے کچھ خود پیا اور دعا پڑھ کر کے فاطمہ اور علی کے سر و سینہ پر چھڑکا اور دعا دیکر واپس ہوئے۔ فاطمہ مفارقت باپ پر رونے لگیں۔ ارشاد ہوا کہ اے فاطمہ کیوں روتی ہو بیٹے تمکو بہترین اہلبیت اور سردار اہل دنیا و آخرت کی زوجیت میں دیا ہے"۔ (روضتہ الصفا)

علی بہترین اہلبیت و سردار دین و دنیا

عقد کا اثر

صاحب تنقید الکلام لکھتے ہیں کہ آپ (رسول اللہ) کے بیٹے صغیر السن مر گئے مگر حضرت علی کی محبت میں فرزند کے غم بھول گئے اور انکا عقد اپنی دختر نیک اختر فاطمہ سے کر دیا جس سے محبت و جاں نثاری کا سلسلہ طرفین سے خوب مضبوط و مستحکم ہو گیا۔

فاطمہ منجملہ چار خواتین کاملہ ہیں

"انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے کہ فاطمہ ان چار خواتین میں سے ہیں جنکو رسول کامل سمجھتے تھے۔ ولادت ۶۰۶ء میں ہوئی اور سنہ ۶۲۵ء میں علی سے عقد ہوا انھوں نے ان کی حیات میں دوسرے سے عقد نہیں کیا"۔

روایت عائشہ

روضتہ الصفا میں عائشہ کا مقولہ ہے کہ حرکات سکنات۔ سیرت۔ اخلاق و اوصاف میں بہ نسبت فاطمہ کے زیادہ مشابہ رسول کا کسیکو نہ پایا پس ایسی صفات کی لڑکی کیواسطے اس سے بہتر یا اسی کی مثل شوہر تلاش کرنا فطرتاً رسول کا مقدم خیال ہونا چاہیئے تھا کون تھا جو ان تمام صفات میں رسول کا مشابہ و مثل ہو سکتا سوا اسکے کہ جسکو رسول نے روز ولادت سے اپنی مثل بنایا ہو۔ شرف حسب و نسب میں بھی گویا ایک درخت کی دو شاخیں تھیں پس ان تمام سوشل و اخلاقی حیثیتوں میں علی کے مقابل تمامی اہل اسلام میں نہ کوئی کھڑا ہو سکتا تھا نہ رسول کسی اور کو منتخب کر سکتے تھے جسکی تائید رسول کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو فردوس الاخبار میں درج ہے کہ قال النبی لو لم یخلق اللہ علیاً لما کان لفاطمۃ کفو (اگر خدا علی کو نہ پیدا کرتا تو فاطمہ کے واسطے کوئی کفو نہ ہوتا)

گر علی نہ ہوتے تو فاطمہ کا کفو نہ ہوتا

تاریخ عقد ماہ رجب مشہور

تاریخ و ماہ عقد میں روایات مختلف ہیں بعض کا قول ہے کہ آخر ماہ صفر میں عقد ہوا اور ذی الحجہ میں زفاف یعنی رخصتی ہوئی بعض کہتے ہیں کہ رجب میں عقد ہوا اور بعد فراغت جنگ بدر زفاف ہوا بعض کے نزدیک عقد و زفاف ماہ ربیع الاول میں ہوا مگر زیادہ مشہور ماہ رجب ہے۔

تحویل قبلہ بجانب کعبہ

قریب نصف ماہ رجب کے تحویل قبلہ بجانب خانہ کعبہ ہوئی۔ اب تک بجانب بیت المقدس رخ کر کے نماز ادا کیجاتی تھی۔ اور بقولے مکہ میں حضرت بجانب کعبہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ مگر جب سے مدینہ تشریف لائے تھے بغرض تالیف یہود بیت المقدس کی سمت رخ کر کے نماز ادا فرماتے تھے جب یہود طعن کرنے لگے کہ محمد ہمارے معبد کیطرح نماز ادا کرتے ہیں تو حضرت کو خیال تحویل قبلہ کا ہوا اور متردد تھے کہ کسطرف قبلہ قرار دیا جائے کہ ایک روز حضرت مسجد بنی سلمہ میں نماز ظہر پڑھا رہے تھے کہ وحی نازل ہوئی۔ قد نری

تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضاها فول وجهك شطر المسجد الحرام راے رسول قبلہ بدلنے کے واسطے بار بار تمہارا آسمان کی طرف رخ کرنا ہم دیکھ رہے ہیں ہم ضرور تمکو ایسے قبلہ کیطرف پھیر دینگے کہ تم خوش ہو جاؤ اچھا تم مسجد الحرام کی طرف منہ کر لو) حضرت رکعت دوم میں تھے کہ بعد نزول وحی فوراً رخ اپنا جانب کعبہ کر لیا اور باقی نماز جانب کعبہ رخ کر کے تمام کی اسیوجہ سے اس مسجد کو ذو قبلتین کہتے ہیں اسکے بعد حضرت نے مسجد قبا کی دیواریں از سر نو ترمیم کرا کر سمت قبلہ درست کی بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تحویل قبلہ بعد جنگ بدر ہوئی ÷

روزہ ہائے رمضان
فطرہ ونماز عید
شعبان

اس سال ماہ شعبان میں روزہ ہائے ماہ رمضان فرض ہوئے اور صدقہ فطرہ واجب ہوا اور نماز جماعت عید الفطر واجب ہوئی پس حضرت نے صحرا میں جا کر نماز عید بجماعت پڑھائی ÷

(۴) غزوہ بدر کبریٰ ۔ ۱۹ ر رمضان سنہ ۲ھ فتح اسلام ۔ علی کی پہلی جنگ و بہادری بے مثل

غزوہ بدر کبریٰ
وجوہ اسباب جنگ

اسی سال ماہ رمضان میں درمیان مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے ایک جنگ عظیم نواح مدینہ میں مقام بدر پر ہوئی جو غزوہ بدر کے نام سے موسوم ہے ۔ بدر ایک چاہ کا نام ہے جو اس شخص کے نام سے مشہور ہوا جسنے اسکو بنایا تھا ۔ واقعات و اسباب اس جنگ کے یہ ہیں کہ مشرکین مکہ برابر درپے تاراجی و ایذا رسانی مسلمانوں کے تھے اور مدینہ تک تاخت سے باز نہ آتے تھے چنانچہ ماہ جمادی الثانی میں حضرت کے اونٹ نواح مدینہ سے ہانک لیگئے ماہ رجب میں تین مسلمانوں کو گرفتار کر کے قید کر لیا ۔ جسکا بیان اوپر ہو چکا وہ لوگ مسلمانوں کی قلت تعداد اور اپنی کثرت کی وجہ سے چاہتے تھے ۔ کہ اسلام کو تباہ کر دیں ۔ لہذا اسلام کو بھی ضرور ہوا کہ اپنا وجود قایم رکھنے کیواسطے ایک فیصلہ کن جنگ کیجاوے ۔ اس دوران میں خبر ملی کہ وہ بڑا قافلہ قریش کا جو بہ سرگروہی ابوسفیان بن حرث جانب شام گیا تھا جسکے مقابلہ کے واسطے غزوہ عشیرہ ہوا تھا اور بوجہ گذر جانے قافلہ مذکور کے بلا جنگ واپسی ہوئی تھی اب وہ قافلہ شام سے واپس آرہا ہے یہ بھی اندیشہ تھا کہ عجب نہیں کہ یہ لوگ ہنگام واپسی کوئی تاخت مسلمانوں پر کریں ۔ حضرت نے بعد واپسی عشیرہ طلحہ بن ابی طلحہ وسعد بن زید نفیل کو مخبری پر مامور کیا تھا کہ قافلہ مذکور کی واپسی اور ارادوں کی خبر لائیں ۔ یہ دونوں جاسوس مقام نجار پر پہنچکر مکان کشنط جہنی پر مقیم ہوئے ۔ جب قافلہ ابوسفیان و عمرو عاص کا یہاں پہنچا تو ان مخبروں نے فوراً واپس آ کر حضرت کو خبر دی ۔ کہ حضرت ۱۲ ر رمضان کو اس خبر پر معہ ایک جماعت کے جس میں اول قریب ۷۰ مہاجرین اور ۹۰ انصار کے تھے ۔ بہ تعجیل تمام مدینہ سے روانہ ہوا اور مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ بمقام بقیع پر پہونچکر جو بیوت السقیا کے نام سے مشہور تھا جمع ہوں ۔

تعداد شمار لشکر اسلام
۳۱۵ تھی

چنانچہ مقام اجتماع پر پہنچکر ذریعہ قیس ابن صعصعہ شمار کرایا گیا تو کل تعداد لشکر اسلام کی ۳۱۳ و بقولے ۳۱۵ ہوئی ۔ عثمان بن عفان بوجہ بیماری زوجہ خود نہیں گئے تھے مدینہ میں رہ گئے تھے ۔ اس مختصر لشکر اسلام میں صرف ۷۰ اونٹ تھے اور دس گھوڑے اور بروایتے صرف ایک ہی گھوڑا تھا ۔ کل آٹھ زرہ اور آٹھ تلواریں تھیں ایک ایک اونٹ پر دو دو و تین تین آدمی

سوار ہوتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ و علیؑ و زید بن حارث ایک اونٹ پر سوار تھے۔ ابو لبابہ کو یہاں سے خلافت مدینہ پر مامور کرکے واپس کر دیا گیا تھا ٭

قافلہ ابو سفیان آیا اور گذر گیا۔ قریش مکہ کو ذریعہ قاصد امداد کو بلایا

بقیع سے روانگی کیوقت لیث بن عمرو عدی بن ابو کو خدمت جاسوسی پر بغرض دریافت حال قافلہ مذکور کے روانہ کیا گیا جنکو قریب بدر پہنچکر دو عورتوں کی بات چیت سے جو کنوئیں پر آپس میں گفتگو کر رہی تھیں معلوم ہوا کہ کل قافلہ قریش وہاں پہونچیگا انہوں نے فوراً آکر حضرت کو خبر دی۔ جاسوسوں کی واپسی سے دوسرے روز قافلہ ابو سفیان وہاں پہنچا۔ ابو سفیان نے جو اس منزل پر نشانات قدم اونٹوں کے اور لید پڑی دیکھی جو فضلہ خرما کی تھی جو اہل مدینہ اپنے اونٹوں کو کھلاتے تھے وہ سمجھ گیا کہ محمدؐ کے جاسوسونکے نشانات ہیں وہ فوراً معہ قافلہ کے وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اور بخوف سیدھا راستہ چھوڑ کر براہ ساحل مکہ کو روانہ ہو گیا۔ چونکہ اسکو بروقت واپسی شام ہی خبر مل چکی تھی کہ محمدؐ معہ اصحاب کے اسکے قافلہ کے مقابلہ کو آئے تھے اور قافلہ کے گذر جانے کی وجہ سے واپس چلے گئے تھے اور اب اسکی واپسی کے منتظر ہیں۔ اسنے وہیں سے ایک شخص ضمضم نامی کو بیس مثقال اجرت دیکر مکہ کو بھیجدیا تھا کہ قریش کو خبر دیکر قافلہ کی امداد کیواسطے آدمی روانہ کرے ٭

خواب عاتکہ

یہاں مکہ میں عاتکہ بنت عبد المطلب نے ایک خوفناک خواب دیکھا تھا کہ ایک شتر سوار آیا ہے اور بام کعبہ پر ندا کرتا ہے کہ اے قوم قتل ہونیکو آمادہ ہو جاؤ۔ پھر وہاں سے ابو قبیس پر گیا اور ایک پتھر وہاں سے اٹھا کر پھینکا جس سے چنگاریاں نکلیں اور مکہ کے ہر گھر میں سوا بنی ہاشم کے پہنچیں۔ عاتکہ نے اس خواب کو عباس سے بیان کیا انہوں نے ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے اور اسنے اپنے باپ سے کہا۔ ابو جہل نے سنا تو جلکر کہا کہ اب تو بنی ہاشم کی عورتیں بھی پیغمبر ہو گئیں یہ طعن بنی ہاشم کو ناگوار ہوئی ٭

قاصد ابو سفیان مکہ پہنچا

اس سے تیسرے روز ضمضم قاصد ابو سفیان مکہ میں پہنچا اور اسنے حسب ہدایت ابو سفیان اپنے اونٹ کے کان کاٹ دیے تھے جنسے خون نکلتا تھا اور اسی حالت سے آکر اسنے فریاد کی کہ اے قریش کیا چین سے بیٹھے ہو تمہارے قافلہ پر محمدؐ نے تاخت کی ہے اسکی خبر لو اور محمدؐ کی دست برد سے اسکو بچاؤ اگر دیر کروگے تو قافلہ کا نشان نہ پاؤگے اس خبر سے عاتکہ کے خواب کی تصدیق ہوئی اور فوراً سہل بن عمر صفوان بن امیہ۔ ربیعہ بن الاسود۔ ابو جہل۔ عتبہ بن ابی معیط۔ ابو البختری بن ہشام وغیرہ روسا قریش نے مردان مکہ کو ترغیب و غیرت دلاکر آمادہ کیا۔ کچھ لوگ مثل عتبہ و شیبہ وغیرہ کے خواب عاتکہ کے انجام بد کے خوف سے متامل بھی ہوئے مگر ابو جہل نے بزدلی کی غیرت دلاکر انکو بھی آمادہ کر لیا۔ عتبہ و شیبہ نے ہبل کے پاس آکر روانگی کی بابت زلام (استخارہ جاہلیت) کیا تو منع آیا بھی ربیعہ بن الاسود نے بعد از خروج مکہ تیروں سے زلام کیا اسکو بھی نہی آئی۔ مگر اسپر اعتناء نہ کیا گیا۔ اور ایک مجمع کثیر انکوشش و اغوا ابو جہل جمع ہو گیا جس میں ۹۵۰ مردان جنگی تھے اور ۷۰۰ اونٹ اور ۱۰۰ گھوڑے تھے۔ تمام سامان عیش و نشاط بھی ساتھ لے گئے تھے عباس اور دیگر بنی ہاشم کو بھی چلنے پر مجبور کیا گیا جو بکراہ ساتھ ہو گئے تھے۔ روسا مکہ میں تیرہ آدمی جو متمول تھے یعنی عباس بن

کثیر لشکر قریش جمع ہو کر چلا تعداد ۹۵۰ تھی

عبدالمطلب ۔ عتبہ بن ربیعہ ۔ اُمیّہ بن خلف ۔ حکیم بن حزام ۔ نضیر بن حارث ۔ ابوجہل بن ہشام ۔ سہیل بن عمر ۔ نبیہ و منبہ پسران حجاج لشکر کے کہانے وغیرہ کے متکفل و منتظم کئے گئے تھے ۔ عتبہ و شیبہ کو اکثر خواب عاتکہ کی بنا پر خیال مراجعت پیدا ہوتا تہا ۔ مگر ابوجہل جس نے قسم کھائی تھی کہ جب تک بدر نہ پہونچیگا ۔ شراب نہ پئے گا غیرت دلا کر آمادہ کر دیتا تہا ۔ جب یہ لشکر عظیم قریب مقام جحفہ پہنچا تو جہیم بن صلت بن مطلب نے خواب دیکہا کہ عتبہ و ربیعہ و اُمیّہ و ابوالبختری و ابوجہل و نوفل فنا ہوگئے ۔ سہیل اسیر ہوگیا ۔ خواب سنکر ابوجہل نے کہا کہ ایک اور پیغمبر پیدا ہوا اور سب کو ورغلا کر مستعد کر دیا ۔ تعجیل تمام چلے جاتے تہے ۔

ابوسفیان کا قاصد لشکر قریش کے پاس

یہاں قافلہ ابوسفیان جب مقام مخدوش سے بخیریت گذر گیا تہا اور قریب مکہ پہنچا اور اسکو روانگی قریش کا حال معلوم ہوا تو اسنے قیس ابن امرء القیس کو لشکر قریش کے پاس بہیجا کہ ہمارا قافلہ بخیریت واپس آگیا اور سب واپس چلے آئیں اور محمد و اہل یثرب کے درپے نہوں ۔ یہ قاصد مقام جحفہ پر پہنچا اور قریش سے پیغام ابوسفیان کہا تو عتبہ فوراً واپسی پر آمادہ ہوا مگر ابوجہل نے پہر قسم کہائی کہ جب تک بدر پہنچکر تین روز قیام کر کے محمد و اہل یثرب کو نہ دکہلا دینگے کہ قافلہ قریش پر تاخت کا نتیجہ ہوتا ہے ہرگز واپس نہ ہونگے ۔ اس قاصد نے واپس آکر ابوسفیان سے کیفیت بیان کی تو اس نے کہا کہ افسوس ہے ابوجہل کی عقل پر ۔ در باوجود اسکے اپنے قافلہ کو مکہ پہنچا کر اور اسباب وغیرہ رکہا کر خود فوراً روانہ ہو کر سپاہ قریش سے آملا اور جنگ میں شریک ہوا ۔

اخنس و بنو زہرہ کی واپسی

اخنس بن شریق بن زہرہ کو جب معلوم ہوا کہ قافلہ قریش بہی بخیریت مکہ پہنچگیا اور مخرمہ بن نوفل بہی قید مسلمانان سے آزاد ہوگیا ۔ اس لشکر سے کہا کہ اب تم لوگ جنگ محمدؐ سے باز آؤ اور اسکے درپے تباہی نہو کہ وہ بہی تمہارا برادر زادہ ہے بہتر ہے کہ واپس چلو ابوجہل کی بات پر عمل نکرو کہ وہ قوم کو ہلاک کرنا چاہتا ہے ۔ بنو زہرہ اسکی نصیحت پر آمادہ ہوا اور راستہ سے اخنس اونٹ سے گر کر سانپ کے کاٹنے کے حیلے سے واپس ہوگیا اور سب بنی زہرہ بہی اسکے ساتھ واپس ہوگئے جن پر ابوجہل نے سخت نفرین کی ۔

دو یہودی لشکر اسلام کے ساتھ

اسطرح نواح مدینہ میں جب حضرت مقام روحا پر پہنچے تو وہاں نماز عشا پڑہی اور رہائی سلمہ بن ہشام و عیاش بن ابی ربیعہ کی جو کفار مکہ کی قید میں تہے دعا فرمائی ۔ حبیب بن لیساف و قیس بن محرث جو مشرک تہے بطمع غنیمت لشکر اسلام کے ساتھ ہوگئے تہے معلوم ہونے پر حضرت نے انکی واپسی کا حکم دیا جنمیں سے حبیب تو مسلمان ہوگیا اور ساتھ رہا قیس واپس گیا یہ بہی رسول کی فراست کی دلیل ہے کیونکہ ایسے نازک موقعہ پر مخالف کی شرکت خالی از خطرہ نہیں ہوتی ۔

رسول کو آمد عظیم لشکر قریش کی خبر و تہیہ رسول

وادی صفرا پر پہنچکر رسول اللہ کو اس عظیم لشکر قریش کی آمد کی خبر ملی اور اپنی جماعت کی قلت تعداد و سامان کو دیکہکر رسول کو گونہ تشویش ہوئی لیکن اب قریش کے سیلاب سے مرعوب ہو کر واپس ہونا ہی گویا اپنی ہستی کو مٹانا اور کفار کو خاص مدینہ پر حملہ آور ہونیکا موقعہ دینا تہا ۔ لہذا رسول نے دل میں ٹہان لی کہ اب بجز اسکے چارہ نہیں کہ اسلام کی آئندہ قسمت کا فیصلہ کر لیا جاوے ۔ جب جنگ نہ کرنے میں تباہی کی مہیب شکلیں نظر آتی ہیں تو اس سے بہتر ہے کہ اگر فنا ہی ہوں تو مردانہ طریقہ پر تو تاریخ عالم میں یادگار چہوڑ کر ۔ لہذا رسول نے بہم

اصحاب سے مشورہ

ارادہ کرلیا کہ ہرچہ بادا باد مردانہ مقابلہ کیا جاوے مگر امتحاناً اپنے ہمراہیان کا ایما لیا۔ بقول حیات القلوب ابوبکرؓ و عمرؓ نے کہا کہ ہم ایسے جنگ عظیم کے قصد سے ہرگز نہیں نکلے تھے اس لشکر عظیم کے مقابلہ میں کیا سربر ہوسکیں گے مناسب ہے کہ جنگ سے باز رہیں اور واپس چلیں بعض انصار نے بھی جنکے دلوں میں کچھ نفاق کی جھلک تھی اور محبت اسلام انکے قلوب میں مستحکم نہوئی تھی کہا کہ ہم لوگوں نے مدینہ کے اندر رسول کی حفاظت کا عہد کیا ہے نہ کہ بیرون مدینہ۔ رسول کو یہ جوابات پسند نہ آئے اور طبع اقدس پر گونہ ملال ہوا لیکن مہاجرین میں سے علیؑ و حمزہؓ و مقدادؓ نے اور انصار کیطرف سے سعد بن معاذؓ نے پرزور الفاظ میں رسول کو اطمینان دلایا کہ ہم لوگ ہرگز اطاعت سے باہر نہونگے اور آپکے حکم پر اپنی جانیں نثار کردینگے۔ تب حضرت کو اطمینان ہوا اور دعا دی اور فرمایا کہ سنو مجھے خبر دیگئی تھی کہ یا تو قافلہ ابوسفیان سے یا لشکر قریش سے ضرور مقابلہ ہوگا اور خدا ہماری مدد کریگا۔ تب حضرتؐ نے معہ اس لشکر مختصر کے روانہ ہوکر کنارہ سراب جسکو عدوہ شامیہ

رسول خود جاسوسی کرتے ہیں

کہتے ہیں مقام کیا اور خود معہ قتادہ بن نعمان و معاذ بن جبل بعد فروکش ہونے لشکر کے بطور تفریح روانہ ہوکر ایک بڈھے سے جسکا نام سفیان ضمیری تھا اخبار لشکر قریش دریافت فرمائے جسنے بتایا کہ فلاں روز قافلہ روانہ ہواہے اور آج فلاں مقام میں ہوگا۔

علی کے متعلق گشتی جماعت گرفتار دو سقہ دشمن

۱۷ ارمضان کو علی بن ابیطالب کو معہ زبیر بن عوام و سعد بن وقاص چند دیگر ہمراہیان مامور کیا گیا کہ وہ نواح بدر میں دشمن کی خبر لیتے رہیں اور ایک کنوئیں کو مرکز قرار دیں۔ جانثار اصحاب اس ہونہار افسر کی ماتحتی میں اپنے مقام مامورہ پر پہنچے۔ دشمن کی ایک جماعت آب کشی کو جو پانی لینے آئی تھی دیکھا جو سب جماعت مسلمانان کو دیکھکر بھاگ گئے۔ اسلم و عریض دو غلاموں کو اس افسر نے گرفتار کرلیا اور خدمت رسول میں بھیجدیا۔ ان سے دریافت پر معلوم ہوا کہ وہ سقایان لشکر قریش میں سے ہیں اور لشکر قریش سامنے والے ٹیلے کے پیچھے اوس مقام پر جسکو عدوۃ القصوی و کثیب عقنقل کہتے ہیں فروکش ہیں۔ تعداد لشکر دریافت کرنے پر انہوں نے کہا کہ شمار انکو معلوم نہیں رسول نے پوچھا کہ کسقدر اونٹ یانی کے روزانہ لاتے ہو انہوں نے کہا کہ نو یا دس تو رسول نے اوسوقت بتلادیا کہ ہزار سے کم اور نو سو سے زیادہ ہیں۔ ان سے ہی صنادید قریش کے نام جو ہمراہ لشکر آئے تھے معلوم ہوئے۔

مقام لشکر اسلام کی بابت مشورہ

حضرتؐ نے قیام لشکر اسلام کی بابتہ مشورہ کیا حباب بن منذر نے جو اس نواح کے تمام مواقع سے واقف تھا کہا یہ مقام مناسب نہیں یہاں سے کوچ کرنا چاہیئے اور بدر کے آخری چاہ پر اترنا چاہیئے۔ وہاں پہنچکر ہم ایک حوض کھودکر اسکو پانی سے پُر کرلینگے۔ تاکہ پانی کی ہمکو تکلیف نہو رائے منذر پسند ہوئی اور یہاں سے کوچ کردیا گیا۔

قیام لشکر اسلام کے ریگستان میں

لہٰذا سقایان قریش جو بھاگ گئے اور قریش کو دو کی گرفتاری کی خبر ہوئی تو انکو کچھ اضطراب پیدا ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ مسلمان انکی کثرت سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ مقابلہ پر آمادہ ہیں اور اب انکو خوف ہوا کہ مقابلہ سخت ہوگا مگر ابوجہل انکو ہمت دلاتا رہا لشکر اسلام قریب بدر بالکل ریگستانی حصہ میں اترا تھا جس میں گھٹنوں تک پیر دہنسے جاتے تھے قریش کی قیام گاہ نشیب میں سخت زمین پر تھی اتفاق سے بفضل ایزدی خوب بارش ہوگئی جس سے قیام گاہ لشکر اسلام کا ریت جم کر زمین چلنے کی قابل ہوگئی

اور منزل قریش پر کیچڑ اور پانی ہو گیا ۔

ماموری مخبران

یہاں پہر حضرت نے بوقت شب عمار یاسر و عبداللہ مسعود کو بخدمت جاسوسی تفحص حال قریش کیواسطے مامور کیا جنہوں نے آکر خبر دی کہ قریش خایف معلوم ہوتے ہیں مگر ہوشیار ہیں جسکے نقش قدم صبحکو لشکر قریش میں دیکھے اور پہچانے گئے اور قریش سمجھے کہ جاسوسان محمدؐ تھے اور اپنے گروہ کو متوجہ کر کے جنگ کی ترغیب و تحریص کی ۔

تیاری عریش برائے حضرت

اب حضرتؐ نے اپنے مختصر لشکر کے صفوف قایم کئے سعد بن معاذ نے عرض کیا کہ ہم حضور کیواسطے ایک عریش تیار کرتے ہیں حضور وہاں تشریف فرما رہیں اور اپنے جانثاروں کی جنگ کا معائنہ فرماتے رہیں ۔ حضرتؐ نے اجازت دی اور سعد کو دعا دی چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ۔ اسی اثنا میں لشکر قریش بہی سامنے سے نمودار ہوا سب کے آگے ربیعہ بن الاسود گہوڑے پر سوار تہا ۔ اسکا لڑکا ۔ اسکے پیچھے تہا حضور نے لشکر قریش کو دیکہا اور خدا تعالٰی سے مسلمانوں کی فتح اور دشمن کی شکست کی دعا کی ۔

ایک یہودی کی کوشش صلح

اعیان بن رخصہ یہودی نے جو قریش کا ہم عہد تہا ۔ دس اونٹ امداد قریش میں بہیجے تھے اور خود بہی آنیکا وعدہ کیا تہا ۔ اسکا لڑکا خفاف ناقل ہے کہ اسکا باپ جنگ سے صلح کو زیادہ پسند کرتا تہا ۔ وہ آیا اور عتبہ سے جو قریش میں کسیقدر مایل بہ صلح تہا ملا تو اسنے کہا کہ جنگ سے صلح بہتر ہے اگر تمکو عمرو بن حضرمی کی دیت اور مال جو بطن نخلہ میں مسلمانوں نے لے لیا تہا ۔ اسنے لیا ہے تو میرے نزدیک صلح کر لینی چاہیئے ۔ قتال مناسب نہیں عتبہ تو راضی تہا اور ابوالبختری کے ذریعہ سے ابوجہل سے کہلوایا بہی مگر ابوجہل نہ مانا اور جنگ کی ٹہر گئی ۔

صف آرائی متخاصمین و رفع حجت

۱۹ رمضان کو فریقین کے لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے ۔ رسول اللہ نے اول اپنے اصول کیموافق قریش کے پاس پیغام بہیجا کہ بہتر ہے کہ وہ جنگ سے درگذر کریں اور واپس جائیں ہمارا مقصود ہرگز جنگ کا نہیں ہے ہم جنگ کو پسند کرتے ہیں حکیم بن حزام نے پیغام حضرت لشکر قریش سے کہا کہ محمدؐ نے انصاف کی بات کہی ہے مگر ابوجہل جو اپنی کثرت سے اس غم میں تہا کہ اب ہم مسلمانونکو نیست و نابود کر دینگے نہ مانا اور کہلا بہیجا کہ ہمکو نصیحت کی ضرورت نہیں ہے ہم بغیر کافی انتقام لیئے ہرگز واپس نہ ہونگے ۔

مسلمانان کا جان توڑ لڑائی پر تہیہ

اب مسلمان بہی اپنی گذری ہوئی سختیوں ۔ جلاوطنی ۔ تو ہین اور سب سے زیادہ دشمن کی کثیر جماعت جان بچانیکی وجہ آمادہ ہو گئے ۔ کہ اب ایک جان توڑ لڑائی لڑ لیجاوے ۔ اب تک کوئی بڑی لڑائی نہوئی تہی جسکی فتح و شکست پر اسلام کی قسمت کا فیصلہ کیا جا سکتا یہ بڑے پیمانہ پر تہی اور اپنا وجود باقی رکھنے کے لیئے ضروری تہا کہ اسی میں موت و زندگی کا فیصلہ کر لیا جاوے ۔

رسول کا دشمنوں کو پانی دینے کی اجازت دینا

اسی اثنا میں کچھ قریش پانی لینے اس حوض کیطرف بڑہے جو سب سے اول مسلمانوں نے تیار کیا تہا ۔ تو مسلمان روکنے پر آمادہ ہوئے مگر حکم رسول رحمۃ للعالمین ہوا کہ پانی سے نہ روکو پینے دو چنانچہ حکم رسول کی تعمیل کی گئی اور قریش نے پانی پیا دشمن کیساتھہ یہ سلوک سوائے آل رسول اور اسکی اولاد و خاندان کے اور کسی میں نہ ملیگا کفار قریش نے پانی پینے کے بعد شرارت و فساد اٹہانا چاہا کہ حوض کو گندہ و نجس کر دیں حضرت حمزہ انکے اس ارادہ سے مطلع ہو کر لڑتے ہوئے وہاں پہونچ گئے اور اسود بن عبدالاسد مخزومی کو جو ایسا کرتا

چاہتا تھا فوراً قتل کر دیا ۔

بعض سرداران قریش کی کوشش صلح

قریش میں سے اب بھی عمرو بن وہب و حکیم بن حزام و عتبہ نے ہر چند کوشش کی کہ جنگ نہو بلکہ عتبہ نے تو دیت عمرو الحضرمی کی ادائگی
بھی اپنے ذمہ لے لی تھی جسپر اکثر قریش بلا جنگ کئے واپسی پر رضامند بھی ہو گئے تھے مگر ابو جہل نے یہ دیکھکر کہ اگر اس حالت میں واپسی
سب کی ہو گئی تو عتبہ کی بات بڑہجاوے گی اور اسکو مقبولیت عامہ حاصل ہو جاویگی جسکو وہ کسیطرح گوارا نہ کر سکتا تھا یہ چال چلی کہ
عمرو الحضرمی کے بھائی عامر کو بہکایا کہ عتبہ یہ چاہتا ہے کہ تمہارے بھائی کے خون کی دیت لیلے اور انتقام نہ لیا جاوے تم تمام قریش
کے سامنے فریاد کرو۔ چنانچہ یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ عامر نے اپنا سر برہنہ کر کے واعمراہ! واخیاہ! کی فریاد کی قریش میں جنمیں عنصر انتقامی
زیادہ ہوتا تھا اس فریاد سے جوش و اشتعال پیدا ہو گیا اور جنگ چھڑ گئی ۔

آمادگی جنگ

لشکر قریش میں تین بڑے علم تھے ایک طلحہ بن ابی طلحہ کے پاس دوسرا ابی عزیز بن عمر کے پاس تیسرا نضر بن الحارث کے پاس تھا
جب دونوں لشکر آمادہ بجنگ ہوے حضرت نے خود صف لشکر درست کی اور خود عریش پر تشریف فرما ہوے ابو بکر بھی عریش پر تھے جس
کی وجہ ناظرین خود قیاس کر لینگے حضرت نے منہ طرف آسمان کر کے پھر دعا نصرت الٰہی کی۔ تناسب تعداد لشکر سے مسلمانوں کی قلیل
جماعت کا ایسے کثیر لشکر کے مقابل میں ٹھہر رہنا تعجب کی بات معلوم ہوتی ہے مگر اصول جنگ سابقہ کے لحاظ سے کہ ایک کی ایک کے
ساتھ دست بدست جنگ ہوا کرتی تھی! ور رسول اللہ کے عزم و استقلال پر نظر کرتے ہوے زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے ۔

عتبہ ابو جہل کے کہنے سے کود پڑا

پرجوش دشمنوں میں سے عتبہ بن ربیعہ پہلا شخص تھا جو صف لشکر سے نکلا کیونکہ ابو جہل نے عتبہ کی سعی صلح پر اسکو بزدلی کا طعنہ
دیا تھا جو ایک عرب کے بہادر کیواسطے بہت کچھ تھا اسکے ساتھ ہی اسکا بھائی شیبہ اور لڑکا ولید نکلے! ابو جہل ایک گھوڑے پر سوار تھا
عتبہ نے اس طعن کی سرزنش میں ابو جہل کے گھوڑے کو پے کر دیا کہ سوار ہو کر میدان جنگ میں آنا مردانگی نہیں ابو جہل گر گیا۔ قریب
تھا کہ ان دونوں میں آپسہی میں جنگ ہو جاے مگر اہل لشکر نے بچا دیا ۔

آغاز جنگ

عتبہ و شیبہ و ولید نے میدان میں آکر مبارز طلب کیا لشکر اسلام سے۔ معاذ و معوذ و عوف انکے مقابلہ کو بڑہے۔ قریش کی جاہلانہ
حمیت کے بہادروں نے یہ دیکھکر کہ مقابل انسے نسب میں کم درجہ کے ہیں انکو واپس کر دیا اور رسول سے اپنے ہم کفو کے بھیجنے
کے خواستگار ہوے رسول نے اب اپنے چچا حمزہ و بھائی و داماد علیؑ و چچازاد بھائی عبیدہ بن الحارث کو بھیجا تاکہ مہاجرین و انصار میں
کسیکو یہ خیال پیدا نہو کہ اپنے عزیزوں کو بچاتے ہیں بلکہ اوروں کو بھی اسی سے جوش و ولولہ پیدا ہو ۔

حمزہ و علی و عبیدہ مقابل عتبہ و شیبہ و ولید بھیجے گئے

اس میں کسیقدر اختلاف ہے کہ کون کس کے مقابل ہوا مگر زیادہ صحیح اور اجماعی یہ ہے کہ عتبہ کے مقابل حمزہ و شیبہ کے مقابل عبیدہ
اور ولید کے مقابل علی ہوا اور ان تین صاحب نسب لوگوں کی لڑائی دین اور کفر کے قائم کرنیکو شروع ہو گئی عرب کے مشہور
بہادر حمزہ نے اپنے مقابل کو خون میں نہلا دیا لیکن عبیدہ شیبہ کے ہاتھ سے زخمی ہوے علی نے بھی ولید یعنی معاویہ کے خالو کو قتل

کر دیا۔ اور عبیدہ کو زخمی پا کر وہی تلوار جسنے ولید کا کام تمام کیا تھا شیبہ پر بھی چمکی اور اسکو خاک کا ڈھیر کر دیا۔ علی کو اپنی اظہار شجاعت اور شرکت جنگ کا یہ پہلا موقعہ تھا عبیدہ زخمی کو علی اٹھا لائے اور اسی زخم سے بعد اختتام جنگ وقت واپسی انکا انتقال ہو گیا

جوش جنگ

لشکر قریش سے ان تین بڑے بہادروں کے قتل ہونیکے بعد بنی مخزوم گرد ابوجہل کے جمع ہو گئے اور زرہ ابوجہل کو عبداللہ بن منذر کو پہنا کر میدان جنگ میں بھیجا علی بن ابیطالب اسکو ابوجہل سمجھکر اسپر حملہ کیا اور ضرب شمشیر سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور دوسری سمت مصروف جنگ ہو گئے۔ پھر وہی زرہ پہنکر ابو قیس آیا حضرت حمزہ نے اسکو قتل کیا۔ پھر حرملہ بن عمر اسی زرہ کو پہنکر آیا حیدر کرار نے مقابل ہو کر اسکو بھی جہنم واصل کیا۔ اب جنگ مغلوبہ ہونے لگی دشمن اس فکر میں تھا کہ اپنی کثرت کے سیلاب سے اسلام کی قلیل جماعت کو فنا کر دے اور مسلمان اپنی آئندہ کی بقا کیواسطے جان توڑ کوشش سے اپنی حیات و ممات کا فیصلہ کر لینے پر تلے ہوئے تھے جو جنگ مشہور مبارز حمزہ اور شیر بیشۂ شجاعت علی کی جہاں سوز تلواریں صفوف دشمن کیواسطے برق خرمن کا کام کر رہی تھیں۔ اسی جنگ میں ابوجہل معاذ و معوذ کے ہاتھ سے زخمی ہو کر گرا معاذ بھی زخمی ہو گئے عبداللہ بن مسعود نے ابوجہل کا سر جدا کیا اور حضرت کے پاس لا کر پیش کیا حضرت نے شکر ادا کیا۔ اسی جنگ مغلوبہ کے دوران میں علی تین مرتبہ رسول کی خبر کیواسطے عریش تک آئے اور بخیریت پا کر واپس گئے۔ مشرکین میں سے چند بڑے بڑے نامور ونکے مارے جانے سے کچھ بد دلی پیدا ہونے لگی تو عاصم بن ابی عوف سہمی نے قریش کو ہمت دلائی اور وہ جوش دلا ہی رہا تھا کہ ابودجانہ انصاری نے ضرب شمشیر سے اسکا کام تمام کر دیا معبد بن وہب نے ابودجانہ پر تلوار چلائی مگر وہ خود گر گیا اور ابودجانہ نے اسکو بھی واصل جہنم کیا۔ نوفل بن خویلد بھی جو بڑا بہادر تھا قریش کو تحریص دلا کر ابھار رہا تھا کہ علی نے پہنچکر ایک وار میں اسکا کام تمام کر دیا۔ رسول عریش پر سے یہ سب کیفیت ملاحظہ فرما رہے تھے اس بڑے دشمن اسلام کے اپنے شاگرد کے ہاتھ سے قتل ہونیپر رسول نے نعرۂ تکبیر بلند کیا جس سے مسلمانوں میں اور زیادہ جوش پیدا ہو گیا اسی جوش جنگ میں علی جنکو اپنی شجاعت کے دکھلانیکا یہ پہلا موقعہ ملا تھا

تاریخ اسلام کا دل
تمدن اسلام کا مقولہ

مثل شیر گرسنہ کے صفوف دشمن پر حملہ کرتے تھے اور انکو قتل و پراگندہ کرتے تھے۔ بقول مولف تاریخ الاسلام "علی کے اوسط بدن دبلا پتلا قد اور چستی پر لوگ عش عش کرتے تھے" اور بقول مصنف تمدن اسلام "اس جنگ میں سب سے زیادہ پر جوش کوشش کرنیوالے صرف دو تھے ایک علی بن ابیطالب رسول کے چچیرے بھائی دوسرے حمزہ بن عبد المطلب" انتہائی جوش جنگ میں تند ہونے دشمن کو خوف زدہ و پریشان کیا۔ مسلمان تائید ایزدی سمجھے اور جی توڑ حملہ کیا کہ قریش کے پیر اکھڑ گئے۔ ابوجہل قتل ہو چکا تھا عتبہ و نوفل اور بڑے بڑے روسا قریش مارے جا چکے تھے قریش معہ ابوسفیان کے بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں کو یہ تائید الہی و جد اس قلت کے فتح عظیم نصیب ہوئی اور بہت مال غنیمت ہاتھ آیا۔ دشمن کے ۷۰ و بروایتے ۴۹ آدمی قتل ہوئے جن میں باختلاف

فتح اسلام کی ہوئی فتح کا سہرا علی کے سر رہا

روایات ۳۶ آدمی اور ۲۲ میں تو قطعی خلاف نہیں تنہا علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور اسطرح فتحیابی کا سہرا اسی پر جوش

نوجوان مبارز علی کے سر رہا جو لوگ علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے وہ کوئی معمولی آدمی نہ تھے وہ ایسے تھے جنکے قتل ہوجانے نے کفار

علی کے ہاتھ سے مقتولین

کے پیر باوجود کثرت کے میدان سے اکھاڑ دیئے جنکے نام یہ ہیں: ربیعہ بن الاسود. حارث بن ربیعہ. عمر بن عثمان بن کعب عم طلحہ بن عبد اللہ

مقتولین قریش جو اسیر

عثمان و مالک برادران طلحہ. ولید بن عتبہ. حنظلہ بن ابو سفیان برادر معاویہ. طعیمہ بن عدی. عاص بن سعد. منبہ بن الحجاج السہمی

نوفل بن خالد وغیرہ. ستر مقتولین قریش تیس آدمی مشاہیر قریش سے تھے باقی معمولی درجہ کے تھے. ستر آدمی اسیر ہوئے جنمیں عباس

بن عبد المطلب عم رسول و عقیل بن ابیطالب برادر علی. ابو العاص بن ربیع. ابو العزیز بن عمر. ولید بن الولید بن مغیرہ. ابو عزہ عمرو

بن عبد الجمحی. سہل بن عمر. عقبہ بن ابی معیط. نضر بن الحارث تھے جنمیں سے عقبہ و نضر قتل کر دیئے گئے ؞

شہدائے اسلام

مسلمانوں میں سے ۱۴ و بروایتے کل ۱۹ آدمی شہید ہوئے. ۶ مہاجرین سے اور ۸ انصار میں سے جنکے نام حسب ذیل ہیں. مہاجرین میں سے

ابو عبیدہ بن حارث. عمر و بن ابی وقاص. عمرو بن عبد ود. عاقل بن ابی بکر. مہجع آزاد کردہ عمر. صفوان بن بیضا. انصار میں سے

سعد بن عبد المنذر. سعد بن خیثمہ. حارث بن سراقہ. عوف و معوذ پسران عفراء. عمیر بن حمام. رافع بن معلے. یزید بن حارثہ

اور معاذ بن ماعص و عبید بن مسکن مجروح ہوئے تھے کہ یہ بھی بعد کو فوت ہوگئے ؞

بہادری فاروق

اثنائے جنگ میں حضرت نے حکم دیا تھا کہ بنی ہاشم کو جو بجبر لائے گئے تھے و نیز ابو البختری و حارث بن نوفل کو قتل نہ کیا جاوے مگر ابو حذیفہ

بن عتبہ نے اپنے باپ بھائی کے غم میں کہا تھا کہ ابو البختری کو میں ضرور قتل کرونگا. حضرت فاروق اعظم نے قول ابو حذیفہ سنکر

حضرت سے شکایت کی کہ اس گستاخی پر ابو حذیفہ کو سزا قتل دینی چاہیے مگر حضرت نے فرمایا کہ نہیں اس نے باپ و بھائی کے غم میں ایسا

کہا ہوگا. جسپر ابو حذیفہ خود نادم ہوا اور حضرت سے معذرت کی. ابو البختری و حارث جنگ میں قتل ہوگئے تھے ؞

نوٹ مولف

(نوٹ) تواریخ اہلسنت میں بھی ابو بکر کی موجودگی تو اس جنگ میں عریش پہ معلوم ہوئی تھی مگر حضرت عمر کے لیے نگاہیں متلاشی

تھیں کہ آخر وہ ہیں کہاں سچ بحمد اللہ نظر تو آئے چاہے ایک مسلمان کو قتل کرانیکو ہی سہی جنگ میں تو کسی دشمن سے مقابلہ میں کوئی

کارروائی کرنیکا کہیں ذکر تاریخ میں نہیں پایا جاتا ؞

کشتگان دشمن دفن کرائے گئے

حضرت نے کشتگان قریش کو بھی گڑھا کھدوا کر اسمیں دفن کرا دیا مگر امیہ بن خلف کو جس مقام پر وہ مارا گیا تھا وہیں دفن کرایا۔

دشمن کے ساتھ یہ سلوک بھی خاص حضرت کا ہی حصہ تھا ؞

تقسیم مال غنیمت

اب حضرت نے مال غنیمت مساوی طور پر اہل لشکر پر تقسیم کر دیا اور ان لوگوں کو بھی حصہ دیا جو بحکم رسول کسی خدمت پر مامور تھے یا بوجہ

کسی مجبوری کے شریک جنگ نہ ہوسکے تھے. شمشیر منبہ بن الحجاج و بروایتے عاص بن منبہ جسکو ذو الفقار کہتے تھے بطور تمغہ ظفر علی کو

دی گئی. شتر ابو جہل حضرت نے اپنے پاس رکھا. سعد بن عبادہ بوجہ اتفاقیہ مار گزیدگی کے و عثمان بوجہ علالت زوجہ خود شریک جنگ

نہوئے تھے. طلحہ بن عبد اللہ و سعد بن نفیل جو جاسوسی پر مامور تھے. اور ابو البابہ جو خلافت مدینہ پر و عاصم بن عدی جو خلافت قبا پر

مامور تھے و حارث بن حاطب جو ایک خاص کام پر بھیجے گئے تھے و حباب بن جبیر و حارث بن صمہ جو اونٹ سے گر کر مجروح ہو گئے تھے۔ ان لوگوں کو بھی حصہ دیا گیا۔

واپسی حضرت بمدینہ

عبداللہ بن رواحہ و زید بن حارثہ کو اپنے ناقہ قصوا پر سوار کر کے بطور نقیب پہلے اس فتح کی خوشخبری کیواسطے مدینہ کو روانہ کیا اور شقران غلام کو محافظت اسیران پر مامور کر کے رسول اللہ خود مدینہ تشریف لائے۔ تمام اہل اسلام میں اس فتح کی بڑی خوشی منائی گئی اسی اثنا میں رقیہ زوجہ عثمانؓ کا انتقال ہو گیا جسکے سبب انتقال کی بابت جو روایات ہیں انکو اپنے موضوع کیخلاف پاکر ترک کر تا ہوں۔

فدیہ لیکر چھوڑے گئے

اسیران جنگ کی بابت حضرت نے اصحاب سے مشورہ کیا۔ ابوبکر کی رائے ہوئی کہ فدیہ لیکر انکو رہا کر دیا جاوے۔ عمر کی رائے تھی کہ سب کو قتل کیا جاوے بلکہ یہانتک رائے دی کہ علی کو حکم دیا جائے کہ اپنے بھائی عقیل کو قتل کریں۔ زیادہ اصحاب نے رائے ابوبکر کو پسند کیا اور حضرت نے بھی اسکو مناسب خیال فرمایا اور ایسا ہی کیا گیا۔ وہ لوگ جو فدیہ دینے کی قابل نہ تھے بلا فدیہ لئے رہا کر دیئے گئے۔ حضرت عباس و عقیل مسلمان ہو گئے۔ عمرو پسر ابوسفیان کو معاوضہ سعد بن نعمان رہا کیا گیا۔ ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس شوہر زینب دختر ربیبہ رسول کے فدیہ میں زینب نے اپنا قلادہ بھیجا تھا یعنی ہار عقیق یمن کا جو خدیجہ نے شادی میں دیا تھا جسکو دیکھکر حضرت کو گونہ ملال ہوا۔ اصحاب نے بپاس خاطر حضرت کے ابوالعاص کو بلا فدیہ لیئے رہا کرا دیا۔ اور قلادہ بھی واپس کرا دیا۔ حکیم بن حزام جو جنگ سے بھاگ گیا تھا۔ اسی سال مسلمان ہو گیا اور محبت خدا و رسول میں سو غلام آزاد کیئے۔ انکی عمر اسوقت ۶۰ سال کی تھی۔ ۶۰ سال اور زندہ رہے۔

واپسی ہزیمت یافتگان بمکہ و ہلاکت ابولہب

مفرورین بدر میں سے سب سے پہلے حیسمان خزاعی نے مکہ پہنچکر شکست قریش کی خبر دی مگر لوگوں نے یقین نہ کیا کہ ابوسفیان نے پہنچکر اسکی تصدیق کی۔ ابولہب جو جنگ کو نہ گیا تھا بلکہ اپنا عوض بھیج دیا تھا اسنے ابوسفیان سے مکان عباس پر بیٹھکر مفصل واقعہ دریافت کیا کہ کیسے قریش کے اتنے بڑے لشکر کو شکست ہوئی۔ ابورافع غلام حضرت عباس جو مسلمان ہو گیا تھا بول اٹھا کہ ملائکہ نے حضرت کی مدد کی ہو گی۔ ابولہب نے غصہ میں اسکو مارا۔ ام الفضل زوجہ عباس نے کہ وہ بھی مسلمان ہو چکی تھیں ایک لکڑی ابولہب کے ماری جس سے اسکا سر پھٹ گیا اور وہ زخم سڑ گیا اور اسی میں وہ مر گیا۔

نتیجہ جنگ

یہ پہلی فتح عظیم تھی جو مسلمانوں کو حاصل ہوئی جس سے نہ صرف انکی ہستی باقی رہ گئی بلکہ مسلمانوں کی دہاک تمامی مشرکین و کفار پر بیٹھ گئی اور انکی تعداد و قوت میں روز افزوں اضافہ ہونے لگا مگر قریش کا جوش انتقام کینہ اور زیادہ ہو گیا۔

صفوان کا قتل حضرت کی تدبیر کرنا بذریعہ عمیر کے و اسکا اسلام لانا

اس شکست کے بعد صفوان نے عمیر بن وہب جمحی کو کہ جو بدمعاشان مکہ میں سے تھا اور وہ بھی جنگ بدر سے بھاگ آیا تھا اور اسکا لڑکا اسیر ہو گیا تھا خفیہ طور سے اجرت پر بغرض قتل حضرت مامور کر کے روانہ کیا اور اپنی تیغ زہر آلود کر کے اسکے حوالہ کی اور خود اسکے عیال کا متکفل ہوا۔ اور اسکے تمام دینوں کی ادائگی اپنے ذمہ لی۔ عمیر مدینہ آیا۔ حضرت معہ چند اصحاب کے تشریف فرما تھے

اوسنے حضرت تک پہونچنے کا قصد کیا اصحاب نے روکا مگر حضرت نے فرمایا کہ آنے دو چنانچہ اسکی تلوار پکڑ کر حاضر کیا گیا۔ حضرت نے اُس سے دریافت کیا کہ کس غرض سے آیا ہے اُسنے اصلیت کو چھپایا اور ظاہر کیا کہ اپنے لڑکے کی رہائی کی درخواست کو آیا ہے مگر اس طبیعت شناس نبیؐ نے اسکے چہرہ سے اسکی اندرونی کیفیت معلوم کر لی تھی اس سے کہا کہ سچ کہہ ورنہ میں جس واسطے تو بھیجا گیا ہے اور جس نے بھیجا ہے اور جن شرائط پر بھیجا ہے سب بتلا سکتا ہوں یہ سنکر اُسنے اقرار کیا اور فوراً مسلمان ہو گیا اسکے لڑکے کو بھی رہائی دی گئی۔ وہ پھر باجازت مکہ آیا اور اکثر آدمی اسکی ترغیب سے مسلمان ہوئے اس سے قریش کو اور زیادہ کاوش بڑھی۔

(۵) غزوہ کدر رمضان سنہ ۲ھ

غزوہ کدر رمضان سنہ ۲ھ

بعض تواریخ میں ہے کہ مراجعت جنگ بدر سے سات روز کے بعد حضرت کو خبر معلوم ہوئی کہ قبیلہ بنی سلیم بغرض جنگ مسلمانان ایک چشمہ پر جسکو کدر کہتے ہیں جمع ہوئے ہیں حضرت خود معہ ایک جماعت کے انکے مقابلہ کیواسطے تشریف لے گئے وہ لوگ بھاگ گئے کوئی جنگ نہ ہوئی مال غنیمت بہت سا ہاتھ آیا اور مدینہ کو واپس ہوئے (ابن خلدون وحیات القلوب اگرچہ روضۃ الصفا میں اسکا بھی تذکرہ ہے)

(۶) غزوہ بنی قینقاع ۲۱ شوال سنہ ۲ھ

غزوہ بنی قینقاع ۱۵ تا ۱۲ شوال سنہ ۲ھ

یہودان بنی قینقاع اور انسے حضرت سے سنہ ۱ھ میں عہدنامہ ہو گیا تھا۔ بعد واقعہ بدر کے جو شہرت فتح مسلمانان کی ہوئی تو ان یہودیوں نے جنکو بالقلب عروج اسلام ناگوار تھا کہا کہ محمدؐ نے ایسی جماعت سے لڑائی کرکے فتح حاصل کر لی جو فن جنگ سے ناواقف تھی اگر ہم سے جنگ کرتے تو حقیقت کھلجاتی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ نقض معاہدہ پر آمادہ ہیں تو حضرت نے روسائے بنی قینقاع کو بلا کر دعوت اسلام دی انہوں نے انکار کیا اور اسی قسم کے کلمات طنزیہ کہے کہ ہم مثل قریش کے نہیں ہیں اور چلے گئے جنسے حضرت کو اس خبر کی تصدیق ہوئی اور آیہ "اما تخافن من قوم خیانۃ .... الخ" نازل ہوئی۔ حضرت نے انکی سرکوبی کا قصد کیا اور کئی روز کے بعد ابو لبابہ کو خلافت مدینہ پر مامور کرکے اور علم لشکر حضرت حمزہ وبروایتے حضرت علی کی سپرد کرکے حضرت معہ ایک جماعت کے مدینہ سے روانہ ہوئے اور پہنچکر انکا محاصرہ کر لیا۔ پندرہ روز محاصرہ رہا۔ جب بنی قینقاع محاصرہ سے تنگ آگئے تو حضرت کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمکو اجازت دیجاوے کہ ہم حصار سے نکلکر کہیں چلے جاویں۔ حضرت نے حکم دیا کہ سب کے ہاتھ پشت سے باندھکر جلا وطن کیا جاوے تاکہ انکو معلوم ہو کہ نقض عہد کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ عبداللہ بن ابی سلول کو جو یہ معلوم ہوا تو وہ چونکہ یہودیوں کا طرفدار تھا حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت خوشامد کی اور حضرت کے گلے میں باہیں ڈالدیں اور اسوقت تک نہ چھوڑا جب تک ہاتھ باندھنے کی معافی نہ کرا لی۔ حضور نے تین روز کی مہلت انکو دی کہ اسکے بعد وہ وطن چھوڑ دیں اور عبادہ بن صامت کو مامور کیا کہ وہ اس جماعت کو جلا وطن کرکے واپس آئیں۔ چنانچہ وہ ان سب کو جو تعداد میں ۷۰۰ افر تھے کو ذباب تک جاکر جانب شام بدر کرکے واپس آئے جو ایک ماہ تک وادی القری میں مقیم رہکر شام کو چلے گئے۔ مال واسباب

انکا مسلمانوں کے قبضہ میں آیا جس میں تین کمان ۳ زرہ و ۳ نیزے بھی تھے. ایک زرہ محمد مسلمہ کو ایک سعد بن معاذ کو دی گئی. بقیہ مال میں سے خمس نکالکر باقی اصحاب پر تقسیم کر دیا گیا۔

(۷) غزوہ سویق

غزوۂ سویق

ابو سفیان نے معرکہ بدر سے بھاگ کر قسم کھائی اور نذر کی تھی کہ روغن جسم پر نہ ملیگا اور اپنی عورت سے مباشرت نہ کریگا جب تک کہ محمدؐ اور انکے اصحاب سے انتقام بدر کا نہ لے لیگا. چنانچہ کچھ دنوں کے بعد ہی ۴۰ و بروایتے ۲۰۰ سوار ساتھ لیکر مکہ سے روانہ ہوا اور مسکن بنی النضیر پر پہنچا اوّل حالات حضرت کے معلوم کرنے اور اس قبیلہ کو ہم رائے کرنے کی غرض سے حی بن اخطب کے پاس گیا مگر حی سمجھ گیا اور اسکی ملاقات سے انکار کر دیا. تو وہ سلام بن مشکم کے پاس گیا. سلام نے اسکو اپنے یہاں ٹہرایا اور دعوت کی. اس سے ہم مشورہ ہو کر امداد پر آمادہ کیا اور وعدہ لے کر وہاں سے چلکر بارادہ تاخت مسلمانان مقام عریض تک جو مدینہ سے ایک فرسنخ ہے آیا اور ایک یا ۲ دو مسلمانان مدینہ کو جو اپنے کار زراعت میں مصروف تھے۔ قتل کر کے ادائے نذر کے لیے چند درختان خرما کو جلا کر بخوف مسلمانان فوراً واپس ہو گیا. اسکی خبر جب حضرت کو مدینہ میں ہوئی تو ابو لبابہ کو خلافت مدینہ پر چھوڑ کر معہ ۲۰۰ آدمیوں کے حضرت تعاقب ابو سفیان میں روانہ ہوئے ابو سفیان نے جو حضرت کے تعاقب کی خبر پائی تو ایک جماعت کو جسکے پاس سویق (ستو) تہا اور یہ لوگ اسکے ساتھ طمع غنیمت ہو گئے تھے. راستہ میں چھوڑ کر بہ تعجیل تمام بھاگ گیا. حضرت جب قرقرۃ الکدر پہنچے تو یہ جماعت مسلمانوں کے ہاتھ پڑ گئی جو پکڑ لے گئی سویق کو مسلمانوں نے اچھی قیمت میں بازار میں فروخت کیا اور قیمت تقسیم کر لی. اسی وجہ سے اسکو غزوہ سویق کہتے ہیں. بعض اہل تاریخ نے اس واقعہ کو سال ۳ سنہ میں بیان کیا ہے۔

انتقال عثمان بن مظعون

اسی سال بماہ ذی الحجہ عثمان بن مظعون صحابی رسول جو بہت بڑے عابد و زاہد تھے انکا انتقال ہوا اور بقیع میں دفن ہوئے

واقعات ۳ سنہ ہجری

۳ سنہ

غزوہ قرقرۃ الکدر

صفر ۳ سنہ

(۸) غزوہ قرقرۃ الکدر صفر ۳ سنہ

ماہ محرم میں حضرت مدینہ میں مقیم رہے. ماہ صفر میں مطابق روضۃ الصفا حضرت کو خبر ملی کہ ایک گروہ قبیلہ بنی سلیم و غطفان کا موضع قرقرۃ الکدر میں مجتمع ہوا ہے کہ مدینہ پر تاخت کرے. حضرت معہ ایک جماعت انصار کے اس گروہ کی سرکوبی کو روانہ ہوئے. وہاں پہنچ کر کسیکو نہ پایا. ایک جماعت اصحاب کو وادی مذکور کی بلندی پر بنا بر تلاش مخالفین روانہ کیا اور خود معہ بقیہ جماعت کے بطن وادی کو روانہ ہوئے دیکھا کہ چند اونٹ والے مخالفین کے اونٹ چرا رہے ہیں جنہیں ایک غلام یسار نامی

تھا اوس سے بنی سلیم وغیرہ کا حال و پتہ دریافت کیا گیا انہوں نے کوئی ٹھیک حال نہ بتایا۔ لہذا وہ گرفتار کر لیئے گئے اور حضرت نے حکم دیا کہ انکو مدینہ لیجاؤ۔ صبحکو نماز کے وقت دیکھا گیا کہ یسار غلام بھی مسلمانوں کے ساتھ شریک نماز ہے دریافت پر ظاہر کیا کہ وہ مسلمان ہو گیا۔ لہذا وہ آزاد کر دیا گیا۔ اور حضرت بلا جنگ واپس مدینہ تشریف لائے اونٹ بعد نکالنے خمس کے تقسیم کر دیئے گئے ہر مجاہد کے حصہ میں تین اونٹ آئے۔ بعض مورخین نے بنی سلیم کے مقابل فوج کشی کو غزوہ کدر کے نام سے ۳ سنہ ھ میں لکھا ہے۔

(۹) غزوہ بنی ثعلبہ عرف غزوہ غطفان صفر ۳ سنہ ہجری

غزوہ بنی ثعلبہ۔ صفر ۳ سنہ ھ

اسکے بعد حضرت کو خبر ملی کہ ایک بڑا گروہ بنی ثعلبہ و غطفان کا مقام ذی اسر یا ذوامر میں جو نجد کا ایک قریہ ہے بغرض لوٹ مار حوالی مدینہ کے جمع ہوا ہے جنکا سردار دعثور یا غورث بن الحارث ہے۔ حضرت معہ چار سو پچاس ۴۵۰ نفر کے بغرض سرکوبی گروہ مذکور کو روانہ ہوئے۔ قریب موقعہ پہنچنے پر گروہ مخالفین میں سے ایک شخص کو لوگ پکڑ کر حضرت کے پاس لائے جس سے دریافت پر معلوم ہوا کہ گروہ مخالف خبر آمد لشکر اسلام پا کر بالائے کوہ قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا ہے۔ اسی اثنا میں بارش بکثرت ہوئی کہ کپڑے حضرت کے بھیگ گئے۔ حضرت نے لشکر سے علیحدہ ہو کر اور وادی میں جا کر کپڑے اتار کر خشک ہونیکو پھیلا دیئے اور خود ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ کفار نے بالائے کوہ سے حضرت کو تنہا لشکر سے علیحدہ لیٹا دیکھکر اپنے سردار کو خبر دی کہ اسوقت موقعہ محمدؐ پر قابو پانے کا اچھا ہے۔ دعثور یا غورث تنہا تلوار لیکر آہستہ آہستہ اتر کر حضرت کے قریب تک پہنچ گیا اور کہا کہ اب کون آپکو میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے۔ حضرت نہایت پھرتی سے یہ فرماتے ہوئے کھڑے ہو گئے کہ "خدا" اور اسکے سینہ پر ایک ہاتھ مارا کہ وہ پیچھے کو گر گیا (روایت میں ہے کہ جبرئیل نے اسکے سینہ پر ہاتھ مارا تھا) حضرت نے فوراً اس کی تلوار چھین لی اور اسکے سر پر کھڑے ہو گئے اور اس سے ارشاد فرمایا کہ "اب تو بتلا کہ تیرا کیا حشر ہوگا"۔ اُسنے فوراً قدم مبارک پر سر رکھدیا اور کلمہ "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ" زبان پر جاری کیا اور مسلمان ہو گیا اور واپس جاکر اپنے سب قبیلہ والوں کو مسلمان کیا (روضۃ الصفا۔ حیات القلوب)

نوٹ مولف

نوٹ۔ تواریخ اسلامی کے عدم تسلسل و ترتیب واقعات و عدم تعین تاریخ و زمانہ و اختلاف روایات سے بتحقیق کیسا تھ نہیں کہا جا سکتا کہ آیا غزوہ کدر، جو ۳ سنہ ھ میں درج ہوا ہے۔ اور غزوہ قرقرۃ الکدر و غزوہ ثعلبہ و غطفان دراصل ایک ہی غزوہ ہے جو تین ناموں سے مشہور ہو گیا ہے یا تین جداگانہ غزوات ہیں۔ کیونکہ ۳ سنہ ھ والا غزوہ کدر بھی بمقابلہ بنی سلیم تحریر ہوا ہے۔ ۳ سنہ ھ والا غزوہ قرقرۃ الکدر بھی بمقابلہ بنی سلیم و غطفان تحریر ہے اور غزوہ بنی ثعلبہ عرف غطفان بمقابلہ غطفان و بنی ثعلبہ درج ہے اور جنگ بھی انمیں سے کسی میں نہیں ہوئی ہے مگر بعض جزوی واقعات مختلف ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ کے جزو ہوں اور جس مورخ کو اسمیں جو بات تحقیق ہوئی ہو وہ لکھدی ہے۔ بعض تواریخ میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ غزوہ کدر قبل غزوہ بدر

کیر لے کے ہوا ابن خلدون، بہرحال بوجہ اختلاف جزئیات کے علیحدہ علیحدہ درج کر دیئے گئے ہیں ؛

سریہ قردہ ربیع الاول سنہ ۳ھ

ماہ ربیع الاول سنہ ۳ھ میں حضرت کو خبر ملی کہ ابوسفیان و بروایتے صفوان بن امیہ مشاہیر قریش کی ایک جماعت کے ساتھ براہ عراق بغرض تجارت شام کو جا رہا ہے کیونکہ بعد جنگ بدر کے اہل مکہ نے بخوف مسلمانان مدینہ براہ حجاز شام کا سفر ترک کر دیا تھا چونکہ سال گذشتہ میں صفوان نے حضرت کے قتل کی تدبیر کی تھی اور ابوسفیان مدینہ تک تاخت کر کے انصار رسول میں سے ۲ شخصوں کو بلاوجہ قتل کر گیا تھا۔ لہذا حضرت نے بھی اب اسکی تلافی میں زید بن الحارث کو سو سوار ونکی جمعیت کے ساتھ انپر تاخت کیواسطے روانہ کیا۔ زید معہ ہمراہیان تعجیل تمام پہنچا۔ اہل قافلہ قریش بخوف جان مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے جو سب مالیت میں قریب سو ہزار درم کے تھا۔ وہ سب مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور ۲ شخص اسیر ہوئے جنمیں سے ایک فرات بن حیان مسلمان ہو گیا۔ مال غنیمت بعد نکالنے خمس کے تقسیم کر دیا گیا ؛

قتل کعب و ابو رافع یہودیان اور انپر تنقیدی نظر

قتل کعب بن الاشرف یہودی ۱۴ ربیع الاول

کعب بن الاشرف جو عظمائے یہودیان مدینہ میں سے تھا بعد فتح بدر کے چونکہ مسلمانوں کا عروج دن بدن زیادہ ہونے لگا جو اسکو ناگوار تھا۔ لہذا بحیلہ عذر خواہی و تعزیت کشتگان بدر مکہ گیا اور اہل مکہ کو مشتعل کرنے اور رسول اللہ سے جنگ پر آمادہ کرنیکی غرض سے اسنے ان کشتگان بدر کے مرثیے کہکر مجمعوں میں پڑھے۔ قریش جو ابتک بخیال شماتت مسلمانان اپنے کشتگان پر رونہ سکے تھے ابنا سکے مرثیے سنکر بہت روئے اور ایکماہ تک مجالس عزا انکی برپا رہیں جس سے قریش کی آتش انتقام شعلہ ور ہو گئی کعب یہ آگ بھڑکا کر مدینہ واپس چلا آیا۔ یہ خبر حضرت کو ملی تو حضرت نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا کہ کون ایسا ہے کہ اس مفسد دشمن خدا و رسول کو قتل کر دے تاکہ آئندہ اسکے شر سے محفوظ ملت اسلام ہو۔ محمد بن مسلمہ نے جو کعب کا رضاعی بھائی تھا اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور چونکہ یہ کام آسان نہ تھا۔ لہذا اسنے ابو نائلہ وسلکان کو کہ وہ بھی کعب کے رضاعی بھائی تھے اور ان اسکا میل بھی تھا اور عباد بن بشر و حارث بن معاذ و ابوعبس بن جبیر کو بھی اپنا شریک و معین بنایا اور متفق ہو کر یہ چال چلی کہ ابو نائلہ اول تنہا کعب کے گھر گیا اور اس سے کہا کہ محمد عربی کیوجہ سے ہمارے اوپر سخت مصیبت آئی ہے مکہ سے تجارت آمد و رفت بند ہو گئی ہمارا اہل و عیال ضایع ہوئے جاتے دن کی جنگ رہتی ہے کہانے تک کو ہمارے پاس نہیں انکو کہاں لائیں۔ کعب نے کہا کہ ہم تو تم لوگوں سے پہلے ہی کہتے تھے کہ محمد کے کہنے میں نہ آؤ۔ ابو نائلہ نے کہا کہ میں نے ایک جماعت کو اپنی موافق کر لیا ہے کہ کسیطرح اُس سے نجات پائیں مگر ہمکو خورد و نوش کیواسطے کچھ روپیہ کی ضرورت ہے اگر تم بطور قرض دیدو تو جو کچھ کہو تمہارے اطمینان کیواسطے گرو کر دیں اور اسطرف سے مطمئن ہو کر اپنا کام کریں۔ کعب نے کہا کہ اپنی عورتوں کو گرو کر دو۔ اسنے کہا کہ یہ تو بڑی بدنامی کی بات ہو گی۔ تب اسنے کہا کہ اچھا اپنے لڑکوں کو گرو کر دو۔ ابو نائلہ نے کہا کہ یہ بھی بڑی بے حمیتی کی بات ہے البتہ اگر تو راضی ہو تو ہم اپنے ہتیار رات کیوقت لا کر تیرے پاس

رہن رکھہ جائیں کہ کسی کو خبر نہو وہ راضی ہوگیا۔ دوسرے روز یہ پانچوں آدمی اپنے ہتھیار لیکر رات کیوقت قلعہ کعب پر گئے اور آواز دی۔ باوجودیکہ اسکی زوجہ نے بوجہ شبکے روکا مگر وہ باطمینان قلعہ سے باہر آگیا۔ یہ لوگ پہر اس سے اسی معاملہ کے متعلق گفتگو کرنے لگے اور چونکہ ۱۴ ربیع الاول کی رات تہی یعنی شب ماہ تہی باتیں کرتے ہوئے قلعہ سے کچھ فاصلہ پر شعب عجوز تک لیگئے جہاں پہنچکر ابونائلہ نے اسکے بالوں کے تیل کی خوشبو سونگہنے کے حیلہ سے اسکے بال پکڑ لیے اور باشارہ بقیہ نے تلواروں کے وار اسپر کئے جو بوجہ نسب کے کوئی کارگر نہوا کہ محمد بن مسلمہ نے ایک خنجر اسکے پیٹ میں مارا اور سینہ چاک کردیا۔ کعب زور سے چلایا۔ مگر یہ لوگ فوراً اسکا سر کاٹ کر چلدیئے۔ اس مقابلہ میں حارث کے ایک تلوار کا زخم آگیا اسکو بھی اٹھا لائے۔ ملازمان و متوسلین کعب اسکے شور پر قلعہ سے نکلکر پہنچے تو قاتلوں میں کسیکا نشان نہ پایا۔ محمد بن مسلمہ نے اسکا سر لاکر حضرت کے سامنے پیش کیا۔ حضرت کو بہت خوشی ہوئی اور اس موذی مفسد کے جہنم واصل ہونے پر شکر خدا بجالائے۔ حارث کا زخم بہی بعد کو اچھا ہوگیا۔

قتل ابو رافع

ابو رافع عرف سلام بن ابی الحقیق برادر کنانہ شوہر صفیہ جو علاقہ حجاز میں نواح خیبر میں رہتا تہا جہاں اسکا ایک قلعہ تہا۔ یہ مشرکوں کو جو حضرت سے جنگ کرتے تھے۔ مال و رسد سے امداد دیا کرتا تہا۔ بعد قتل کعب کے جو مردمان قبیلہ اوس کے ہاتھ سے ہوا۔ بنی خزرج کو جنکو بنی اوس سے کسیقدر رقابت تہی خیال پیدا ہوا کہ ہم بہی کسی بڑے مخالف دشمن اسلام کو قتل کرکے خوشنودی حضرت کی حاصل کریں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خیال میں ابو رافع کو منتخب کیا۔ اور عبداللہ بن عتیک۔ عبداللہ بن انیس۔ ابو قتادہ اور عبداللہ بن عتبہ اسکام پر مستعد ہوئے اور بلا اطلاع حضرت جانب خیبر روانہ ہوگئے۔ عین غروب آفتاب کے وقت قریب قلعہ کے پہونچگئے عبداللہ بن عتیک نے ہمراہیوں کو ایک مقام پر چہوڑ کر تنہا قریب دروازہ حصار کے اپنی عبا سر پر ڈالکر بطریق رفع حاجت کے بیٹھ گیا۔ جب اور ملازمان قلعہ بعد رفع حاجت وغیرہ اندر قلعہ کے چلے گئے۔ اور یہ بیٹہا رہا تو دربان قلعہ نے اسکو بہی قلعہ والوں میں سے تصور کرکے آواز دی کہ جلد آؤ دروازہ بند ہوتا ہے تب یہ خاموشی کے ساتہ اندر چلا گیا اور ایکطرف پوشیدہ ہوکر دیکہتا رہا کہ دربان قفل بند کرکے کنجی کہاں رکہتا ہے دربان نے دروازہ مقفل کرکے کنجی ایک کہونٹی میں اٹکادی جب دربان و اہل قلعہ سو گئے تو عبداللہ نے کنجی اتار دروازہ کہولدیا ابو رافع بالاخانہ پر سوتا تہا یہ بالاخانہ پر چڑہ گیا اور چونکہ وہاں اسکے اہل و عیال بہی سوتے تہے یہ شناخت نہوئی کہ ابو رافع کونسا ہے تو انسے اسکا نام لیکر پکارا وہ ایکدم سوتے سے اٹہا تو عبداللہ نے اسکا کام تمام کردیا۔ یہ وہاں سے بہاگا تو زینہ سے گر گیا جس سے پانوں میں سخت چوٹ آئی کہ پیر کو عمامہ سے باندہکر ایک ٹانگ سے ہی چلکر جلدی سے باہر نکل گیا اور ہمراہیوں سے جا ملا جو اسکو اٹہا لائے اور واپس آکر اسکے قتل کی حضرت کو خبر دی۔ حضرت سنکر خوش ہوئے کہ اس دشمن سے بہی نجات ہوئی۔ اور عبداللہ کے پیر پر ہاتھ پہیرا جو اچہا ہوگیا

واقعات مذکورہ پر تنقیدی نظر

واقعات مذکورہ بالا کو ممکن ہے کہ بعض طبایع خلاف اخلاق و انصاف تصور کرکے معترض ہوں۔ تو اول اسکا الزام آنحضرت کی ذات پر نہیں آسکتا۔ کیونکہ واقعہ اولے میں حضرت نے یہ حکم نہیں دیا تہا کہ کس طریقہ پر اسکو انجام دیا۔ بلکہ حضرت نے تو دفعیہ دشمن

کیواسطے مامور کیا تہا اور یہ ایک فطری بات ہے ہر شخص اپنے دشمن سے خلاصی حاصل کرنیکو ہر ممکن کوشش سے سعی کرتا ہے۔ یہ کام کرنیوالے کی ذاتی عقل و فہم کی بات ہے کہ وہ اسکو کسطریقہ پر کرے۔ بحالت جنگ تو ہر قسم کی چالاکی یہانتک کہ دہوکہ بہی جائز و مستحسن ہوتا ہے۔ اور ہرگز کسی قانون تمدن و اخلاق و شریعت میں مذموم و معیوب نہیں سمجہا جاتا۔ اصول سیاست میں بہی پولٹیکل مخالفین کے دفعیہ و مغلوب کرنیکو ہر ممکن جائز و ناجائز طریقوں سے کوشش کیجاتی ہے۔ کوئی سلطنت و حکومت خواہ کسی مذہب و عقیدہ کی پابند ہو ایسے واقعات سے بری نظر نہ آئے گی۔ علاوہ بریں اس قسم کے طریقوں کا آغاز بہی اول مشرکین و مخالفین اسلام کیطرف سے ہی ہوا۔ اگرچہ تو شب ہجرت ہی حضرت کے گہر کے اندر رات کو گہس کر جان لینے کی کوشش کی گئی تہی جو کامیاب نہوئی۔ پہر بعد واقعہ بدر کے مدینہ میں بہی عمیر بن وہب کی خفیہ ماموری کے ذریعہ سے حضرت کی ہلاکت کی تدبیر کی گئی وہ بہی ناکام رہی پس اگر جوابا ایدہر سے بہی کوئی کارروائی کسی دشمن کے مقابلہ میں ایسی کی گئی تو خلاف انصاف و اخلاق نہیں کہی جاسکتی ایسے مفسد اشخاص جنکی ذات سے بحالت علانیہ جنگ ہونیکے صدہا بندگان خدا کے اتلاف جان کا اندیشہ ہو انکی واحد جان کو مثل موذی جانور کے ہر طرح پر ختم کر دینا کچہ بیجا نہیں ہوسکتا اور واقعہ ثانیہ کا تو علم بہی حضرت کو بعد واقعہ ہوا جسپر حضور اصول مذکورہ کی بنا پر خاموش رہے اور دفع دشمن پر اظہار مسرت کیا۔

عقد حضرت با حفصہ بنت عمر و زینب بنت خزیمہ

ماہ شعبان ۳ھ میں حفصہ دختر عمر بن الخطاب کا عقد حضرت کے ساتہ ہوا جسکا شوہر خنیس بن عبداللہ تہا جسکو حضرت نے شاہ عجم کے پاس بہیجا تہا اور اس سفر میں فوت ہوگیا تہا۔ یہ عقد جس طریق پر ہوا اسکی مفصل کیفیت تو بخیال طوالت و اختلاف روایات ترک کیجاتی ہے لیکن جیسا کہ تاریخ نے آگے چلکر ثابت کیا یہ عقد مثل عقد عائشہ دختر ابوبکر کے کوئی اتفاقی یا پسند کا امر نہ تہا بلکہ یہ دونوں عقد بہت گہرے دوربینی کے اور سیاسی عقد تہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ کو مدینہ میں تو اقتدار ملکی حاصل ہو ہی چکا تہا جسکا میدان آئندہ اور زیادہ وسیع نظر آتا تہا۔ امیدواران عقد فاطمہ دختر رسول کی نگاہ اسطرف ضرور گئی ہوگی اور واقعات کی چپیدگی نے آئندہ ثابت بہی کر دیا کہ اس ناکامی کے بعد دوسری شکل کا ویسا ہی پر قوت اقدام انہیں امیدواروں کیطرف سے یہ ہوا کہ اگر رسول نے اس شرف سے ممتاز نہ کیا جو حصول حقوق ملکی کا ذریعہ ہوتا تو اپنی لڑکیاں رسول کے عقد میں دیکر آئندہ امید کی بنیاد قائم کیجائے اگرچہ یہ سوچی ہوئی امیدیں انہیں ذرایع سے پوری ہوئیں۔ لیکن نہ اسطرح پر کہ اسکو اخلاقی جواز کا وہ شرف حاصل ہوتا جو پہلی صورت میں ممکن تہا۔ بہر حال یہ دو اندرونی ایجنٹ تہے۔ جو خلوت رسول میں چہوڑے گئے تہے اور جلوت میں خود تہے جس کا فایدہ و نتایج آئندہ ظاہر ہونگے۔

عقد حفصہ دختر عمر با رسول اللہ

ماہ رمضان میں حضرت نے زینب دختر خزیمہ ہلالیہ سے جو بیوہ عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب تہیں جو جنگ بدر میں شہید ہوگئے تہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ آنکے بہائی طفیل کی بیوہ تہیں۔ عقد کیا انکو بوجہ انکے سخاوت کے ام المساکین کہتے تہے۔ حضرت انکی جو

عقد حضرت با زینب دختر خزیمہ و عقد ام کلثوم با عثمان

میں ہی انکا انتقال ہوگیا۔ اسی سال حضرت کی دوسری دختر ربیبہ ام کلثوم کا عثمان بن عفان سے عقد ہوا۔

زینب، رقیہ، ام کلثوم، دختران ربیبہ رسول کے متعلق معقولی تحقیق

زینب، رقیہ، ام کلثوم دختران ربیبہ رسول تھیں

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مختصر سا حال زینب، رقیہ و ام کلثوم دختران خدیجہ کا بھی جنمیں سے دو کا عقد عثمان کے ساتھ ہوا ظاہر کردوں۔ ان تینوں کو جمہور علماء اہلسنت تو صلب رسالت سے کہتے ہیں مگر محققین علماء شیعہ انکو دختران ربیبہ حضرت کی صلب شوہران اولی خدیجہ سے بتلاتے ہیں اور اس قول آخر کی کسیقدر تائید تو قول ابن ہشام سے ہوتی ہے جو متقدمین اہل السیر اہلسنت سے ہیں جو لکھتے ہیں کہ خدیجہ کا اول عقد عتیق سے ہوا تھا جس سے عبداللہ لڑکا اور ایک لڑکی (جسکا نام نہیں معلوم جویریہ لکھا ہے) پیدا ہوئے اسکے بعد دوسرا عقد ابو ہالہ سے ہوا جس سے ہند لڑکا اور زینب لڑکی پیدا ہوئی (ابن ہشام مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۰۰۱) اب اس قول سے زینب کا تو بالیقین صلب ابو ہالہ سے ہونا ثابت ہوگیا کیونکہ کسی مورخ کے قول سے خدیجہ کی دو بیٹیوں کا نام زینب نہیں پایا جاتا جنمیں سے ایک کو بنت رسول کہا جاسکے۔ اب جس لڑکی نامعلوم الاسم کا ذکر ابن ہشام نے از صلب عتیق کیا ہے عجب نہیں کہ دوسرے مورخین نے اسکا نام رقیہ لکھا ہو۔ علاوہ اسکے ایک زبردست وجہ یہ بھی مؤید اس قول کی معلوم ہوتی ہے کہ اگر یہ لڑکیاں صلب رسالت سے ہوتیں تو یہ قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کسی وقت میں بھی قبل بعثت یا بعد بعثت کافرہ ہونگی۔ پھر حضرت کا انکو اول کافروں کے عقد میں دینا شان رسالت سے بالکل بعید معلوم ہوتا ہے۔ زینب کا عقد حیات خدیجہ میں انکے حقیقی بھانجے ابوالعاص کے ساتھ ہوا تھا جو نہ صرف کافر و مشرک تھے بلکہ انوار رسالت کے بجھا دینے کو جو آندھیاں ابوسفیان و ابولہب کی صورت میں آئیں انمیں ابوالعاص بھی ایک عنصر تھا چنانچہ وہ جنگ بدر میں گرفتار ہوا جس کی رہائی زینب کے گلوبند عطیہ خدیجہ کے بھیجنے پر اس شرط پر ہوئی تھی کہ وہ زینب کو جو مسلمان ہوچکی تھیں فوراً مدینہ کو بھیجدے چنانچہ اسکی تعمیل ہوئی اور زینب مدینہ پہنچنے کے بعد شوہر سے حکماً بوجہ اسکے مشرک ہونیکے اسوقت تک علیحدہ رکھی گئیں جب تک کہ وہ مسلمان نہوا (طبقات ابن سعد و سیرۃ ابن ہشام) اور رقیہ کا عقد اولی عتبہ بن ابولہب سے ہوا تھا۔ بعد نزول سورہ "تبت یدا ابی لہب" عتبہ کی ماں ام جمیل نے جو ابوسفیان کی بہن تھی اپنے بیٹے سے جبریہ رقیہ کو طلاق دلوادی جسکے بعد عثمان سے عقد ہوا اتفاقاً ام کلثوم کا بھی پہلا عقد ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا اسکو بھی طلاق دلوادی گئی تھی (اسد الغابہ و طبقات) یہاں پر یہ بھی واضح رہے کہ ان لڑکیوں کے عقد کیوقت علی قابل نکاح موجود تھے مگر ان میں سے کسیکا عقد انکے ساتھ نہیں کیا گیا۔ دوسرے تاریخ میں کسی جگہ پر ان لڑکیوں کی پیدایش، رضاعت، پرورش وغیرہ کے کوئی حالات یا فضایل مثل حالات و اذکار فاطمہ زہرا کے نہیں ملتے یہاں تک کہ وفات خدیجہ کے وقت بھی ان میں سے کسیکا کوئی تذکرہ شرکت عزا میں نہیں پایا جاتا۔ پہر جب آیہ "وآت ذی القربی حقہ" نازل ہوئی اور رسول نے جبرئیل سے سوال کیا کہ میرے ذوی القربہ کون ہیں تو جبرئیل نے صرف فاطمہ کا ہی نام بتلایا ہے انمیں سے کسیکا نام نہیں لیا اگر یہ صلب رسالت سے ہوتیں تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ حق یا شرف ذوی القربہ سے محروم رکھی جاتیں جو کہ رسول نے

باوجودیکہ وہ مسلمان بھی ہوگئی تھیں آنکو کبھی اپنے اہلبیت میں ہونے کے شرف میں شامل نہیں فرمایا۔ نہ انمیں سے کسی کی اولاد کو اپنی اولاد بنایا۔ پس ایک تاریخ بین نگاہ ان واقعات سے یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوتی ہے کہ یہ تینوں لڑکیاں صلبی سالت نہ تھیں بلکہ بوجہ پرورش دختران رسول مشہور ہوگئیں اور علماء اہلسنت نے عثمان کو مثل علی کے شرف دینے کی غرض سے اسپر اور زیادہ زور دیدیا ہے (واللہ اعلم بالصواب)

ولادت امام حسنؑ ۱۵ رمضان ۳ھ

ولادت باسعادت حضرت امام حسنؑ ۱۵ رمضان ۳ھ

۱۵ رمضان ۳ھ کو دختر رسول بتول عذرا فاطمہ زہرا کے بطن سے علی کا وہ پہلا فرزند پیدا ہوا جو خلق و حلم میں اپنے نانا رسول کریم کا اور علم و فضل زہد و سخا میں اپنے باپ علی مرتضیٰ کا پورا نمونہ تھا۔ خلق حسن اب تک مشہور انام اور دسترخوان کرم انکا زبان زد خاص و عام ہے اس نور دیدہ رسول کی امن پسندی نے زمانہ کو ایک بڑا سبق سکھایا مگر باوجود اسکے بھی وہ ظالم زمانہ کی بدولت منافقین کے ہی ہاتھوں زہر کے جام تلخ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اور بعد شہادت جنازہ بھی انکا تیروں کی بوچھار سے نہ بچ سکا تاکہ یہ اپنے شفیق نانا کے پہلو میں دفن نہ ہوسکیں کیونکہ نانا اور نواسے کی قبر ایک جگہ دیکھکر زمانہ کو انکی قربت و قرابت کا خیال پیدا ہوگا جسکو وہ لوگ جو نبوت اور خلافت کو ایک خاندان میں رکھنا نہ چاہتے تھے کسیطرح گوارا نہ کرسکتے تھے اسم مبارک آپ کا حسنؑ تھا اور شبر بھی کہے جاتے تھے مگر بوجہ شہادت ذریعہ زہر کے سبز قبا کے لقب سے مشہور ہوئے یہ باعتقاد اہلسنت بعد علی کے برائے چندے پانچویں خلیفہ قرار دیئے گئے اور بعقیدہ اہل تشیع بسلسلہ امامت اثناعشریہ میں دوسرے امام معصوم و منصوص جانشین خلیفہ و جانشین رسول مانے گئے اور زبان رسول سے سید شباب اہل جنت کہلائے گئے۔

(۱۰) غزوہ احد شوال ۳ھ لشکر اسلام کا فرار حضرت حمزہ کی شہادت علی کی بے نظیر ثابت قدمی جنگ غیر فیصل

غزوہ احد شوال ۳ھ جنگ و قریش کی تیاری

اس سال ابوسفیان نے پہلے سے بہت بڑے پیمانہ پر حضرت سے جنگ کا سامان درست کیا۔ بعد شکست و فرار بدر کے اسنے اور اسود بن عبدالمطلب و خویطب بن عبدالعزیٰ و صفوان بن امیہ و عکرمہ بن ابوجہل وغیرہ نے جو روسا مکہ تھے آپس میں مشورہ کیا کہ جنگ بدر کا انتقام محمد و اصحاب محمد سے لیا جاوے اور اس مال تجارت میں سے جو قافلہ ابوسفیان کیساتھ گیا تھا جو قیمت میں برابر پچاس ہزار مثقال سونے کے تھا اور ایکہزار شتر تھے اصل رقم مالکان کو واپس دیکر نفع کی رقم سے ایک لشکر جرار فراہم کیا جاوے چنانچہ بعد مشورہ دیگر اشراف قریش بھی راضی ہوگئے اور چار شخص عمرو بن العاص و پسر ابولہب و ابن البختری و ابوعزہ جمحی متعین کئے گئے کہ قبائل عرب میں گشت کرکے سب کو آمادہ پیکار کریں اور لشکر فراہم کریں۔ ابوعزہ اول آمادہ نہ ہوتا تھا مگر بخیر ہا لشکر کے اصرار راضی ہوگیا۔ چنانچہ ایک لشکر عظیم فراہم کیا گیا جو شمار کرنے پر تین ہزار مردان جنگی و بروایتے تین ہزار سوار دو ہزار پیادہ تھے جنمیں سات سو زرہ پوش تھے اور تین ہزار اونٹ اور دو سو گھوڑے تھے اور پندرہ ہودج عورات کیواسطے تھے جنمیں ہند مادر معاویہ زوجہ

ذاتی لشکر قریش بر احد بتعداد تین ہزار

ابوسفیان اور ہند بن ربیعہ و سعد بن وہب و صفوان بن امیہ و عمر بن العاص و عکرمہ بن ابوجہل و طلحہ و ہشام وغیرہ کی عورتین تہین جو مردوں کو غیرت و تحریص دلانیکی غرض سے ساتھ لی گئی تہین۔ ابوعامر راہب بھی معہ اپنے پچاس آدمیونکے ساتھ تہا۔

عباس نے رسول کو اطلاع دی

عباس بن عبدالمطلب عم نامدار رسول نے جو اس زمانہ مین مکہ واپس چلے آرہے تھے بنی غفار مین سے ایک شخص کو اجرت دیکر اسکی معرفت ایک خط رسول کے پاس مدینہ بھیجا اور تاکید کی کہ تین یوم مین رسول کے پاس پہونچا دے اور اُسمیں تمام کیفیت ارادہ و تہیہ قریش و تعداد انکے لشکر کی لکھ بھیجی۔ نامہ عباس جب رسول کے پاس پہنچا جسکو حضرت نے خود ہی پڑہا اصحاب میں سے کسیکو اسکی اس وقت خبر نہ کی بجز ابی بن کعب و سعد بن ربیع کے۔ اور دو شخص مونس و انیس نامی کو اور بعد ازاں حباب بن منذر کو جاسوسی پہ مامور کیا کہ مفصل و صحیح خبر لشکر قریش کی لادین۔ چنانچہ یہ لوگ گئے تو عباس کی تحریر کی پوری پوری تصدیق ہوئی۔

مشورہ حضرت با اصحاب

اب حضرت نے اصحاب کو جمع کر کے مشورہ کیا اور مقابلہ و مدافعت کی رائے اور آمادگی ہوئی۔ عبداللہ بن ابی سلول کی رائے ہوئی کہ باہر نکلکر میدان میں مقابلہ نہ کیا جاوے بلکہ حصار و کوچہ ہاے مدینہ مین رہکر مدافعت کیجاوے۔ حضرت بھی اسکو مناسب خیال فرماتے تھے مگر سعد بن عبادہ و بعض دیگر اصحاب کی رائے ہوئی کہ نہیں باہر میدان میں مقابلہ کرنا چاہیئے ورنہ ہماری کمزوری ظاہر ہوکر دشمن کی زیادہ جرأت کا باعث ہوگا اور محصور ہونے مین ذرائع رسد وغیرہ بھی بند ہوجاینگے اور عورتوں و بچونکے اتلاف کا اندیشہ ہے جو لوگ جنگ بدر میں شریک نہوسکے تھے انکو جوش زیادہ تہا کثرت رائے سعد کی موافق ہوئی تو حضرت بھی بکراہت اسپر آمادہ ہوگئے۔

روانگی رسول جانب اُحد

چنانچہ بروز جمعہ بعد نماز جمعہ رسول گھر میں گئے اور زرہ و خود و اسلحہ سے مسلح ہوکر برآمد ہوئے اصحاب بھی جمع تھے اسی روز مالک بن عمر کا انتقال ہوا تہا اسکا جنازہ بغرض نماز آگیا رسول نماز جنازہ پڑہاکر بیرون مدینہ روانہ ہوئے۔ اور تین نیزے منگاکر تین علم بنائے۔ قبیلہ اوس کا علم سعد بن عبادہ کو و بنی خزرج کا علم حباب بن منذر کو عنایت فرمایا۔ لواے مہاجرین جنگ بدر کے ہیرو و فاتح علی بن ابیطالب کی سپرد فرمایا۔ اور عبداللہ بن مکتوم کو مدینہ کا خلیفہ مقرر فرماکر جانب اُحد روانہ ہوئے۔

شمار و درستی لشکر

منزل شیخین پر پہنچکر لشکر درست و شمار کیا گیا جس کی کل تعداد ایکہزار کی ہوئی۔ رات کو منزل مذکور پر محمد بن مسلمہ کو معہ پچاس آدمیونکے محافظت لشکر پر مامور کیا گیا۔ بہت تڑکے وہاں سے روانہ ہوکر مقام احیار پر پہنچکر نماز صبح ادا کی گئی اور حضرت نے دوسری زرہ بالائے زرہ زیب تن فرمائی۔ یہاں سے عبداللہ بن ابی سلول منافق معہ اپنے ہمرہی تین سو آدمیونکے اس بات پر ناخوش ہوکر اس کی رائے پر عمل نہ کیا گیا۔ لشکر اسلام سے علیحدہ ہوکر مدینہ واپس چلا آیا۔ عبداللہ بن عمیر نے اسکو ہر چند سمجھایا اور روکا مگر نہ رکا۔ اتنی بڑی جماعت کے علیحدہ ہوجانے سے ایک کمزوری و بددلی لشکر اسلام میں پیدا ہوگئی اور یہ پہلا علانیہ

لشکر اسلام میں صرف سات سو آدمی رہگئے

تخلف و نفاق عبداللہ بن ابی سلول و اسکی جماعت کا رسول و اہل سلام پر ظاہر ہوا۔ اب تعداد لشکر اسلام کی قریب سات سو کے رہگئی۔ رسول نے پہر بقیہ لوگوں سے بغرض اطمینان دریافت فرمایا کہ اگر تم لوگوں کی رائے دشمن کی مدافعت کی نہو تو واپس چلو جو

کچھ حشر ہوگا ظاہر ہے۔ بقیہ نے مستحکم وعدے قیام جنگ کے کیے چنانچہ حضرت نے سب سے مکرر عہد و پیمان و بیعت لی کہ جنگ سے منہ نہ موڑینگے سب نے مضبوطی سے بیعت کی ؞

رسیدگی لشکر اسلام بمقام اُحد ۱۴ شوال و رسیدگی لشکر قریش ۱۲ شوال

۱۴ شوال کو لشکر اسلام نواح اُحد میں پہنچگیا۔ لشکر قریش ۱۲ شوال کو احد پہنچگیا تھا اور اپنے لشکر گاہ کیواسطے عمدہ جگہ پسند کرکے فروکش ہوگیا تھا۔ رسول نے ۱۵ شوال کو صفوف لشکر درست کیئے اور نہایت دور اندیشی سے عبداللہ بن جبیر کو معہ پچاس تیر اندازوں کے پشت کی ایک گھاٹی پر تعینات کیا جسطرف سے دشمن کے حملہ کرنیکا اندیشہ تھا جس سے لشکر اسلام کا عقب کمزور ہوجاتا اور حکم دیا تھا کہ اسطرف سے دشمن کے حملہ کو روکے رہے اور مسلمانوں کی خواہ فتح ہو یا شکست وہ کسی حالت میں بلا حکم اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ عکاشہ بن محصن اسدی کو میمنہ پر اور ابو سلمہ بن عبداللہ مخزومی کو میسرہ پر اور ابو عبیدہ جراح و سعد بن وقاص کو مقدمہ لشکر پر تعینات کیا گیا ؞

صف آرائی لشکر قریش

قریش نے بھی اپنے لشکر کی صف بندی کی طلحہ بن ابی طلحہ کو علم لشکر دیکر میمنہ پر و عکرمہ بن ابوجہل کو میسرہ پر مامور کیا۔ عبداللہ بن ربیعہ کو سو تیر اندازوں کا سردار کیا۔ خالد بن ولید نامی افسر کو معہ ۲۰۰ سواروں کے کمین گاہ میں معین کیا تھا کہ موقعہ پا کر گھاٹی کیطرف سے حملہ کریے ؞

جنگ شروع ہوگئی

جب جانبین سے صفوف لشکر درست ہوگئیں تو جنگ شروع ہوگئی۔ اوّل ابو عامر نے معہ پچاس تیر اندازوں کے لشکر اسلام پر تیر چلائے اسطرف سے بھی جواب تیروں سے دیا گیا کہ ابو عامر پیچھے ہٹ گیا۔ قریش کی ہمراہی عورتیں صفوں کے آگے آکر کشتگان بدر کے تذکرے کرکے اشتعال دلاتی تھیں جس سے قریش میں جوش عظیم تھا ؞

دو علمداروں کی جنگ اور علی کا دشمن پر رحم

دشمنوں کی فوج کا نامی علمدار طلحہ بن ابی طلحہ جسکو کبش کتیبہ بھی کہتے تھے انتہائی جوش میں میدان میں آکر مبارز طلب ہوا ادہر اسکے مقابلہ کیلئے رسول کا نامی علمدار علی بن ابیطالب آیا۔ رد و بدل ہوئی تھوڑی دیر میں اسلام کے بہادر مبارز نے ایک شمشیر ایسی لگائی کہ مقابل کے دونوں پیر رانوں سے کٹ کر علیحدہ ہوگیے اور طلحہ زمین پر خون میں غلطاں نظر آیا۔ دشمن ابھی تمام نہوا تھا کہ علی صف لشکر میں واپس چلے آئے۔ سبب پوچھا گیا تو کہا کہ دشمن پاشکستہ ہوگیا تھا اسنے مغلوب ہوکر امان چاہی تھی اسلیے اسکو قتل نہ کیا۔ رسول نے یہ سنکر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ایک اور مسلمان نے پہنچکر اسکا سر جدا کردیا (روضۃ الصفا) اور طبری کہتا ہے کہ طلحہ بن عبداللہ علمدار لشکر کفار جو نہایت مرد شجاع تھا حضرت علی بن ابیطالب کے سامنے آکر اور شمشیر آبدار کو گھما کر کہنے لگا کہ تم مسلمان کہتے ہو کہ ہمارے مقتولین جہنم میں جائینگے اور تمہارے مقتولین بہشت میں۔ پس کیا کوئی ہے جو مجھے جہنم میں بھیجے یا میں اسے بہشت میں بھیج دیتا ہوں۔ علی نے جواب دیا کہ قسم اللہ کی ایسا ہی ہے اور دونوں میں تلوار چلی طلحہ گرا اور کہنے لگا اے میرے چچا کے بیٹے اب میرے حال پر رحم کر۔ علی نے جواب دیا اچھا میں تجھپر رحم کرونگا اور تجھے جہنم میں بھیجونگا (تنقید الکلام)

علی کی شجاعت کا لطیفہ

دیگر علمداران قریش و مبارزان اسلام کی جنگ

بعد طلحہ کے علم لشکر قریش اسکے بھائی عثمان نے لیا اور میدان میں آیا اسکو بہادر حمزہ نے قتل کیا اسکے بعد اسکا دوسرا بھائی اس شورش میں آیا اسکو پھر علی نے جہنم واصل کیا۔ پھر مسافع بن طلحہ علم لیکر آیا عاصم بن ثابت نے ایک تیر اسکے مارا جو کارگر ہوا علی نے بضرب شمشیر اسکا بھی کام تمام کیا بعد اسکے اسکا بھائی حارث بن طلحہ نکلا وہ بھی علی کی تلوار سے راہی عدم ہوا پھر کلاب بن طلحہ آیا جو زبیر بن العوام کے ہاتھ سے مارا گیا۔ پھر خدش بن طلحہ بڑھا اسکو طلحہ بن عبداللہ نے قتل کیا۔ اسکے بعد ارطاۃ بن شرحبیل نے دعوے کے ساتھ علم لیا اسکو بھی علی نے داصل بجہنم کیا۔ پھر شریح بن قاصد آیا وہ بھی علی کے ہاتھ سے مارا گیا (روضۃ الصفا)

غرضکہ قریش کے بہادر سپاہی جھلا جھلا کر علم لیکر آتے تھے اور مبارزان اسلام کے ہاتھ سے قتل ہوتے تھے جنمیں زیادہ مرد میدان علی کے ہاتھ سے جہنم واصل ہوتے تھے چنانچہ بروایت شیخ مفید علیہ الرحمۃ نو نفر علمداران قریش تنہا علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔

فتح کی شکست

اب لشکر دشمن میں کمزوری آنے لگی مسلمان نہایت بہادری سے دادمردانگی دے رہے تھے انکے پرجوش حملوں سے صفوف مشرکین میں ابتری پڑ گئی اور وہ اسباب وغیرہ چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگا مسلمان دشمن کو منہزم دیکھکر لوٹ میں پڑ گئے اور اخذ غنیمت میں مصروف ہوگئے انکو دیکھکر ہمراہیان ابن جبیر بھی جو حفاظت درہ پر مامور تھے حکم رسول بھولگئے اور اپنی جگہ چھوڑ کر لوٹ میں مشغول ہوگئے ہرچند ابن جبیر نے منع کیا اور روکا نہ رکے۔ کل بارہ آدمی روبروایتے اس سے بھی کم ابن جبیر کے پاس رہگئے خالد بن ولید نے جو کمین گاہ میں تھا اور پیشتر چند مرتبہ اسطرف سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی سعی کر چکا تھا اور کامیاب نہوا تھا موقعہ خالی دیکھکر معہ عکرمہ بن ابوجہل و اپنے ہمراہیوں کے فوراً عقب سے حملہ کر دیا۔ ابن جبیر نے معہ باقی ماندہ چند ہمراہیوں کے روکا مگر بوجہ قلت ہمراہیان کے دشمن کے اس سیلاب کو نہ روک سکا اور شہید ہوگیا۔

رسول کے پاس ۱۴ آدمی رہگئے اور باقی بھاگ گئے

اس دفعتاً عقب کے شدید حملے نے غافل مسلمانوں کو گھبرا دیا اور ابتر کر دیا انکے پیر اکھڑ گئے اور خوف زدہ ہوکر رسول کو چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ رسول اللہ نے ایک ایک کا نام لیکر پکارا اور روکنا چاہا مگر کچھ کارگر نہ ہوا۔ دشمنوں کے متواتر حملوں میں بہادر حمزہ شیرانہ مقابلہ کیجالت میں دھوکہ سے شہید ہوگئے۔ بروایت روضۃ الصفا صرف چودہ آدمی رسول کے پاس رہگئے تھے جنکے نام یہ ہیں:-

علی بن ابیطالب۔ ابوبکر بن قحافہ۔ عبدالرحمن بن عوف۔ سعد وقاص۔ زبیر بن عوام۔ طلحہ بن عبداللہ۔ ابوعبیدہ جراح مہاجرین میں سے:- اور ابودجانہ۔ عاصم بن ثابت۔ حارث بن صمہ۔ سہل بن حنیف۔ سعد بن عبادہ۔ محمد بن مسلمہ انصار میں سے جو حملہ کفار کو حضرت سے دفع کرتے تھے باقی سب بھاگ گئے تھے۔ (روضۃ الصفا) (عثمان اور عمر پہلے ہی فرار کر گئے تھے)

آٹھ آدمی رہگئے

جب مسلمانوں کی قلیل جماعت کو دیکھکر دشمن کے حوصلے بڑھے اور لڑائی نے اور زور پکڑا تو ان چودہ آدمیوں میں سے بعض کے ثبات میں لغزش آئی اور اب صرف آٹھ آدمی رہگئے۔ جو حسب ذیل ہیں:-

طلحہ۔ زبیر۔ ابودجانہ۔ حارث۔ حباب۔ عاصم۔ سہل اور علی۔ ان جانبازوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم ہرگز نہ بھاگیں گے۔ دشمن

کے بڑہے ہوئے حوصلوں کے مقابل یہ مختصر جماعت قابل شمار نہ تہی لیکن یہ ضرور تہا کہ اسلام کی قطعی شکست کو روکے ہوئے تہی۔ رسولؐ خود بہی مصروف جنگ تھے ؛

صرف ۳ آدمی رہے جب دشمن کا چاروں طرف سے اور زیادہ دباؤ پڑا تو ان کی ہمتوں مین بہی لغزش پیدا ہوئی اور انمیں سے بہی کچھ ہٹنے لگے۔ بہادر ابودجانہ کو زخمی ہوجانے کے باعث علی میدان جنگ سے اٹھا لائے اور رسول کے پاس ڈالدیا۔ اس عالم میں جبکہ ہر طرف سے قتل کے لیئے تلواریں بلند تہیں۔ دیکھنے والا کہہ سکتا تہا کہ آج ضرور ہادی اسلام کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اور دشمنوں نے باواز بلند شور ہی کر دیا کہ محمدؐ شہید ہوگئے۔ اب سوا تین آدمیوں کے حضرتؐ کے پاس اور کوئی نہ رہگیا تہا۔ ایک ابودجانہ خود زخمی تھے۔ دوسرے سہل تیسرے کرار و غیر فرار علیؑ بن ابیطالب "روضۃ الصفا" کی ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا ہی مین حضرت کے پاس سوائے ان تین آدمیوں کے اور کوئی نہ رہا تہا جناب امیر حملہ و جنگ کر کے دشمنوں کو حضرت سے دفع کرتے تھے اور ابودجانہ و سہل حضرتؐ کی حفاظت کرتے تھے اسکے بعد بہاگے ہوؤں میں چودہ آدمی واپس آ گئے" اور

روایت ابن مسعود بروایت ابن مسعود سوائے علی کے سب بہاگ گئے تھے۔ ابودجانہ اور سہل البتہ فوراً ہی واپس آگئے تھے۔ اور بروایت یحییٰ بن سلمہ سوائے علیؑ و ابودجانہ کے اور کوئی نہ رہا تہا۔ اور جمہور اہل خبر بہی ان اشخاص مذکورہ بالا کا ہی ثابت قدم رہنا تسلیم کرتے ہین ؛

رسول کا نازک موقعہ اور علیؑ بہرحال موقعہ رسول اللہ کے واسطے نہایت خطرناک تہا۔ چاروں طرف نظر ڈالکر دیکھتے ہونگے کہ صرف ایک فرد واحد کی خون میں ڈوبی ہوئی تلوار اس قیامت خیز فوج دشمن کو روکے ہوئے ہے۔ کوئی امید نہ تہی کہ اسلام آج باقی رہجائیگا ایک تہکا ہوا ہاتہہ کب تک روک سکتا ہے مگر تائید ایزدی اس میں ہر لحظہ پہرتی اور قوت پیدا کرتی جاتی تہی ؛

رسول اور علی کا سوال و جواب بروایت علیؑ و بقول مولف "تاریخ الاسلام" جب اس طوفان جنگ میں علی کو رسول کی تنہائی کا خیال ہوا اور رسول نظر نہ پڑے تو غصہ میں غلاف شمشیر کو توڑ کر پہینکدیا اور مثل شیر غضبناک دشمن پر حملہ کیا اور انکو پراگندہ کر کے رسول کے پاس آتے ہین۔ رسول اس عالم تنہائی و مایوسی مین علی کو دیکھہ کر فرماتے ہیں "یا علیؑ تم اپنے بہائیوں کے ساتھ کیوں نہ بہاگے۔ یہ اکیلا اور یکا مسلمان جواب دیتا ہے کہ "یا رسول اللہ کیا ایمان لانے کے بعد کافر ہوجاتا۔ واللہ قدم پیچھے نہ رکھوں گا۔ جب تک فتح نہ ہوجائے۔ یا مارا نہ جاؤں" (تاریخ الاسلام) دبقول صاحب "قرۃ العیون" فرمایا کہ "یا رسول مجھہ کو آپ سے اقتدا ہے نہ کہ بہائیوں سے" ؛

رسول کے خیالات علی کے اس پرجوش جواب نے رسول کے دل پر کیا اثر کیا ہوگا۔ کیا اسوقت اس بے مثل جرأت نمائی پر علی کی کچھ محبت رسول کے قلب میں پیدا ہوئی ہوگی۔ کیا کچھہ رسول کو فاطمہ کا خیال نہ آیا ہوگا؟ اللہ رے ہادی اسلام تیرا استقلال اور تیرے جانباز

علمدار کا اثبات اسوقت رسول کو خیال آتا ہوگا کہیں یہ تنہا ہاتھ جو نصرت اسلام کے لیئے اٹھا ہوا ہے زخمی نہ ہوجائے اور یہ مستحکم قدم جو ثبات دین کیلیئے میخ آہنی بنے ہوئے ہین قلم نہو جائین. وہ سینہ جو حفاظت حق کا گنجینہ ہے کہیں نیزے سے چھد نہ جائے

دشمن کے متواتر حملے اور علی کی جانبازی

اسی اثنا ئین دشمن کا ایک دستہ جسکا سردار ہشام بن امیّہ تہا. رسول کیطرف بڑہا. اس تنہا محافظ اسلام یعنی علی نے جہپٹ کر ہشام کا ایک ضرب شمشیر سے کام تمام کردیا. اور دستہ پر حملہ کیا جو پیچہے ہٹ گیا. دوسرا دستہ عمر بن عبداللہ جمحی کی ماتحتی میں بڑہا. علیؑ کے تلوار نے اسکا بہی کام تمام کیا اور اسکے ہمراہیونکو بہگا دیا. اسی دوران میں علی کی تلوار ٹوٹ گئی کہ حضور نے فوراً اپنی ذوالفقار علی کو عنایت فرمادی. پہر بشیر بن مالک عامری بڑہا اس جانباز بہادر نے اسکا بہی خاتمہ کردیا اسکے ساتہی بہاگ گئے. پہر کسیکو علی کی پرغضب نگاہ اور خون آلود بے پناہ تلوار کے آگے قدم بڑہانے اور رسول پر حملہ کرنیکی جرأت نہ ہوئی. اب طوفان جنگ کو تہما ہوا دیکہکر علی رسول کے قریب آتے ہین رسول فرماتے ہیں "یا علی کیا تم بہی سن رہے تھے کہ تمہارے

علی کا تمغۂ شجاعت

جنگ آور حملوں میں فرشتے کہہ رہے تہے لَا فَتیٰ اِلّا عَلِی لَا سَیفَ اِلّا ذُوالفَقار (صحاح ستہ) یہ سنکر اس بہادر کی آنکہوں میں آنسو بہر آئے. اور زبان سے کلمہ شکر جاری ہوا مسلمانوں کی اسوقت کی حالت ذیل کی عبارت مورخین سے ظاہر ہوگی:

ارکین اسلام آخر کہاں کتب اہلسنت سے قول عبداللہ بن مسعود

حسب صاحب روضۃ الصفا لکہتے ہین کہ زید یا اسید بن وہب نے بعد جنگ عبداللہ بن مسعود سے دریافت کیا کہ ہمنے سنا ہے کہ احد میں سوائے علی و ابودجانہ و سہل کے حضرت کو چہوڑ کر سب بہاگ گئے تہے کیا یہ خبر صحیح ہے اُسنے کہا کہ بالکل صحیح ہے ابن وہب نے پوچہا کہ ابوبکر و عمر کہاں تہے اسنے کہا کہ وہ بہی ایک طرف کو چلے گئے تہے اور بعد تین روز کے خدمت نبوی مین حاضر آئے تہے. اور بعض اخبار مین ہے. کہ عثمان بہی معہ بعض صحابہ جنگ گاہ سے باہر جاکر راستہ بہول گئے اور عریض پر پہونچ گئے تہے تیسرے روز واپس آئے تہے"

مولانا شبلی کی عبارت

اس کی تصدیق مولوی شبلی صاحب کی اس روایت سے بہی ہوتی ہے کہ "قاضی ابویوسف نے خود حضرت عمر کی زبانی نقل کیا کہ انس نضر میرے پاس گذرے اور پوچہا کہ رسول اللہ پر کیا گذری. میں نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ شہید ہوگئے" اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر میدان جنگ سے اتنے فاصلہ پر تہے کہ صحیح حال نہ دیکھ سکتے تہے. اور نہ یقین حاصل کرسکتے تہے بلکہ قیاس سے کام لیتے ہیں اور وہ بہی غلط -

علامہ بلاذری کی رائے

اور پہر مولانا موصوف یہ بہی لکہتے ہین کہ "علامہ بلاذری کے نزدیک حضرت عمر ان لوگوں میں تہے جو احد کے دن بہاگ گئے تہے لیکن خدا نے انہیں معاف کردیا" (مولف) نہیں معلوم ہوتا کہ پروانہ معافی مولانا موصوف کی نظر سے کہاں گذرا ہے جو خدا کے پاس سے آیا تہا مولانا موصوف اگر حضرت عمر کے اس قول کو بہی دیکھ لیتے کہ ہم بزکوہی کی طرح پہاڑ پر جارہے تہے. تو غالباً ان کو مزید تلاش کی ضرورت نہوتی"

علامہ سیوطی کی روایت

علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکہتے ہین کہ "ابن ہشام بن کلیب اپنی مسند میں لکہتا ہے کہ ابوبکر کہتے تہے کہ "احد کے دن سب نے رسول کو چہوڑ دیا اور واپس آنے والوں میں سب سے پہلا میں تہا" یعنی اپنا بہاگنا تسلیم ہے

تنقید الکلام کی عبارت

اسموقعہ پر واقعات اُحد کے متعلق صاحب تنقید الکلام کی حسب ذیل عبارت قابل توجہ ہے کہ "اب چند ہی اصحاب آپ (رسول) کے گرد

رہگئے تھے اور قلب لشکر سے آپ بالکل جدا ہوگئے تھے۔ پس کفار نے متواتر حملے آپ پر شروع کئے۔ احباب وفادار جلد جلد شہید ہوکر آپکے سامنے گرتے جاتے تھے گو آپ کے زخموں سے خون برابر جاری تہا مگر ان جان نثاروں کو اس عالم مین بہی آپ نہیں بہولے اور اُس وفادار کو (نام نہیں لکہتے) دعا خیر دی جسنے آپ کی پیشانی مبارک سے خون کو پاک کیا لیکن خدا نے فضل کیا کہ حضرت علیؑ حیدر بہادر دو تیغ لیئے ہوئے اس عالم ہراس مین قلب لشکر مین لڑ رہے تھے ... جب انہوں نے دیکھا کہ ہمارے بہائی بند میدان کے دوسری سمت ابتک لڑ رہے ہین تو وہ قلب لشکر کفار مین گہس گئے۔ جہاں پر بعض مجاہدین جانباز اب تک آپ کو کفار کے حملوں سے بچا رہے تھے۔ آنحضرت کو زندہ دیکھکر اُن کی جان میں جان آئی اور بڑی جانبازی کرکے وہ آپ کو احد کے اوپر چڑہا لے گئے اور وہاں پہنچکر دم لیا۔ حضرت علی اپنی سپر میں ایک جہیل سے پانی لائے اور ان حضرت کے روئے مبارک پر اور زخموں پر چہڑکا اور آپ نے اصحاب کو نماز ظہر بیٹھے بیٹھے پڑہائی ٭

مسلمانوں کی واپسی دشمن کو قطعی فتح کا موقعہ نہ ملا

پہر بعبارت روضۃ الصفا معلوم ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں کو جو جنگ گاہ کے قریب تھے یہ معلوم ہوا کہ رسول جنکی خبر شہادت مشہور ہوگئی تہی زندہ ہین تو وہ پہر جمع ہونے لگے مسلمانوں کے دوبارہ اجتماع کو اور رسول کو زندہ دیکھکر ابوسفیان آئندہ سال کے وعدہ جنگ پر لشکر قریش کے واپس چلا گیا۔ اور یہ بہی تحریر ہے کہ حضرت کو جو زخمی ہوگئے تھے بالا کوہ لیگئے قریش نے جنکو آنحضرت کی شہادت کا یقین ہوگیا تہا اب میدان جنگ سے واپسی کا قصد کیا اور ابوسفیان نے مسلمانوں کو آواز دیکر پوچہا کہ تم میں محمد ہیں یا و بعض دیگر اصحاب کا نام لیکر بہی پوچہا اور جواب نہ ملنے پر اسنے اپنی قوم سے کہا کہ وہ سب قتل ہوگئے جسپر علی نے باواز بلند فرمایا کہ تو جہوٹا ہے وہ زندہ ہیں اور انشاء اللہ سال آئندہ پر مقابلہ ہوگا ٭

روایات شیعہ رسول کے کوہ احد پر لیجانے کے خلاف ہین

روایات اہل تشیع آنحضرت کے کوہ احد پر لیجانے کی تصدیق نہیں کرتیں ورانکی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے ایک قدم بہی میدان جنگ سے نہیں ہٹایا۔ اور یہ بہی خلاف قیاس کہ اس شعلہ افزا جنگ مین علی کو اتنا موقعہ ملتا کہ وہ حضرت کو احد پر لیجاتے اور پہر تنہا چہوڑکر کسی جہیل سے سپر میں پانی لاتے اور زخم دہلاتے اور استقلال رسول سے بہی یہ امر بعید ہے ممکن ہے کہ بعد چلے جانے لشکر قریش کے ایسا ہوا ہو

انتخاب واقعہ از روایات

بہرحال تمام روایات کے ملانے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے اور واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب علی کے جی توڑ حملوں سے رسول کی جان محفوظ رہی اور بچ گئی۔ تو بعض مسلمان مفرورین کا جو قریب ہی میں ہونگے رسول کو زندہ دیکھکر اور علی کی جانبازی و وفاداری سے شرما کر ضرور رسول کے پاس اجتماع شروع ہوگیا ہوگا۔ ابوسفیان کو جسکو بظاہر فتح و غلبہ حاصل ہوگیا تہا اور رسول کی شہادت کی خبر بہی اڑ چکی تہی اب رسول کے زندہ ہونے اور مسلمانوں کے دوبارہ اجتماع سے اندیشہ ہوا کہ اب مسلمانوں کے جوش انتقامی سے یہ غلبہ شکست سے مبدل نہ ہوجائے اسی وجہ سے اسنے جلدی سے معہ اپنے لشکر کے میدان جنگ سے چلدینے کی ٹہرا دی اور آئندہ سال کے مقابلہ کا اعلان کرکے چلدیا تاکہ یہ فتح اسی کی قایم رہے ٭

روایات شیعہ رسول کے دانت شہید ہونیکی تصدیق نہیں کرتین

روایت روضۃ الصفا اور دیگر مورخین اہلسنت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابن قمیہ و بروایت بعض عتبہ بن ابی وقاص کی سنگ باری سے رسول کے دو دندان مبارک شہید ہو گئے تھے مگر روایات اہل تشیع اس کی تصدیق نہیں کرتین اور انکے ائمہ کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی دانت حضرت کا شکستہ نہ ہوا تہا اور وقت آخر تک حضرت کے سب دانت ثابت برقرار تھے۔ ممکن ہے کہ شکستہ نہ ہوں بصدمہ ضرب ہلگئے ہوں یا خون نکل آیا ہو۔

فاطمہ زہرا بیتاب ہوکر رسول کے پاس پہنچیں

رسول کی شہادت اور مسلمانوں کے فرار کی اخبار مدینہ میں پہنچی تہین۔ انہوں نے رسول کی پیاری بیٹی فاطمہ زہرا کے قلب کے ساتہہ جو کچھ اثر کیا ہوگا وہ اس سے ظاہر ہے کہ وہ مخدومہ بیتاب ہوکر مدینہ سے جلدی اور حضرت کے پاس تک آپ کو پہنچا یا۔ یہ وہ وقت تہا کہ لشکر قریش میدان سے چلا گیا تہا۔ فاطمہ نے آکر دیکہا کہ رسول زخمی ہین اور خون پیشانی اقدس کا بند نہیں ہوتا تو پارچہ زرہ پہاڑکر اور جلا کر زخم حضرت میں بہرا جس سے خون بند ہوا۔ پیارے باپ کے آگے اپنے جانباز و شیر دل شوہر کیطرف اسوقت تک توجہ نہیں کیجاتی جب تک کہ علی خود اپنی تلوار صاف کرنے کو پیش نہیں کرتے کہ لے فاطمہ یہ لو یہ ناپاک نہیں ہے اور نہ میں بزدل ہوں۔ مینے رسول خدا کی نصرت

علی کا جز رسول کی تصدیق

اور خدا کریم کی خوشنودی مین دشمنو نکے خون سے اسے لال کیا ہے اور جب تک رسول کی زبان سے یہ کلمہ وا نہین ہوتا کہ اے فاطمہ یہ تلوار لیلو تمہارے شوہر نے تمام حقوق رفاقت جان نثاری کے ادا کر دیئے۔ اور خدا نے صنادید قریش کو اسکے ہاتہہ سے قتل کرایا (سراج المبین و حیات القلوب) اسکی اس کی تلوار نے میری جان اور اسلام کی آبرو بچائی۔ ان کلمات رسول نے فاطمہ کی آنکہو نکو لبریز کیکے انکے سر کو فوراً سجدہ شکر کیواسطے زمین پر جہکا دیا۔

محمد اسحق کی روایت

محمد اسحق سے روایت ہے کہ اس جنگ مین تنہا علی کے ہاتہہ سے۔ طلحہ بن ابی طلحہ و اسکا لڑکا ابو سعید و بہائی خالد و ابن اخنس و ولید بن ابی حذیفہ و اسکا بہائی امیہ و ارطاۃ بن شرحبیل۔ ہشام بن امیہ۔ عمر بن عبد اللہ جمحی۔ بشیر بن مالک۔ صواب غلام عبد الدار۔ ابو محمد بن العزیز و بروایت دیگر پسران صفوان و خالد و ابو العباد و ابو الحمزہ اور چہہ شخص ولد ابو سفیان سے قتل ہوئے کل مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ علی نے کل مسلمانوں سے زیادہ جرات دکہائی۔

علی کے ۱۶ زخم لگے تھے

علی بہی بہت زخمی ہو گئے تھے انکے اس جنگ میں سولہ اور بروایتے نوّے زخم لگے تھے جنمیں سے بعض ایسے تھے کہ انمیں بتی بہری جاتی تہی

تعداد مقتولین فریقین

لشکر قریش سے اس جنگ میں ۲۸ سے ۳۰ آدمی مارے گئے جنمیں سے قریب نصف کے تنہا علی کے ہاتہہ سے قتل ہوئے اور لشکر اسلام سے ساٹہہ و بروایتے ۷۰ آدمی شہید ہوئے جنمیں سب سے زیادہ اثر خیز شہادت حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی تہی جو دہوکہ سے مارے گئے۔

حضرت حمزہ اثر خیز شہادت دہوکہ کا وار

یہ وہ بہادر پہلوان تہے جنکے اسلام لانے کے بعد قریش کو تشویش ہو گئی تہی۔ انکی شہادت اسطرح پر ہوئی کہ یہ اس طمطراق عظیم دشمن میں مانند شیر مست حملہ کرتے تہے اور صفوف دشمن کو درہم برہم کرتے تہے کہ سباع بن عبد العزی خزاعی دوران جنگ مین انکے مقابل آیا۔ انہوں نے اسکو بضرب شمشیر ہلاک کیا۔ اور پہر صف لشکر پر حملہ کیا۔ ایک غلام وحشی نام کو ہندہ بنت حارث بن عامر بن

نوفل نے جسکے باپ کو حضرت حمزہ نے جنگ بدر مین قتل کیا تہا ان کی تاک مین ایک وحشی غلام کو کمین گاہ مین بٹھایا۔ جب حضرت حمزہ لڑتے ہوئے اُدہر کو گئے وحشی نے کمین سے ایک ضرب نیزہ لگائی جو ناف سے پشت کیطرف توڑ کر نکل گیا۔ اور خود بہاگ گیا۔ حضرت حمزہ گر گئے اور بوجہ زخم کاری کے شہید ہوگئے وہ پہر لوٹ کر آیا اور حمزہ کا شکم مبارک چاک کر کے جگر نکالکر ہندہ کے پاس لیگیا جس خونخوار نے جگر حمزہ کو منہ مین لیکر چبا ڈالا جسکی وجہ سے اسکو آکلۃ الاکباد کہتے ہین پہر ہندہ نے نعش حمزہ پر آکر اور اعضا کاٹ لیئے بعد فرو ہونے جنگ و واپسی لشکر قریش کے رسول اللہ خود نعش حضرت حمزہ پر تشریف لائے اور روئے مبارک اپنی اٹہائی اور بہت گریہ

جنازہ حمزہ پر ستر نمازیں پڑہی گئیں

فرمایا اور نماز جنازہ پڑہی۔ پہر نعش ہائے دیگر شہدائے اسلام کی تلاش کرائی ایک ایک نعش آتی تہی اور نعش حمزہ کے پاس رکہا کر حضرت نماز جنازہ پڑہاتے تھے اسطرح پر حضرت حمزہ کے جنازہ پر ستر نمازین پڑہی گئین۔ حضرت نے سب کو دفن کرایا؛

رسول کا معنی خیز فقاطبہ

صاحب مناقب مرتضوی نے شاہ عبدالحق دہلوی کے جذب القلوب سے نقل کیا ہے کہ "ایکروز رسول شہدائے احد کو سلام کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ ہین جنکی صحابیت پر قیامت تک مین گواہی دونگا" اس پر ابن قحافہ نے کہا۔ "یا رسول اللہ کیا ہم صحابی نہین ہین" فرمایا ہو لیکن مجھے یہ نہین معلوم کہ میرے بعد کیا کروگے؟ روشن ضمیر رسول کا عجب معنی خیز جملہ تہا جسکو ناظرین واقعات آئندہ سے خود غور فرمالین گے۔

مزید دور اندیشی رسول

اب حضرت نے مدینہ کی واپسی کا قصد فرمایا۔ مگر قبل واپسی چونکہ اندیشہ تہا کہ ایسا نہو کہ قریش یہاں سے ہٹکر دوسری طرف سے مدینہ پر تاخت کرین رسول نے باوجود زخمی ہونے کے علی کو ہی جبکہ اور کوئی آمادہ نہوا عقب دشمنان میں مامور کیا کہ دیکہین اور تحقیق کرین کہ لشکر قریش کسطرف کو جاتا ہے اور کیا قصد ہے یہ بہی ارشاد ہوا تہا کہ یہ دیکہنا کہ آیا اونٹوں پر سوار ہیں اور گہوڑے کوتل ہین یا گہوڑوں پر سوار ہیں اونٹ کوتل لیجاتے ہیں۔ کیونکہ گہوڑوں پر سوار ہونیکی حالت میں ارادہ حملہ کا ظاہر ہوتا ہے چنانچہ علی نے جسکے دلکو خدا نے فطرتاً ہر قسم کے خوف و ہراس سے بری بنایا تہا۔ بلا لحاظ کثرت زخموں کے فوراً تعمیل حکم کی اور دشمن کے پیچھے جا کر دیکہا تو انکو اونٹوں پر سوار اور گہوڑے کوتل لیئے جاتے دیکہا جس سے معلوم ہوا کہ مکہ کو ہی واپس جاتے ہیں چنانچہ رسول کو مطلع کیا یہ رسول کی اعلیٰ درجہ کی دور اندیشی و احتیاط کی دلیل ہے؛

واپسی رسول بمدینہ

بعد اس اطمینان کے حضرت مدینہ کو واپس آئے۔ رسول کی زندہ واپسی پر مدینہ کے راسخ العقیدہ و دیندار مرد و عورتوں کو جنکو خبر شہادت رسول نے صدمہ پہنچایا تہا بیحد مسرت ہتی۔ مفرورین جنگ کو البتہ بے انتہا ندامت ہتی جسکی وجہ تک معذرتین ہوتی رہین۔ شہدائے بدر کے یہاں ماتم برپا تہا۔ مگر رسول کو افسوس تہا کہ حمزہ کا کوئی رونے والا نہین تو انصار نے سبب ملال طبع حضرت معلوم کر کے اپنی عورات کو خانہ حمزہ مین اُن پر گریہ کرنے کو بہیجا جنہوں نے حمزہ کی صف ماتم برپا کی جس سے حضرت خوش ہوئے۔

نتیجہ جنگ

اس جنگ مین گو قریش کو کامل و یقینی فتح نصیب نہوئی اور بوجہ بے مثل شجاعت علی کے اور بخیال اجتماع مفرورین بخوف آمد اہل مدینہ انکو جلدی سے میدان چہوڑنا پڑا اور فیصلہ کن جنگ کیواسطے سال آئندہ تک ملتوا کرنا پڑا۔ تاہم مسلمانوں کو ضرور ایک

نکبت و ذلت عظیم کا موقعہ ہوگیا۔ اور منافقین کے نفاق اور مفرورین جنگ کے ایمان و حسن عقیدت و محبت رسول اور تنہا علی کی ثابت قدمی و شجاعت و جان نثاری کی کہلی ہوئی تصویرین رسول اور سب کے پیش نظر ہوگئین اور اب رسول کو بہت زیادہ تدبیر اور احتیاط کی ضرورت پڑگئی اور بیشتر کے اس خیال کے خلاف کہ متمسکان اسلام حضرت کے ادنیٰ اشارہ پر جان و مال قربان کردینے مین ہرگز دریغ نہ کرینگے۔ اب اس جنگ میں رسول کے نام لیکر پکارتے اور اپنی برحق رسالت کے یقین دلانے اور وعید خدا سے ڈرانے کے اُن پر بے سود ہونے نے رسول کو یقین دلادیا کہ اہل اسلام اپنی جان کے خوف سے رسول کو باوجود بیعت نکرنے کے دشمنوں کی خون آلود تلواروں مین تنہا چھوڑ جاسکتے ہیں ❊

غزوہ حمراء الاسد رمضان ۳ھ

غزوہ حمراء الاسد

لشکر قریش کا دوبارہ حملہ کا ارادہ

بعد واپسی احد راستہ مین مقام روحا پہنچکر قریش کو افسوس ہوا کہ ہمنے یہ کیا کیا بغیر جنگ کا آخری کامل فیصلہ کئے کیوں واپس آ آئے محمد زندہ رہگئے اور جس غرض کیواسطے اسقدر زحمت اٹھائی وہ حاصل نہوئی رائے ہوئی کہ ابھی تو مسلمان خستہ مین لوٹ چلو اور محمد اور انکے اصحاب کا قلع قمع و قتل کر کے اور مدینہ کو لوٹ کر اور انکی عورتوں اور لڑکیوں کو اسیر کر کے واپس جائینگے۔ صفوان بن امیہ نے اسکی مخالفت کی اور کہا کہ یاد رکھو اس ہزیمت سے مسلمانوں کو غصہ و جوش ہوگا۔ اگر اب تم لوٹے اور وہ اس اشتعال میں جو لوگ کہ واپس ہوگئے تھے اور جو نہیں آئے تھے سب جمع ہوگئے تو تمہاری یہ فتح شکست سے مبدل ہوجائیگی مگر جاہل قریش نے چنداں اس رائے کی پرواہ نہ کی اور روحا پر اس ارادہ سے ٹھہر گئے ❊

جب اس ارادہ قریش کی خبر رسول کے کان میں پہنچی تو حضرت پھر فوراً مقابلہ و مدافعت دشمن کیواسطے آمادہ ہوئے اور بلال کے ذریعہ سے منادی کرادی کہ جو لوگ جنگ مین شریک تھے اور زخمی ہوئے ہین پھر مقابلہ دشمن پر آمادہ ہوجاوین اور روانہ ہوں کیونکہ دشمن دوبارہ حملہ کرنا چاہتا ہے اگرچہ لوگ بہاگ گئے تھے انکو میں ساتھ لیجانا نہیں چاہتا چنانچہ وہی ثابت قدم مسلمان جو زخمی ہوئے تھے باوجود زخموں کے اپنے اشتعال مین پھر حضرت کے ساتھ روانہ ہوئے علم لشکر علی کی سپرد ہوا جو باوجود سخت زخمی ہونیکے پھر معیت رسول کو بخوشی آمادہ ہوگئے یہ مختصر لشکر اسلام جو اس شکست کی ذلت سے لڑکر مر جانا بہتر خیال کرتا تھا ہمراہ رسول روانہ ہوکر مقام حمراء الاسد تک گیا ❊

لشکر قریش کی بخوف ہوکر روانگی مکہ و واپسی حضرت بلا جنگ

معبد خزاعی یہودی جو مکہ کو جارہا تھا۔ اور جس نے اس لشکر اسلام کو آتے ہوئے دیکھا تھا اثنا راہ مین لشکر ابو سفیان سے ملا۔ انہوں نے ہادی اسلام کا حال پوچھا تو اسنے کہدیا کہ وہ بقصد انتقام معہ لشکر روانہ ہوئے ہیں میں نے انکو مقام حمراء الاسد پر چھوڑا ہے اس خبر سے قریش کو خوف و اندیشہ ہوا اور صفوان اور ابو سفیان نے کہا کہ جو ہم سمجھتے تھے وہی ہوا۔ اب بہتر ہے کہ یہاں سے جلد کوچ کر چلیں ایسا نہو کہ بعد غلبہ کے مغلوب ہوجاوین چنانچہ اب سب بتعجیل تمام مکہ کو روانہ ہوگئے۔ معبد نے روانگی قریش کی حضرت

دو اسیر ہاتھ آگئے

بھی خبر بھیجدی۔ لہذا حضرت بھی اس مقام سے معہ ہمراہیان واپس مدینہ چلے آئے۔ مخالفین میں کے دو شخص جنگ کی وجہ سے پیچھے رہگئے تھے مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئے ایک ابوعزہ جمحی شاعر جو جنگ بدر میں فدیہ لیکر چھوڑ دیا گیا تھا اور جنگ احد میں اسنے اعضاء حضرت حمزہ قطع کئے تھے۔ یہ فوراً قتل کرادیا گیا۔ دوسرا معاویہ بن مغیرہ تھا جو حراست میں رکھا گیا تھا ۞

معاویہ مجرم اسلام کو عثمان نے پناہ دی

یہ معاویہ بن مغیرہ کسیطرح نکل بھاگا۔ اور مدینہ میں جہاں عثمان بن عفان کے گھر میں پناہ لی عثمانؓ نے اسکو اپنے گھر میں چھپالیا اور حضرت سے سفارش کا وعدہ کیا۔ رسول نے اسکی گرفتاری وقتل کا حکم دیدیا تھا کہ حضرت کو خبر ملی کہ وہ عثمان کے گھر میں چھپا ہوا ہے حضرت نے عمار یاسر کو اسکی گرفتاری کو بھیجا۔ عمار جو عثمان کے گھر پہنچے تو ام کلثوم زوجہ عثمان نے بتلایا عمار اوسکو پکڑ لائے۔ مگر عثمان نے اسکی حضرت سے بجد سفارش کی جسپر حضرت نے حکم دیا کہ تین روز کے اندر مدینہ سے چلا جاوے ورنہ بعد اس مدت کے اگر ملا تو قتل کیا جائیگا عثمان نے اسکے واسطے سواری وغیرہ کا بندوبست کیا مگر اتفاق سے وہ تین روز کے اندر مدینہ سے باہر نہ ہوسکا۔ تین روز کے بعد اسکو مدینہ میں پاکر زید بن حارثہ وعمار یاسر نے بحکم حضرت اسکو قتل کردیا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ اسی کدورت سے عثمان نے اپنی زوجہ ام کلثوم کو شہید کردیا اور اپنے زمانہ خلافت میں عمار یاسر سے بھی اسکا بدلہ لیا (حیات القلوب)

قتل عصماء

قبیلہ بنی خطمہ میں سوائے عمیر بن عدی کے اور کوئی مسلمان نہ ہوا تھا۔ اس قبیلہ کی ایک عورت عصماء نامی وقت جنگ احد سے حضرت کی ہجو کیا کرتی تھی اور اور آدمیونکو بھی حضرت سے جنگ کرنیکی تحریص کیا کرتی تھی۔ حضرت کی ہمراہ الاسد واپسی سے دوسرے روز عمیر نے اسکو قتل کردیا۔ اور بعد کو حضرت کو خبر دی۔ حضرت اسکے جوش ایمانی پر خوش ہوئے اور کوئی واقعہ قابل تذکرہ اس سال میں نہیں ہوا۔

سنہ ۴ھ

واقعات سنہ ۴ ہجری

سریہ ابو سلمہ

سریہ ابو سلمہ بمقابلہ بنی اسد

شروع سال ہذا میں رسول اللہ کو خبر ملی کہ طلحہ و سلمہ پسران اسد اپنے متبعین کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کررہے ہیں لہذا حضرت نے ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو معہ ایکسو پچاس آدمیوں کی جماعت کے جنمیں ابو عبیدہ جراح وسعد بن وقاص اسید بن حضیر بھی تھے۔ ان کی سرکوبی کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ بلا اطلاع اتنا موقعہ دینے کہ وہ مستعد جنگ ہوں اونپر حملہ کردیں۔ یہ لوگ حسب ہدایت غیر متعارف راستے سے چلکر چشمہ پانے بنی اسد میں ایک چشمہ پر پہنچے اسموقعہ پر دشمن کے کچھ آدمی معہ غلہ رسد کے ملے جنکو ان لوگوں نے گرفتار کیا کچھ اسیر ہوئے کچھ بھاگے اور اپنے قبیلہ سے جاملے۔ بنی اسد نے انکا مقابلہ کیا۔ سعد بن وقاص نے انکے ایک سرغنہ کو قتل کیا اور مسلمانوں نے یکدم حملہ کیا وہ لوگ حملہ کی تاب نہ لاسکے اور بھاگ گئے۔ انکے گھروں کا مال واسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ چنانچہ مظفر و منصور واپس آگئے ۞

واقعات رجیع و بیر معونہ و قتل مسلمانان بفریب بذر فریب و قتل سفیان بن خالد

واقعہ رجیع

قتل مسلمانان فریب سے

ابتدا سال ہذا میں ہی اور بعضوں نے آخر سال ۳ ؁ھ میں لکھا ہے کہ غزوہ رجیع واقعہ ہوا جسکی کیفیت یہ ہے کہ سلافہ بنت سعد زوجہ طلحہ بن ابی طلحہ نے جسکے شوہر اور بیٹے حضرت علی اور عاصم بن ثابت کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے عہد کیا تھا کہ جو شخص انمیں سے کسی کا سر لائیگا اسکو سو اونٹ انعام میں دیگی۔ چنانچہ سفیان بن خالد ہذلی اسپر آمادہ ہوا۔ اور اس نے یہ تدبیر کی کہ سات آدمی اشرار قبیلہ عضل و قارہ سے منتخب کرکے مدینہ بھیجے کہ مسلمان بنکر اپنا کام کریں۔ چنانچہ یہ لوگ مدینہ گئے اور خدمت نبوی میں حاضر ہوکر اپنا اسلام ظاہر کیا اور عاصم بن ثابت کے یہاں مقیم ہوئے اور اس سے بہت کچھ اظہار اخلاص و دوستی کا کیا۔ اور حضرت سے ظاہر کیا کہ ہمارے قبیلہ میں بہت سے آدمی مسلمان ہوگئے ہیں کچھ آدمی ہمارے قبیلہ میں بنا بر تعلیم قرآن و تبلیغ احکام اسلام بھیجدیئے۔ چنانچہ انکا یقین کرکے دس آدمی جنمیں عاصم بن ثابت مرثد بن ابی مرثد خبیب بن عدی عبداللہ بن طارق خالد بن بکیر معتب بن عبیدہ و زید بن دثنہ اور تین اور تھے جنکے نام معلوم نہیں مسلح کرکے انکے ساتھ بھیجدیئے گئے۔ جب یہ لوگ قریب منزل ہذیل کے پہنچے تو ان سات آدمیوں میں سے ایک نے مخفی طور پر علیحدہ ہوکر جلدی سے سفیان کو خبر دی جو چالیس مسلح آدمی ساتھ لیکر چلدیا جب یہ مسلمان بالائے کوہ جارہے تھے تو مشرکین انکے قریب پہونچگئے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ انکے ساتھ کے آدمیوں میں سے ایک اس گروہ کے آگے آگے آرہا ہے تب یہ سمجھے کہ انکے ساتھ یہ مکر و فریب کیا گیا۔ اب مجبوراً یہ بھی مقابلہ پر تیار ہوگئے۔ مشرکین نے آتے ہی انپر حملہ کیا جنگ ہوئی بالآخر چونکہ کفار تعداد میں بہت زیادہ تھے یہ سب شہید ہوگئے۔ صرف عبداللہ بن طارق و زید بن دثنہ جو بچے تھے انہوں نے سفیان کے وعدہ امان پر ہتھیار رکھدیئے مگر مشرکین نے خلاف عہد کیا اور انکو بھی قتل کر دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ ان دونو کو مکہ لیجاکر اول قید رکھا۔ پہر عبداللہ کو تلوار سے قتل کیا اور خبیب کو دار پر کھینچدیا۔ اور نعش کو لٹکا رہنے دیا جس کی خبر پاکر حضرت نے زبیر و مقداد کو بھیجا جو خفیہ طور پر جاکر نعش خبیب کو اتار لائے۔ رسول کو اس واقعہ کا بیحد صدمہ ہوا۔ سفیان بن خالد ہذلی اسپر بھی چپ نہ بیٹھا اور واسطے جنگ مسلمانان ایک فوج جمع کرنے لگا۔ حضرت کو اسکی خبر ملی تو عبداللہ بن انیس کو اس دشمن خدا کے دفع کرنے پر مامور کیا۔ عبداللہ تلوار لیکر چلدیا۔ ابوسفیان کے پاس پہنچکر خود کو باشندہ خزاعہ کا ظاہر کرکے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تو محمد سے لڑنے کو فوج تیار کر رہا ہے میں چاہتا ہوں کہ تیرے ہمرکاب ہوکر محمدؐ سے جنگ کروں۔ سفیان نے اسکو اپنے ساتھ لیلیا۔ اسنے چند اشعار بھی خوشامدانہ کہکر سنائے سفیان مطمئن ہوگیا اور شب کو اپنے گہر لیگیا۔ رات کو جب سب سو گئے عبداللہ نے خوابگاہ میں داخل ہوکر تلوار سے سفیان کا کام تمام کر دیا اور سر کو لاکر حضرت کے سامنے پیش کر دیا حضرت بہت خوش ہوئے۔

واقعہ بیر معونہ صفر ۴ ؁ھ

ماہ صفر ۴ ؁ھ میں ایک اور واقعہ مثل واقعہ رجیع کے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب کفار نے یہ اخذ کیا

تہا کہ فریب کے ذریعہ سے مسلمانوں کی تعداد کو تہوڑا تہوڑا کرکے کم کیا جاوے۔ چنانچہ ابو براء عامر بن مالک کہ جسکو ملاعب الاسنہ
بہی کہتے تھے قبیلہ نجد سے مدینہ آکر مجلس نبوی میں پہنچا اور ہدیئے پیش کیے جنکو رسول نے اسوجہ سے لینے سے انکار کیا کہ وہ
مسلمان نہوا تہا۔ حضرت نے اسکو دعوت اسلام دی۔ اسنے عقاید و احکام اسلام کو پسند تو کیا مگر یہ کہا کہ بلا دیگر اہل قبیلہ کے تنہا
اسکا مسلمان ہونا مناسب نہیں ہے آپ کچھ اصحاب میرے پاس بہیجدیں کہ وہ بنی عامر کو دعوت دین میں بہی ترغیب دونگا
اور جب وہ لوگ مسلمان ہونگے تو انکے ساتھ میں بہی مسلمان ہوجاؤنگا۔ رسول نے اطمینان چاہا تو اُسنے کہا کہ میں انکو اپنی پناہ میں
لیتا ہوں اور ضامن ہوتا ہوں کہ انکو کوئی نقصان نہ پہونچیگا۔ ایام جاہلیت میں اسکا بہت بڑا لحاظ کیا جاتا تہا کہ اگر کسی
قبیلہ میں سے ایک آدمی کسیکو اپنی پناہ و ضمانت میں لینے کا زبانی اقرار کرلیتا تہا تو تمام قبیلہ میں سے کوئی چاہے وہ دشمن ہی کیوں نہو
اسکو کوئی گزند نہ پہنچا سکتا تہا بلکہ کسی دوسرے قبیلہ کیطرف سے بہی جب تک یہ قبیلہ نہ کٹ جاے اسکو کوئی گزند نہ پہنچنے دیتے تھے۔ اسی
اطمینان پر رسول نے چالیس یا بقولے ستر آدمی جنہیں عامر بن فہیرہ۔ عمرو بن امیہ ضمیری بہی تھے بہ سرگروہی منذر بن عمرو ساعدی کے
نجد کیطرف بغرض تبلیغ اسلام روانہ کیے اور ایک نوشتہ دعوت اسلام کا اکابر نجد و بنی عامر کے نام لکھوا کر انکو دیا۔ جب یہ گروہ
مسلمانان مقام بئیر معونہ پر پہنچا تو وہاں قیام کیا۔ اونٹوں کو عمرو بن امیہ ضمیری و حارث بن فہری چرانے کو لیگئے۔ نوشتہ
رسول پہلے سے معرفت حرام بن ملحان کے عامر بن طفیل برادر چچازاد ابو عامر کے پاس بہیجا۔ نامہ دعوت کو دیکہکر وہ ایسا غضبناک
ہوا کہ حرام قاصد کو بذریعہ ایک غلام کے تلوار سے قتل کرادیا۔ اور اپنے اہل قبیلہ سے کہا کہ چلو اُن مسلمانان اسلام کو بہی جو یہاں دین پہیلانے
آئے ہیں چلکر قتل کردیں مگر انہوں نے چونکہ انکو معلوم ہوچکا تہا کہ ابو عامر انکو اپنی پناہ میں لایا ہے اسکو امداد دینے سے انکار کردیا۔ تو
عامر نے قبیلہ بنی سلیم کو عصبہ و رعل و ذکوان سے بلاکر ساتھ لیا اور معہ انکے بئیر معونہ پہنچکر فوراً تمام مسلمانوں کو جو بیخبر اطمینان سے
تھے حلقہ میں لے لیا۔ جب مسلمانوں نے دیکہا کہ وہ گہر گئے تو وہ بہی آمادہ ہوے۔ جنگ ہوئی یہانتک کہ مسلمان سب شہید ہوگئے
عمرو اور حارث جو اونٹ لیکر لوٹے اور یہ حال دیکہا تو حارث نے غصہ میں تلوار سے دشمنوں پر حملہ کیا اور چار کو قتل کیا کہ بالآخر
وہ بہی شہید ہوگئے عمرو کو دشمنوں نے گرفتار کرلیا۔ مگر پہر عامر نے اسکو بعوض آزادی ایک غلام کے جسکی اسنے کسیوقت میں نذر کی
تہی آزاد کردیا۔ عمرو چہوٹ کر مدینہ آرہے تھے کہ راستہ میں دو مشرک قبیلہ بنی عامر کے ملے جنکو رسول امان دے چکے تھے مگر
عمرو کو اسکی خبر نہ تہی اسی اشتعال میں عمرو نے اُن دونوں کو قتل کردیا۔ اور حضرت سے آکر تمام واقعہ بیان کیا۔ حضرت کو
مسلمانوں کی اس شہادت پر بہت صدمہ ہوا مگر اُن دونوں پناہ گیروں کے قتل پر بہی افسوس ہوا اور عمرو کو ملامت کی اور حکم دیا
کہ انکا فدیہ اُنکے ورثا کو دیا جاوے۔ جماعت مسلمانان میں سے زید بہی جو بہت زخمی ہوے تھے جنکو کفار مردہ سمجہ کر چہوڑ گئے
تھے بچ گئے جو جنگ خندق میں شہید ہوے تھے۔ ابو براء کو یہ حال معلوم ہوکر اپنے بہائی پر بہت غصہ تہا۔ اسکے لڑکے ربیعہ نے

اپنے باپ کے الزام نقض عہد کے غصہ میں جاکر عامر کے جبکہ وہ کہیں سوار جاتا تہا۔ ایک نیزہ مارا جس سے وہ گر گیا مگر انہیں مرا اسکے بعد بددعا حضرت سے مرض طاعون میں ہلاک ہوگیا۔

غزوہ بنی النضیر ربیع الاول سنہ ۴ھ

غزوہ بنی النضیر
ربیع الاول سنہ ۴ھ
سبب مخاصمت بنی النضیر

یہودیان قبیلہ بنی النضیر رسول اللہ سے اول تو بوجہ قتل کعب بن الاشرف کے جو سنہ ۳ھ میں ہوا تہا۔ دل میں کاوش رکہتے تھے دوسری وجہ انکی رنجش کی یہ ہوگئی کہ بنی نضیر و بنی قریظہ میں سخت مخالفت تھی اور بنی نضیر ہم سوگند عبداللہ بن ابی سلول منافق کے تھے۔ بنی قریظہ میں سے ایک شخص کے ہاتھ سے بنی نضیر کا ایک آدمی مارا گیا اسکے انتقام و دیت کی بابتہ نزاع تہا۔ بنی قریظہ نے اس نزاع کے تصفیہ کے واسطے رسول اللہ کو حکم مقرر کرنے کی خواہش کی۔ بنی نضیر نے بہی عبداللہ بن سلول کے زور پر منظور کرلیا۔ اور پہر عبداللہ بن ابی سلول کے ذریعہ سے بہت کچھ سفارش حضرت سے کرائی کہ انکی موافق حکم دیں۔ مگر حضرت نے خلاف انصاف کرنا پسند نہ کیا اور موافق بنی قریظہ کے حکم فرمایا۔

اسباب غزوہ
دہوکہ سے رسول کی ہلاکت کی تدبیر

اب بعد واقعہ بیر معونہ کے بنی عامر کے دو شخص جو عمرو کے ہاتہہ سے مارے گئے تھے اور حضرت نے انکی دیت ادا کرنیکا حکم دیا تہا چونکہ بنی نضیر ہم سوگند بنی عامر کے تھے حضرت معہ چند اصحاب ابوبکر و علی و طلحہ وغیرہ کے بغرض طے کرنے دیت مذکور کے اور برداتے بغرض قرض لینے کچھ روپیہ کے واسطے ادائیگی دیت مذکور منازل بنی نضیر پر تشریف لیگئے اور مافی الضمیر اپنا ظاہر کیا۔ بنی النضیر نے ان کاوشوں کی بنا پر اسموقعہ پر حضرت کے ساتہہ دہوکہ کرنا چاہا۔ حی بن اخطب سردار قبیلہ نے حضرت سے توکہا کہ آپ تشریف رکہئے جیسا آپ فرمائینگے ویسا کیا جائیگا اور حضرت کو اپنے گہر کی دیوار کے نیچے بٹہایا۔ اور مدارات میں مصروف ہوا۔ اور عمرو بن حجاش کو مامور کیا کہ کوٹہے پر جاکر ایک پتہر حضرت کے سر پر گرادے کہ کام تمام ہوجاوے۔ سلام بن مشکم یہودی نے اسکو اس حرکت سے منع بہی کیا مگر وہ نہ مانا۔ حضرت کو کسیوجہ سے شبہ ہوگیا اور بروایت اعتقادی حضرت کو جبرئیل نے خبر دیدی کہ حضرت فی الحال اسطرح پر کہ جیسے کوئی رفع حاجت کو جاتا ہے اٹہہ کر چلدیئے۔ اور مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ اصحاب نے بہی جب بعد انتظار دیکہا کہ حضور تشریف نہ لائے وہ بہی پیچے بعد دیگرے چلے آئے تب عبداللہ بن صوریا نے بنی النضیر سے کہا کہ دیکہو محمد کو خدا نے خبر کودی اور اب تمہارے واسطے دیکہیئے کہ کیا حکم ہوتا ہے۔ میرے خیال میں اب تم جلاوطنی کیواسطے تیار ہوجاؤ۔

پیغام رسول بنی النضیر کو
بسبب جلاوطنی اور انکا انکار

جب حضرت پر یہ فریب بنی نضیر کا جس میں انہوں نے حضرت کی جان لینے کی تدبیر کی تہی ظاہر ہوگیا تو اس بدعہدی پر حضرت نے معرفت محمد بن مسلمہ کے انکے پاس کہلا بہیجا کہ بوجہ اس عہدشکنی و غداری کے وہ یا تو دیار اسلام سے باہر چلے جاویں ورنہ مہیا جنگ ہوجائیں تین دن کی مہلت ہے اسکے بعد جو یہاں پایا جائیگا قتل کیا جاویگا۔ عبداللہ بن سلول منافق نے یہ سنکر بنی النضیر کے پاس کہلا بہیجا کہ تم ہرگز ترک وطن پر آمادہ نہ ہونا میں دو ہزار جنگ آوروں کے ساتہہ تمہاری امداد کو موجود ہوں اور قبائل بنی قریظہ و

بنی غطفان بھی تمہاری امداد میں دریغ نہ کرینگے۔ اس بھروسہ پر دو دن بعد حیی بن اخطب سردار بنی نضیر نے حضرت کے پاس جواب میں کہلا بھیجا کہ ہم ہرگز ترک وطن نہ کرینگے جو کچھ آپ کا ارادہ ہو کیجیے ہم بھی تیار ہیں۔ حضرت نے اس جواب کے آنے پر باواز بلند تکبیر کہی اور

تیاری لشکر اسلام

حکم تیاری لشکر کا دیا۔ اور ابن کلثوم کو مدینہ میں خلیفہ مقرر کر کے علم لشکر علی کی سپرد کیا۔ اور مدینہ سے باہر تشریف لائے اور بعد فراہم ہو جانے لشکر کے جانب بنی نضیر روانہ ہوئے ❊

آغاز جنگ

یہود نے جو لشکر اسلام کو آتے دیکھا تو قلعہ بند ہو گئے اور بالائے قلعہ سے تیر و پتھر برسانے شروع کیے وقت عشا تک اسطرح جنگ رہی۔ رات کو صبح تک بہ سرداری علی محاصرہ کیا گیا قلعہ مضبوط تھا۔ بہادران اسلام کو پندرہ روز گذر گئے لیکن مطلب برآری نہ

رسول کے خیمہ پر تیر اندازی

علی غائب ہو گئے

ہوئی خیمہ رسول میدان میں نصب تھا۔ تیر اندازان مخالف میں سے ایک شخص غرور نامی نے حضرت کے خیمہ کیطرف تیر چلایا جس سے خیمہ میں سوراخ ہو گیا۔ لہذا خیمہ رسول وہاں سے ہٹا کر وادی کوہ میں نصب کیا گیا۔ اسی رات کو علی لشکر سے غائب ہو گئے لوگ متوحش ہوئے رسول سے اطلاع کی گئی۔ چہ میگوئیاں ہونے لگیں رسول کو یہ اندیشہ تو علی کی ذات سے ہو نہ سکتا تھا کہ علی معرکہ جنگ کو چھوڑ کر چلے گئے ہونگے کیونکہ غزوات سابق میں ان کی وفاداری بہادری کا یقین ہو چکا تھا۔ یہ شبہ البتہ ہو سکتا تھا کہ مبادا کسی خطرہ میں گرفتار ہو گئے ہوں مگر علی کی باحواسی و جرأت سے رسول کو کوئی وجہ انتشار کی نہ تھی اور رسول نے لوگوں کی تسکین کی کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضرور

علی تیر انداز کا سر لا کر رسول کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں

تمہارے کسی مشکل کام کے انجام دینے کو گئے ہونگے۔ تھوڑی دیر میں لوگوں نے دیکھا کہ علی چلے آتے ہیں جنہوں نے رسول کے قریب پہنچکر ایک سر حضرت کے قدموں میں ڈالدیا۔ رسول نے پوچھا "یا علی یہ سر کس کا ہے" عرض کی یا رسول یہ سر اسکا ہے جسنے آپکے خیمہ پر تیر چلایا تھا۔ یا نبی اللہ میں نے بہادر سمجھکر یا تاڑ لیا تھا مجھے خیال تھا کہ یہ کبھی نہ کبھی وقت مسلمانوں کو غافل پاکر حملہ کریگا۔ اس لیئے میں کمین میں بیٹھ گیا یہ شخص میرے گمان کے موافق مع نو آدمیوں کے آخر رات میں نکلا میں نے فوراً اسپر حملہ کیا اور اسکا سر تن سے جدا کیا جو لایا ہوں اسکے ہمراہی بھی یہیں قریب ہیں اگر حکم ہو تو انکو بھی قتل کیا جاوے۔ رسول نے ابو دجانہ و سہل بن حنیف کو مع آٹھ آدمیوں کے علی کی ماتحتی میں روانہ کیا جنہوں نے ان نو آدمیوں کو جا کر گھیر لیا اور سب کو قتل کیا ❊

مغلوبی و جلا وطنی دشمن

اب رسول نے بغرض تخویف دشمن عبدالسلام و ابو لیلی کو حکم دیا کہ انکے درختوں کو قطع کر دو۔ بنی النضیر نے محاصرہ سے تنگ آکر جبکہ انہوں نے دیکھا کہ عبداللہ بن ابی سلول نے حسب وعدہ کوئی امداد نہ کی اور اور کسیطرف سے بھی کوئی مدد کو نہ آیا مجبور ہو کر پیغام بھیجا کہ محاصرہ ہٹا لیا جاوے۔ ہم لوگ جلا وطنی پر آمادہ ہیں۔ لہذا رسول اللہ نے حکم دیا کہ ایک ایک جانور پر جتنا سامان خورد و نوش وغیرہ بار ہو سکے اتنا ساتھ لیکر سب لوگ دیار اسلام سے باہر چلے جائیں باقی سب سامان چھوڑ دیں چنانچہ انکا ایک گروہ جانب شام چلا گیا۔ کچھ لوگ جانب خیبر گئے۔ سامان اسلحہ میں پچاس زرہ۔ ۵۰ خود اور ۳۴۰ تلوار مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ مال غیر منقولہ از قسم اراضیات بغرض پرورش عیال رسول خاص حضرت کیواسطے مخصوص کر دیگئیں کیونکہ یہ علاقہ بلا کسی جنگ لشکر کے ہاتھ آیا تھا اور مال منقولہ برضا مندی

انصار صرف مہاجرین کو جنکا بار انصار پر تہا دیدیا گیا۔ اور رسول معہ ہمراہیان واپس مدینہ آئے ۞

غزوہ بنی لحیان

غزوہ ذکور بالا کے بعد حیات القلوب میں ایک غزوہ بنی لحیان کا ذکر ہے جس کی نسبت لکہا ہے کہ یہ غزوہ بغرض تدارک انتقام شہدا بیر معونہ ہوا تہا اور حضرت بنا بر انتقام متوجہ بنی لحیان کے ہوئے تھے۔ اور چونکہ وہ لوگ بہاگ گئے تھے حضرت بغرض تجویف اہل مکہ عسفان تک تلاش میں جا کر جب کوئی نہ ملا تو بلا کسی جنگ کے واپس آ ئے۔ اور یہ بہی تذکرہ ہے کہ اس غزوہ میں مقام عسفان پر بحکم الہی نماز خوف پڑہی گئی مگر یہ کچہ قابل یقین نہیں معلوم ہوتا کیونکہ جب کوئی دشمن مقابل نہ تہا تو نماز خوف کی کوئی ضرورت نہ تہی۔ روضۃ الصفا نے اس غزوہ کو سنہ ۶ھ میں تحریر کیا ہے اور بغرض انتقام شہدائے رجیع لکہا ہے اور مقام عسفان پر رسول کا اپنی والدہ کی قبر پر نماز پڑہنا تحریر کیا ہے اور اسی کے ضمن میں سریہ بشیر کا ذکر ہے جو بنی مالک کیطرف بہیجے گئے تھے بوجہ نہ ملنے دشمن کے جنگل میں آگ دیکر چلے آئے تھے واللہ اعلم بالصواب حیات القلوب میں بہی اس غزوہ کے بعد غزوہ ذات الرقاع کو لکہا ہے مگر روضۃ الصفا میں وہ غزوہ شروع سنہ ۵ھ میں تحریر ہے لہذا وہیں پر درج ہوگا ۞

وفات عبداللہ بن عثمان و زینب | اسی سال کے ماہ جمادی الاولی میں عبداللہ بن عثمان کا جو بطن رقیہ سے تہا بحالت طفولیت انتقال ہوا اور زینب بنت خزیمہ زوجہ رسول کا بہی انتقال ہوا اور ابو سلمہ شوہر ام سلمہ کا بہی انتقال اسی سال میں ہوا اسی سال حکم تحریم خمر نازل ہوا اور شراب وغیرہ قطعاً حرام کیگئی

زوجہ حضرت و انتقال شوہر ام سلمہ و تحریم خمر

دو واقعات جرایم اخلاقی و فیصلہ رسول

اس سال دو ۲ واقعات اخلاقی و معاشرتی جرایم کے ہوئے جنکی مختصر کیفیت حسب ذیل ہے ۞

قصہ بنی بیرق | (۱) انصار کے قبیلہ بنی بیرق میں تین بہائی بشر و بشیر و مبشر نامی تھے۔ جو بظاہر مسلمان تو ہوگئے تھے مگر سخت منافق اور بدچلن تھے انہوں نے قتادہ بن نعمان کے چچا کے گہر میں نقب لگا کر کچہ کہانا اور زرہ تلوار چرائی۔ قتادہ نے اسکی شکایت حضرت سے کی بنی بیرق نے اپنی بریت کیواسطے لبید بن جبل پر اس چوری کا الزام لگایا۔ لبید یہ سنکر غصہ میں تلوار لیکر انپر چڑہ گیا۔ انہوں نے لبید سے تو خوشامد کر کے اسکے غصہ کو فرو کیا اور اپنے قبیلہ کے سردار اسید بن عروہ سے جا کر کہا کہ قتادہ انپر جہوٹا الزام لگاتا ہے اسید نے حضرت سے جا کر کہا کہ بنی بیرق پر الزام غلط ہے۔ حضرت کو اسید کی صفائی پر قتادہ کیطرف جہوٹا الزام لگانے جانیکا خیال ہوا کہ اسکے متعلق آیات قرآنی نازل ہوئیں جن سے بنی بیرق کی مجرمیت ظاہر ہوگئی اور بشر وغیرہ ذلیل ہوگئے اور بشیر مکہ بہاگ گیا اور مرتد ہوگیا اور وہاں بہی چوری کرتے میں دیوار مکان اسپر گری۔ اور وہ دب کر مرگیا بشر کو حضرت نے سزا قطع یدکی دی ۞

سنگساری یہود زانیہ | (۲) ایک یہودیہ نے ایک یہودی کے ساتہہ زنا کیا تہا جسکی سزا بموجب توریت بہی سنگساری کی ہوتی مگر کچہ عرصہ سے یہود لوگ ایسی سزا

متروک ہوکر سزائے تازیانہ مقرر و جاری ہوگئی تہی۔ چونکہ یہ دونوں شرفائیں سے تھے۔ لہذا بعض یہود سنگساری کیخلاف تھے اور بعض اسپر مصر تھے۔ چنانچہ اس معاملہ مین حضرت کو حکم قرار دیاگیا۔ حضرت نے موافق حکم توریت و حکم قرآن کے ان کی سنگساری کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ سنگسار کیے گئے۔

ہر دو واقعات متذکرہ بالا کا اگرچہ تاریخ سیاست سے کچھ زیادہ نتیجہ خیز تعلق نہیں ہے مگر رسول کے انصاف و دیانت پر ان سے کافی روشنی پڑتی ہے کہ گروہ مخالف یعنی کفار بہی معاملات نزاعی اہم مسائل تمدنی و معاشرتی مین حضور کی حقانیت پر بہروسہ کرکے آپ کو حکم قرار دیتے اور آپکے فیصلہ کو مانتے اور اسپر عمل کرتے تھے۔

ولادت جناب امام حسین و وفات جناب فاطمہ بنت اسد

اسی سال ۳ شعبان سنہ ۴ھ کو علی کے گہر بطن فاطمہ زہرا بنت رسول الثقلین سے سبط اصغر یعنی امام حسین کی ولادت باسعادت ہوئی۔ یہ وہ مظلوم فدیہ راہ خدا ہے جسکے عبرت خیز واقعات سے دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے۔ جہاں اس کی یادگار نہ ہوتی ہو اکوئی قلب ایسا نہیں کہ اس کی داستان غم سے متاثر ہوئے بغیر رہجاوے۔ یہ وہ بزرگ و مقدس ہستی ہے جسنے اپنے خون میں نہاکر اور اپنے ۷۲ عزیز و انصار کی کربلا مین قربانی کرکے دنیائے اسلام پر وہ احسان کیا ہے کہ اپنے مقدس نانا کے سچے دین کو گرداب ضلالت سے بچالیا۔ زمانہ اسکے اور اسکے رفقا کے صبر و استقلال اور قربانیوں کو ممدوح اور انکے قاتلوں اور دشمنوں کی بیرحمیوں کو مذموم سمجھتا ہے۔ اس بزرگ کی عظیم قربانی نے زمانہ کو بتلادیا کہ حقیقی محافظ دین الہی وہ لوگ نہیں ہیں جو تخت حکومت اسلامی پر غاصبانہ قابض ہوگئے ہین اور یہی وہ مقدس ہستی ہے جسکی ذات سے باوجود قربانی کربلا کے جس میں اس مقدس خاندان سے صرف ایک ذات زندہ چہوڑی گئی تہی نسل رسول آجتک دنیا کے ہر طبقہ مین پائی جاتی ہے گویا نسل و دین رسول کی دنیا مین بقا اس ایک ذات کی بدولت ہوئی اور اسیوجہ سے رسول کی یہ صحیح حدیث:۔ "حسین منی وانا من الحسین" (حسین مجہسے ہے اور مین حسین سے ہوں) ہر حیثیت سے پوری ترجمانی اسکی واقعیت کی کرتی رہیگی۔ ان کی شہادت سنہ ۶۱ھ کی ۱۰ محرم کو اہل اسلام ہی کے خونین ہاتہوں سے میدان کربلا میں نہر فرات کے کنارہ تین روز کی بہوک پیاس مین ہوئی جسکے حالات سے اسلام کا بچہ بچہ واقف ہے انکا جذب حقیقی اب تک مشتاقان حقیقت و تشنہ کامان محبت کو کربلا کے مشہور و مقدس مقام پر جہاں انکا عظیم الشان روضہ مقدسہ ہے کہینچ لیجاتا ہے۔ سلسلہ امامت میں یہ تیسرے امام اور سید شباب اہل الجنۃ کی دوسری فرد ہیں۔ باقی نو امام انہیں کی اولاد امجاد میں سے ہوئے۔

اسی سال جناب فاطمہ بنت اسد مادر گرامی علی ابن ابیطالب نے سرائے فانی سے راہی جنت ہوئیں۔ یہ وہ مخدومہ ہین جنکی پرورش مین رسول اللہ بعد انتقال اپنی والدہ کے رہے انکو رسول اللہ سے جو انتہائی مادرانہ محبت تہی وہ اس سے ظاہر ہے کہ اپنی کل اولاد کو حضرت

ولادت باسعادت امام حسین ۳ شعبان سنہ ۴ھ

وفات فاطمہ بنت اسد مادر گرامی علی

وقف کر دیا تہا۔ رسول نے ان کی بیت سے جن الفاظ میں خطاب کیا وہ انکی منزلت شان کا اعلیٰ ثبوت ہے یہ وہ معظمہ ہیں کہ وقت پیدائش علی کعبہ انکا زچہ خانہ ہوا۔ رسول کو ان کی وفات کا مثل اپنی مادر مشفقہ کے صدمہ و ملال ہوا ؞

عقد حضرت با ام سلمہ

اسی سال مین بعد گذرنے عدہ کے حضرت نے ام سلمہ بیوہ ابو سلمہ سے عقد کیا جو نہایت حسین و رنیک ازواج میں سے تہیں اور بعد حضرت خدیجہ کے رسول کے دلمین انہیں کی قدر و منزلت تہی۔ اور انہیں کو رسول نے "انت علی خیر یا انت علی الخیر" فرمایا تہا

غزوہ بدر صغریٰ عرف بدر موعد ذی الحجہ سنہ ۴ھ

غزوہ بدر صغریٰ
عرف بدر موعد
یکم ذی الحجہ سنہ ۴ھ

بعد واقعہ احد کے جس میں ابو سفیان مسلمانوں سے کہتا گیا تہا کہ سال آئندہ مقام بدر پر پھر لڑینگے اور کشتگان بدر کا عوض لینگے اور رسول اللہ نے بہی اسکے جواب مین علی کے ذریعہ سے باآواز بلند کہلا دیا تہا کہ ہم بہی تیار ملینگے۔ جب زمانہ وعدہ قریب آیا تو ابو سفیان نے تہیہ فراہمی اسباب حرب کا کیا اور قریش کو بہی آمادہ کرنا شروع کیا۔ اور اگرچہ وہ بخیال الطعن مردمان کوشش کرتا تہا مگر دلمیں سخت ہراس تھا اور سمجہتا تہا کہ مسلمان جنگ احد کے جلے ہوئے ہین اب انکی طرف سے زیادہ جوش و تیاری ہوگی قریش کا جوش کم ہو گیا ہے ایسا نہو کہ نتیجہ خلاف ہو اور بنی ہوئی بات بگڑ جائے۔ اسی اثنا میں سہیل بن عمر و لقب ابو نعیم بن مسعود اشجعی بقصد ادائے عمرہ مکہ میں آیا تہا اسکو ابو سفیان نے بیس اونٹ دینے کا وعدہ کرکے اس سے کہا کہ کسیطرح وہ حضرت و اصحاب حضرت کو خوف دلا کر بدر آنے سے باز رکہے تاکہ انکی ہی گریز مشہور ہو اس جبر نے مدینہ واپس آکر حضرت سے کہا کہ قریش نے بڑی تیاری لشکر کی کی ہے اور بیحد مبالغہ کرکے صلاح دی کہ حضرت جنگ سے باز رہیں۔ اکثر بزدل مسلمان بہی اسکے ہم رائے ہوئے مگر حضرت نے فرمایا کہ میں قسم کہاتا ہوں کہ میں حسب وعدہ ضرور جاؤنگا۔ چاہے کوئی بہی میرے ساتہ نہو۔ حضرت کے اس کلام پر مسلمان بہی آمادہ ہو گئے رسول علم لشکر علی کو دیکر ایکہزار پانچسو بہادروں کی جمعیت کے ساتہ بیرون مدینہ تشریف لائے۔ دس گہوڑے بہی ساتہ تھے اور چونکہ زمانہ بازار بدر کا تہا کچہ اسباب تجارتی بہی ساتہ لے لیا گیا تہا یکم ذیقعد کی شب مین مقام بدر پر پہنچکر فروکش ہو گئے ؞

ابو سفیان وادی ظہران سے واپس گیا

مکہ سے ابو سفیان بہی با دل ناخواستہ معہ دو ہزار آدمیوں کی جماعت کے چلا۔ مگر وادی ظہران میں پہنچکر جہاں غالباً اسکو لشکر اسلام کی آمد کی خبر مل گئی ہوگی اہل لشکر سے کہا کہ امسال بوجہ خشک سالی کے تنگی ہے جانور بہی کمزور ہیں۔ چارہ پانی بہی انکو کافی ملنا دشوار ہے مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس سال واپس چلیں پہر آئندہ کسی موقعہ پر دیکہا جاویگا۔ لشکر والوں نے بہی جو خود ڈر رہے تہے اسکو پسند کیا اور وہیں سے سب واپس مکہ چلے گئے۔ رسول اللہ نے بدر میں آٹہ روز قیام کیا اسباب تجارت فروخت کرتے رہے جس میں اس قدر نفع ہوا کہ دو چند قیمت حاصل ہو گئی۔ جب دشمن حسب وعدہ نہ آیا بلکہ انکی واپسی کی خبر مل گئی تو حضرت بہی معہ لشکر کے بلا جنگ۔ واپس مدینہ چلے آئے ؞

واپسی حضرت انتظار دشمن

۵ھ

واقعات ۵ھ ہجری

غزوہ ذات الرقاع محرم ۵ھ

غزوہ ذات الرقاع ۱۰ محرم ۵ھ

اس سال کے شروع مین ایک سوداگر گوسفند کی زبانی جو مدینہ آیا تہا معلوم ہوا کہ قبیلہ بنی انمار و بنی ثعلبہ نے ایک لشکر جمع کیا ہے اور مسلمانوں سے جنگ کرنیکا ارادہ ہے۔ رسول اللہ اس خبر پر عثمان کو خلافت مدینہ پر مامور چہوڑ کر معہ چار سو یا پانچسو نفر کے ۱۰ محرم ۵ھ کی رات میں مدینہ سے روانہ ہوکر مقام ذات الرقاع لبئے مسکن پر پہنچے۔ وہاں پر مردوں مین سے کسیکو نہ پایا۔ جو سب پہاڑ پر چلے گئے تھے۔ مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ شاید دشمن کہیں کمین گاہ میں ہو اور موقعہ پاکر حملہ کرے۔ لہذا یہاں پر بحکم الہی نماز بطور نماز خوف کے ادا کی گئی۔ اور یہ اول نماز خوف تھی جو ادا کی گئی۔ کچھ عرصہ انتظار آمد دشمن کا کرکے جب کوئی مقابل نہ آیا تو بلا جنگ واپس مدینہ چلے آئے۔ اس سفر مین پندرہ روز صرف ہوئے ۔۔

بروایت حیات القلوب اس غزوہ مین ایک عورت کو مسلمانوں نے اسیر کیا تہا جسکا شوہر غایب تہا رات کو وہ ایک مہاجر و ایک انصاری کی حفاظت میں رکہی گئی تہی رات کو اسکا شوہر واپس آیا اور حال گرفتاری زوجہ کا معلوم کرکے وہ رات کو غصہ مین لشکر اسلام میں آیا۔ انصاری محافظ جاگتا تہا مگر نماز مین مصروف تہا اسنے دو تیر محافظ پر چلائے جو اسکے لگے مگر مومن نے نماز کو قطع نہ کیا بعد فراغت نماز اسنے مہاجر کو جگایا تو اس عورت کا شوہر بہاگ گیا۔ صاحب حیات القلوب اس غزوہ کو ۴ھ کا بتلاتے ہیں اور بعض مورخین کا قول ہے کہ یہ بعد غزوہ خیبر کے واقع ہوا ۔۔

غزوہ دومتہ الجندل ربیع الاول ۵ھ

غزوہ دومتہ الجندل دوشنبہ ربیع الاول ۵ھ

دومتہ الجندل ایک موضع ہے جو کوفہ سے دس منزل اور دمشق سے ۱۳ منزل ہے اور یہاں ایک قلعہ ہے جس کی بنیاد پتھر کی ہے اور خرما اور جو یہاں بکثرت ہوتا ہے یہاں کے حاکم اکیدر بن عبد الملک نے باطاعت قیصر ایک لشکر مسلمانوں سے جنگ کرنیکو جمع کیا تہا۔ خبر ملنے پر حضرت معہ ایکہزار کی جمعیت کے اُنکے قلع قمع کو روانہ ہوئے۔ دشمن کو لاعلم رکہنے کے خیال سے دن کو قیام کرتے تھے۔ رات کو چلتے تھے۔ ایک دن کی مسافت باقی تہی تو معلوم ہوا کہ مخالفوں کے مویشی قریب میں چر رہے ہین رسول نے ان کی گرفتاری و ضبط کا حکم دیا۔ چرواہے تو بہاگ گئے جنہوں نے جاکر اہل قلعہ کو آمد لشکر اسلام کی خبر دی۔ وہ لوگ چونکہ تیار نہ تھے سب آدمی متفرق و منتشر ہوگئے۔ حضرت دومتہ الجندل میں فروکش ہوئے۔ اور چند روز وہاں قیام کیا۔ اطراف و جوانب میں بغرض تلاش دشمن سرایا بہیجے۔ محمد بن مسلمہ مخالفوں میں سے ایک شخص گرفتار کرکے لائے۔ حضرت نے اس سے اس کی قوم کا حال و پتہ دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ خبر پاکر سب بہاگ گئے۔ وہ شخص مسلمان ہوگیا۔ حضرت بلا جنگ مدینہ

تشریف لے آئے۔ اس سفر میں ایک ماہ صرف ہوا۔

غزوہ بنی مصطلق عرف غزوہ مریسع۔ ربیع الآخر ۵ھ

غزوہ بنی مصطلق عرف غزوہ ربیع یا مریسع ربیع الآخر ۵ھ

درمیان مکہ اور مدینہ کے نواح قدید میں ایک کنواں ہے جسکو ربیع یا مریسع کہتے ہیں اسکے قریب میں یہودیوں کے قبیلہ بنی مصطلق کی قیام گاہ تہی۔ حارث بن ابی ضرار سردار قبیلہ مذکور نے بامداد قبائل عرب حضرت سے جنگ کیواسطے ایک لشکر جمع کیا خبر ہونے پر حضرت نے بریدہ بن الحصیب کو بغرض تصدیق خبر مذکور مامور کیا جو حضرت کے مخالف بنکر گئے اور جانچ کی تو خبر کی تصدیق ہوئی۔ واپس آکر کیفیت بیان کی۔ تب حضرت نے بہی لشکر کی تیاری کرکے علم مہاجرین علی کو اور علم انصار سعد بن عبادہ کو دیا۔ مقدمہ لشکر پر عمر کو اور میمنہ پر زید بن حارث و میسرہ پر عکاشہ بن محصن کو معین کیا۔ اس لشکر اسلام میں بیس گہوڑے مہاجرین کے اور بیس انصار کے تھے منافقین میں سے بہی بہت مثل عبداللہ بن ابی سلول کے بہ طمع غنیمت ساتہہ تھے۔ عائشہ و ام سلمہ ازواج رسول بہی اس غزوہ میں ساتہہ تہیں۔

سبب جنگ و تیاری لشکر اسلام

علی جنگ جنات پر مامور کئے گئے

بروایت شیخ مفید و طبرسی اسی جنگ کے اثناء راہ میں ایک وادی میں کچہہ لشکر جنات جمع ہوا تہا۔ علی کو انکے مغلوب کرنیکو بہیجا گیا علی نے بتاثیر اسم اعظم جو حضرت نے انکو تعلیم کئے تہے ان سے جنگ کرکے زیر کیا۔ جو بخدمت رسول آکر اسلام لائے۔

آغاز جنگ

قریب موقعہ پہونچکر لشکر اسلام میں سے ایک جماعت نے دشمن کے ایک جاسوس کو گرفتار کرکے عمر کے پاس پیش کیا جس نے دریافت پر اول تو جاسوسی سے انکار کیا۔ مگر سختی ہونے پر اقرار کیا لیکن کچہہ حال نہ بتایا اسکو دعوت اسلام دی گئی اس سے بہی انکار کیا تو باجازت حضرت قتل کردیا گیا جس کی خبر سے دشمنوں پر خوف غالب ہوا اور اطراف و جوانب کے آدمی بخوف لشکر اسلام چلدیئے۔ صرف بنی مصطلق رہگئے جنہوں نے اپنے لشکر کا علم صفوان نامی پہلوان کی سپرد کرکے لشکر اسلام کا مقابلہ کیا۔ جنگ شروع ہوگئی۔

علمدار اسلام کی جنگ و فتح

یہودیوں کے ایک بڑے نامی افسر مالک نے میدان میں آکر مبارز طلب کیا اسلام کے بہادر علمدار علی نے مقابل ہوکر اسکو قتل کیا اسکا لڑکا مقابل ہوا اسکو بہی جہنم واصل کیا جسکے بعد صفوان علمدار لشکر یہود میدان میں آیا۔ اسکو بہی علی نے بضرب شمشیر ہلاک کیا۔ اس سے دشمن پر ایسا خوف غالب ہوا کہ کوئی شخص جنگ کو میدان میں آنے کی جرأت نہ کرتا تہا علمدار لشکر اسلام نے یہ کیفیت دشمن کی دیکہکر معہ اپنی جماعت کے انپر حملہ کردیا۔ بہت سے لوگ قتل کئے گئے مشرکین شکست کہاکر بہاگ گئے بہت سا مال غنیمت اور اسیر مسلمانوں کے ہاتہہ آئے۔

عقد رسول دختر حارث سردار قبیلہ

جویریہ دختر حارث بن ضرار سردار قبیلہ کو بہی علمدار لشکر نے اسیر کرکے رسول کی خدمت میں پیش کیا جو تقسیم غنائم میں رسول کو دیدی گئی و بروایتے وہ ثابت بن قیس شماس کے حصہ میں آئی تہی جسکا بدل حضرت نے اسکو دیکر لے لیا جو مسلمان ہوگئی اور اسکو آزاد کرکے حضرت نے اس سے عقد کرلیا۔ اسکا باپ حارث بہی بعد کو حاضر ہوکر مسلمان ہوگیا۔

اتفاقیہ مناقشہ مہاجرین و انصار

بعد فراغت اس جنگ کے واپسی میں مابین انصار و مہاجرین کے اتفاقیہ ایک صورت نزاع کی پیدا ہوگئی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک کنوئیں سے پانی بہرنے میں جہجاہ بن سعید غفاری مہاجر نے سنان یا انس بن سیار انصاری کے ایک گہونسہ ماردیا اسنے گروہ انصار

کو مدد کیلئے پکارا اور جہجاہ نے مہاجرین کو آواز دی دونوں گروہ ایک دوسرے سے آمادہ پیکار ہو گئے کہ کچھ لوگوں نے درمیان میں آکر رفع کرادیا مگر عبداللہ بن ابی سلول انصاری جو منافق تہا اُسنے سنا تو غصہ میں اپنے گروہ انصار کو مخاطب کرکے کہا کہ تمنے اپنے آپکو ذلیل کر رکہا ہے محمدؐ اور مہاجرین کو لاکر اپنے گہروں میں جگہ دی۔ جان و مال سے انکی امداد کی عورتیں بیوہ اور بچے یتیم کرائے یہ اسلئے کہ وہ تمکو ذلیل کریں اور قسم کہائی کہ مدینہ پہنچکر انکو نکال دونگا۔ زید بن ارقم انصاری جو اسوقت لڑکا ہی تہا اسنے سنکر عبداللہ کو ملامت کی اور حضرت سے ذکر کیا۔ حضرت کو یقین نہ ہوا تہا مگر جب اسنے قسم کہائی تو حضرت نے ناخوش ہوکر فوراً وہیں سے باوجود سخت گرمی کے معہ اپنے اصحاب مہاجرین کے انصار سے علیحدہ ہوکر کوچ کردیا۔ انصار کو معلوم ہوا تو خدمت میں آکر مستفسر وجہ ہوئے حضرت نے وجہ ظاہر کی سب نے عبداللہ کی عوض معافی کی درخواست کی اور عبداللہ سے بہی معذرت کرنے کو کہا مگر وہ نہ مانا۔ حضرت اسی طرح ایکدن اور ایک رات چلے قبیلہ بنی خزرج کو معلوم ہوا تو انہوں نے عبداللہ کو سخت ملامت کی۔ انکے سامنے عبداللہ نے ان کلمات کے کہنے سے انکار کیا وہ عبداللہ کو حضرت کے پاس لائے جہاں عبداللہ نے قسم کہائی حضرت نے درگذر کیا اور مدینہ کو واپس آئے تب لوگوں نے زید ارقم کو افترا کا الزام دیا۔ زید کو بہت افسوس تہا مگر اثنا راہ میں ہی حضرت پہ نزول آیات الہامی قول زید کی تصدیق کی جس سے عبداللہ بوجہ جہوٹی قسم کے لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہو گیا۔

عبداللہ منافق کی گستاخی و حضرت کی ناراضگی و درگذر

اسی غزوہ کی واپسی میں ایک اور واقعہ قابل ذکر ہوا جسکا بعض حالات و تعلقات پر ایک خاص اثر ہوا وہ یہ کہ اثنا راہ میں ایک منزل پر عائشہ زوجہ رسول اپنے اونٹ سے اترکر بغرض رفع حاجت گئی تہین واپسی پر انکو معلوم ہوا کہ انکا گردن بند کہیں گر گیا یہ اسکی تلاش میں پہر واپس گئین کہ اتنے میں قافلہ روانہ ہو گیا جمال نے جسنے پہر انکو واپس جاتے ہوئے نہ دیکہا تہا یہ خیال کرکے کہ وہ ہودج میں بیٹھ گئی ہونگی اونٹ ہانکدیا۔ اب عائشہ جب واپس آئین تو دیکہا کہ قافلہ روانہ ہو گیا۔ یہ وہین ٹہر گئیں کہ جب اہل قافلہ کو معلوم ہوگا تو کوئی نہ کوئی لینے آئیگا۔ اور وہیں لیٹ کر سو ہی گئین صفوان بن معطل سلمی جو ساقہ لشکر پر مامور تہا۔ جب اس مقام پر پہنچا اور انکو سوتا ہوا پایا تو وہ انکو اپنے اونٹ پر سوار کراکر خود مہار ناقہ تہامے ہوئے لایا۔ اس پر منافقین میں یہ سرگوشیاں ہونے لگیں اور طنزیہ کلام متعلق انکے خفیہ طور پر کئے جانے لگے۔ عبداللہ بن ابی سلول حسان بن ثابت و مسطح بن اثاثہ وغیرہ منافقین نے عائشہ پر تہمت خیانت کی لگائی۔ حضرت کو جب اس تہمت و طنز کی خبر ہوئی تو حضور کو سخت ملال ہوا اور اس کی

افک عائشہ و اس کی تحقیقات

تحقیقات شروع کی۔ اور عائشہ سے تا صفائی کلام ترک کردیا جسپر وہ اپنے باپ کے گہر چلی گئیں۔ حضرت نے عائشہ کی کنیز خاص بریرہ کا بیان لیا۔ اس سادہ لوح یا شوخ مزاج کنیز نے عجب پر لطف بیان دیا کہ عائشہ میں کوئی عیب نہیں ہے صرف کم سنی کیوجہ سے سو جاتی ہے اور بکری آکر خمیر کہا جاتی ہے۔ رسول اللہ نے اپنے اس ملال کے متعلق علی سے رائے لی علی نے ویسے تو عائشہ کی صفائی دی مگر حضرت کا تکدر دیکہکر یہ بہی عرض کیا کہ آپ کو اس قدر ملال کرنیکی کیا ضرورت ہے آپکو دوسری عورت کرنیکا بہی اختیار ہے جو آپکو

حضرت کی تحقیقات و بیان کنیز عائشہ

بہتر سے بہتر مل سکتی ہین"۔ ایک ماہ تک حضرت نے عائشہ سے کلام نہ کیا۔ تحقیقات رسول کا نتیجہ عائشہ کیموافق ہوا اور آیات افک سے بھی برأت عائشہ کی ظاہر ہوئی۔ تب عائشہ حضرت کے گھر آئین مگر علی کی اس رائے کا جو اثر عائشہ کے قلب پر ہوا وہ عظیم واقعات تاریخی کا باعث ہوا ؛

علی سے عائشہ کی کدورت ایک وجہ

نتیجہ جنگ

بعضوں نے اس غزوہ و واقعہ کو سال ششم مین لکھا ہے یہ غزوہ اگرچہ کچھ زیادہ عظیم نہ تھا مگر واقعات مذکورہ بالا کے لحاظ سے ایک خاص عنوان رکھتا ہے کہ جن سے منافقین کیحالت کی کسیقدر پردہ دری ہو کر رسول کے عدیم المثال اخلاق و مروت کا اظہار ہوا اور جنسے عائشہ کے دل مین علی کیطرف سے علاوہ سوکناپہ و خصوصیت حضرت کے ایک اور وجہ کدورت و کاوش کی پیدا ہوگئی جسکے نتائج آئندہ بعد حضرت کے ظاہر ہوئے اسی سفر میں ایک مقام پر پانی نہ ملنے کیوجہ سے آیہ تیمم نازل ہوئی ؛

غزوہ احزاب عرف غزوہ خندق علی بکل ایمان عمرو بن عبدود جنگ و فتح

غزوہ احزاب عرف غزوہ خندق

رمضان و شوال ۵ھ

اسباب جنگ

یہودیان قبیلہ بنی النضیر جو ۴ھ مین جلاوطن کر دیئے گئے تھے اور مختلف مقامات پر آباد ہو گئے تھے۔ انمیں کی ایک جماعت مثل حیی بن اخطب۔ سلام بن ابی الحقیق۔ کنانہ بن ربیع۔ ہودہ بن قیس و ابو عمارہ وغیرہ کے معہ تابعین خود مقام خیبر مین جا کر آباد ہوئے تھی انکو اپنے گھر و نکا خیال آیا اور انتقام کی فکر ہوئی۔ انکو اس سے بہتر اور کوئی راہ نہ معلوم ہوئی کہ سرداران مکہ سے مدد لیجاوے۔ چنانچہ ان میں سے بیس آدمی معہ ابو عامر راہب کے مکہ گئے اور مشرکین مکہ سے ملکر ابو سفیان اور دیگر اشراف قریش کیساتھ عہد کیا گیا۔ اور کعبہ میں قسمیں کھائی گئین کہ جب تک جسم میں جان رہیگی۔ جنگ محمد سے ہاتھ نہ اٹھاوینگے۔ چنانچہ سامان جنگ شروع ہو گئے امرائے نضیر وقت اجتماع مقرر کر کے مکہ سے واپس آئے اور قبیلہ غطفان کے پاس جا کر انکو خرما یک سالہ کے وعدہ پر متفق کیا اور اور قبائل کنانہ و قریظہ وغیرہ کو بھی شریک حال کیا ؛

فراہمی لشکر قریش

مکہ سے ابو سفیان نے چار ہزار آدمیونکا لشکر جمع کر کے جنمیں ڈیڑھ ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے نعمان بن ابی طلحہ کو علمدار لشکر بنا کر کوچ کیا عیینہ بن حصین سردار قبیلہ غطفان طلحہ بن خویلد سردار بنی اسد ابو الاعور اسلمی سردار بنی سلیم و سرداران دیگر قبائل مثل حارث بن عوف سعد بن بریرہ وغیرہ بھی اپنا اپنا لشکر تیار کر کے لشکر قریش سے آملے اور اسطرح ایک لشکر عظیم تیار ہو کر مدینہ کیطرف چلا ؛

اصحاب سے مشورہ

رسول اللہ کو جو اس عظیم تیاری و لشکر کی خبر ملی تو حضرت نے اصحاب سے جو اسوقت صرف سات سو تھے مشورہ کیا عبداللہ بن ابی سلول کی رائے بہر شہر سے باہر جنگ کرنیکی نہ ہوئی۔ اور اکثر اصحاب نے بھی اسی رائے کو پسند کیا سلمان فارسی نے گرد شہر اور لشکر کے ایک خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ یہ رائے بھی پسند ہوئی اور تیاری شروع کر دی گئی ؛

تعداد لشکر اسلام و کھدائی خندق

حضرت نے ابن ام مکتوم کو مدینہ مین خلیفہ مقرر کر کے علم انصار سعد بن عبادہ کو و علم مہاجرین زید بن حارثہ کو دیکر تین ہزار آدمیوں کے

ساتھ بیرون شہر آکر دامن کوہ سلع مین جو قریب شہر تہا لشکرگاہ قرار دیا۔ اور گرد لشکر و آبادی خندق حسب رائے سلمان فارسی کہودنے کا حکم دیا۔ اور حضرت نے خود ابتدا کہودنے کی کی حضرت کہودتے تھے اور علی مٹی ڈہوتے تھے۔ کہدائی تمام مسلمانوں پر تقسیم کردگئی تھی ہر دس آدمیوں کے واسطے بہم گز کہدائی مقرر تھی۔ سلمان فارسی نے اپنے واسطے اور رونسے دو چند کہدائی لی تھی۔ انصار انکو اپنی طرف اور مہاجرین اپنی ذیل میں بتلاتے تھے حضرت نے یہ فرماکر کہ سلمان منا اہل البیت اسکا تصفیہ کردیا۔ اس خندق کی کہدائی مین حضرت اصحاب حضرت پر سخت محنت شاقہ پڑی رمضان کا موسم تہا۔ روزہ کیحالت مین کہدائی کا کام اسپر موسم کی سختی اور ناداری کا تعب پیٹ پر پتھر باندھ باندھ کر خندق کہودی گئی۔ چھہ روز میں خندق تیار ہوئی۔ ایک مقام پر ایک پتھر نکل آیا تہا جو کسیطرح نہ ٹوٹتا تہا۔ حضور تشریف لیگئے اور اسپر وضو کیا اور خود بیلچہ لیکر اسپر مارا تیسری ضرب مین وہ پتھر ٹوٹ گیا خندق مذکور مین آٹھ مقام پر راستے رکھے گئے تھے ہر راستہ پر ایک جماعت مہاجرین و انصار کی محافظ مقرر کی گئی تہی۔ ایک جانب سے خندق پورے طور پر درست نہوئی تھی اس کی حفاظت حضرت نے خود اپنے ذمہ لی تھی۔ اس خندق کیوجہ سے یہ جنگ غزوہ خندق کے نام سے موسوم و مشہور ہوئی ؞

تعداد لشکر قریش و یہود

تیاری خندق سے تین دن کے بعد لشکر قریش و یہود جو تعداد میں دس ہزار و بقولے سترہ ہزار تہا پہنچا جنہوں نے پہنچتے ہی محاصرہ مسلمانوں کا کرلیا مگر خندق کو دیکھکر حیران تھے کیونکہ پیشتر عرب میں یہ طریقہ رائج نہ تہا نئی بات تھی۔ قریش و بنی کنانہ و بنی سلیم و بنی ہلال وسط وادی و انتہائے وادی میں تھے۔ مالک بن عوف و عتبہ بن حصین معہ بنی اسد و بنی عطفان و بنی فزارہ وادی کے بالائی حصہ پر جانب شرق مدینہ فروکش و تعینات تھے۔ ابوسفیان نے اثنائے راہ سے مقام عقیق سے حی بن اخطب کو بنی قریظہ کے پاس جو حضرت سے صلح و عہد کرچکے تھے بہیجا تہا کہ انکو بھی اغوا کرکے ملا ے۔ چنانچہ حی بن اخطب نے

قریش نے بنی قریظہ کو بھی شریک کر لیا

انکو بھی کوشش کرکے اور تعداد لشکر کفار سے اطمینان دلاکر ملا لیا اور وہ بھی رسول سے عہد شکنی پر آمادہ ہوگئے۔ حضرت کو جب معلوم ہوا تو سعد بن معاذ و سعد بن عبادہ و اسید بن خضیر و عبداللہ بن رواحہ کو جو قبیلہ اوس سے تھے و ہم سوگند بنی قریظہ کے تھے انکے پاس بغرض نصیحت و فہمایش بہیجا۔ مگر یہ لوگ ناکام واپس آئے تو حضرت نے فرمایا کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ کثرت فوج دشمن و عہد شکنی بنی قریظہ سے مسلمانوں کے دلوں میں بھی خوف و ہراس پیدا ہوگیا تھا۔ اخبار میں ہے کہ شدت محاصرہ سے کم ایسے لوگ اسلام میں تھے جو ایمان میں متزلزل ہوگئے ہوں معیط بن قشیر نے جو منافقین میں تہا مسلمانوں کو بہکایا کہ گہر کو واپس چلو ورنہ تباہ ہوجاؤگے بعض ضعیف الاعتقاد تنہائی اہل و عیال کا بہانہ کرکے واپس چلے بھی گئے ؞

تدابیر تفرقہ دشمن

رسول نے مسلمانوں کی بد دلی دیکھکر یہ تدبیر سوچی کہ مشرکین میں سے عتبہ بن حصین و حارث بن عوف کو بذریعہ صلح توڑ لیا جاوے تاکہ دشمنوں میں تفرقہ پڑجائے۔ چنانچہ انسے گفتگو کرائی کہ ایک ثلث باغات مدینہ لیکر جنگ سے علیحدہ ہوجائیں وروہ آمادہ بھی

مگر انصار مدینہ اس پر راضی نہ ہوئے۔ لہذا جواب دیدیا گیا۔ اسی اثنا میں نعیم بن مسعود اشجعی جو داخلہ لشکر قریش سے تین دن پہلے
مسلمان ہوا تہا لیکن کسیکو اسکا علم نہ تہا اسنے حضرت سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں دشمنوں میں جا کر درمیان قریش و بنی قریظہ
کے تفرقہ ڈالدوں۔ حضرت نے اسکو اجازت دی اور واپس کر دیا۔

آغاز جنگ
قریش و یہود محاصرہ کئے ہوئے تھے مسلمان اندر حصار و خندق کے تہے۔ جانبین سے کبھی سنگ باری کبھی تیر اندازی ہوتی تھی
عمرو بن عبدود سپہ سالار
ایک روز دشمنوں کا نامی سپہ سالار عمرو بن عبدود جو جنگ بدر میں زخمی ہو کر نکل گیا تہا۔ اور جسکو فارس یلیل کہتے تھے اور جو عرب
قریش خندق پار
میں نہایت دلیر و جری مقابل ہزار سوار و نکے مانا جاتا تہا۔ اور عکرمہ بن ابوجہل و ہبیرہ بن ابی وہب و ضرار بن الخطاب و نوفل
کر کے مبارز طلب ہوا
بن عبداللہ کے اپنی بہادری کے جوہر دکہانے گھوڑے اڑاتے ہوئے میدان میں آئے اور عمرو بن عبدود نے گھوڑے کے تازیانہ مارا
اور خندق کو پار کر کے مقابل لشکر اسلام آکر رجز خواں ہوا اور مبارز طلب کیا۔ اسکی بہادری کی یہ شان اور زیادہ موثر ہوگئی کہ
بہادران اسلام
لشکر اسلام کے بہادر جو اسکی بہادری کی شہرت سنے ہوئے تھے بقول روضۃ الصفا سر بزیر افگندہ خشک بایستادند حضرت
کے خون خشک
نے یہ سکوت اہل اسلام دیکہکر پوچھا کہ تامل کی کیا وجہ ہے تو بقول اُسی مورخ کے حضرت عمر نے ایک قصہ بیان کیا کہ کسطرح
حضرت عمر بہادری
عمرو بن عبدود سفر شام میں انکے قافلہ کے ساتھ تہا۔ ڈاکوں نے حملہ کیا اور اسنے بچائے سپر کے بچہ شتر کو اٹہا کر ڈاکوؤں کا مقابلہ
مخالف کا قصہ سناتے بیٹھا
کیا اور انکو بہگا دیا۔ اسکے غالبًا رہی سہی جرات بہی بہادران اسلام کی ختم ہو گئی ہوگی۔ بقول مولف تاریخ الاسلام تین مرتبہ
حضرت نے اصحاب سے پوچہا کہ تم میں کوئی ہمت کریگا کہ اسکے مقابلہ کو جائے تینوں مرتبہ سوا ہہنگ دریائے شجاعت علی بن ابیطالب
کے کوئی نہ بولا۔ عمرو بن عبدود نے تیسری مرتبہ نہایت سخت جملے سے اہل اسلام کو مخاطب کیا کہ کیا تم میں کوئی مرد نہیں ہے
جو مقابلہ کو آئے۔ وہی قصم جو رسول کو طفلان قریش کی سنگ افگنی سے بچانے کی کوشش کرتا تہا۔ اور جنگ احد میں رسول
علی مقابلہ کو جاتے ہیں
کے اور اسلام کے آڑے وقت کام آکر لافتی الا علی کا خطاب پا چکا تہا اسوقت بہی اسلام پر سے اس لخراش طعن کو رفع
کرنے کیلئے کہڑا ہو گیا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ وہ اسلام کا سناٹا اسوقت تک قایم رہتا جب تک کہ وہ تنہا اسلام کو ذلیل کرنے کیلئے لشکر
اسلام پر حملہ نہ کر دیتا اور اسکی لشتی کو اسلام سے چوگنا لشکر تہا جسکا حشر جو کچھ ہوتا وہ ظاہر ہے۔ رسول کو اب سوا اسکے کچھ چارہ نہ تہا
کہ یا خود لڑنے جاتے یا علی کو بہیجتے حضرت نے علی کو اپنی ذوالفقار عنایت فرمائی اور زرہ پہنائی اور عمامہ رکہا اور اجازت جنگ
عنایت فرمائی اور دعائے نصرت الہی کی اور جب علی روانہ ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ برز الایمان کله الی الکفر کله
کل ایمان مقابل کفر کے
یعنی آج کل ایمان کل کفر کے مقابل ہے۔ یہ رسول کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ تھے جو وما ینطق عن الھویٰ ان ھو
الا وحی یوحیٰ کے خلعت سے سرفراز تھے جس میں مبالغہ آمیزی یا نقص تشبیہ کا گمان نہیں ہو سکتا اب کل ایمان
رسول کی دعا
کے معنی کی و ... اکا ناظرین خود اندازہ کر لیں۔ بروایت روضۃ الصفا حضرت نے یہ بہی دعا فرمائی تہی کہ پروردگارا تو علی کی

مدد کرنا تو نے عبیدہ کو بدر میں اور حمزہ کو احد میں اٹھا لیا۔ اب تیرے رسول کی حفاظت کو صرف علی رہگیا ہے تو اس کی حفاظت کرنا۔ اس صرف کے لفظ سے جو نتیجہ نکلتا ہے اسکا ادراک بھی ناظرین خود فرما لینگے ؛؛

بہر حال اسلام کا یہ بہادر و جانباز مبارز متانت اطمینان کیساتھ رجز پڑہتا اور اپنے نام و نسب سے آگاہ کرتا ہوا پیادہ دشمن کے سامنے پہنچا۔ اور عمرو بن عبدود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تین باتوں میں سے جو تجھکو پسند آئے اسکو قبول کر کیونکہ میں نے سنا ہے کہ تیرا قول بھی یہی ہے۔ اسنے کہا کہ وہ کیا ہیں ارشاد ہوا کہ اول تو یہ کہ اسلام قبول کر اور کہہ لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ اور اگر یہ نہیں تو بلا جنگ کئے واپس چلا جا اور کار رسول میں دخل نہ دے۔ اور یہ بھی منظور نہو تو گھوڑے سے اتر کر

علی کا عمرو بن عبدود سے مکالمہ

پیادہ جنگ کر۔ عمرو نے ہنس کر کہا کہ بھتیجے تو واپس جا تو ابھی جنگ کی قابل نہیں شیخین قریش یعنی ابو بکر و عمر کو جنگ کیلئے بھیجدے (روضۃ الصفا) تیرے باپ سے مجھ سے دوستی تھی میں پسند نہیں کرتا کہ تیرا خون میرے ہاتھ سے ہو۔ علی نے فوراً جواب دیا کہ لیکن میں پسند کرتا ہوں کہ تیرا خون میرے ہاتھ سے ہو۔ بہادر دشمن کو اب اس جواب پر غصہ آگیا اور اپنی شرط کیموافق فوراً گھوڑے سے کود پڑا اور جوش میں اپنے گھوڑے کو ایک ہاتھ میں پے کر دیا۔ اب دونوں بہادروں میں نہایت خوفناک سختی سے شمشیر زنی ہونے لگی۔ رد و بدل میں اس قدر گرد اڑی کہ دونوں بہادر نظروں سے غایب ہو گئے

دونوں بہادروں کی جنگ

دونوں طرف کے لشکر والے امید و بیم کیحالت میں نظرین جمائے ان دونوں جنگجوؤں کی لڑائی دیکھ رہے تھے۔ آپس میں سترواً چلے عمرو بن عبدود کی ایک تلوار زور و غیض علی کے سر پر پڑی جس نے سپر کو کاٹ کر سر پر پورا زخم پہنچایا۔ مگر اس بہادر کو مطلق ہراس نہ ہوا اور اپنے مقابل پر ایسا وار کیا کہ اسکا سر علیحدہ ہو کر دور جا گرا اور زخمی شیر نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ تب لشکر اسلام کے خوف زدہ سپاہی سمجھے کہ علی نے دشمن پر فتح پائی۔ یہ زخمی مجاہد اپنے زخم سر کو باندہنے بھی نہ پایا تھا کہ عمرو کے ہمراہی

علی کی فتح

ضرار و ہبیرہ و نوفل نے اسپر حملہ کر دیا۔ اس بہادر نے نہایت بہادری سے انکا مقابلہ کیا اور ہبیرہ کو بھی زخمی کیا۔ ضرار و نوفل بھاگے۔ نوفل خندق میں گر پڑا۔ علی نے مثل شیر گرسنہ خندق میں کود کر اسکا سر بھی علیحدہ کر دیا اور مظفر و منصور خدمت نبوی میں آکر سر ہائے نجس ان ملاعین کے حضرت کے قدموں میں ڈالدیئے اور فخریہ چند اشعار پڑہے جنمیں دو شعر حسب ذیل ہیں

عبد الحجارة من سفاهة رأيه	وعبدت رب محمدؐ بصواب
یہ اپنی بیوقوفی سے پتھروں کو پوجتا تھا	اور میں محمدؐ کے پروردگار کی صحیح عبادت کرتا ہوں
لا تحسبن الله خاذل دينه	ونبيه يا معشر الاحزاب
تم لوگ یہ نہ سمجھنا کہ خدا مدد نکرےگا اپنے دین کی	اور اپنے نبی کی۔ اے خندق والو

آب ناظرین خود غور فرما سکتے ہیں کہ اس فتح کی رسول کو کس قدر خوشی ہوئی ہوگی اور علی کی جانفروشی سے جس نے اسلام کی جان

سچائی کسقدر قدر و منزلت رسول کے دلمیں تہی ہوگی۔ اب وہ لوگ جو علی سے دوسرون کی مساوات یا افضلیت کے قائل ہیں ذرا زبان رسول سے سنیں کہ کیا ارشاد ہو رہا ہے ارشاد ہوتا ہے "ضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین یا من اعمال امتی الی یوم القیامۃ" (علی کی ضربت یوم خندق عبادت جن و انس یا میری امت کے قیامت تک کے اعمال سے افضل ہے) کیا یہ ارشاد محض علی کی محبت کیوجہ سے ہو رہا ہے جیسا کہ اور ارشادات کی نسبت کہدیا جاتا ہے؟ یا واقعی علی کی سرفروشی ہی ایسے نازک وقت میں جبکہ سب کے خون خشک ہو گئے تھے کچھ ایسی ہوئی ہے جو قدردان نبی کی زبان صداقت نشان سے ایسا کہلوا رہی ہے۔ کیا یہ کوئی شاعرانہ مبالغہ ہے یا واقعی اگر وہ نہوتا جو علی کی ہمت و بہادری سے ہوا تو نہ معلوم کس مدت تک کیواسطے رسول کا وہ ابھرتا ہوا دین دب جاتا بلکہ عجیب نہیں کہ اسلامی ترقی ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاتی اور اس جلا وطن نبی کو مدینہ میں بھی رہنے کی جگہ نہ ملتی۔ لہذا رسول کا یہ بیمعنی انعام حقیقی امر واقعہ کا اظہار تھا۔

"روضۃ الصفا" کیموافق حضرت عمر و ابوبکر نے اسوقت علی کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور کیوں نہ دیتے کیونکہ عمرو کے مارے جانے سے جس دس ہزار کی پشت قوی تھی دین اسلام اور مسلمانوں پر سے وہ بلا ٹلی جسکے دفعیہ کی کسی میں ہمت و طاقت نہ تھی۔ آج کی اس شکست اور عمرو بن عبدود سے بہادر کے مارے جانے سے لشکر مشرکین کی کمر ٹوٹ گئی اور انپر ایسی پریشانی و دہشت طاری ہوئی کہ سب میدان چھوڑ کر منزل عقیق یا عفیف پر جا کر ٹھہرے۔ اور آج کا مخدوش دن بھی ہاشمیو نکے ہاتھ رہا۔

اسی دوران میں نعیم بن مسعود غطفانی نے بھی حسب ماموری حضرت یہ چال چلی کہ وہ اول بنی قریظہ کے پاس گیا اور انسے کہا کہ قریش میں یہ صلاح ہوئی ہے کہ اب تمکو آگے کرینگے تاکہ اگر فتح ہوئی تو انکا کام ہوا اور اگر شکست ہوئی مارے تم گئے وہ سلامت نکل جائینگے اور بعد جنگ کے چونکہ تمنے مسلمانوں سے عہد شکنی کی ہے مسلمان تم سے انتقام لینگے قریش اتنی دور سے کیا تمہاری امداد کو پہنچ سکینگے لہذا اگر قریش تمکو بلائیں تو تم انسے یہ کہو کہ وہ کچھ آدمی اپنے تمہارے پاس ضمانت میں چھوڑ دیں تاکہ بعد انکے چلے جانے کے وہ تمہاری حفاظت کر سکیں۔ ان لوگوں نے نعیم کی رائے کو پسند کیا اور ایسا ہی ارادہ کر لیا۔ پھر نعیم قریش کے پاس گیا۔ اور ابوسفیان سے کہا کہ اسکو خبر ملی ہے کہ بنی قریظہ نقض عہد سے پشیمان ہو کر محمدؐ سے مل گئے ہیں اور یہ طے کیا ہے کہ تمہارے کچھ آدمی بطور اپنی ضمانت کے لیکر انکو مسلمانوں کے حوالہ کر دیں اور خود بحفاظت اپنے گھروں میں رہیں تم اپنے آدمی ہرگز انکو نہ دینا۔ انکو بھی اس رائے سے آمادہ کر لیا۔

اب دوسرے روز جو قریش بغرض جنگ قریب خندق آئے اور جانبین سے تیراندازی شروع ہوئی تو قریش نے بنی قریظہ سے آگے بڑھنے کو کہا بنی قریظہ نے اسی نعیم کی صلاح کیموافق پیغام دیا کہ اول کچھ آدمی اپنے ہماری حفاظت آئندہ کیواسطے ضمانت میں ہمکو دیدو جس سے قریش کو نعیم کی بات کا زیادہ یقین ہو گیا اور انہوں نے اپنے آدمی دینے سے صاف انکار کر دیا جس کی وجہ سے بنی قریظہ و غطفان علیحدہ ہو کر میدان جنگ سے اپنے گھر و نکو چلدیئے۔ اب ابوسفیان اور قریش کو اور انتشار پیدا ہوا اور بخوف

رسول کیطرف سے علی کو انعام

شیخین کی قدر افزائی

دشمن نے میدان چھوڑ دیا

نعیم کی تدبیر و فوج دشمن میں تفرقہ

دشمن کا فرار و اسلام کی فتح

علی ابن ابیطالب کوئی شخص جنگ کو نہ نکلتا تہا شکستہ دل ہوکر میدان چھوڑ بہاگے اور بہ تعجیل تمام واپس ہوگئے۔ حذیفہ نے جو بخدمت جاسوسی مامور تھا حضرت کو قریش کے فرار کی خبر دی جس سے حضرت اور تمام اہل اسلام خوش ہوئے اور فتح اسلام کی رہی

علی رات کو گشت کرتے تھے

روضۃ الصفا کیموافق دوران محاصرہ قریش ہیں علی شب کو گرد لشکر گشت کیا کرتے تھے اور اکثر خندق کے اُس پار چلے جاتے تھے۔ اور کبھی کبھی قریش کے کسی سپاہی سے جنگ بھی ہو جاتی تھی۔ یہ جنگ بھی مثل بدر و اُحد وغیرہ کے علی کی بیمثال شجاعت بہادری کی بدولت فتح ہوئی جب میدان خالی ہوگیا تو عمرو بن عبدود کی بہن اسکی لاش پر آئی اور جب اُسنے دیکھا کہ دستور عرب کیموافق قاتل نے مقتول کا اسلحہ جنگ مثل زرہ و خود وغیرہ کے نہیں اتارا ہے حالانکہ عمرو کی زرہ بلحاظ قیمت عرب مین مشہور تھی تو اسکے منہ سے بیساختہ نکل گیا کہ "ما قتلہ الا کفو الکریم" اور جب اسکو معلوم ہوا کہ اسکے قاتل علی ہیں۔ تو اُسنے دو شعر کہے ؎

عمرو بن عبدود کی بہن کے اشعار

لو کان قاتل عمرو غیر قاتلہ ٭ لکنت ابکی علیہ اخر الابد ٭ لاکن قاتلہ من لا یعاب بہ ٭ من کان یدعی قدیما بیضۃ البلد

(اگر عمرو کا قاتل سوا اُس کے اس قاتل کے ہوتا تو میں ہمیشہ رویا کرتی لیکن اسکا قاتل وہ ہے جسکے نسب مین کوئی عیب نہیں اور وہ ہمیشہ شہر کا سردار مانا گیا ہے)

اس جنگ میں لشکر اسلام میں سے سعد بن معاذ انصاری جو نہایت عقیدتمند مسلمان تھے تیر سے سخت مجروح ہوگئے تھے جو بعد غزوہ بنی قریظہ فوت ہوئے ٭

غزوہ بنی قریظہ شوال ۵ھ

غزوہ بنی قریظہ شوال ۵ھ

سبب غزوہ

جب مشرکین قریش ہمراہ ابوسفیان جنگ خندق سے منکوب واپس گئے اور بنی قریظہ اپنے قلعہ کو واپس ہوئے تو حی بن اخطب یہودی بھی جو قبیلہ بنی النضیر سے تہا جس نے بزعم جلاوطنی بفرمایش ابوسفیان قبیلہ بنی قریظہ کو مسلمانوں سے عہد شکنی پر آمادہ کیا تہا اور بہاگ کر قلعہ بنی قریظہ مین چلا گیا تہا اسنے پہر بنی قریظہ مین مقیم رہکر انکو مسلمانوں سے جنگ کرنے کی تحریص کی اور انمین مشورے ہونے لگے ٭ رسول اللہ بعد فراغت جنگ خندق واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ اور اسلحہ وغیرہ اتار کر جناب فاطمہ زہرا نے آب گرم سے گرد و غبار چہرہ مبارک سے صاف کیا تہا کہ بنی قریظہ و حی بن اخطب کے مشوروں کی خبر پہنچی بنی قریظہ ایک تو خلاف عہدنامہ قریش کے ساتھ حضرت سے جنگ کو آئے تھے دوسرے حی بن اخطب جلاوطن کردہ حضرت کو اپنے یہاں جگہ دی تھی اور اب پہر جنگ کے مشورے تھے لہذا حضرت نے فوراً بلال کے ذریعہ سے منادی کرائی کہ کوئی اسلحہ جنگ نہ اتارے بلکہ نماز عصر قلعہ بنی قریظہ کے سامنے ادا کیجائیگی

علی علمدار کر کے آگے بھیجے گئے

اپنے بہادر علمدار علی کو بلا کر علم سیاہ جو عقاب کے نام سے موسوم تہا حوالہ کر کے معہ ایک جماعت مہاجرین کے آگے روانہ کیا اور انکے عقب میں دستہ دستہ کر کے فوج روانہ کی اور پیچھے خود حضرت مسلح گھوڑے پر سوار ہوکر باقی لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے خالد یا در بلال نیزہ لئے حضرت کے آگے تہا۔ راستہ میں قبیلہ بنی النجار و بنی عبدالاشہل جو موافق حضرت کے تھے تیار ملے انکو ساتھ لے لیا۔ کل لشکر کی تعداد تین ہزار کی ہوگئی جس میں ۳۶ گھوڑے تھے۔ قریب شام مقام قریظہ پر پہنچے۔ علی علمدار لشکر جب

قلعہ بنی قریظہ کے سامنے پہنچے تھے۔ تو لوگوں نے دور سے دیکھکر کہا کہ "دیکھو قاتل عمرو آرہا ہے" جسکو سنکر علی نے شکرانہ لہجہ مین کہا کہ "الحمد للہ الذی اظہر الاسلام و قمع الشرک والظلام" یہودیوں نے قلعہ کے فصیلون پر سے کچھ کلمات بے ادبی کے رسول کی شان مین کہے تھے جو بوجہ قلعہ بند ہونیکے اُسوقت کچھ قابو مین نہ آسکتے تھے۔ رسول کے پہنچنے پر اس بیہودان علی نے فوراً آگے بڑھکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ یہودیون کے قلعہ کے پاس جائین یہ سب انشاء اللہ بہت جلد ذلیل ہونگے رسول نے پوچھا کہ کیا تمنے کچھ انسے ایسی باتین سنی ہین جو میری ایذا کے باعث ہوں۔ عرض کیا کہ "ہاں اے نبی اللہ" چنانچہ فوراً قلعہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔

قلعہ دشمن کا محاصرہ

آغاز جنگ

بنی قریظہ نے محصور ہو کر قلعہ پر سے تیر اندازی شروع کی۔ ادہر سے بھی تیروں سے جواب دیا گیا۔ پندرہ روز و بقولے ۲۵ روز تک محاصرہ رہا۔ علی الترات کو قلعہ کے گرد گشت لگایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی تیروں اور پتھروں سے جنگ ہو جاتی تھی۔ قلعہ سے باہر آکر جنگ کرنیکی دشمن کو ہمت نہوتی تھی۔ بالآخر محاصرہ سے تنگ آکر اور خوف زدہ ہو کر غزال بن شمعون و بروایتے نباش بن قیس کے ذریعہ پیغام صلح حضرت کے پاس بھیجا کہ ہمکو اجازت دیجائے کہ ہم بھی مثل بنی النضیر کے مال اسباب چھوڑکر جلاوطن ہو جائین چونکہ یہ عہد شکنی کر چکے تھے حضرت نے منظور نہ کیا تو انہوں نے خفیہ طور پر مسلمانوں میں سے ابو لبابہ بن منذر کو جو انکا ہم سوگند تھا بلوایا اور اس سے سفارش کیواسطے کہا۔ ابو لبابہ نے بلا استمزاج حضور انسے وعدہ کر لیا کہ تم لوگ قلعہ سے باہر آ جاؤ مین قتل سے بچا لونگا۔ مگر حضرت نے ابو لبابہ کی سفارش کو نہ مانا اور بنی قریظہ جو ابو لبابہ کے وعدہ کیموافق قلعہ سے نکلے تو سب کو گرفتار کر لیا۔ ابو لبابہ پشیمان و رنجیدہ ہو کر مدینہ چلا گیا۔ قلعہ پر قبضہ اور اسلحہ و مال اسباب سب ضبط کر لیا گیا۔

دشمن مغلوب ہوا

قلعہ پر قبضہ کر لیا گیا

گرفتاری اسیران و انجام

اسیروں کی جان بخشی و رہائی کی بابت قبیلہ اوس نے بھی جو انکے ہم سوگند تھے حضرت سے بہت سفارش کی رائے ہوئی کہ کسیکو اس بارہ میں حکم کر دیا جاوے چنانچہ سعد بن معاذ جو قبیلہ اوس ہی کے تھے منتخب کئے گئے۔ بنی قریظہ نے بھی قبیلہ اوس کے بہروسہ پر منظور کر لیا سعد بن معاذ نے بلا لحاظ مخالفت قبیلہ خود انکے قتل کا فیصلہ دیا چنانچہ مدینہ لا کر ۷۰۰ مرد و بروایتے کل ۴۰۰ مرد انکو قتل کرا دیا گیا جن میں کعب بن اسید و حی بن اخطب بھی تہا۔ عورتین و بچے تقسیم کر دیئے گئے۔ سعد بن معاذ اس فیصلہ کے بعد بوجہ زخم شدید جو خندق مین آیا تھا شہید ہو گئے۔ ابو لبابہ بعد ازاں منفعل ہوا اور بہت دنوں تک بوجہ ندامت حضرت ستون مسجد سے اپنے آپکو باندہکر توبہ و استغفار کرتا رہا۔ بالآخر بموجب نزول آیہ "واٰخرون اعترفوا..... ھو التواب الرحیم" اس کی توبہ قبول ہوئی جس کی خوشی مین اس نے اپنا ایک ثلث مال صدقہ مین دیا۔

رسول کے قتل کی تدبیر و اسکا جواب

ابو سفیان کی تدبیر قتل رسول کے واسطے

اب ابو سفیان نے بعد شکست جنگ خندق کے یہ کیا کہ ایک اعرابی کو خفیہ طور پر آنحضرت کے قتل کے واسطے مدینہ بھیجا جو ایک خنجر اپنی کمر مین چھپا کر بتعجیل تمام مدینہ آیا۔ حضرت اسوقت قبیلہ بنی الاشہل مین تشریف فرما تھے اور اصحاب آپکے ساتھ

دروازۂ مسجد پر بیٹھے مصروف کلام تھے یہ اعرابی اس جلسہ میں پہنچا اور دریافت کیا کہ پسر عبد المطلب کون ہے حضرت نے فرمایا کہ میں ہوں وہ حضرت کی طرف متوجہ ہوا کہ اسید بن حضیر نے اسکی کمر پر ہاتھ رکھکر دریافت کیا کہ کون ہے اتفاق سے اسید کا ہاتھ اسکے خنجر پر پڑا کہ وہ فوراً گرفتار کر لیا گیا جس نے تمام اصلیت واقعہ بیان کر دی اور معافی کا خواستگار ہوا اور مسلمان ہو گیا حضرت نے معاف کر دیا۔

کوشش قتل ابوسفیان

جب ابوسفیان کی طرف سے یہ حرکت ظہور میں آئی تو ادھر سے بھی ۲ شخص عمرو بن امیہ ضمیری و سلام بن سلمہ اسکے جواب میں قتل ابوسفیان کیواسطے مکہ بھیجے گئے۔ یہ دونوں خفیہ طور پر مکہ میں آ گئے اور منتظر موقعہ تھے کہ ایک روز دوران طواف میں قریش میں سے ایک نے عمرو بن امیہ کو پہچان لیا اور سرداران مکہ کو آگاہ کر دیا وہ دوڑ پڑے یہ دونوں ہجوم میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے سلام بن سلمہ تو اولا ہی نکلا اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کیطرف کو بھاگ آئے عمرو بھی پہاڑ کیطرف کو بھاگا عثمان بن مالک صدر راہ ہوا عمرو نے ایک خنجر اسکے مارا وہ چلا کر گرا مرداران مکہ اسکی طرف متوجہ ہوئے یہ موقعہ پا کر نکل آیا اور ایک درہ میں جا چھپا وہاں بھی اتفاق سے کفار میں سے ایک شخص موجود تھا انہوں نے رات میں اسکو بھی قتل کیا صبحکو وہاں سے چلے تو ۲ جاسوس قریش کے ملے انہوں نے ان میں سے ایک کو تیر سے ہلاک کیا۔ دوسرا بھاگ گیا۔ یہ بھی بخیریت مدینہ آ گئے ❖

سریہ ابوعبیدہ جراح

ماہ ذی الحجہ میں حضرت نے ابوعبیدہ جراح کو معہ چالیس آدمیوں کی جماعت کے جانب سیف البحر روانہ کیا تھا مخالفین بھاگ گئے ایک آدمی کو گرفتار کر لائے جو مسلمان ہو گیا بجز اسکے اور کوئی مفصل حال اس سریہ کا کسی مقابل تھا اور کیوں تاریخ سے معلوم نہیں ہوتا

عقد حضرت با زینب مطلقہ زید و تردید الزام

عقد زینب بنت جحش مطلقہ زید و تردید الزام

اسی سال حضرت نے زینب بنت جحش مطلقہ زید غلام و متبنی خود سے عقد کیا اس عقد کیمتعلق مخالفین اسلام بہت زیادہ اعتراض حضرت پر کرتے ہیں کہ حضرت نے زید سے خود طلاق دلوائی اور پسر متبنی کی زوجہ سے عقد کیا۔ حالانکہ یہ بالکل لغو اعتراض ہیں واقعہ اصلی یہ ہے کہ زینب جو واقعی حسین تھی ماں کیطرف سے اولاد عبد المطلب میں تھی جب حضرت نے زید کے ساتھ اسکا عقد کیا تھا جو حضرت کا غلام تھا تو اس تعلق کو زینب خود اور اسکے بھائی بوجہ ذلت پسند نہ کرتے تھے مگر حضرت نے زید کو اپنا متبنی کر کے اس غلامی کی ذلت و عیب کو کسیقدر دھو دیا تھا مگر اصلاً زینب خوش نہ تھی اور اسیوجہ سے وہ زید سے بد خلقی سے پیش آتی تھی اور حضرت بوجہ قرابت مادری اور اس خیال سے کہ میں نے ہی ان دونوں کا عقد کیا ہے۔ زینب کی پاسداری فرمایا کرتے تھے (جس سے ممکن ہے کہ زید کو یا اور لوگوں کو حضرت کے میلان طبع کا کچھ اشتباہ ہو گیا ہو) زید نے بوجہ بد خلقی کے زینب کو بلا اطلاع حضرت طلاق دیدی اور دریافت پر یہی وجہ حضرت سے بیان کی۔ اب چونکہ وہ مطلقہ ایک غلام کی کہلائی جاتی تھی دوسرا کوئی اس سے عقد کرنے پر آمادہ نہ ہوتا۔ دوسرے زمانہ جاہلیت میں پسر متبنی مثل اولاد صلبی کے تصور ہو کر اس کی بیوہ یا مطلقہ حرام سمجھی جاتی تھی جو خلاف شریعت اسلام تھا حضرت کو اس کی بھی مثال قایم کرنی تھی۔ لہذا حضرت نے اس سے خود عقد کر لیا۔

تاکہ اہل سلام کے قلوب سے وہ امتناع و عیب ناجایز کے خیالات دفع ہو کر مسئلہ شرعی کا رواج قایم ہو کیونکہ پیغمبر پر لازم ہے کہ ہر حکم شریعت کی تعمیل اپنی امت کو خود کر کے دکہلائے تاکہ حجت قایم ہو اور امت یہ نہ کہہ سکے کہ رسول تو خود بہی ایسے امور سے کراہت کرتے تھے پہر یہ بہی کہ حضرت نے جسقدر عقد سوا حضرت خدیجہ کے ہوئے وہ سب کسی نہ کسی شرعی اخلاقی یا پولیٹیکل سبب مصلحت پر مبنی تھے جنمیں سوا عائشہ کے اور کوئی باکرہ نہ تھی اور اکثر ایسی تہیں کہ بلحاظ عمر و صورت و حالات کے ان سے کوئی دوسرا عقد کرنے پر آمادہ نہ ہوتا اور انکی زندگیاں خراب ہوجاتیں۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ بعد انتقال حضرت خدیجہ کے جنکی زندگی تک حضرت نے کوئی دوسرا عقد نہیں کیا تہا حضرت کی عمر ۵۰ سال سے متجاوز ہو چکی تھی اور فطرتاً قویٰ کے انحطاط کا زمانہ شروع ہو گیا تہا پس یہ کسیطرح یقین نہیں کیا جاسکتا کہ یہ تمام عقد بسبب تعیش تھے۔ کیونکہ یہ امر بالکل خلاف قیاس ہے کہ جس شخص کی قوت شہوانی شباب و جوانی کے زمانہ میں ایسی محدود رہی کہ باوجود تمول و قدرت کے بہی ضرورت نہ ہو زمانہ انحطاط میں وہ ایسی بڑہجائے کہ علاوہ کنیزوں کے اسکو چودہ عقد کرنے کی ضرورت ہوجائے پس اس سے کوئی الزام یا اعتراض حضرت پر عاید نہیں ہو سکتا ؛

سنہ ۶ ھ

واقعات سنہ ۶ ہجری

بعض سرایا اسلام

سریہ محمد بن مسلمہ بجانب بنی کلاب ۱۰ تا ۲۹ محرم سنہ ۶

ثمامہ بن اثال الحنفی یہودی جو قبیلہ بنی حنیفہ سے تہا اہل مکہ کو غلہ بہیجا کرتا تہا اور زمانہ جنگ میں بہی سامان وغیرہ سے امداد دیا کرتا تہا جس سے انکو قوت حاصل ہوتی تہی۔ اس سال دسویں محرم کو حضرت نے محمد بن مسلمہ کو معہ ایکسو تیس آدمیوں کے بجانب نجد بمقابلہ بنی کلاب بہیجا تہا اور ثمامہ کی گوشمالی کی بہی ہدایت کردی تھی۔ اتفاق سے اول ثمامہ ہی انکے ہاتہہ لگ گیا اسکو گرفتار کر خدمت رسول میں پیش کیا گیا۔ حضرت نے تنہا اسکو ستون سے بندہوایا۔ اور پہر کہلوادیا۔ وہ مسلمان ہوگیا اور اب اسنے غلہ بہیجنا مکہ کو بند کردیا جب اہل مکہ کو سخت تکلیف غلہ کی ہوئی تو حضرت کے پاس فریادی تحریر بہیجی۔ اس رحمۃ للعالمین رسول نے باوجود اہل مکہ کے مظالم کے ازراہ ترحم ثمامہ کو پہر اجازت غلہ بہیجنے کی دیدی۔ اسی سریہ میں محمد بن مسلمہ نے بعد گرفتاری ثمامہ جاکر بنی بکر بن کلاب کو شکست دی جنمیں سے دو نفر قتل ہوئے باقی بہاگ گئے۔ ڈیڑہ سو اونٹ اور تین ہزار بکریاں مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتہ آئیں ۲۹ محرم کو یہ لوگ بعد فتح واپس مدینہ آئے ؛

غزوہ بنی لحیان یا بنی لحیان

روضۃ الصفا میں غزوہ بنی لحیان سال ہذا میں تحریر کیا ہے لیکن حیات القلوب میں سنہ ۴ کا واقعہ لکہا ہے جسکو ہم بہی اسی سال کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں ؛

تاریخ حیات القلوب میں سال ہذا کے متعلق حسب ذیل پانچ سرایا کا مختصر تذکرہ ہے جنکا روضۃ الصفا میں کچھ ذکر نہیں ہے

ممکن ہے کہ خفیف و غیر ضروری تصور کر کے ترک کر دیئے گئے ہوں۔ لہذا درج کیجاتے ہیں ؛

سریہ اسید بن حضیر ربیع الآخر

(۱) قبیلہ بنی اشجع جو ایک شاخ بنی کنانہ کی ہے ہم سوگند بنی ضمرہ کے تھے جو قریب مدینہ رہتے تھے۔ بوجہ خشک سالی کے بنی اشجع کے ستر آدمی اپنے یہاں سے بنی ضمرہ کے پاس چلے آئے تھے جو درہ سلع میں مقیم ہوئے تھے جنکا سردار مسعود بن رخیلہ تہا حضرت کو اُنکی آمد کی خبر ملی تو ماہ ربیع الآخر میں اسید بن حضیر کو معہ چند آدمیوں کے انکی بابت جانچ کرنے اور خبر لانے کو بہیجا۔ اسید کے پہنچنے پر مسعود بہ تعظیم پیش آیا اور دریافت پر ظاہر کیا کہ وہ بغرض صلح آئے ہیں نہ براہ جنگ۔ چنانچہ اسید اوسکو اپنے ہمراہ حضور کیخدمت میں لائے جسنے حضرت سے صلح کر لی ؛

سریہ عکاشہ ربیع الاول

(۲) ماہ ربیع الاول میں عکاشہ بن محصن کو معہ ۴۰ سواروں کے بجانب بنی عمرہ بہیجا گیا تہا جو دوسرے روز بنی عمرہ کے سر پر پہنچ گئے وہ لوگ بہاگ گئے دو سو اونٹ انکے گرفتار کر کے مدینہ لائے جو تقسیم کر دیئے گئے ؛

سریہ زید بن حارث

(۳) زید بن حارث معہ ایک لشکر کے بلدہ جموم کو بمقابلہ بنی سلیم بہیجے گئے جو بہت سا مال غنیمت و اسیر گرفتار کر کے لائے

سریہ عمر بن خطاب

(۴) عمر بن خطاب معہ پندرہ نفر کے بمقام عیص بمقابلہ بنی ثعلبہ بہیجے گئے تھے۔ دشمن بہاگ گئے۔ ۲۰ اونٹ انکے مسلمانوں کے ہاتھ آئے

سریہ عبدالرحمٰن بن عوف

(۵) ماہ شعبان میں عبدالرحمٰن بن عوف کو دومۃ الجندل بہیجا گیا۔ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ تماضر دختر اصبغ سردار قبیلہ مذکور سے عبدالرحمٰن نے اپنا عقد کیا اور واپس مدینہ آئے ؛

سریہ علی بن ابی طالب بجانب بنی سعد

حضرت کو خبر ملی کہ یہودیان قبیلہ بنی سعد جنکا سردار عبداللہ بن سعد تہا اور جو نواح فدک میں رہتے تھے لشکر جمع کر رہے ہیں اور یہودیان خیبر کی امداد سے مدینہ پر حملہ کرنیکا ارادہ ہے حضرت نے اپنے علمدار لشکر علی ابن ابیطالب کو معہ سو آدمیوں کی جماعت کے انکی سرکوبی کو بہیجا۔ یہ ذی ہوش سردار بخیال اسکے کہ مبادا دشمن کو انکی نقل و حرکت کی خبر ہو جاوے دن کو قیام و رات کو کوچ کرتا ہوا چلا۔ راستہ میں مقام ہمج پر ایک آدمی گرفتار کیا گیا۔ جسنے پناہ چاہی اور وعدہ کیا کہ لشکر اسلام کو اچانک دشمن کے سر پر پہنچا دیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسکی رہبری سے لشکر اسلام دفعتاً دشمن پر جا پڑا۔ بنی سعد پریشان ہو کر بہاگ کہڑے ہوئے پانسو اونٹ اور دو ہزار بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں علی نے چند عمدہ اونٹ حضرت کے واسطے علیحدہ کر کے بعد نکالنے خمس کے باقی تقسیم کر دئے اور واپس مدینہ

غزوہ بنی قردہ۔ عرف غزوہ بیانہ

غزوہ بنی قردہ عرف غزوہ بیانہ یا غابہ

سلمہ بن الاکوع و رباح غلام حضرت معہ چرواہوں کے حضرت کے اونٹ چرانے کیلئے بیرون مدینہ لائے تھے۔ عبدالرحمٰن بن عتبہ بن حصین معہ ایک گروہ کے ان پر آپڑا اور ایک چرواہے کو مار ڈالا اور اونٹ ہانک لیچلا۔ سلمہ نے فوراً رباح کو اپنے گھوڑے پر سوار کر کے حضرت کو خبر دینے کو مدینہ بہیجا اور خود تیر دشمن پر چلاتا ہوا انکا تعاقب میں روانہ ہوا اُسکے تیروں سے دشمن کے آدمی ہلاک ہو کر گرتے جاتے تھے اور جب وہ اسکی طرف آتے تو یہ جنگل چونکہ گہنا تہا۔ درختوں میں چھپ جاتا تہا جب اسطرح بہت سے آدمی دشمن کے زخمی

ہو گر گئے تو اونٹ انہوں نے چھوڑ دیئے - انکو سلمہ نے مدینہ کیطرف ہانک دیا اور خود بدستور تعاقب کیئے چلا گیا ۔
حضرت نے خبر پاکر فوراً اخرام اسدی و ابو قتادہ و مقداد کو معہ کچھ سواروں کے بطور مقدمہ لشکر روانہ کر دیا اور خود معہ اور لشکر کے عقب سے روانہ ہوئے۔ اخرام وغیرہ مقدمۃ الجیش سلمہ کے تعاقب کی حالت میں بھی پہنچ گئے ۔ دشمن کو بھی کچھ اور مدد پہنچ گئی ۔ جنگ ہوئی اخرام تو عبدالرحمٰن بن عتبہ کے ہاتھ سے مارے گئے مگر ابو قتادہ نے عبدالرحمٰن کو قتل کیا اور خود بھی زخمی ہوئے ۔ عبدالرحمٰن کے مارے جانے سے بقیہ دشمن بھاگ گئے جنکا شام تک تعاقب کیا گیا اور کوئی ہاتھ نہ آیا دو گھوڑے دشمن کے ہاتھ آئے ۔ حضرت معہ لشکر مقام ذی قردہ تک پہنچے تھے کہ یہ لوگ دشمن کو بھگا کر واپس آ گئے ۔ دشمن بھاگ کر بنی غطفان کے یہاں ٹھہرے مگر ہوا سے گرد اٹھتی دیکھکر اسکو لشکر اسلام کا گمان کرکے بہ سبب خوف وہاں سے بھی بھاگ گئے ۔ حضرت مدینہ واپس آئے (روضۃ الصفا)

سریہ کرز یا غزوہ عرنیان

حیات القلوب میں ایک غزوہ عرنیان کا تذکرہ ہے جسکے واقعات یہ لکھے ہیں ۔ کہ عرینہ کے آٹھ آدمی آکر مسلمان ہوئے تھے جو بوجہ ناموافقت آب و ہوائے شہر مدینہ کے صحرا میں آباد کر دیئے گئے تھے ۔ جہاں حضرت کے اونٹ چرا کرتے تھے ۔ تا کہ حملہ شیر اونٹوں کی حفاظت بھی ہے گی ۔ ایکروز جو حضرت کے اونٹ چرنے گئے تو انہوں نے چرواہے کے ہاتھ پیر کاٹ کر نہایت بیرحمی سے اسکو قتل کر دیا اور اونٹ حضرت کے ہانک لیچلے ۔ حضرت کو خبر ہوئی تو فوراً حضرت نے کرز بن جابر دہری کو معہ ۲۰ سواروں کے دشمن کے تعاقب میں بھیجا جو ان آٹھوں قزاقوں کو معہ اونٹوں کے گرفتار کر لائے ۔ ایک اونٹ البتہ انہوں نے مار دیا تھا بقیہ سب ملگئے ۔ حضرت نے ان قزاقوں کے بھی ہاتھ پیر کٹوا کر دار پر کھچوا دیا ۔ (حیات القلوب) (نوٹ) دونوں واقعات کا سبب حضرت کے اونٹوں کی گرفتاری ہی ہے ۔ ممکن ہے کہ یہ دونوں واقعات متذکرہ بالا ایک ہی ہوں جنکو مختلف ناموں سے مورخین نے لکھدیا ہو گا ۔ یا علیحدہ علیحدہ دو واقعہ ہوں ۔ بہرحال دونوں کی کیفیت تحریر کر دی گئی ہے ۔

قحط مدینہ و دعائے استسقا

قحط مدینہ و دعائے استسقا

اس سال مدینہ میں بوجہ خشک سالی سخت قحط پڑا درخت تک خشک ہو گئے تھے ۔ مسلمان خدمت سرور کائنات میں حاضر ہوئے اور التجائے دعائے بارش کی کی ۔ حضور نے دن مقرر فرما کر حکم دیا کہ سب لوگ اپنے اپنے صدقات لیکر بیرون مدینہ آئیں ۔ چنانچہ روز موعود پر سب آئے حضرت سب کو ساتھ لیکر بیرون مدینہ تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز بلا اذان و اقامت کے ادا کی ۔ رکعت اول میں سورہ "سبح اسم ربك الاعلى" اور دوسری میں "ھل اتی" پڑھی اور بعد نماز دعا کی ہنوز دعا ختم نہوئی تھی کہ بقدرت الٰہی ابر آیا اور بارش شروع ہو گئی سات روز تک متواتر اس کثرت سے بارش ہوئی کہ مردمان مدینہ تنگ آکر خدمت حضور میں آئے اور مسدودی بارش کی دعا کے لیئے عرض کیا ۔ حضرت نے پھر دعا کی تو مضافات مدینہ میں مینہ برستا رہا مگر شہر میں بارش بند ہو گئی ۔ حضرت نے اس روز جناب ابو طالب کے اور انکے ان اشعار کو جو کہ انہوں نے دعائے استسقا کے

روز کہے تھے یاد فرمایا۔ علی نے وہ اشعار حضرت کو سنائے جسکو سنکر حضرت بہت خوش ہوئے ؞

فرض حج

اسی سال طواف خانہ کعبہ مسلمانوں کیواسطے فرض ہوا اور آیہ "اتموا الحج والعمرة للہ ..... الخ" نازل ہوئی بعض کا قول ہے کہ سال نہم میں فرض ہوا ؞

روانگی رسول بمکہ بغرض عمرہ و صلح حدیبیہ عمر کی مخالفت و فائدہ صلح

منع حضرت بمکہ مانع ہونا قریش کا و صلح حدیبیہ

خواب حضرت و تہیہ حج

چھ برس گذر گئے تھے کہ اس جلاوطن مکی نبی نے اس معبد کی زیارت نہ کی تھی جسکے مجاور و کلید بردار اسکے آبا و اجداد تھے۔ رسول نے ایک روز خواب دیکھا کہ وہ زیارت کعبہ کو گئے ہیں اور عمرہ گذارا ہے اور خانہ کعبہ کی کنجی اپنے ہاتھہ مین لی ہے اور اصحاب مین بعض نے سر منڈایا ہے اور بعض نے عرفات میں توقف کیا ہے۔ رسول نے اس خواب کو اصحاب سے بیان کیا۔ اصحاب نے اسکو بشارت تصور کیا۔ اور گمان کیا کہ یہ سعادت اسی سال حاصل ہوجائیگی۔ بشیر بن سفیان الکعبی جو مکہ میں مسلمان ہوا تھا مگر اسنے ہجرت نہ کی تھی وہ مدینہ آکر سعادت پابوسی رسول سے مشرف ہوا رسول کی رائے ہوئی کہ امسال حج و عمرہ بجالایا جاوے شتران ہدی و نحری جمع کیجاویں چنانچہ ۶۳ دبر ولیتے ستر اونٹ جمع ہوئے جن میں ابوجہل والے وہ اونٹ بھی تھے جو جنگ بدر میں حضرت کے ہاتھہ آئے تھے۔ ناجیہ بن جندب کو حفاظت و ہمراہی شتران پر مامور کرکے روانہ کیا گیا۔ بعض اصحاب کی رائے تھی کہ مسلح چلنا چاہیے مگر حضرت نے فرمایا کہ ہم جنگ کو نہیں جاتے بلکہ ارکان عمرہ ادا کرنے جاتے ہین ہتھیار رکھنے کی ضرورت نہیں ہے سوا تلوار کے کوئی ہتھیار نہ لیا جاوے

روانگی حضرت ۱۴۰۰ مسلمانان

چنانچہ ابن مکتوم کو خلافت مدینہ پر مامور کرکے حضرت نے غسل کیا اور ناقہ قصوے پر سوار ہوکر معہ اصحاب روانہ ہوئے اور مقام ذی الحلیفہ پر پہنچکر رو بقبلہ ہوکر حضرت نے احرام باندہا اکثر اصحاب نے بھی حضرت کا اتباع کیا مگر بعض نے شعر پہنچکر احرام باندہا۔ حضرت کے ہمراہ قریب ایکہزار چارسو کے اصحاب تھے۔ ۱ ذی قعدہ کو مدینہ سے باہر آئے تھے عبادہ بن بشیر طلیعہ مسلمانان پر مامور تھے۔ بشیر بن سفیان کو بغرض آگاہی قریش مکہ کہ حضرت کا ارادہ جنگ کا نہیں ہے آگے روانہ کیا گیا تہا ؞

خالد بن ولید کو قریش کمین گاہ میں مامور کیا تہا

ایک روایت مین ہے کہ قریش نے خبر آمد حضرت پاکر شتیری خالد بن ولید کو معہ ۲۰۰ سوار و نکے مامور کردیا تہا کہ کمین میں رہکر جہاں موقعہ پائے حضرت پر حملہ کرے اور اسی سبب سے اس روایت کیموافق آیہ نماز خوف نازل ہوئی اور حضرت کی دوراندیشی و احتیاط سے خالد کو موقعہ نہ ملا۔ (حیات القلوب)

خبر آمادگی فساد قریش

بشیر نے واپس آکر حضرت کو خبر دی کہ قریش کو تشریف آوری حضور کی خبر ہوگئی ہے اور وہ آمادہ فساد ہیں اور مقام ذی طوی میں جمع ہوکر بعد مشورہ باہم عہد کیا ہے کہ حضور کے داخلہ مکہ کے سد راہ ہوں۔ اور قبائل عرب سے امداد لیکر لشکر تیار کیا ہے اور خالد بن ولید کمین گاہ میں مامور ہے۔ اور عکرمہ بن ابوجہل طلیعہ لشکر پر متعین ہے ؞

مشورہ حضرت با صحابہ

حضرت نے اصحاب سے مشورہ کیا۔ بعض کی رائے ہوئی کہ اول اُن قبائل کے منزلوں پر حملہ کردیا جاوے جو قریش کی امداد کو آئے ہیں

اور انکو تاراج کردیا جاوے وہ بغرض امداد و حفاظت عیال خود آئینگے اور لشکر قریش سے علیحدہ ہو جائینگے اور چونکہ وہ منفرق اور تھوڑی تعداد مین ہونگے مغلوب ہو جائینگے۔ مگر صلح پسند رسول نے اسکو پسند نہ کیا اور فرمایا کہ ہم بارادہ زیارتِ کعبہ آئے ہین نہ بہ نیتِ جنگ اور راستہ غمیم کو جہان خالد کی موجودگی کی خبر ملی تھی چھوڑکر ایک درہ کی راہ سے روانہ ہوئے تاکہ بحفاظت نزدیک مکہ پہنچ جاوین یہ راہ نہایت سخت گذار تھی اور بڑی محنت سے طے ہوئی۔ خالد بھی اپنے موقعہ کمین سے واپس آکر قریش سے ملگیا ٭

فال بدافتاد کی ناقہ حضرت

جب حضرت ایک ٹیلہ پر جو حدیبیہ کے قریب ہے پہنچے تو ناقہ حضرت زانو کے بہل گر پڑا جس سے اصحاب حضرت کو گونہ تشویش ہوئی۔ اور حضرت نے بھی اخذ کرلیا کہ مقابلہ جنگ کرنا بہتر نہین صلح سے ہی کام لینا بہتر ہے۔ ناقہ کو ڈانٹا گیا جو اٹھکر چل تو دیا۔ مگر راستہ چھوٹ گیا۔ پانی کی سخت تکلیف رہی ٭

ہذیل نے ارادہ قریش کی خبر دی

ہذیل بن ورقہ خزاعی معہ چند اہل قبیلہ کے جو حضرت سے دوستی رکھتے تھے آگے آکر حضرت سے ملاقی ہوے اور ظاہر کیا کہ کعب و عامر پسران لوی معہ چند قبائل کے چاہ ہائے حدیبیہ پر فروکش ہوئے ہین کہ آپ کو مکہ جانے سے روکین اگر آپ نہ رکین تو جنگ کرین حضرت نے فرمایا کہ ہم ہرگز بہ ارادہ جنگ نہین آرہے ہین۔ بلکہ زیارت کعبہ کو آرہے ہین اگر قریش کو زیادہ ہوس جنگ کی ہے تو وہ کوئی اور وقت مقام مقرر کرلین اور جنگ کرین۔ ہذیل نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو مین قریش کے پاس جاکر یہی بات انسے کہون حضرت نے فرمایا کہ ضرور جاو اسنے جاکر قریش سے تمام گفتگو حضرت کی بیان کی اور جنگ سے باز رہنے کی صلاح دی مگر حکم بن ابوالعاص اور تمامی قریش نے کچھ نہ مانا اور کہا کہ ہذیل محمد سے دوستی رکھتا ہے۔ عروہ بن مسعود ثقفی نے جو دلمیں نصیحت ہذیل کو مستحسن سمجھتا تھا قریش سے کہا کہ اگر تمکو مجھپر اعتبار ہو تو مین جاکر محمد سے گفتگو کرون۔ عروہ نے آکر حضرت سے گفتگو کی اور کہا کہ آپکے ساتھ مین سب بے سامان آدمیونکو دیکھتا ہون اگر جنگ ہوئی تو یہ کیا کرسکین گے سب بھاگ جائینگے۔ اسپر حضرت ابوبکر کو غصہ آیا کہ ہم حضرت کو چھوڑکر بھاگ جانیوالے ہین؟ عروہ نے کہا اے ابوبکر اگر مجھپر تیرا ایک احسان نہوتا جس سے مین بری الذمہ نہین ہوا ہون تو مین تجھکو اس غصہ کا جواب دیتا اور مزہ چکھاتا (رد ضة الصفا) یہ کنایہ فرار احد کے متعلق تھا۔ حضرت نے اس اشتعالی گفتگو کو سنکر عروہ سے بھی وہی ارشاد فرمایا جو ہذیل سے کہا تھا۔ عروہ نے واپس جاکر قریش کو لشکر اسلام کی ہیبت سے مخوف کرکے حضرت کی گفتگو سنائی اور کہا کہ مناسب ہے کہ محمد کو زیارت کعبہ سے نہ روکو مگر قریش جم گئے اور قسم کھائی کہ اس سال تو ہم ہرگز انکو مکہ مین آنے دینگے البتہ اگر وہ جنگ نہ کرینگے اور صلح کرلینگے تو آیندہ سال وہ آسکتے ہین ٭

عروہ کا پرلطف کنایہ

ابوبکر سے نصیحت قریش سے

حلیس کا قریش کو حضرت کے سدراہ ہونے سے روکنا

ایک شخص حلیس نامی جو قبائل عرب کے سرداروں مین تھا۔ اسنے بھی حضرت کی گفتگو کو سنکر قریش سے اصرار کیا کہ حضرت کے زیارت کرنیکے سدراہ نہون بلکہ قبائل عرب کے واپس لیجانیکی بھی دہمکی دی مگر قریش نے اسکو بھی یہ کہکر سمجھا لیا کہ محمد سے حسب دلخواہ صلح

کرنے کیغرض سے یہ دباؤ دیا جا رہا ہے ❖

گرفتاری و رہائی قاصد حضرت

وقت روانگی مدینہ بھی حضرت نے وہیں سے خراش بن امیہ کو شتر ثعلب پر سوار کرکے اظہار مطلب کیواسطے قریش کے پاس بھیجا تھا لیکن قریش نے خلاف دستور عرب اسکے اونٹ کو پے کردیا اور قاصد و سفیر مذکور کو بھی قتل کرنا چاہتے تھے مگر قبائل مضافات نے قتل سے باز رکھا لیکن اسکو گرفتار کر رکھا گیا۔ جو بعد کو چھوڑ دیا گیا ❖

عمر کا سفارت رسول سے انکار و جواب پر سرسری نظر

اب رسول نے یہ شدید رکاوٹ قریش کی دیکھکر حضرت عمر سے فرمایا کہ تم مکہ جاؤ اور قریش کو اطمینان دلاؤ کہ ہمارا ارادہ کسی طور پر اسوقت جنگ کا نہیں ہے بمحض زیارت کعبہ کو آئے ہیں وہ ہمارے مانع نہوں لیکن عمر نے بخوف قتل بباعث دشمنی عذر کیا "یا حضرت مجھے وہ لوگ مار ڈالینگے عثمان بن عفان کو بھیجیے کیونکہ قریش انکو عزیز رکھتے ہیں" (روضۃ الصفا) اب شب ہجرت اور اُحد خندق وغیرہ کے مواقع پر علی کی اطاعت و تعمیل حکم میں اپنی جان کی بے پروائی قابل موازنہ ہے۔ مولف سیرۃ الفاروق نے اس انکار و گریز کے دھبہ کو حضرت فاروق کے دامن سے دھونا چاہا ہے۔ اور تحریر کیا ہے کہ حضرت عمر اپنی جان کا خوف نکرتے تھے بلکہ یہ چاہتے تھے کہ کوئی جھگڑا نیا کھڑا نہو۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیا نیا جھگڑا انکے لیے کھڑا ہو سکتا تھا۔ جو عثمان کے واسطے نہ تھا۔ اور یہ وجہ مولف صاحب کو کیسے معلوم ہوئی۔ مورخین سابق کے بیان کے خلاف مولف ممدوح کی ذاتی رائے بغیر سند کے قابل قبول نہیں

عثمان معہ دس آدمیوں کے بھیجے گئے جو قریش نے محصور کر لیے

بہر حال حضرت نے عثمان بن عفان کو بھیجا اور بہ نظر احتیاط انکے عقب میں بخیال حفاظت عثمان حضرت نے دس آدمی اور بھیجا عبداللہ بن سہیل۔ عباس بن ربیعہ۔ ہشام بن عبدالعاص۔ حاطب بن عمرو۔ حاطب بن ابی بلیعہ۔ عمر بن وہب عبداللہ بن ابی خزاعہ۔ عبداللہ بن امیہ۔ روانہ کئے۔ قریش نے ان سب کو بھی محصور کر لیا اور ایک بات نہ مانی۔ بلکہ عثمان کے قتل کی بھی خبر مشہور ہوگئی تھی ❖

بیعت حضرت

اب حضرت نے تمامی اہل اسلام کو جمع کرکے سب سے بیعت لی اور عہد و پیماں لیے کہ اگر جنگ ہوگی تو ہرگز گریز نکرینگے اور حکم حضرت سے منہ نہ پھیرینگے۔ عثمان کیجانب سے حضرت نے خود اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے داہنے ہاتھ پر بطریق بیعت کے رکھا تھا۔ بعض اسکو بیعت رضوان کہتے ہیں مگر اصلاً یہ بیعت رضوان نہیں تھی ❖

گرفتاری ۵۰ مردان قریش و رہائی بعوض میثمان و ہمراہیان عثمان

اسی اثنا میں ایک رات کو قریش نے پچاس آدمی بھیجے تھے کہ اصحاب رسول میں سے جو ملے گرفتار کرلائیں انکو محمد بن مسلمہ و اوس بن خولی و عبادہ بن بشیر نے جو لشکر اسلام کے حفاظت شب پر معہ ایک جماعت کے مامور تھے گرفتار کر لیا اور حضرت کے روبرو پیش کیا حضرت نے ان سب کو حراست میں رکھنے کا حکم دیا۔ دوسرے روز سہیل بن عمرو ان لوگوں کی رہائی کے واسطے قریش کیجانب سے آیا تو حضرت نے فرمایا کہ عثمان اور ہمارے ان مسلمانوں کو جنکو تم لوگوں نے گرفتار کر لیا ہے چھوڑ دو تو ہم ان کو چھوڑ دینگے چنانچہ مشرکین نے عثمان اور دس آدمیوں کو چھوڑ دیا حضرت نے بھی انکے بدلے میں اتنے ہی آدمی قریش کے چھوڑ دیئے ❖

گفتگو منظوری صلح

گفتگو مصالحت ہوتی رہی سہیل و خویطب و حفص و مکرز مشرکین نے چند مرتبہ کی آمد و شد بڑی رد و قدح کے بعد یہ امر طے کیا کہ اس سال تو حضرت بلا زیارت کعبہ و داخلہ مکہ واپس چلے جائیں سال آئندہ اگر آئینگے تو کوئی مانع نہو گا۔ رسول اللہ نے بمصالح چند در چند اس صلح کو منظور فرما لیا۔ چنانچہ حسب شرائط ذیل صلح قرار پائی ؛

(۱) مدت دس سال تک باہم اہل اسلام و قریش جنگ و جدال بند رہیگی۔ ایک دوسرے کے شہر میں برابر آمد و رفت رکھینگے کسیکی جان و مال کو کوئی فریق نقصان نہ پہنچائے گا ؛

شرائط صلح متعلق غلبہ

(۲) جو اشخاص یا گروہ عہد پیغمبر میں آئینگے قریش انکے مزاحم یا متعرض نہونگے اور جو ہم عہد قریش ہونگے انکے مسلمان درپے نہونگے

(۳) جو شخص بخوشی مسلمان ہوگا قریش اسکے مانع نہونگے اور مسلمان مکہ میں بھی اپنے ارکان مذہبی و تبلیغ بالاعلان ادا کرسکینگے

(۴) جب حضرت یا مسلمان سال آئندہ بغرض زیارت آئینگے تو مسلح نہ آئینگے۔ تلواریں بھی غلاف میں ہونگی اور تین روز سے زیادہ مکہ میں قیام نہ کرسکینگے اور بزمانہ طواف مسلمین تین روز کیواسطے قریش اپنے بت وہاں سے ہٹا لینگے ؛

(۵) مشرکین میں سے اگر کوئی بلا اجازت اپنے ولی کے حضرت کیطرف جائے تو باوجودیکہ وہ اسلام قبول کرے اسکو اسکے ولی کے پاس واپس بھیجدیا جائیگا لیکن مسلمانوں میں سے اگر کوئی ترک اسلام کرکے قریش کے پاس آجائیگا اسکو وہ واپس نہ دینگے ؛

حضرت عمر کا استعجاب

چنانچہ ان شرائط پر صلح طے اور منظور ہوگئی۔ حضرت عمر نے تعجب کیساتھ حضرت سے پوچھا کہ کیا آپ اس صلح پر راضی ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں (روضۃ الصفا) اس صلح کے متعلق حضرت عمر کی برافروختگی اور طنز ایک مشہور واقعہ ہے جنکے الفاظ و انداز کو ذوق کے سانچہ میں ڈہالینے کی ہمدرد مورخین نے طرح طرح کی قابل داد کوششیں کی ہیں۔ جیسا کہ اسکے ذیل میں دکہلایا جائیگا۔

ابو جندل پسر سہیل واپس دیدیا گیا

ابو جندل پسر سہیل اسی دوران میں مسلمان ہوا تہا قبل تحریر صلحنامہ کے سہیل نے اسکی واپسی چاہی۔ حضرت نے فرمایا کہ عہدنامہ ابھی لکھا نہیں گیا تو اس نے کہا کہ اگر یہ نہو گا تو صلح بھی نہو گی جسپر سعد بن عبادہ و اُسید بن خضیر کو غصہ بھی آیا تہا۔ مگر حضرت نے بہ نظر رفع شر سہیل سے یہ وعدہ لیکر کہ اسکو کچھ تکلیف نہ دیجائیگی واپس دیدیا۔ ابو جندل سے جسپر بوجہ قبولی اسلام ماں باپ کیطرف سے بہت مظالم ہوئے تھے حضرت سے اور مسلمانوں سے فریاد بھی کی کہ اسکو ظالموں کے ہاتھ میں واپس نہ دیاجاوے مگر حضرت نے اسکو بہت کچھ تسکین دیکر رخصت کر دیا ؛

تحریر صلحنامہ علی

تحریر صلحنامہ کیواسطے حضرت نے اوس بن خولی کو طلب فرمایا۔ مگر سہیل نے کہا کہ اس صلحنامہ کو یا علی لکھیں یا عثمان دوسرے کی تحریر ہمکو منظور نہو گی۔ چنانچہ علی کو حکم تحریر دیا گیا اور فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل نے اعتراض کیا کہ رحمن و رحیم کو ہم نہیں جانتے کہ کیا چیز ہے یوں لکھوائے کہ "بسمک اللّٰھم" جیسے پہلے لکھا جاتا تہا۔ حضرت نے علی سے کہا کہ یونہی لکھ دو یہ بھی نام خدا کا ہے۔ علی نے تعمیل ارشاد کی پھر حضرت نے فرمایا کہ لکھو یہ عہدنامہ ہے درمیان محمد رسول اللہ و قریش کے جسکو علی نے لکھا لیکن اسپر بھی

سفیر قریش رسول قریش کے اعتراضات

قریش کا اصرار کہ محمد کے نام سے رسول اللہ کاٹ دو

سہل نے اعتراض کیا کہ ہم آپکو رسول اللہ کب جانتے ہیں اگر ہم ایسا جانتے ہوتے تو پھر نزاع کیوں ہوتا اس لفظ رسول اللہ کو کاٹ دو "محمد بن عبداللہ لکھو (روضۃ الصفا) اب علی کو کہاں تاب ہو سکتی تھی کہ سہل کے اس بے باکانہ اعتراض کو سنتے اور ضبط کرتے کیونکہ فوراً رکھ دیا گیا اور قبضہ تلوار پہ ہاتھ پہونچ گیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ "بس اب ہمارے تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کریگی" (حیات القلوب) اب اس دور بین نبی نے اس شیر کو غضبناک دیکھکر نہایت نرمی و متانت سے ارشاد فرمایا یا علی جانے بھی دو کاٹ کر محمد بن عبداللہ ہی لکھدو"

علی کی عقیدتمندی و گرمجوشی اسلام

واہ رے ضبط و پاس ادب رسول کہ فوراً سر تسلیم خم ہوجاتا ہے اور عرض کیا جاتا ہے "یا حضرت اگر حضور کی تعمیل حکم مانع نہوتی تو مین انکو ابھی انکی گستاخی کا مزہ چکھا دیتا لیکن مجھسے یہ گستاخی کیونکر ہوگی کہ حضور کے نام سے کلمہ حق کو اپنے ہاتھ سے محو کردون"۔ قدر دان انصاف پسند نبی نے اس فرمانبردار کی سچی عقیدتمندی پر لحاظ کرکے خود اپنے دست حق پرست سے لفظ رسول اللہ کو

صلح مکمل ہوگیا

بمقابلہ کفار قلمزد فرمادیا۔ غرضیکہ صلحنامہ حسب شرائط بالاتحریر ہوکر مسلمانوں کیطرف سے ابوبکر۔ عمر۔ عبدالرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ عثمان بن عفان۔ ابوعبیدہ جراح۔ محمد بن مسلمہ۔ ابوجندل کے دستخط ہوے اور قریش کیجانب سے سہیل۔ ابوسفیان۔ حویطب بن عبدالعزی۔ مکرز بن حفص وغیرہ کے دستخط ہوے اور اسکی ایک نقل قریش کے پاس اور ایک رسول کے پاس رہی ؛

رسول کی پیشین گوئی علی کے واسطے بھی ایسا ہی وقت آنیوالا ہے

بعد تحریر اس صلحنامہ کے رسول نے علی کیطرف موہنہ کرکے فرمایا کہ "اے علی تمکو بھی ایک وقت میں ایسا ہی واقعہ پیش آئیگا" (روضۃ الصفا) چنانچہ جنگ صفین میں معاویہ کیساتھ علی کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ اور رسول کی پیشین گوئی اس واقعہ سے تیس برس بعد صحیح ثابت ہوئی جسنے نایب نبی کے واقعات کی مطابقت کردی ؛

حضرت عمر کی برافروختگی مخالفت رسول سے

پرلطف مکالمہ رسول سے

از روضۃ الصفا

اس صلح سے جو بظاہر بہت کمزوری اور دباؤ کی صلح معلوم ہوتی تھی اکثر ظاہر بین اصحاب کو اختلاف تھا۔ اور اختلاف حضرت فاروق سب سے زیادہ تھا چنانچہ بروایت (حیات القلوب) حضرت عمر کہتے تھے کہ اگر چالیس آدمی میرے ساتھ ہوجاتے تو اس امر میں میں محمد سے ضرور مخالفت کرون۔ اور بقول (روضۃ الصفا) "اس صلح سے اکثر مسلمانوں کے دلوں میں شبہات عظیم پیدا ہوگئے تھے۔ چنانچہ حضرت فاروق خود فرماتے ہیں کہ "اس روز امر عظیم نے میرے دل میں خطور کیا تھا اور میں رسول اللہ کے پاس گیا اور کہا کہ کیا آپ پیغمبر برحق نہیں ہیں؟ (گویا انکو شک تھا) حضرت نے فرمایا کہ ضرور ہوں" میں نے عرض کیا کہ کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ "ایسا ہی ہے" میں نے عرض کیا کہ پھر آپ کیوں ایسی ذلت و حقارت منظور کی (گویا آپکے نزدیک مصلحت رسول ذلت و فعل رسول حقارت کا تھا) حضرت نے فرمایا کہ "میں خدا کا رسول ہوں مجھے جیسا حکم خدا کا ویسا کرونگا" (اس مسکت جواب پر بھی تسکین نہیں ہوتی) عمر کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ "کیا آپنے ہمسے وعدہ نہیں کیا تھا کہ جلد ہم مکہ جاکر طواف خانہ کعبہ کرینگے" حضور نے فرمایا کہ کیا میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہوگا" میں نے کہا کہ "نہیں تو نہیں کہا تھا" اسکے بعد صاحب روضۃ الصفا ایک اور روایت لکھتے ہیں کہ اسوقت حضرت نے عمر سے کہا کہ "کیا تم بھول گئے کہ روز احد تمنے راہ گریز

اختیار کی تھی اور مین تمکو آواز دیتا تہا اور تم مین سے کوئی ملتفت نہوتا تہا۔ آیا تم بہول گئے کہ روز خندق جب دشمن اوپر
اور نیچے سے آئے تو تمہاری کیا کیفیت تھی اور اسیطرح حضرت نے تمام واقعات یاد دلائے۔ تب عمر خاموش ہوے غالبًا خجالت
باعث خاموشی کا ہوئی ہوگی، مگر اسپر بھی صبر نہ آیا اور بروایت روضۃ الصفا وہ خود فرماتے ہین کہ مین نے مجلس حضور سے
باہر آکر ابوبکر سے اپنے خطور کو بیان کیا۔ اہنون نے وہی جواب دیا جو حضرت نے دیا تہا کہ وہ رسول ہین جو کام کرتے ہیں
وحی سے کرتے ہین۔ بہتر و مصلحت یہ ہے (یہ دونون لفظ قابل غور ہین) کہ ان کی رکاب سے علیحدہ نہونا اور ان پر اعتراض
نکرنا۔ ابو عبیدہ جراح نے بہی ملامت کی۔ وہ خود فرماتے ہین کہ اس خطور کی بابت مدت دراز تک مین نے استغفار کی"۔

یہ سب عبارت تاریخ روضۃ الصفا کی ہے۔ اب ناظرین حضرت عمر کے طریقہ عمل و ایمان بالرسول کے متعلق خود رائے قایم
ابوالفدا کی بیر حجابی — فرمالین۔ اور حضرت فاروق اور رسول اللہ کے اس مکالمہ کو ابوالفدا نے تو اسطرح لکھا ہے کہ "یا رسول اللہ کیا تو آپ خدا کے رسول
ترجمہ — نہیں یا ہم مسلمان نہیں" اور کبھی کہا کہ "آپ اس صلح سے عزت کہوتے ہیں" اور اسپر بھی اس طرزا دا کو گرمجوشی اسلام پر
محمول کیا ہے (سبحان اللہ) کیا گرمجوشی اسلام ہے۔ رسول کا پاس ادب جاتا رہے رسالت مین جا شک ہوجائے مگر
گرمجوشی اسلام باقی رہیگی "ماشاء اللہ" اور مولوی شبلی صاحب نے تو اسکو ایک خوش ذائقہ ناولانہ لطیفہ بنا دیا ہے مگر تاہم
اس سے مصر نہوا کہ اس گفتگو اور انداز گفتگو کو خلاف ادب نہ سمجھتے ؛

حضرت نے قربانی کی — بہرحال اسکے بعد رسول نے حکم دیا کہ قربانی کیجاوے اور بال ترشوائے جائین۔ مگر چونکہ اکثر مسلمان اس صلح سے کیا
بلکہ رسول کی رسالت سے ہی بددل و مشتبہ تھے کسی نے تعمیل حکم رسول کی اور کہا کہ جب ہم نے طواف نہیں کیا تو قربانی اور
موتراشی کیون کرائین۔ حضرت کو اسکا ملال ہوا اور ام سلمہ سے جو اس سفر مین حضرت کے ساتھ تھین اصحاب کی اس عدول
حکمی کو نہایت افسردہ خاطری سے ظاہر کیا۔ ام سلمہ نے جو ہشیار و فہیم تھین عرض کیا کہ آپ اس قدر تشویش کیون فرماتے ہین
آپ خود قربانی کرین اور موتراشی کرائین سب آپکو دیکھکر اتباع کرینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قربانی کے اونٹون میں ابوجہل کا بہی
اونٹ تہا۔ جو اتفاق سے چہوٹ کر ابوجہل کے گہر چلا گیا تہا مشرکین نے اسکو ضبط کرنا چاہا۔ مگر سہیل نے جو صلحنامہ کا
بانی تہا انکو روکا اور حضرت کے پاس صلحًا پیغام بہیجا کہ اسکے بدلہ مین سو اونٹ لے لین اور اسکو چہوڑ دین مگر حضرت نے
منظور نہ فرمایا اور کہدیا کہ اگر وہ قربانی کا نذر کیا ہوا نہوتا تو البتہ یہ بات منظور ہوسکتی تھی۔ چنانچہ وہ اونٹ قریش
کو واپس کرنا پڑا۔ اور حضرت تمام اونٹون کی قربانی کراکر اور حدیبیہ و مکہ مین گوشت تقسیم کراکر معہ سب مسلمانون کے
واپس ہوئے کہ آیہ "انا فتحنا لک فتحا مبینا" نازل ہوئی ؛

فایدہ صلح — اس صلح سے یہ فایدہ ہوا کہ مکہ مین مسلمان جو ابتک خفیہ اور تقیہ مین رہتے تھے۔ اور ظاہر ہوجانے پر انکو سخت سخت مظالم

برداشت کرنے پڑتے تھے اب مطلق العنان ہوکر علانیہ ارکان دین ادا کرنے اور مباحثہ و مناظرہ و تبلیغ اسلام کرنے لگے جس سے ایک سال میں اس قدر آدمی مکہ و مضافات مکہ میں مسلمان ہوئے کہ اب تک کے مسلمانوں کی برابر تعداد انکی ہوگئی یہ حضرت کا نہایت دوراندیشی کا اور تدبر کا کام تھا۔ ورنہ بحالت جنگ جبکہ مسلمان غیر مسلح تھے۔ دشمن کا دباؤ اور تعداد زیادہ بجز شکست اور کچھ نتیجہ نہ ہوتا۔ اب بلا جنگ وہ آزادی حاصل ہوگئی جو جنگ سے ممکن نہ تھی ۔

بیعت رضوان و راسپر نظر

بیعت رضوان یا بیعت تحت شجرہ اور اسپر سرسری نظر

اب جن لوگوں کی رائے صلح کے خلاف تھی اور شکوک پیدا ہوگئے تھے نادم ہوئے اور حضرت سے معذرتین کی گئین اور آئندہ کے واسطے مستحکم وعدہ اتباع کی کئے تو حضرت نے پھر ایک درخت کے نیچے سب سے دوبارہ بیعت لی کہ اب کبھی حضرت کے کاموں میں انکار یا شبہ نکرینگے اور فرمان حضرت کی مخالفت نہ کرینگے۔ اس بیعت کو "بیعت رضوان" اور "بیعت تحت شجرہ" کہتے ہیں اور آیات "لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ" وغیرہ نازل ہوئیں جسپر بجانب مخالفین رائے رسول بھی بڑا فخر و ناز کیا جاتا ہے اور سب کے واسطے یکسان رضائے الہی حاصل کرنیکا ادعا ہے حالانکہ خود آیت "فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجراً عظیما" بتلاتی ہے کہ محض بیعت کرنے سے کوئی شخص مستحق اجر عظیم یعنی رضائے الہی کا نہیں ہوتا نہ مستحق کسی فضیلت کا ہوسکتا ہے۔ بلکہ اجر عظیم مشروط ہے۔ وفائے عہد پر پس اصل شے وفائے عہد ہے، نہ کہ خالی بیعت کرلینا۔ اور آیت اول مین بھی رضی اللہ کے تحت مین صرف وہی اشخاص آسکتے ہین جو مومن تھے یعنی جو ایمان باللہ و بالرسول پر ثابت قدم تھے اور انکے ایمان مین کوئی لغزش یا خطور نہ آیا تھا نہ کہ وہ جنکو خطور پیدا ہوگئے تھے کیونکہ رضی اللہ کے ساتھ من المومنین کا لفظ آیا ہے۔ لہذا قبل اس بیعت کے اول درستی ایمان ثابت ہو تب کوئی رضی اللہ کا مستحق ہوسکتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ قبل صلح حدیبیہ جو حضرت نے بیعت لی تھی اسکو بیعت رضوان کہتے ہین جسمین عثمان کے ہاتھ کی جگہ اپنا بایان ہاتھ اپنے دہنے ہاتھ پر رکھا تھا مگر یہ صحیح نہیں ہے ۔

اسلام ابو البصیر و ابو العاص و تیاری مہر حضرت ارسال مکاتب معہ بعض سرایا

اسلام ابو البصیر و فرار از مکہ

بعد مراجعت حضرت کے ابو البصیر مسلمان ہوکر مکے سے بھاگ کر مدینہ آیا تو قریش مین سے اخنس بن شریق اور ازہر بن عوف نے حضرت کو نامہ لکھا کہ موافق عہدنامہ کے اسکو واپس کیا جائے اور بنی عامر مین سے ایک شخص کو جسکے ساتھ ایک غلام کوثر نامی تھا اسکے لینے کو بھیجا جنہون نے مدینہ پہنچکر ذریعہ ابی بن کعب کے وہ نامہ حضرت کے پاس پہنچایا حضرت نے موافق عہد ابو بصیر کی واپسی کا حکم دیا ابو البصیر نے بہت التجا کی کہ اسکو دشمنوں مین نہ بھیجا جائے وہ سخت اذیت پہنچائینگے۔ مگر حضرت نے فرمایا کہ ہمارے دین مین نقض عہد نہیں کیا جاسکتا اور اسکو تسلی دی کہ قریش بھی بموجب صلحنامہ کے اسکو ایذا نہ دینگے۔ دونون قاصد ابو البصیر کو ہمراہ لیکر روانہ ہوئے۔ راستہ مین

مقام ذوالحلیفہ پہنچکر کچھ آرام کیا۔ کوثر کے پاس ایک تلوار تھی۔ ابوالبصیر نے تلوار کی تعریف کرکے اس سے دیکھنے کو مانگی اس نے دیدی۔ ابوالبصیر نے اسی تلوار سے کوثر کو فوراً قتل کردیا۔ اور اسکے ساتھی پر بھی حملہ کیا۔ وہ بھاگ کر مدینہ میں آیا۔ ابوالبصیر بھی اسکی سواری پر سوار ہوکر مدینہ آیا اور حاضر خدمت ہوکر عرض کیا کہ خدا نے اسکو اسطرح پر دشمنوں سے بچالیا۔ حضرت نے جو حال سنا تو اس سے اس حرکت پر ناخوش ہوکے کہ یہ جنگ کا مشتعل کرنے والا ہے۔ یہ کلام حضرت کے سنکر وہ یہاں سے بھی فرار ہوگیا اور جاکر دریا کے کنارہ مقام عیص پر قیام کیا۔ ابوجندل پسر سہیل نے جسکو اسکے باپ نے وقت صلحنامہ واپس لیا تھا۔ جب یہ حال سنا تو وہ بھی مکہ سے بھاگ کر ابوالبصیر سے آملا جسکے بعد اور بھی مسلمان ایک ایک کرکے قبائل اسلم وجہینہ وغیرہ سے بھاگ بھاگ کر آکر ان سے ملتے گئے یہانتک کہ قریب ۷۰ آدمیونکی جماعت ہوگئی جنہوں نے قافلونکو لوٹنا و تاخت و تاراج کرنا شروع کردیا تب قریش نے ان سے تنگ آکر حضرت کو لکھا کہ ہم اس شرط واپسی در گذرے آپ ابوالبصیر وغیرہ کے گروہ کو مدینہ بلوا لیجئے حضرت نے اس سے خوش ہوکر ابوالبصیر کو خط لکھا کہ تم معہ گروہ کے مدینہ چلے آؤ مگر یہ خط حضرت کا ابوالبصیر کے نزع کیوقت پہنچا جسکے بعد ہی وہ فوت ہوگیا۔ ابوجندل بعد تجہیز و تکفین ابوبصیر کے معہ دیگر مسلمانان خدمت رسول میں حاضر ہوگئے اسی جماعت مسلمانان نے مال قافلہ ابوالعاص شوہر زینب دختر رسول حضرت کا جو بغرض تجارت شام کو جاتا تھا لوٹ لیا تھا۔ بسفارش زینب حضرت نے وہ مال اسکا اس گروہ سے واپس کرادیا ابوالعاص اپنا مال و اسباب لیکر مکہ آیا اور جس جس کا مال تھا انکو واپس دیکر حضرت کے اس اخلاق کریمانہ سے متاثر ہوکر مدینہ آیا اور مشرف باسلام ہوا ؂

ابوالعاص شوہر زینب کا مال واپس کرادیا اور وہ مسلمان ہوگیا

اسی سال میں بعد واپسی مدینہ حضرت نے اپنی مہر ایک انگشتری نقرہ میں کندہ کرائی اور نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس معرفت عمر بن امیہ ضمیری کے ایک نامہ دعوت اسلام و طلبی حضرت جعفر طیار و ہمراہیان جعفر مہاجرین حبشہ کا روانہ کیا۔ نجاشی کے پاس جسوقت حضرت کا نامہ پہنچا اسنے ایک مجلس آراستہ کی اور نامہ حضرت پڑھوا کر سنا جو مشتمل حمد و ثنا باریتعالی و دعوت اسلام تھا۔ اصول و احکام اسلام کو وہ پہلے سن چکا تھا جنکو وہ پسند کرتا تھا۔ خط دعوت سنکر وہ مسلمان ہوگیا اور جواب قبولی اسلام لکھکر واپس کیا اور حضرت جعفر کو بھی معہ ہمراہیان کے نہایت عزت و احترام کے ساتھ معہ ہدایا روانہ کیا۔ چنانچہ جب نجاشی فوت ہوا تو حضرت نے خبر سنکر مدینہ میں اسکی نماز جنازہ چار تکبیر کے ساتھ پڑھی۔ حضرت جعفر کا داخلہ حضرت کے پاس روز فتح خیبر پہنچا تھا

تیاری مہر حضرت و ارسال نامہ دعوت اسلام بنجاشی شاہ حبشہ مسلمان ہوتا

ذی الحجہ

اسی ماہ ذی الحجہ میں رسول نے علا ابن حضرمی کو معہ کچھ فوج کے منذر بن ساوی حاکم بحرین کے پاس بغرض دعوت اسلام بھیجا کہ یا تو وہ اسلام قبول کرے ورنہ اس سے جزیہ طلب کرے۔ بحرین زیر حکومت شاہ عجم تھا۔ منذر معہ جماعت عرب کے مسلمان ہوگیا اور وہاں کے یہود و نصاریٰ نے جزیہ دینا قبول کرلیا۔ اسطرح پر بحرین بلا جنگ زیر تصرف و تحت حکومت اسلام آگیا ؂

سریہ علا حضرمی

ذی الحجہ

سریہ محمد بن مسلمہ ذی الحجہ

حیات القلوب میں ایک اور سریہ محمد بن مسلمہ کا مختصر ذکر اسی سال میں ہے کہ محمد بن مسلمہ معہ ایک جماعت کے ہوازن بھیجے گئے تھے گروہ مخالف خبر پاکر کمین میں بیٹھ گیا جب مسلمانوں کی جماعت بےخبر اُس مقام پر پہنچی تو انہوں نے ایکدم کمینگاہ سے حملہ کردیا اور سبکو قتل کردیا۔ محمد بن مسلمہ بچکر نکل آئے اور بھاگ کر مدینہ پہنچے ؀

ارسال مکاتب ذی الحجہ

اسی ماہ مین حضرت نے حسب ذیل مقامات پر بھی نامہ جات دعوت اسلام روانہ کیے جن کی مفصل کیفیت سال سنہ ۷ھ میں درج ہوگی (۱) ہرقل قیصر روم کے پاس معرفت دحیہ کلبی بن ابی خلیفہ کے (۲) خسرو پرویز شاہ عجم کے پاس معرفت عبداللہ حذافہ سہمی کے (۳) مقوقس شاہ اسکندریہ کو ذریعہ حاطب بن ابی بلتعہ کے (۴) حارث بن ابی شمر غسانی شاہ شام کے پاس معرفت شجاع بن وہب اسدی کے (۵) ہوذہ حنفی و (۶) یمامہ کے پاس معرفت سلیط بن عمرو عامری کے ؀

نزول آیۂ ظہار

اسی سال میں آیۂ ظہار نازل ہوئی۔ خولہ بنت ثعلبہ بن قیس اور اسکے شوہر اوس بن صامت کے درمیان ظہار واقعہ ہوا جو زمانہ جاہلیت میں طلاق سمجھا جاتا تھا۔ بعد نزول آیۂ ظہار ساٹھ مساکین کو کھلا کر وہ پھر زوجیت اوس میں آگئی ؀

سنہ ۷ھ

واقعات سنہ ۷ ہجری

غزوہ خیبر علی کی قلعہ شکنی و فتح۔ کرار غیر فرار و شیر خدا کا لقب پانا۔ عقد حضرت با صفیہ

غزوہ خیبر صفر سنہ ۷ھ

یہودیان خیبر جنمیں بنی النضیر وغیرہ بھی بعد جلاوطنی جاکر شامل ہوگئے تھے اونکے وہ مخالفانہ خیالات و کوششیں اکثر ظاہر ہوتی رہتی تہیں جو قبائل مختلفہ کو حضرت سے جنگ کیواسطے ابھارنے اور امداد دینے میں پیش کیا کرتے تھے اور انکی جانب سے ہر وقت خدشہ رہتا تھا اس سال

تہیہ جنگ و روانگی لشکر اسلام

حضرت نے ارادہ کیا کہ انسے نبٹ لیا جاوے۔ چنانچہ ماہ صفر سنہ ۷ھ میں مہاجرین و انصار کو تیاری جنگ خیبر کا حکم دیا۔ یہ یہودیوں کا مضبوط و مستحکم قلعہ تھا اکثر منافقین و جہلا کو یہ حکم گران ہی ہوا کیونکہ وہ یہودیوں کے مقروض تھے۔ غرض بعد تہیہ اسباب کے سباع بن عرفطہ غفاری کو خلافت مدینہ پر مامور کرکے حضرت معہ ایکہزار چار سو آزمودہ کار آدمیوں کے باہر نکلے اور عکاشہ اسدی کو مقدمہ لشکر پر اور عمر بن الخطاب کو میمنہ پر ایک اور صحابی کو میسرہ پر معین فرمایا ؀

عبداللہ منافق نے دشمن کو خبر دیدی

عبداللہ بن ابی سلول منافق نے یہودیان خیبر کے پاس خبر بھیجدی تھی کہ رسول اللہ تمہارے استیصال کا ارادہ رکھتے ہیں تم تیار ہوجاؤ اور چونکہ تمہاری تعداد زیادہ ہے تم انسے میدان میں جنگ کرنا محصور ہوکر جنگ نہ کرنا۔ چنانچہ یہودیوں نے یہ خبر پاکر سامان تیاری مقابلہ شروع کردی۔ کنانہ بن ابی الحقیق کو بنی غطفان کے پاس بھیجکر ان سے امداد چاہی جو ایکہزار کی جماعت سے انکی امداد کو چلے تھے مگر اپنے عقب میں انکو کچھ حرکت فوج کی سی معلوم ہوئی تو سمجھا کہ مسلمان انکے گھر پر حملہ آور ہوگئے واپس چلے گئے ؀

رسیدگی لشکر اسلام و محاصرہ دشمن

اس زمانہ میں یہودیان خیبر کا حاکم سلام بن مشکم تھا جو بیمار تھا اسنے بھی موافق رائے عبداللہ منافق جنگ کرنیکا مشورہ دیا تھا مگر

زیادہ یہودیوں نے اسکو پسند نہ کیا اور قلعہ بند ہوکر جنگ کرنے کی تیاری کی انکے چار قلعہ تھے جنمیں قلعہ قموص نہایت مستحکم تھا جسکے گرد خندق بھی کھدی ہوئی تھی۔ لشکر اسلام روانہ ہوکر جب منزل صہبا پر پہنچا تو بعد نماز عشا کے رسول نے راہبروں کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ ایسے راستے لیچلو کہ جو درمیان بنی غطفان و خیبر ہو تاکہ بنی غطفان امداد اہل خیبر کو نہ پہنچ سکیں۔ شاد بن بشر کو معہ ۲۰ سواروں کے خدمت جاسوسی پر مامور کیا تھا وہ ایک یہودی کو گرفتار کرکے لائے جسنے سختی ہونے پر سب حال خیبریوں کا بتلا دیا۔ غرض لشکر اسلام قریب پہنچگیا اور اہل خیبر کو خبر نہوئی۔ صبح کو اُٹھے تو لشکر اسلام کو بیرون قلعہ دیکھا۔ چنانچہ قلعہ نطارہ میں اپنے اہل و عیال کو محفوظ کرکے آمادۂ بجنگ ہوئے اور اول اسی قلعہ سے ذریعہ تیر اندازی کے آغاز جنگ کی ہوئی ❊

قلعہ نطارہ پر آغاز جنگ

شہادت محمود بن مسلمہ

رسول بہادران اسلام کو نہایت استقلال سے جنگ کرنیکی بار بار ہدایت فرماتے تھے اس روز محمود بن مسلمہ برادر محمدؐ بن مسلمہ نے زیر قلعہ جاکر خوب جنگ کی بالآخر تھک کر زیر حصار دم لینے لگے کہ کنانہ بن ابی الحقیق نے بالائے قلعہ سے ایک پتھر پھینکا جو انکے سر پر پڑا جسنے خود کو توڑ کر سر پر شدید زخم پہنچایا کہ وہ شہید ہوگئے۔ حباب بن منذر نے رائے دی کہ مقام لشکر ٹھیک نہیں دشمنوں کے تیر بھی لشکر تک آتے ہیں اور ہوا بھی یہاں کی متعفن ہے اور شبخون دشمن کا بھی خوف ہے کسی دوسرے مقام پر قیام لشکر ہونا چاہیئے چنانچہ محمدؐ بن مسلمہ نے اطراف و جوانب میں جانچ کرکے موضع رجیع کو پسند کیا چنانچہ رات کیوقت لشکر گاہ وہاں کو منتقل کر دیگئی ❊

اہل خیبر کے تین قلعہ فتح ہوگئے

اب ہر روز مسلمان زیر قلعہ جاکر جنگ کرتے تھے اور واپس آجاتے تھے۔ ایک رات کو جماعت طلیعہ اسلام ایک یہودی کو گرفتار کرکے لائے جسنے بخوف قتل بتلایا کہ بوجہ اختتام سامان خوراک و خوف جنگ کے یہودیوں کا ارادہ اس قلعہ سے قلعہ شق میں چلے جانیکا ہے اور سلاح جنگ ایک مقام میں محفوظ ہیں جسکو وہ بتلا دیگا۔ چنانچہ دوسرے روز یہودی قلعہ نطارہ خالی کرگئے اور اسپر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اسکے بعد قلعہ شق بھی فتح ہوگیا جس میں کے کچھ یہودی جو مسلمانوں کے ہاتھ آگئے تھے مسلمان ہوگئے۔ اب قلعہ صعب کے محاصرۂ جنگ میں مصروف ہوئے کہ مرحب نے بیرون قلعہ آکر مسلمانوں سے مبارز طلب کیا عامر اسکے مقابلہ کو گئے مگر شہید ہوگئے۔ قلعہ صعب کے محاصرہ میں مسلمانوں کو بوجہ قلت خوراک سخت تکلیف و زحمت ہوئی۔ یہانتک کہ ایکروز ابوالیسر یہودیوں کے گلہ میں سے دو بکریاں پکڑ لائے وہی سب کی غذا ہوئی۔ بالآخر حضرت نے حباب بن منذر کو علم دیکر حکم دیا کہ یکدم قلعہ پر حملہ کیا جائے چنانچہ سخت حملہ و جنگ کے بعد قلعہ مذکور فتح ہوگیا اور بہت سامان خوراک وغیرہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ شراب بہت سی ملی جو بحکم حضرت پھکوا دی گئی ❊

قلعہ قموص کا محاصرہ جنگ

اب یہودی قلعہ قموص میں مجتمع ہوگئے جو بحد محفوظ و مستحکم قلعہ تھا۔ رسول کو کچھ شکایت درد سر کی پیدا ہوگئی تھی اسیوجہ سے خود معرکہ جنگ میں شریک ہوتے تھے! و علی بھی بوجہ شدید آشوب و درد چشم کے جنگ میں شریک تھے۔ ہر روز علم لشکر اصحاب میں سے ایک کی سپرد کرکے بھیجا جاتا تھا مگر چونکہ قلعہ مستحکم تھا فتح نہ ہوتا تھا اور بے نیل مرام واپسی ہوتی تھی ❊

مشہور لوگوں کی ناکامی

بروایت روضۃ الصفا و حیات القلوب ایک روز فاروق اعظم بھیجے گئے اور ناکامیاب واپس آئے اور واپسی پر وہ اپنے ہمراہیوں کو

بزدلی کا الزام دیتے تھے اور ہمراہی انکو۔ دوسرے روز صدیق اکبر علم دیکر بھیجے گئے وہ بھی منہزم ہو کر آئے اور یہ بھی اپنے ہمراہیونکو ملامت کرتے تھے! ور ہمراہی انکو تیسرے روز عمر بن الخطاب دوبارہ بھیجے گئے مگر پھر پسپائی نصیب ہوئی۔ تب شام کیوقت رسول نے روزانہ کی ہزیمتوں سے تنگ ور بددل ہو کر اور یہ دیکھکر کہ یہ کام انمین کسیکے بس کا نہین ہے جملہ مجاہدین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:۔

رسول کا بڑا دعدہ

لاعطين الراية غداً رجلاً كراراً غير فرار يحب الله و رسوله ويحبه الله و رسوله يفتح الله على يديه

(کل مین اسکو علم دونگا جو بڑا لڑنے والا ہے اور بھاگنے والا نہین ہے وہ خدا اور رسول سے محبت رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس سے محبت رکھتے ہین ا ور خدا اُسکے ہاتھ پر فتح دیگا)

مورخین کی دلچسپ طبع آزمائیاں

مولوی شبلی صاحب الفاروق مین ان ہزیمتوں ورناکامیوں پر پردہ ڈالنے کو تحریر فرماتے ہین کہ شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا مین ایک موقع حضرت عمر کے متعلق لکھتے ہین لیکن یہ بھی تحریر فرماتے ہین کہ ہمنے کہین سند نہین پائی نہین معلوم کہ روضۃ الصفا ابوالفدا طبری سے زیادہ اور کس سند کی انکو ضرورت تھی۔ جریر طبری نے ابوبکر و عمر کے پسپا ہونیکا تذکرہ کیا ہے روضۃ الصفا کی عبارت اوپر درج ہو چکی۔ ابوالفدا ایک دلچسپ ملمع سازی کیساتھ لکھتا ہے کہ ابوبکر خوب لڑے۔ عمر اس سے زیادہ لڑے لیکن جب رسول کو خبر ہوئی کہ قلعہ فتح نہین ہوا (جو خوب لڑنیکا پورا ثبوت ہے) تو کہا کہ کل بوقت صبح اس شخص کو علم دونگا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اسکو دوست رکھتے ہین کیونکہ وہ شخص بڑا حملہ آور اور بہادر ہے" مولوی شبلی صاحب نے اسکا اور زیادہ خلاصہ کر دیا کہ کل اسکو علم دونگا جو حملہ آور ہوگا" پھر آگے تحریر فرماتے ہین کہ قضا و قدر نے یہ فخر علی کے لیئے اٹھا رکھا تھا۔ لیکن مولانا موصوف اگر اس جملہ کے نتیجہ پر نظر کرتے کہ فخر تو علی کے لیئے اٹھا رکھا تھا۔ اور مذلت غالباً پسپا ہونے والونکے واسطے اٹھا رکھی ہوگی تو اس امر کو قضا و قدر کی سپرد نفرماتے۔

منصب کی منزلت

رسول نے اپنے اس جملہ مین کسیکا نام نہیں لیا تھا مگر جسکو علم دینے کا قصد فرمایا تھا اسکی کچھ صفات بیان فرمادی تہین جو کوئی معمولی صفات نہ تہین یہ رسول کی معجز بیان زبان سے نکلے ہوے الفاظ و خطاب تھے اور اس رسول کی جو علاوہ الہامی روحانی قوتونکے انسانی خیالات جزر و مد و محرکات نفس کے مطالعہ مین اپنی عمر صرف کر چکا تہا۔ اور اپنے جملہ متوسلین و متبعین کی طبیعتون کا کماحقہ اندازہ کئے ہوئے تہا اسنے مقابلتہً ان الفاظ کو ارشاد فرمایا تہا کہ دیکھو وہ ایسا بہادر ہے۔ کہ کرار ہے فرار نہیں وہ خدا و رسول کا محب ہے، اور خدا و رسول اسکے محبوب ہین سمجھنے والوں کو تو سمجھ لینا چاہیئے تہا کہ اگر ان صفات کا آدمی اُن نامآوردنمیں سے کوئی ہوتا جنکو منصب علم پہلے عنایت ہو چکا تہا تو ان جملونکے فرمانیکی کیا ضرورت ہوتی۔ مگر یہ خطاب ہی کچھ ایسا موقر و عظیم تہا کہ ہر مسلمان اپنی تمام

ابن خطاب کی بےچینی

دولت تو کیا جان بیچکر بھی اسکو حاصل کرنے کا خواہشمند ہوتا تو تعجب انگیز نہ تہا۔ اسکے ملنے کیواسطے اصحاب کی بےچینی ابن الخطاب کے اس جملہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ "امارت کی ہوس مجھے کبھی ویسی نہین ہوئی جیسی اس روز ہوئی تھی" علی کی معذوری پر چشم نے کوتاہ بین لگا ہونکو اسطرف کے گمان سے ہی بخیال خود مستغنی کر رکھا تہا اور سب کو پورا یقین تہا کہ علی تو معذور ہین

رسول کا مطلب علی سے نہیں ہو سکتا ہے ۔

اصحاب کی بےچینی و تمنائے علم

وہاں علی جو بباعث سخت آشوب چشم مدینہ میں رہگئے تھے بمفارقت حضرت سے بیتاب ہوکر بارادہ قدمبوسی چلدیئے تھے اور لشکر میں آ گئے تھے جسکی غالباً کسیکو اطلاع نہ تھی۔ بروایت سہل بن سعد ساعدی اس رات کو صحاب میں چرچا اس بات کا تھا کہ دیکھئے ہم میں کسکو یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔ بریدہ بن الحصیب کہتے ہیں کہ ہر شخص جسکو رسول سے کچھ بھی قرب صحبت حاصل تھا یہ سمجھتا تھا کہ علم اوسکو ملیگا۔ حوصلہ کرنے والوں نے رات نہایت بیچینی سے کاٹی ۔

صبح کا دربارِ رسول کا منظر

صبح ہوئی۔ اور واقعی یہ ایک قیامت کی صبح ہوگی جب وہ مرتبہ دان رسول بپا شام کا وعدہ پورا کرنے کیواسطے اپنا سفید علم لیئے ہوئے خیمہ سے برآمد ہوا ہوگا۔ درِ رسول پر بہترین لباس سے مزین و اسلحہ سے آراستہ اصحاب کا مجمع تھا جنمیں کا ہر شخص رسول کی تجویز سننے کا بیچینی سے مشتاق تھا۔ سانسیں رکی ہوئی تھیں۔ آنکھ و کان ہمہ تن رسول کے اشارہ و آواز پر لگے ہوئے تھے ہر شخص متمنی نظرِ مرحمت کا تھا۔ سعد بن وقاص کہتے ہیں۔ کہ "میں بیٹھا تھا کھڑا ہو گیا۔ تاکہ رسول کی نگاہ مجھ پر پڑے"۔ فاروق اعظم فرماتے ہیں۔ کہ "میں بادشاہی کو اس روز کے علم سے بہتر نہیں جانتا تھا" ۔

علی کا صابرانہ اطمینان

مگر واہ رے علی کے مطمئن دل کہ اس پرمنزلت حدیث کے سننے پر بھی اپنی معذوری کو دیکھتے ہوئے کیا صابرانہ جملہ ادا ہوتا ہے۔ "اللھم لا معطی لما منعت ولا مانع لما اعطیت" (خدایا کوئی اوسکا دینے والا نہیں جسے تو نہ دے اور کوئی منع نہیں کرسکتا اس چیز کو جسکو تو عطا کرے)

رسول علی کو دریافت کرتے ہیں

اب رسول کی نگاہ اٹھتی ہے مگر ان حوصلہ مندوں کی خودنمائیوں کیطرف نہیں بلکہ کسی غیر حاضر کی تلاش میں۔ ارشاد ہوتا ہے "علی کہاں ہیں"؟ اس سوال پر ہی حوصلہ مندوں کی امیدیں منقطع نہ ہوئیں اور دفعتاً ہر طرف سے ایک آواز ہو کر شور ہوتا ہے "یا رسول اللہ علی تو آشوب چشم میں مبتلا ہیں انہیں تو کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا"۔ تاکہ پھر کسی اور کے نام پر یہ قرعہ آجائے مگر یہ نہ سمجھے کہ کیا رسول کو اسکی خبر نہ تھی کہ علی آشوب چشم میں مبتلا ہیں اور بلا سوچے سمجھے رسول نے یہ بات کہی تھی ۔

علی کی طلبی اور لعابِ دہن رسول سے آشوب چشم زائل

اب بغیر ان بے آہنگ آوازوں پر اعتنا فرمائے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ "علی کو لاؤ"۔ اب مایوسی و مجبوری کے سوا چارہ ہی کیا تھا علی اسی حالت درد میں حاضر کئے گئے جو اسوقت سرخ جبہ پہنے ہوئے تھے۔ روایات متفق ہیں کہ رسول کا زانو علی کے سر کا تکیہ ہوا اور رسول کا لعاب دہن علی کی آنکھ کا کحل الجواہر ہوا جس سے فوراً آشوب چشم زائل ہو گیا۔ ہمکو اس سے زیادہ تر بحث نہیں کہ علی کسطرح اچھے ہوئے یہ علی کا جوش ایمان تھا یا رسول کیطرف سے خطاب دوست خدا و کرار غیر فرار پانیکی خوشی۔ رسول کے لعاب دہن کا اثر تھا یا دعا کی برکت کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ مگر تمام تاریخیں علی کی اس طرح صحتیابی پر متفق ہیں ۔

علی کو علم عطا ہوا

اب وہ تمامی اسلام کا مرکز نگاہ۔ علمِ رسولِ خیبر سب کی للچائی ہوئی مایوسانہ نگاہیں پڑرہی تھیں اسی شیرِ بیشۂ ہیجا علی مرتضیٰ کی سپرد ہوتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ "یا علی لو یہ علم لو اور جا کر کفار کو اپنی تیغ آبدار سے زیر کرو" زرہ ذوالفقار بھی اپنی عنایت کردیجاتی ہے۔ اس وفادار بہادر نے تشکرانہ انداز سے اس عطیہ رسول کو لیکر آنکھوں سے لگایا اور سر جھکا کر تعمیل حکم کیواسطے چلدیا کچھ دور چلا تھا کہ اسکو خیال آیا کہ یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ کب تک ان کفار سے جنگ کرنی چاہیے اب رسول کی زبان سے کرار غیر فرار کا خطاب پانیوالا واپس کیسے آئے۔ اللہ رے پاس داری ارشاد رسول اسی مقام پر رک کر بلا منہ پھیرائے ہوئے نہایت ادب کیساتھ دریافت کیا جاتا ہے کہ "یا رسول اللہ ان سے کبتک لڑوں؟" رسول نے جواب دیا کہ جب تک وہ وحدانیت خدا کا اقرار نکریں اور ایمان نہ لائیں اور اسکیساتھ یہ بھی ارشاد ہوا کہ تیری بدولت اگر ایک شخص کی بھی ہدایت ہوجائے تو ہزار اونٹوں کی خیرات سے بہتر ہے۔

دیدبان کی پیشین گوئی

علی نے دشمن کے مقابل جاتے ہی علم نصرت تیم قلعہ قموص کے سامنے ایک پتھر پر گاڑ دیا۔ قلعہ کے ایک دیدبان نے اس برج حبہ والے نے علمدار کی آن بان و تیور دیکھکر دریافت کیا کہ اے علمدار تیرا نام کیا ہے۔ نہایت افتخار و متانت سے جواب دیا گیا "میں علی ابن ابی طالب ہوں"۔ علی کی شان و شہرت کا دیدبان پر ایسا اثر ہوا کہ وہ یکدم کہہ اٹھا کہ اے اہل قلعہ اب تم ضرور مغلوب ہوجاؤ گے۔

حارث کی جنگ و قتل حارث بدست علی

قلعہ مخالف سے اول ایک نامی پہلوان حارث برادر مرحب معہ فوج کے نکلا اور جنگ شروع ہوگئی تھوڑی دیر میں اس نے دو مجاہدین اسلام کو قتل کردیا۔ اب اس بہادر علمدار کو تاب ضبط کہاں تھی۔ فوراً خود ایک شیرانہ حملہ کیا جسکے بعد سب نے حارث کو اپنے خون میں لوٹتا ہوا دیکھا مرحب نے جو اپنے بھائی کے قتل ہونے کی خبر پائی۔ تو معہ ایک اور گروہ بہادران کے نہایت غیظ و غضب میں نکلا اور میدان میں آکر مبارز طلب ہوا یہ مرحب ایسا بہادر و قوی تھا کہ اسکے نیزے کی سنان تین من کی تھی اور قوت بہادری میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ دوہری زرہ پہنے دو تلواریں حمائل کیئے خود سر پر رکھے سلاح جنگ سے آراستہ۔ نیزہ چلاتا ہوا آیا اور

مرحب کی مبارزطلبی و مقابلہ علی فریقین کے رجز

یہ رجز پڑھا۔ "قد علمت خیبر انی مرحب شاکی السلاح بطل مجرب" (تمام خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ آلات حرب میں صاحب شوکت تجربہ کار و دلیر ہوں) مسلمانوں میں سے کسیکی ہمت نہوتی تھی کہ اسکے مقابل جائے۔ تب بہادر علمدار کرار غیر فرار نے خود مقابل آکر جواب میں رجز پڑھا کہ:- "انا الذی سمتنی امی حیدرہ۔ ضرغام ولیث قسورہ" (میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے میں شجاعت کے جنگل کا شیر درندہ ہوں)

علی کی مرحب سے جنگ

مرحب چاہتا تھا کہ علی پر وار کرے مگر علی نے پیش دستی کرکے ذوالفقار کا ایسا وار کیا کہ اسکے خود کو کاٹ کر اسکے دانتوں تک کاٹ گئی اور بعضوں نے لکھا ہے کہ قریب زین تک پہنچگئی تھی اسکے قتل کے بعد علی نے فوراً بقیہ یہودیوں پر حملہ کردیا اور انکے سات افسروں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ یہودی قلعہ کے اندر کو بھاگے انکا تعاقب کیا گیا۔ اثنا تعاقب میں کسی نے فصیل قلعہ سے ایک بھاری پتھر پھینکا جس سے علی کی سپر ہاتھ سے گرگئی جسکو ایک دوسرا دشمن اٹھا کر قلعہ کے اندر

علی نے درخیبر اکہاڑ لیا

لے بہاگا۔ اب اس سرفروش راہ خدا کے غضب کی انتہا نہ تھی عالم غیظ مین جست کرکے خندق کے اُس پار جاکر قلعہ قموص کے دروازہ پر اسی حالت جوش و غضب مین ہاتھ ڈالدیا اور ایک ایسی جنبش دی کہ قلعہ کا مشہور دروازہ جسکو آٹھ آدمیوں کی و بروایتے ۴۰ آدمیوں کی متفقہ قوت کی ضرورت ہوتی تھی۔ اکھڑ کر علی کے ہاتھ مین تھا (ابن عساکر۔ جابر بن عبداللہ۔ ابن اسحق اور دیگر مورخین نے علی کے درخیبر اکہاڑ لینے اور ہاتھ مین اٹھا لینے کا تذکرہ کیا ہے) بعض تواریخ مین یہ بھی ہے کہ علی نے دروازہ مذکور کو خندق پر رکھدیا تھا جسکے ذریعے سے سپاہ اسلام عبور کر آئی۔ اس جنبش در سے تمام قلعہ اسطرح ہلگیا تھا کہ صفیہ دختر حی جو تخت پر بیٹھی تھی گر پڑی اور اُسکا رخسار مجروح ہوگیا۔ اس واقعہ کو اسنے خود بعد اسیری رسول کے استفسار پر بیان کیا تھا۔

متشککین باطل کی تردید

بعض خام خیال علی کی قوت کے ایسے اظہار کو مبالغہ یا خلاف قیاس تصور کرکے اسمین شک کرتے ہین وہ یا تو کج فہم یا سخت متعصب ہین کیونکہ تائید الٰہی و قوت ایزدی کے عقیدہ سے قطع نظر کرکے بھی ہم دیکھتے ہین کہ انسان مین بعض اوقات حالت جوش و غضب مین ایسی قوت آجاتی ہے کہ چار چھ آدمیوں سے اسکا سنبھالنا دشوار ہوجاتا ہے اور وہ حالت جوش مین ایسے کام کرگذرتا ہے کہ جو معمولی حالتوں مین ہرگز نہیں کرسکتا۔ پس اگر اس حالت غضب و جوش ایمانی کو جسمین علی نے درخیبر کو اکہاڑ اٹھایا تھا غور سے دیکھا جائے تو ہرگز خلاف قیاس نہیں کہا جاسکتا۔ اور علی کا یہ فقرہ کہ "ما قلعت باب خیبر بقوة جسمانیة ولکن بقوة رحمانية" (مین نے درخیبر کو قوت جسمانی سے نہین اکہاڑا بلکہ قوت رحمانی سے) صاف اس کی تائید کرتا ہے پس اگر علی کی اُس حالت وجدانی و جوش ایمانی نے جو تائید یزدانی سے علیحدہ نہیں ہوسکتی انکی قوت جسمانی کو ایسی مدد دی جو بادی النظر مین معمول سے زیادہ ہے۔ تو وہ کسیطرح محال تصور نہیں کیجاسکتی علاوہ بریں ہمارے زمانہ میں بہت سے آدمی ایسے ہین جو صرف مشاقی سے جسمین کچھ جوش بھی شامل نہیں ہوتا۔ اور تربیت جسمانی کے علاوہ کوئی اور تحریک موجود نہیں ہوتی تعجب خیز وزن اٹھا لیتے ہین اور جہاں قوت جسمانی کے ساتھ قوت روحانی اور جوش وجدانی بھی شامل ہوجائے تو اسکا کیا ٹھکانا ہے اور اس سے کسی ایسے کام کا سرزد ہوجانا جو معمولاً دشوار معلوم ہوتا ہو کیا خلاف قیاس ہوسکتا ہے۔

قلعہ فتح ہوگیا

پس اپنے مشہور بہادروں کے قتل و علمدار اسلام کی اس حیرت انگیز قوت کے مشاہدہ سے اہل قلعہ حواس باختہ ہوگئے اکا امان کا شور ہر طرف سے بلند ہوا اب یہ ٹھہا ہوا تھا جسکے روکنے کی کسی بہادر کو تاب نہ تھی آواز امان سنتے ہی رک گیا اور باجازت رسول شرط پر امان دیگئی کہ ہر شخص صرف بقدر ایک بارشتر کے غلہ لیکر قلعہ سے باہر چلا جائے بقیہ کل اسباب و اسلحہ فاتح کیواسطے چھوڑ دے۔ دشمن نے اس شرط کو بمقابلہ جان کے غنیمت سمجھکر قبول کیا اور خیبر کا مشہور قلعہ قموص علی کی بدولت مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

رسول کی عزت افزائی

رسول کو فتح خیبر کی جب اطلاع پہنچی تو حضرت کی خوشی و مسرت کی کچھ انتہا نہ تھی کیونکہ علاوہ ترقی و فتح اسلام کے اپنے کرار غیر فرار "یفتح اللہ علی یدہ" فرمانے کا بھی کمال خیال تھا۔ علی جب مظفر و منصور واپس ہوئے تو رسول خود استقبال علی کو بڑھے

اور علی کو گلے لگاکر دونوں آنکھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا قد بلغنی نباءک المشکور وصنیعک المذکور قد رضی اللہ عنک ورضیت انا عنک" یعنی تیری قابل شکر سعی اور مشہور بہادری کی مجھے اطلاع ہے خدا تجھ سے راضی ہوا اور میں تجھ سے راضی ہوں، اسکو سنکر علی کی آنکھوں میں خوشی اور تشکر کے آنسو بھر آئے اور سجدہ خالق میں جھک گئے اسی موقعہ کے متعلق مسٹر گبن لکھتے ہیں کہ "رسول نے علی کی مثال سے اپنے رفقا کے اعتقاد و جرأت میں ہمت دلائی اور انہیں شیر خدا کا خطاب دیا"

علی کو شیر خدا کا خطاب

مقوقس شاہ مصر سے جو دلدل تحفہ میں آیا تھا علی کو بخشدیا گیا (ابو الفدا)

ہیمت قلعہ و عقد حضرت با صفیہ

اس قلعہ میں سے جسکا حاکم کنانہ بن الحقیق تھا سو جوشن چار سو تلواریں ایکہزار تیر پانچسو کمانیں اور بہت سا اسباب و مال ہاتھ آیا کنانہ حاکم قلعہ نے قبل فتح ایک پوست شتر زر و جواہر سے بھر کر علیحدہ ایک ویرانہ میں مخفی کر دیا تھا۔ رسول کو معلوم ہو گیا کنانہ سے پوچھا تو اسنے انکار کیا مگر اسکے لڑکے نے بتلا دیا۔ تلاش کرانیسے وہ بھی ملگیا۔ کنانہ کو حوالہ محمد بن مسلمہ کیا گیا کہ بعوض خون اپنے بھائی محمود کے اسکو قتل کر دے عورتیں جو گرفتار ہوئیں تقسیم کر دیگئیں صفیہ دختر حی کو بعد فتح قلعہ علی نے اسیر کر کے ہمراہ بلال رسول کی خدمت میں بھیجا تھا۔ جو اسکو اسکے بھائی کی لاش کیطرف سے لائے جسکو دیکھکر وہ بہت روئی رحم دل رسول کو یہ معلوم ہوا تو بلال کو سخت ملامت کی کہ عورتوں کے قلب نازک ہیں انکو تم کہیں قتلگاہ کیطرف سے لاتے ہیں پھر رسول نے صفیہ کو آزاد کر کے اس کی خواہش خواب کے موافق اسکا اپنے ساتھ عقد کر لیا ❊

زینب بنت حارث نے گوشت دنبہ میں رسول کو زہر دیا

زینب بنت حارث زوجہ سلام خواہرزادہ مرحب نے گوشت دنبہ کو زہر آلود کر کے بطور دعوت رسول کے پاس بھیجا۔ رسول نے اخلاقاً قبول کر لیا جب کھانے بیٹھے بشیر بن البرا نے ایک لقمہ کھا لیا۔ رسول نے جو لقمہ منہ میں رکھا تو اثر زہر محسوس ہوا حضرت نے لقمہ تھوکدیا اور سب کو منع کر دیا۔ بشیر کا اسی لقمہ کے کھا جانیکی وجہ سے اثر زہر سے انتقال ہو گیا۔ زینب کو بلا کر پوچھا گیا تو اسنے اقبال کیا اور کہا کہ اسنے امتحاناً زہر ملایا تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو آپ پر زہر کا اثر نہ ہوگا۔ اس قصور پر زینب کو قتل کرا دیا گیا اور بروایتے بخشدیا گیا ❊

انتظام املاک خیبر

املاک یہودیان خیبر ضبط ہو کر انکا انتظام اسطرح پر کیا گیا کہ یہود قابض بکر کاشت انتظام کریں نصف پیداوار بیت المال میں بھیجا کریں۔ اور نصف اپنے تصرف میں کیا کریں ملکیت حکومت اسلام کی رہیگی ❊

فایدہ فتح خیبر

فتح خیبر سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ وہ قومیں جنکے سروں میں جنگ کا حوصلہ و سودا رہتا تھا۔ اور یہودیان خیبر سے امداد کی امیدوار رہا کرتی تھیں وہ سب ٹھنڈی ہو گئیں کیونکہ یہی ایک بہت بڑا گروہ اور مرکز یہودیوں کا تھا اور انکے قلعے بھی مضبوط و مستحکم تھے چنانچہ حجاج بن خلاص سلمی یہودی جو مالدار تاجر مکہ تھا۔ حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوا اور اہل فدک نے بھی صلح کر لی جسکی کیفیت ذیل میں درج ہے

صلح اہل فدک. فدک خاصہ رسول تھا۔ فدک فاطمہ کو بذریعہ وثیقہ عطا ہوا بعد وفات رسول کے لیا گیا

صلح اہل فدک

بعد فتح خیبر کے رسول نے بروایت مستقصی علی کو و بروایت روضۃ الصفا محیصہ بن مسعود کو جو متعلقات خیبر میں سے تھا بھیجا۔ اہل فدک نے خبر

مغلوبی اہل خیبر پاکر ذریعہ یوشع بن نون کے بلاجنگ کے انہیں شرائط پر صلح کرلی کہ نصف اراضی فدک رسول اللہ کی ملکیت ہو اور نصف انکی ملکیت ہے فدک کی نسبت ابوالفدا لکھتا ہے کہ "فدک خاصۃ رسول اللہ کی ملک میں تھا اور خیبر تمام مسلمانوں کا تھا کیونکہ فدک بدوں حاجت سواروں و رفوج کشی سوار و پیادہ کے مسلمانوں نے فتح کیا تھا" پھر زمانہ عثمان میں یہی مورخ کہتا ہے کہ ایک سبب یہی تھا کہ باغ فدک جو میراث بی بی فاطمہ کے تھا وہ مروان نے چھین لیا تھا یہ ایک باغ رسول کا تھا اسکو جناب فاطمہ نے رسول اللہ سے میراث میں پایا تھا اور حسب روضۃ الصفا یہ عبارت لکھتے ہیں کہ جبرئیل نازل شد کہ خدا میفرماید آب ذی القربہ حقہ حق خویشان بدہ۔ رسول فرمود خویشان کیانند گفت فاطمہ پیغمبر فاطمہ را خواند وحجتے نوشت آں وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسول اللہ پیش ابوبکر آورد وگفت این کتاب رسول خدا است کہ برائے من حسن وحسین نوشتہ است" جو نامنظور ہو کر چاک کر دیا گیا تھا اب تو ذرا فدایان صدیقی وشیدایان فاروقی حضرات خلافت مآب کے اس وثیقہ رسول کو جو انہیں کے یہاں کی مستند تاریخ کی موافق تحریر کردہ رسول و مطابق حکم الہی تحریر شدہ ثابت ہوتا ہے نامنظوری کے متعلق انصافانہ رائے قایم فرمائیں کہ کہانتک یہ عمل انکا حق بجانب تھا۔ اور کہانتک حدیث لانورث ولا نورث کی اس سے تصدیق ہوتی ہے یا تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ کیا اس نامنظوری یا چاک کردینے سے توہین رسول و تحریر رسول کی بلکہ خدا کی نہوئی اور جو شے رسول اللہ اپنی حیات میں ذریعہ وثیقہ عطا فرما گئے تھے اس سے ترکہ وراثت سے کیا تعلق ہوسکتا ہے جو حدیث لانورث کی بنا پر روکا گیا ﴿

فدک خاصۃ رسول کی ملکیت تھا

فاطمہ زہرا نے فدک میراث میں پایا تھا

فدک کی بابت دستاویز رسول

بعد فتح نواح خیبر میں ہی جعفر بن ابیطالب معہ جماعت مہاجرین حبشہ جنکی بابت نامہ طلب رسول نے نجاشی شاہ حبشہ کے پاس بھیجا تھا جبشہ سے آکر رسول سے ملے جسکی رسول کو اس فتح کی برابر ہی خوشی ہوئی۔ بروایت طبری جعفر کے ساتھ ۶۲ آدمی اہل حبشہ اور آٹھ آدمی شام کے بھی آئے تھے جو مسلمان ہو قبیلہ شام کے ساتھ بحیرا راہب بھی تھا جسنے اول سفر شام میں ابوطالب سے بشارت حضرت کے رسول ہونے کی دی تھی ﴿

واپسی جعفر معہ مہاجرین

ہنگام واپسی خیبر حضرت نے وادی القری کا قصد فرمایا۔ اور منزل صہبا پر پہونچکر صفیہ سے زفاف کیا جو خیبر میں زفاف پر رضامند نہوئی تھی۔ اور اب وجہ دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ وہاں مجھے اندیشہ تھا کہ یہودی شاید اسکو اپنی ذلت سمجھکر آپ کو کچھ نقصان پہنچائیں رسول کو یہ جواب پسند آیا جو موجب ازدیاد محبت کا ہوا ﴿

زفاف صفیہ

رجعت شمس برائے علی و سریہ اسامہ

اسی مقام صہبا میں وقت عصر رسول زانوے علی پر سر رکھے لیٹے تھے آثار نزول وحی ظاہر ہوئے اور وحی میں طول ہوا یا بہ نظر ظاہر سو گئے کہ آفتاب بظاہر غروب ہوگیا علی نے نماز عصر ہنوز نہ پڑہی تھی۔ حالت وحی ختم ہونے پر جب رسول کو معلوم ہوا کہ علی کی نماز ان کی اطاعت میں قضا ہوگئی تو خدا سے دعا فرمائی کہ خدایا علی تیری و تیرے رسول کی اطاعت میں تھا تو آفتاب کو اسکے واسطے پھیر دے

رجعت شمس برائے علی

نامی ایک دراز گوش یا اشتر یعفور نامی بطور ہدیہ اور ایک خواجہ سرا بغرض خدمت اور ۲۰ خلعت جامہ وار و ہزار مثقال طلا تحفہ میں بھیجا اور پانچ جامہ قاصد کو دیئے۔ مگر بخوف مخالفت رعایا مسلمان نہ ہوا۔ ماریہ قبطیہ حضرت کے تصرف میں رہی۔ شیرین کو حضرت نے حسان بن وہب کو بخشدیا۔ دلدل داغ لگا کر اپنی سواری میں رکھا تھا جو علی کو دیدیا گیا اور وہ بزمانہ معویہ ہلاک ہوا

انجام نامہ حارث

(۴) نامہ حارث والی شام۔ یہ مقام غوطہ میں ملا جہاں وہ ہرقل کے انتظام رسد میں تھا۔ اسنے نامہ پڑھکر زمین پر پھینکدیا اور حضرت سے جنگ کا ارادہ کیا۔ ہرقل کو بھی امداد کیواسطے لکھا۔ مگر ہرقل نے اسکو روکدیا۔ بالآخر قاصد کو سو مثقال طلا دیکر واپس کردیا۔ حضرت نے حال سنکر بد دعا دی وہ سال فتح مکہ مرگیا ؞

نامہ ہودہ

(۵) نامہ ہودہ: اسنے نامہ و قاصد کی نہایت درجہ تعظیم و تکریم کی اور جواب لکھا کہ دین آپکا ضرور اچھا ہے مگر میں اپنی قوم میں شاعر و خطیب ہوں اور عرب مجھسے دلمیں کدورت رکھتے ہیں اگر آپ اپنے کچھ بلاد کا انتظام میری سپرد کردیں تو البتہ میں مسلمان ہو سکتا ہوں حضرت نے جواب دیکھکر پھینکدیا اور فرمایا ایسے شخص کی ہمکو ضرورت نہیں ہم خرما کی ایک گٹھلی بھی ایسے آدمی کو نہیں دینگے اور بد دعا کی وہ بھی بعد فتح مکہ مرگیا ؞

سال حال میں حسب ذیل سرایا روانہ کئے گئے جنکا مختصر سا ذکر تواریخ میں حسب ذیل پایا جاتا ہے ؞

سرایا غالب و عتبہ و عبداللہ

سریہ غالب بن عبداللہ

(۱) غالب بن عبداللہ حلبی کو بنی مرہ کیطرف بھیجا گیا۔ جنہوں نے جنگ ہو کر دشمن کو مغلوب کیا جو کچھ قتل ہوئے اور کچھ کو اسیر لائے

سریہ عتبہ بن حصین

(۲) عتبہ بن حصین کو بنی عنبر کیجانب بھیجا گیا۔ انہوں نے بھی کچھ کو قتل کیا باقی کو گرفتار کرلائے ؞

سریہ عبداللہ بن رواحہ

(۳) بروایت روضۃ الصفا عبداللہ بن رواحہ کو معہ ایک جماعت مسلمانان کے جنمیں ابو قتادہ و محکم بن خثامہ بھی تھے بنجانب اعم کے روانہ کیا گیا تھا انکو عامر بن الاصبط اشجعی راستہ میں ملگیا جو ایمان لے آیا۔ مگر محکم نے اسکو قتل کردیا۔ جب یہ خبر رسول کو ہوئی اور محکم حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے اسکو عتاب کیا اور بد دعا دی کہ محکم تھوڑے دنوں کے بعد مرگیا۔ مگر حیات القلوب میں اس سریہ کی کیفیت یہ تحریر ہے کہ عبداللہ معہ ۳۰ آدمیوں کے جنمیں عبداللہ بن انیس بھی تھا بشیر بن خرام یہودی کی سرکوبی کو بھیجا گیا تھا جس کی نسبت خبر ملی تھی کہ بنی غطفان کو خلاف حضرت کے جمع کررہا ہے۔ یہ لوگ بشیر کو اس حیلہ سے کہ حضرت اسکو حاکم فدک مقرر کرنیکو طلب فرماتے ہیں بلا لائے اور راستہ میں اسکو معہ اسکے ۳۰ ہمراہیوں کے قتل کردیا۔ اس نے بھی عبداللہ بن انیس کے ایک ضرب ماری تھی جس سے اسکے سر میں چوٹ آگئی تھی بعد کو اچھی ہوگئی۔ رسول نے اسطریقہ کو پسند نہ فرمایا ؞

ادائے عمرۃ القضا و عقد حضرت میمونہ

ادائے عمرۃ القضا ذیقعدہ سنہ ۷ھ

ماہ ذیقعد آیا تو رسول نے حسب وعدہ و شرط صلحنامہ قریش حکمدیا کہ ادائے عمرہ قضا کے سفر کا سامان مہیا کیا جاوے اور تمامی اصحاب جو

صلح حدیبیہ مین رسول کے ساتھہ تھے بلا استثنا کسی کے ہمراہ چلین چنانچہ جو جو بھی اسوقت زندہ تھے تیار ہوے اور تین سو آدمی اور علاوہ انکے ہمراہ رکاب ہوے حضرت ابوذر غفاری کو خلافت مدینہ پر چھوڑکر خود معہ دو ہزار آدمیون کی جماعت کے جسکے ساتھہ سو گھوڑے تھے معہ ہتیار و خود و شمشیر و ۶۰ یا ۷۰ شتران ہدی کے بقصد ردائگی بیرون مدینہ تشریف لائے گھوڑونکو بحفاظت محمد بن مسلمہ اور اسلحہ کو بہ نگرانی بشیر بن سعد دیکر اور کچھ آدمی اور ہر ایک کے ساتھہ کرکے آگے روانہ کردیا کیونکہ صلحنامہ مین شرط یہ تھی کہ سوا شمشیر در غلاف کے کوئی اسلحہ ساتھہ نہ لائینگے اسیوجہ سے ہتیار ساتھہ نہ رکھے گئے تھے مگر بہ نظر احتیاط پہلے سے روانہ کردیئے گئے۔ جب وہ دونوں جماعتین مراۃ الظہران مین پہنچین تو ایک گروہ قریش نے جو اسمقام پر موجود تہا دیکہکر جلدی سے جاکر قریش کو خبر دی۔ قریش نے بکرز بن حفص کو بھیجا کہ رسول سے دریافت کرے کہ ہتیار لانیکا کیا سبب ہے اسنے آکر حضرت سے جو عقب سے تشریف لارہے تھے ملکر دریافت کیا۔ رسول نے فرمایا کہ یہ بنظر احتیاط لائے گئے ہین کہ اگر قریش عہد شکنی کرین اور اس سال بھی مانع ہوں تو کام مین لائے جاسکین ورنہ کوئی ارادہ جنگ کا نہیں ہے۔ بکرز نے واپس آکر واقعہ بیان کردیا۔ اور قریش مطمئن ہوگئے۔ رسول نے حکم دیا کہ شتران ہدی کو آگے لیجاکر مقام ذی طوی میں ٹھہرائین اور جبہ خانہ بطن یاجج مین قرار دیا جاوے اس کی حفاظت پر کچھہ آدمیونکو چھوڑکر اور خود ناقہ قصوی پر سوار ہوکر چلے تمام اہل اسلام ہمراہ رکاب سعادت انتساب بعض پیادہ بعض سوار تلواریں حمائل کئے لبیک کہتے ہوئے روانہ ہوئے قریش نے موافق شرط صلحنامہ کے اپنے بت کعبہ و صفا و مروہ سے تین دن کیواسطے ہٹا لیئے تھے۔ رسول معہ اپنے گروہ کے تلبیہ کنان براہ ثنیہ حجون مکہ کے اندر تشریف لائے اور اسیطرح مسجد الحرام تک آئے عبد اللہ بن رواحہ مہار ناقہ حضرت کی پکڑے ہوئے تھے اور رجز پڑہتے جاتے تھے۔ رسول نے بحالت سواری ہی تین مرتبہ تیزی اور چار مرتبہ آہستہ سے طواف خانہ کعبہ کا کیا مشرکین قریش قلانہ کوہ سے یہ سب دیکہتے تھے مگر کچھہ کہہ نہ سکتے تھے بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت خانہ کعبہ کے اندر بھی داخل ہوئے اور بلال نے اذان کہی اور حضرت نے نماز پڑہی +

بعد فراغت طواف رسول نے جعفر ابن ابیطالب کو میمونہ بنت حارث ہلالیہ کے پاس جو حضرت عباس کی سالی تہی بغرض خواستگاری نکاح بھیجا اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جعفر کو مدینہ سے ہی اس غرض کیواسطے آگے سے بھیجدیا تہا۔ غرض عباس بن عبدالمطلب نے بوکالت عقد میمونہ کا حضرت سے کردیا۔ مقام سرف میں عروسی ہوئی اور اتفاق سے ۵۱ھ میں اسی مقام پر انتقال ہوا +

میمونہ سالی حضرت عباس سے رسول نے عقد کیا

حسب عادہ تین روز قیام کرکے بعد قربانی وغیرہ کے رسول نے حکم واپسی دیدیا اور اپنے غلام ابو رافع کو مکہ میں چھوڑکر جو میمونہ کو لیکر عقب سے مدینہ لے آئے۔ ام عمارہ دختر حضرت حمزہ شہید حسب خواہش انکے اور علی کے جو حضرت فاطمہ زہرا سے انکو کہا کر ساتھ لیتی گئیں۔ مدینہ پہنچکر جعفر اور زید بن حارثہ میں انکی پرورش و کفالت کی بابت بحث ہوئی ہر ایک چاہتا تہا کہ اپنی پرورش میں رکھے۔ رسول نے انکو جعفر کی سپرد کردیا +

واپسی رسول

اسی سال بعد واپسی مدینہ حضرت نے جبلہ بن ایہم کو جو آخر بادشاہ غسان ملک شام تھا خط دعوت اسلام بھیجا جو مسلمان ہوگیا۔ اور حضرت کیواسطے ہدایا بھیجے۔ یہ زمانہ خلافت فاروق تک مسلمان رہا پھر مرتد ہوگیا تھا۔

اسی سال فروہ بن عمرو جذامی کہ شاہ روم کیجانب سے طبقاء مین حاکم تھا مسلمان ہوا اور ہدایا بھیجے۔ مگر صحیح روایت یہ ہے کہ یہ سال ۹ھ میں مسلمان ہوا اس سال حضرت کیواسطے ایک ممبر چوبی بغرض خطبہ پڑھنے کے تیار کرایا گیا جو ایک مومنہ کے لڑکے نے جو نجاری کا کام جانتا تھا تیار کیا جسپر حضرت نے بروز جمعہ خطبہ پڑھا۔

۸ھ

واقعات ۸ھ ہجری

اسلام خالد بن ولید و عمرو بن العاص و عثمان بن طلحہ سریہ ذات السلاسل

اسلام خالد بن ولید عمرو بن العاص و عثمان بن طلحہ

اب اسلام کی روز افزوں ترقی و عروج کو دیکھکر اہل مکہ کے سر برآوردہ لوگوں کے دلونمین بھی جو اب تک جانی دشمن اسلام و بانی اسلام کے تھے اشتیاق قبولی اسلام کا پیدا ہونے لگا جسکے محرک ممکن ہے کہ جاہ طلبی کے خیالات یا دولت حکومت کے حوصلے ہوں۔ چنانچہ خالد بن الولید جسکا بھائی ولید پہلے مسلمان ہوچکا تھا اور اسکو بھی ترغیب دیا رہتا تھا اب اپنے بھائی کے خط ترغیب پر اسلام کیطرف راغب ہوا اگر یہ چاہتا تھا کہ کوئی اور ساتھی ملجاوے اسنے اول صفوان بن عکرمہ سے تحریک کی اور اپنا ارادہ ظاہر کیا اُسنے الٹی اسکو اسکے قصد پر ملامت کی عثمان بن طلحہ سے جو ذکر کیا تو وہ آمادہ ہوگیا۔ لہذا یہ دونوں اس ارادہ سے مدینہ کو چلدیئے۔ راستہ مین مقام ہدہ پر عمرو بن العاص ملاذہ بھی اسی قصد سے چلا تھا چنانچہ یہ تینوں حاضر خدمت رسول ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔

سریہ ذات السلاسل

عمرو بن العاص کو شوق امارت و حوصلہ جنگ زیادہ تھا کہ اسی اثنا مین رسول کو خبر ملی کہ بنی قضاعہ نے اتفاق کیا ہے کہ مواضعات اسلام مین سے کسی کسی پر حملہ کرین۔ چنانچہ رسول نے عمرو بن العاص کو جو زیادہ متمنی امارت تھے تین سو آدمیونکا سردار مقرر کرکے حکم دیا کہ وادی القریٰ کیطرف جاکر سرا موسوم بہ سلاسل مین فروکش ہوں۔ عمرو بن عاص مدینہ سے باہر آئے تو انکو خبر ملی کہ ایک بڑا گروہ اعراب لطارقہ کا بنی قضاعہ کی امداد کو آگیا ہے۔ یہ اس خبر سے اندیشناک ہوئے اور رسول کے پاس خبر بھیجکر اور امداد مانگی چنانچہ حضرت نے ایک اور جماعت کو جسمین صدیق و فاروق بھی تھے مامور کیا کہ عمرو عاص کی امداد کو جائین یہ جماعت ابو عبیدہ جراح کی ماتحتی میں بھیجی گئی تھی۔ اور رسول نے دونو کو تاکید تمام فرمادی تھی کہ آپسمیں اختلاف نکرنا کیونکہ طبیعت شناس رسول ایک کے افتاد طبیعت سے واقف تھا چنانچہ جب یہ دونوں گروہ ملے تو عمرو بن العاص نے

امامت نماز پر نزاع

کہا کہ چونکہ تم سب میری امداد کو آئے ہو اور مجھے رسول نے امیر کیا ہے لہذا سب میرے پیچھے نماز پڑھین ابو عبیدہ نے کہا کہ جو لوگ تمہارے ساتھ بھیجے گئے ہیں انکے تم امیر ہو اور جو میرے ساتھ آئے ہین انکا میں امیر ہوں اس پر حجت ہونے لگی (اب تو رسول کی رسالت مین شک کرنے والونکو رسول کی قوت روحانی و قدرت نفسانی کی تصدیق ہوگئی ہوگی) ابو عبیدہ نے بوجہ تاکید رسول اختلاف کو دور کیا اور خاموش ہورہے

عمرو بن العاص نے بحالت جنابت نماز پڑہا

سب نے عمرو بن العاص کے پیچھے ہی نماز پڑھی۔ غرض مجموعی قوت سے دشمن پر حملہ کیا گیا اور انکو مغلوب کیا بہت سے مویشی وغیرہ ہاتھ آئے اور کامیابی کیساتھ واپس ہوئے واپسی پر حضرت کو معلوم ہوا کہ ایک روز صبح کی نماز عمرو بن العاص نے بحالت جنابت بلا غسل کئے پڑھائی تھی۔ رسول نے اُس سے پوچھا تو کیا معقول جواب دیا کہ "یا حضرت سردی زیادہ تھی اگر اسوقت غسل کرتا تو میں مرجاتا" اور خدا نے فرمایا ہے کہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ"۔ رسول نے فرمایا کہ واہ کیا حیلہ نکالا اور آئندہ کیواسطے سخت ملامت فرمائی (ایسی ماموں کا واقعی نتیجہ ایسا ہی ہوتا ہے، اب چونکہ فاروق و صدیق نے پہلے بھی عمرو بن العاص کے پیچھے نماز پڑھی تھی (نہیں معلوم کہ جنابت والی نماز کا اعادہ بھی کیا گیا تھا یا وہ ویسی ہی عمرو عاص امام کی گردن پر چھوڑ دیگئی) عمرو عاص کو گمان ہوگیا کہ وہ ان شیخین سے افضل ہے (روضۃ الصفا) سقیفہ بنی ساعدہ کے انتخاب کے روز نہ معلوم یہ کہاں تھے ورنہ یہ امامت انکی افضلیت کی دلیل ہوکر انکے انتخاب کا استحقاق ضرور قایم کردیتی، اور مسلمہ امام کے ہوتے ہوئے ماموں کا انتخاب

سریہ موتہ و شہادت حضرت جعفر طیار

سریہ موتہ
جمادی الآخر
سبب جنگ و تقرر امیر

رسول نے ایک خط دعوت حاکم بصری کے پاس معرفت حارث بن عمیر ازدی کے روانہ کیا تھا۔ جب وہ موتہ پہنچے تو شرحبیل بن عمرو غسانی جو امراء قیصر میں سے تھا ملا اور اسکو جب معلوم ہوا کہ یہ قاصد رسول ہے تو حارث کو پکڑ کر شہید کردیا یہ پہلا قاصد رسول تھا جو قتل کیا گیا اسکی خبر معلوم ہوکر رسول کو بیحد صدمہ ہوا اور حکم دیا کہ لشکر اسلام بغرض انتقام شام کو جائے۔ چنانچہ لشکر اسلام موضع جرف میں جمع ہوا جو تعداد میں تین ہزار تھا۔ رسول نے خود درمیان لشکر آکر ارشاد فرمایا کہ زید بن حارث کو امیر لشکر کیا جاتا ہے اگر وہ جنگ میں قتل ہوجائے تو جعفر بن ابیطالب امیر لشکر ہونگے اگر وہ بھی شہید ہوجائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر لشکر ہوگا اور وہ بھی مارا جائے تو اہل اسلام کسی ایک کو اپنا امیر بنالیں۔ ایک یہودی عالم بھی اس وقت موجود تھا تو اُس نے حضرت سے کہا کہ اے محمد اگر تم اپنے دعوے نبوت میں سچے ہو تو اس جنگ میں جتنوں کا تم نے نام لیا ہے ان سب کو قتل ہوجانا چاہیے

ہدایات رسول نسبت جنگ

چنانچہ لشکر اسلام روانہ ہوا۔ رسول نے ثنیۃ الوداع تک تشریف لاکر ہدایات جنگ فرمائے کہ دیکھو عورتوں اور بچوں کو ہرگز نہ مارنا اور عزلت نشینان کو مت ستانا۔ نخل و اشجار کو قطع نہ کرنا۔ مکانات کو منہدم نہ کرنا۔ خدا کی عبادت زیادہ کرنا۔

تیاری لشکر مخالف

شرحبیل کو جو خبر آمد لشکر اسلام ملی تھی تو اسنے بھی تیاری شروع کردی تھی اور لشکر عظیم تیار کرلیا تھا اور ہرقل شاہ روم کو بھی لشکر اسلام کے خروج کی خبر دیکر امداد کیواسطے لکھا تھا اسنے بھی فوج کثیر امداد کیواسطے بھیجدی تھی۔ تعداد کل فوج مخالف کی سو ہزار ہوگئی تھی جس میں قبائل لخم و جذام بنی قضاعہ کے آدمی بھی تھے۔

جنگ ابتدائی

لشکر اسلام جب وادی القریٰ میں پہنچا تو وہاں قیام کیا۔ شرحبیل نے اپنے بھائی سدوس کو معہ ۵۰ آدمیوں کے بغرض خبر رسانی آگے بھیجا تھا کہ مسلمان انپر پہنچگئے اور جنگ ہوئی جس میں سدوس قتل ہوگیا۔ شرحبیل قتل برادر سے مشوش و پریشان ہوا اور قلعہ میں پناہ گزین ہوگیا کہ اسی اثنا میں امداد ہرقل بھی پہونچگئی۔ کثرت فوج دشمن کے اخبار جو مسلمانوں کو ملے اور یہ بھی خبر سننے میں آئی کہ ہرقل

خود مارب میں مع لشکر آگیا ہے. تو منزل معان میں ٹھہر کر مشورہ کیا گیا. بعض کی رائے ہوئی کہ حضرت کو اطلاع دیکر مزید امداد منگائی جائے

جنگ و شہادت جملہ علمداران و امیران لشکر اسلام

مگر عبد اللہ بن رواحہ نے کہا کہ ہمنے کبھی کثرت تعداد کیوجہ سے فتح نہیں پائی بلکہ اپنی سچائی و حقیقت کیوجہ سے ہماری قلیل تعداد ہمیشہ دشمن کی کثیر تعداد پر غالب رہی ہے چنانچہ اسطرح سب کو ہمت دلاکر قریہ موتہ پہنچے جہاں پر عظیم لشکر مخالف و امداد ہرقل کو موجود دیکھکر سب کو فکر ہوئی مگر افسران کے ہمت دلانے سے لڑائی پر آمادہ ہوگئے جنگ شروع ہوگئی. فوج دشمن کا قیام گاہ قریہ مشرف میں تھا جو علاقہ بلغار میں تھا اوّل زید بن حارث نے علم لشکر اسلام لیکر جنگ کی اور خوب لڑے بالآخر زخمی ہوکر شہید ہوگئے. انکے بعد جعفر بن ابیطالب نے علم لیا اور خوب داد مردانگی دی بہت سے دشمنوں کو قتل کیا اور جوش شجاعت میں اپنے گھوڑے کو پے کر دیا اور پیدل جنگ کرتے دشمنوں میں گھس گئے کہ ہجوم دشمنان میں اتفاق سے اُنمیں سے ایک کے وار سے انکا ایک بازو قلم ہوگیا. انہوں نے علم دوسرے بازو پر لیکر جنگ کی وہ بھی کٹ گیا. اور ایک اور زخم کاری لگا کہ آپ بھی شہید ہوگئے. انکے بعد عبد اللہ بن رواحہ نے علم لیا اور وہ بھی جنگ شدید کر کے شہید ہوئے کہ ثابت بن اقدم انصاری نے علم سنبھال کر مسلمانوں سے کہا کہ کسی کو امیر لشکر بناؤ چنانچہ خالد بن ولید کو انتخاب کر کے امیر لشکر بنایا گیا. جب ثابت بھی شہید ہوگئے تو مسلمانوں میں آثار ہزیمت نمایاں ہونے لگے ہر چند خالد بن ولید نے بہت دلاسا دیا مگر کچھ کارگر نہ ہوئی اور (حسب روایت حیات القلوب) سب بھاگ کھڑے ہوئے. خالد بھی مجبوراً بھاگ آیا. عبد الرحمٰن بن سمرہ کو آگے سے رسول اللہ کے پاس اس ہزیمت کی خبر دینے کو بھیجا. حضرت کو پیشتر سب حال معلوم ہوچکا تھا. جب یہ ہزیمت یافتہ لشکر واپس آیا تو تمام اہل مدینہ یہانتک کہ مفرورین کے گھر کی عورتیں اور مرد انکو سخت طعن و ملامت کرتے تھے تاریخ میں ہے کہ ایسی ملامت جیسی کہ اس لشکر والوں کو کی گئی کسی اور لشکر کی نہوئی تھی ؂

شکست و ہزیمت لشکر اسلام

نتیجہ جنگ بموجب روضۃ الصفا

مگر صاحب روضۃ الصفا. اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح ہونا تحریر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ خالد کے غیرت دلانے سے مسلمان رک گئے اور دوسرے روز خالد نے صفوف لشکر میں تغیر کر دیا جس سے دشمن کو مسلمانوں کی تازہ مدد آجانیکا گمان ہوا اور خوف دشمن بھاگ کھڑے ہوئے. خالد نے تعاقب کیا اور وہ قلعہ میں محصور ہوگئے اور پھر بعد جنگ خالد نے قلعہ بھی فتح کیا. بہت اشرار خالد کے ہاتھ سے مارے گئے (واللہ عالم بالصواب)

تین روز تک جعفر کی تعزیت

رسول نے شہادت حضرت جعفر پر نہایت رنج و ملال کیا اور زوجہ و فرزندان جعفر کو جاکر تسلی و تسکین دی اور جناب فاطمہ زہرا کو ہدایت کی کہ وہ تین روز تک کھانا تیار کرا کر جعفر کے یہاں بھیجیں. دیگر اصحاب نے بھی رسول کی تاسی کی تب سے مدینہ میں یہ رسم قایم ہوگئی تین روز تک جعفر کی تعزیت کیگئی. اور حضرت نے فرمایا کہ جعفر کو پروردگار عالم نے بہشت میں دو پر عنایت کئے ہیں کہ اُنسے ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں. اسیوجہ سے آپ جعفر طیار کے نام سے مشہور ہیں. انکے اس جنگ میں ۵۰ و بروایتے ۹۰ زخم آئے تھے ؂

غزوہ فتح مکہ. شاندار داخلہ. بت شکنی کعبہ بذریعہ علی. علی کو دوش رسول پر معراج. و انتظام مکہ

غزوہ فتح مکہ ۱۰ر ۳۰ رمضان سنہ ۸ھ

صلح حدیبیہ میں منجملہ شرائط صلح یہ امر بھی تھا کہ جو گروہ ایک دوسرے کے ہم عہد ہونگے اُنسے کچھ تعرض یا جنگ نہ کیجائیگی. بنی خزاعہ ہم عہد

قریش کی عہد شکنی و سبب جنگ

تھے اور بنی بکر ہم عہد قریش۔ ان دونوں قبیلوں میں آپس میں رنجش تھی اب ایکروز بنی ذیل میں سے جو ایک شاخ بنی بکر کی تھی ایک
شخص نے کچھ کلام گستاخانہ سرور کائنات کی شان میں کہے۔ بنی خزاعہ میں سے ایک غلام نے اسکو منع کیا وہ باز نہ آیا۔ غلام خزاعی کو
غصہ آگیا اور اُسنے اُس شخص کو زدوکوب کردیا۔ ذیلی نے بنی بکر سے فریاد کی جسپر بنی بکر جنگ پر آمادہ ہو گئے اور بنی نفسا بھی ان سے متفق ہو
ہنوں نے بنی مدلج سے بھی امداد چاہی مگر اُنہوں نے انکار کردیا۔ تو بنی بکر نے قریش سے جو انکے ہم عہد تھے۔ رجوع کیا قریش خلاف شرط
ملحنامہ بنی بکر کی امداد پر بخلاف بنی خزاعہ آمادہ ہو گئے اور خود سہیل خویلطب عکرمہ وصفوان ومکرز وغیرہ نے نقاب پوش ہو کر خفیہ
بنی خزاعہ پر شبخون مارا۔ اندرون مکہ تک جنگ ہوئی بیس ۲۰ آدمی بنی خزاعہ کے قتل ہوئے بنی خزاعہ عاجز ہو کر بھاگ گئے اور سر
فع میں جاکر پناہ لی۔ اور عمر بن سالم خزاعی نے سوار ہو کر مدینہ میں آ کر رسول اللہ سے فریاد کی۔ اب رسول کو بھی قریش کی
س بدعہدی پر مداخلت کی ضرورت ہوئی اور انکی عہد شکنی کی سزا دینے اور بنی خزاعہ کے انتقام لینے کا ارادہ فرما لیا ؛

ابوسفیان تجدید عہد کے واسطے آتا ہے

ل مکہ بعد اس کشت و خون کے اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور انکو خوف پیدا ہوا کہ اب محمدؐ ہم سے ضرور اس عہد شکنی کا انتقام لینگے
یا آپس میں صلاح کرکے ابوسفیان کو فوراً مدینہ بھیجا گیا کہ قبل اسکے کہ حضرت کو اس واقعہ کا علم ہو از سرِ نو تجدید معاہدہ کی حضرت سے کر لیجائے تاکہ
جنگ پر آمادہ نہو سکیں وراندیشہ جاتا رہے لیکن ابوسفیان کے پہنچنے سے پہلے ہی حضرت کو خبر ہو چکی تھی بلکہ ہزیمت یافتہ و ضرر رسیدہ

ابوبکر و عمر کی سفارش نامنظور

بنی خزاعہ کے چالیس آدمی بھی وہاں پہنچ گئے تھے ابوسفیان نے رسول سے ہر چند کوشش تجدید صلح کی کی اور ابوبکر و عمر و نیز ام حبیبہ
دختر رسول دختر خود کے ذریعہ سے سفارش کرائی مگر رسول نے جنکو بنی خزاعہ کے مصائب کا بہت زیادہ ملال تھا منظور نہ فرمایا

علی کا مصلحتانہ جواب

ابن خلدون کے موافق وہ علی سے بھی خواستگار سفارش کا ہوا تھا مگر اس کامل الایمان مزاج دان راز دار رسول نے
ب طرح کا پُرمعنی و رازداری کا جواب دیا کہ جس بات کی بابت رسول نے کچھ قصد کر لیا ہے میں اُسمیں کچھ گفتگو نہیں کر سکتا جس
رسول کا راز بھی ظاہر نہو اکہ کیا ارادہ کر لیا ہے۔ رسول کے پاس اب کافی سامان تھا اور قوت بھی تھی کہ اُس عبادت گاہ الٰہی کو
مرکز بت پرستی بنا ہوا تھا اور جسکو مشرکین کے بتوں نے غصب کر رکھا تھا۔ کفر و شرک سے پاک صاف کرتے جسکے واسطے کہ
مبعوث ہوئے تھے اور اب اسکے واسطے وجہ بھی قدرتاً پیدا ہو گئی تھی ابوسفیان ناکام واپس مکہ آیا ؛

تہیۂ تیاری لشکر اسلام

رسول نے بعد واپسی ابوسفیان فوراً تیاری شروع کردی۔ اور قرب و جوار مکہ وغیرہ میں جسقدر بھی مسلمان ہوئے تھے ان سب کو
پیام بھیجدیئے کہ جتنے مسلمان ہیں سب شروع رمضان میں مسلح ہو کر مدینہ آجائیں اور اصحاب مدینہ کو حکم دیا کہ نہایت احتیاط و
خاموشی کیساتھ تیاری سامان جنگ کی کریں۔ ایک شخص حاطب بن بلتعہ نے جو مسلمان ہو گیا تھا مگر اسکے اہل و عیال مکہ میں تھے اپنے

تیاری کا افشا ذریعۂ خط

اہل کے حفاظت کے لالچ اور خوشامد میں ایک خط لکھکر ایک عورت کی معرفت جسکا نام ابوالفدا نے سارہ بتلایا ہے اور وہ بقول
روی عبداللہ امرتسری کنیز عمر بن صیفی بن ہشام بن عبد مناف کی تھی جو غالباً قریش کی مرسلہ مدینہ میں آئی ہوئی تھی مکہ

والون کو خبر دینے کی غرض سے روانہ کیا۔ رسول کو خبر ہو گئی۔ علی اسکی گرفتاری کو مامور کئے گئے مقداد و عمار یاسر و بقولے زبیر کو ساتھ کیا گیا کہ فوراً کنیز مذکور سے خط لے لیا جاوے۔ چنانچہ یہ بہ تعجیل تمام اسکے عقب مین گئے جو انکو روضہ طعینہ مین مل گئی اس کی تلاشی لیگئی۔ جب خط برآمد نہوا تو علی نے تلوار نکال لی اور کہا کہ "قسم بخدا رسول اللہ کا قول جہوٹ نہیں ہو سکتا۔ ضرور اسکے پاس خط ہے" تلوار اٹھا کر اسکو قتل کی دہمکی دی تو کنیز پر خوف طاری ہوا اور اسنے اپنے مو بافت سے خط نکالکر دیا۔ محمد بن طلحہ شافعی کہتے ہین کہ "صرف علی کے عزم سے یہ خط ملا"۔ چنانچہ خط لاکر حضور مین پیش کیا گیا۔ حاطب سے جواب لیا گیا جسنے اقبال کر کے تحفظ اہل و عیال کا عذر کیا اور خواستگار معافی ہوا۔ رسول نے معاف کر دیا ؛

نواح مدینہ کے قبائل بنی غفار۔ بنی ضمرہ۔ بنی مزینہ۔ بنی سلیم و بنی کعب کے پاس بہی آدمی بہیجکر انکو بغرض روانگی طلب کیا گیا تہا بتاریخ ۲ رمضان یوم جمعہ بعد نماز عصر و بقولے ۱۰ رمضان کو رسول بہ تزئین مدینہ تشریف لے لائے اور چاہ ابو عبیدہ پر شمار لشکر ظفر پیکر کا فرمایا تو مہاجرین میں سات سو مرد معہ تین سو گہوڑونکے شمار مین آئے جنکے تین علم تہے انمیں سے ایک علی کو ایک زبیر بن العوام کو اور ایک سعد بن وقاص کو دیا گیا۔ انصار کی تعداد چار ہزار مرد ونکی تہی جسکے ساتہہ پانچسو گہوڑے تہے۔ علاوہ انکے قبیلہ مزینہ کے ایکہزار مرد معہ سو زرہ اور سو گہوڑونکے۔ بنی ضمرہ کے چار سو مرد و بنی کعب کے پانسو آدمی اور بنی سلیم کے قریب ایکہزار آدمی تہے جن میں اکثر سوار اور نیزہ وار تہے۔ مزید بران بہت سے آدمی مختلف قبائل کے متفرق آکر شامل لشکر ہوئے تہے کل تعداد لشکر اسلام کی دس ہزار و بروایتے بارہ ہزار تہی جو ہمراہ رکاب رسول مدینہ سے روانہ ہوا۔ ابو لبابہ بن منذر کو خلیفہ مقرر کر کے مدینہ میں چہوڑا گیا ؛

اثنا راہ مین حضرت عباس بن عبد المطلب جو مکہ سے معہ اہل و عیال و اسباب وغیرہ کے ہجرت کر کے مدینہ آرہے تہے مقام بیوت السقیا یا ثنیۃ العقاب یا ذی الحلیفہ میں رسول اللہ سے ملاقی ہوئے چنانچہ انکا اسباب وغیرہ تو مدینہ کو روانہ کر دیا گیا اور وہ ہمراہ لیلئے گئے۔ اثنا راہ مین ہی ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب و عبد اللہ بن ابی امیہ المغیرہ جو قرابت مندان رسول سے تہے حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے رسول نے اول انسے اعراض فرمایا کیونکہ ان لوگون نے باوجود قرابت کے رسول کی دعوت اسلام کو اب تک قبول نہ کیا تہا لیکن حضرت ام سلمہ کی سفارش سے رسول کریم نے انکے اسلام کو قبول فرماکر اپنی حمایت مین لے لیا ؛

جب یہ لشکر اسلام مقام مر الظہران مین جاکر مقیم ہوا جو مکہ سے بہت قریب ہے تو رسول نے حکم دیا کہ ہر شخص فوج کا اپنی جدا گانہ مشعل روشن کرے۔ تاکہ دور سے دیکہنے والوں کو کثرت فوج کی ہیبت طاری ہو۔ چنانچہ اسقدر روشنی ہوئی کہ مثل روز روشن کے ہو گیا۔ ابہی تک قریش آمد لشکر رسول سے بیخبر تہے مگر انکو خوف ضرور تہا کہ مبادا حضرت بغرض انتقام عہد شکنی حملہ آور ہوں چنانچہ ابو سفیان بن حرب و بدیل بن ورقہ و حکیم بن حزام بغرض خبر گیری کے مکہ سے چلے تہے۔ کہ دور سے یہ چراغان دیکہکر حیرت میں تہے کہ یہ کیا ماجرا ہے اور ایک جگہ بیٹہکر آپس مین استعجاباً باتین کرتے تہے کہ یہ لشکر گران کسکا ہے ؟

...کی گرفتاری خط
...لیئے ماموری
...لشکر
...لام در روانگی
اسلام
عمرو بن ...
...مکہ سے آتے
...سے ملے
لشکر اسلام
...ابو سفیان

عباس کی حب وطنی و درد قومی

حضرت عباس کو یہ کثرت لشکر اسلام دیکہکر اندیشہ تہا کہ اب قتل عظیم واقع ہوگا اور تمام قریش تباہ و برباد ہو جاینگے بوجہ درد قومی اس خیال مین تھے کہ اگر کوئی ملجاوے تو قریش کے پاس کہلا بہیجین کہ مقابلہ کا ہرگز قصد نہ کرین بلکہ جسطرح ہو حضرت سے صلح کر لین اور اسی خیال مین وہ رات مین شتر رسول پر سوار ہو کر نکلے تھے کہ ایک جگہ پہ دو تین آدمیونکو بیٹھا آہستہ باتین کرتے ہوئے دیکہا۔ آواز پہچان کر ابوسفیان کو آواز دی اسنے بہی انکی آواز پہچانی اور قریب آکر مستفسر حال ہوا کہ یہ کسکا لشکر ہے۔ عباس نے بتلایا کہ رسول اللہ کا لشکر ہے

ابوسفیان کی امان

ابوسفیان سخت پریشان ہوا اور کہا کہ اب چارہ کار کیا ہے عباس نے کہا کہ اب سوائے عاجزی و اطاعت کے کچھ چارہ نہیں ورنہ سب غارت ہو جاوگے تم میرے ساتھ چلو مین تم کو حضرت سے امان دلوا دونگا۔ چنانچہ ابوسفیان کو اپنے ہمراہ خدمت رسول مین لائے اور اسکے واسطے طالب امان ہوئے بدیل و حکیم مکہ کو واپس چلے گئے۔

حضرت فاروق کا جوش

حضرت فاروق نے جو تنہا ابوسفیان کو ہمراہ عباس کے دیکھا اور سمجھے کہ بسفارش کو لائے ہین تو فوراً رسول کے پاس آکر مصر ہوئے کہ ابوسفیان کو قتل کرا دیا جاوے مگر حضرت عباس نے کہا کہ اسوقت اسکو مین نے اپنی پناہ میں لیا ہے۔ رسول نے حکم دیا کہ اسکو صبح حاضر کیا جاوے چنانچہ رات کو ابوسفیان حضرت عباس کے پاس رہا۔ صبحکو حضور مین پیش کیا گیا حضرت نے اسکے کردار پر اسکو ملامت کی وہ کچھ نادم ہوا اور حضرت عباس کے کہنے سے طوعاً و کرہاً ایمان بہی لے آیا۔ رسول کی شان کریمی کہ ایسے دشمن کو بسفارش عباس نہ صرف اسکو ہی امان عطا فرمائی گئی بلکہ جو شخص اسکے گہر مین ہتیار ڈالکر دروازہ بند کرکے بیٹھ جاوے اسکو بہی امان دیگئی۔

ابوسفیان کو شکوہ لشکر اسلام دکہانا

ابوسفیان نے مکہ کو واپس جانا چاہا۔ مگر دوربین نبی نے عباس کو اشارہ کیا کہ اسکو ایسے مقام پر لیجا کر ٹہرائیں جہان سے کل لشکر اسلام گذرے تاکہ ادہر تو تعداد و شکوہ لشکر دیکھکر اسپر رعب طاری ہو ادہر لشکر اسلام سے پہلے مکہ مین پہنچکر کوئی فتنہ برپا کرنیکا موقعہ اس کو نہ ملے۔ چنانچہ عباس اسکو ساتھ لیجا کر ایک مقام پر ٹہر گئے۔ اور حضرت نے لشکر کی باترتیب روانگی مکہ کا حکم دیا۔ اور لشکر روانہ ہونا شروع ہوا ٭

لشکر اسلام کی باترتیب روانگی

اوّل خالد بن ولید معہ ایکہزار سوار بنی سلیم و دو علم کے گذرا۔ پہر زبیر بن العوام معہ ۵۰۰ نفر مہاجرین کے و علم سیاہ کے اسکے عقب مین ابوذر غفاری معہ ۳۰۰ نفر کے اور پہر بشیر بن سفیان معہ ۵۰۰ سوار بنی کعب کے پہر ایکہزار نفر بنی مزینہ کے معہ تین علمونکے گذرے اسی طرح ہر قوم و قبیلہ کی فوج جداگانہ افسر و علم کیساتھ گذری پہر سواری حضور پر نور کی ہمراہ پانچہزار جرار نامدار کے نکلی جو تمام آلات حرب سے مسلح تھے سعد بن عبادہ علم لئے معہ ایکہزار انصار کے آگے آگے تھے۔ ابوسفیان ہر دستہ فوج کے گذرنے پہ دریافت کرتا تہا اور عباس اسکو بتلاتے جاتے تھے۔ یہ شان و تجمل لشکر و سواری رسول کا دیکہکر ابوسفیان سخت حیران تہا اور دہشت اسپر طاری تہی

سعد بن عبادہ کی طعن

سعد بن عبادہ نے جبکہ وہ علم انصار لیئے ہوئے ابوسفیان کے قریب سے گذرے تو اسکو دیکہکر طنزیہ کہا کہ اے ابوحنظلہ آج ہے لڑائی کا دن۔" اور اپنے ہمراہیان سے باواز بلند کہا کہ اے بنی اوس و خزرج آج تم اپنے خون کا عوض لوگے۔" ابوسفیان یہ کلام سعد کے سنکر خوف کے مارے سید ہا رسول کے پاس تک پہنچا اور رکاب حضور کو بوسہ دیکر سعد کا تمام قول نقل کیا ٭

علم علی کو دلوایا گیا

اس رحمۃ للعالمین مصلحت بین رسول نے اس اندیشہ سے کہ مبادا مسلمان اپنے جوش انتقامی میں حضرت کے داخلہ مکہ کو بلاوجہ قتل و غارت سے نہ بدل دیں۔ اپنے معتمد و مصلحت رسول پر کام کرنیوالے علمدار علی کو حکم دیا کہ تم جا کر سعد سے علم لے لو اور نہایت نرمی سے مکہ میں داخل ہو تاکہ بلاوجہ قتل و خون کا بازار مکہ میں گرم نہ ہو۔

مکہ کے داخلہ لشکر اسلام پر سرسری نظر

دنیا کے تمام فاتحانہ داخلہ ہائے فوج میں یہ داخلہ عظمت و شان میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ دیکھیے وہ اسی خانہ کعبہ کے مجاور ابو طالب کا راحت جان اپنے پرقوت ہاتھ میں اسلام کا جلالت نشان علم لیئے ہوئے آگے آگے ہے اور وہ جلاوطن مکی نبی برحق جو آپ سے آٹھ برس پہلے نہایت بیکسی کے عالم میں اپنے عزیز وطن سے نکالا گیا تھا۔ اور پھر بغرض طواف بھی اسکو اس خانہ خدا کی زیارت کی اجازت نہیں دی گئی تھی جسکی قیام و حفاظت پر وہ منجانب اللہ مامور ہوا تھا۔ اب وہ کس شکوہ و شان سے اپنے چھوٹے ہوئے وطن و عبادتگاہ میں آ رہا ہے اور کسیکو مجال دم زدن نہیں اور گو کفار مکہ کے دیرینہ مظالم اور حال کے واقعات انتقام کے مقتضی تھے اور اسی ارادہ سے ہی یہ سفر کیا گیا تھا۔ مگر اس رحمۃ للعالمین ہادی کی نگاہ رحم نقطہ انتقام سے بالکل متجاوز اور اسی پرانے مرکز اصلاح و مقصد اعلائے کلمۃ اللہ پر جمی ہوئی نظر آتی ہے۔ جیسا کہ آئندہ اسکے احکام و طریقہ عمل سے ظاہر ہوگا۔

قریش کی پریشانی و رسید گی حضرت قریب مکہ

بدیل و حکیم جو ابو سفیان کے ساتھ سے واپس مکہ چلے گئے تھے۔ انہوں نے جا کر اہل مکہ کو تمام حال کی خبر دی جس سے اہل مکہ نہایت حیران و پریشان ہوئے اور سب پر عام دہشت غالب ہو گئی اور کچھ چارہ کار انکو نظر نہ آتا تھا نہ اتنا وقت و موقعہ تھا کہ مقابلہ کا کچھ انتظام کر سکتے لشکر اسلام اسی ترتیب سے مقام ذی طوی تک گیا جہاں پہنچکر بانتظار تشریف آوری رسول سب ٹھہر گئے کہ حضور بھی تشریف لے آئے اور اسوقت کے اس تجمل سپاہ اور شب ہجرت کی اپنی تنہائی کو یاد کر کے بچشم پر آب سجدہ الہی میں جھک گئے اور تا دیر شکر الہی کرتے رہے بالآخر حکم دیا کہ حضور کا علم حجون پر لیجا کر نصب کیا جائے اور وہاں سے تا تشریف آوری حضور کوئی آگے نہ بڑھے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہاں پہنچکر حکم دیا گیا کہ زبیر معہ مہاجرین کے حصہ بالائی سے مکہ میں داخل ہوں اور خالد بن ولید معہ بنی سلیم و غفار کے حصہ زیرین سے جائیں اور اپنا علم آبادی کے انتہائی حصہ پر نصب کریں۔ اور کوئی شخص حرم کے رہنے والوں سے جنگ نہ کرے۔ لیکن اگر کوئی گروہ سفہائے اسلام کے مقابل آئے تو مناسب طریقہ پر انکے دفعیہ سے باز بھی نہ رہیں اور سوا گیارہ مرد اور چھ عورتوں کے جنکے نام تبلا دیئے گئے تھے جس کی کیفیت آئندہ آئیگی اور کسیکو قتل نہ کیا جائے۔ یہ احکام صادر فرما کر حضرت خود دوسرے راستہ سے روانہ ہوئے۔

روایت مقابلہ اشرار قریش سے دستہ خالد

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ عکرمہ بن ابوجہل صفوان بن امیہ سہیل بن عمرو معہ ایک گروہ بنی بکر و بنی حارث و بنی ہذیل کے جب انکو خالد بن ولید کے حصہ زیرین سے آنے کی خبر ملی تو اسکے مقابلہ کو دوڑ گئے۔ مقام حندمہ میں مقابلہ ہوا یہانتک کہ لڑتے ہوئے حزورہ تک جو نزدیک مسجد الحرام کے ہے پہنچے ۲۸ آدمی اشرار مکہ میں سے واصل جہنم ہوئے۔ ابن حنظلہ بھی جو نہایت چالاک تھا مسلح ہو کر فوج خالد کے مقابلہ کو گیا تھا۔ مگر جب قریش کی مغلوبی کو دیکھا تو خوف کے مارے ہتیار وغیرہ اتار کر تحت کعبہ سر جھکا کر آ کھڑا ہوا۔ بقیہ گروہ اشرار

بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گئے مسلمانون نے تعاقب کیا۔ ابوسفیان و حکیم نے فریاد کی کہ اے قریش کیون بیوقوف ہوئے ہو اور اپنی جانین تلف کرتے ہو ہتیار رکھدو اور اپنے گھرون مین بیٹھو جو ایسا کریگا وہ امان مین ہوگا چنانچہ سب نے ہتیار ڈالدیئے اور گھرون مین چلے گئے ہتیار ضبط کر لیئے گئے دوران مقابلہ مین رسول بھی قریب حرم پہنچگیئے تھے۔ اور گرد اڑتی ہوئی دیکھکر دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ مشرکین سد راہ خالد کے ہوئے تھے ان سے جنگ ہوتی ہے۔ رسول نے خالد کے پاس ایک شخص کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ "ارفع علیھم السیف" تلوار ان سے اٹھالو یعنی قتل مت کرو) مگر خالد نے اپنی جبلی شرارت سے اسکے معنی الٹے لیئے اور بعد کو حضرت کی بازپرس پر قاصد کے سر رکھدیا کہ اُسنے "صنع فیھم السیف" جاکر کہا تھا (یعنی کسیکو نہ چھوڑو) روایت مین ہے کہ خالد نے اس روز ۷۰ آدمی قتل کئے۔ شہادت حضرت حمزہ کے روز جو حضرت کی زبان سے نکلا تھا کہ ۷۰ آدمی قریش کے قتل کرونگا جس سے آپ اپنے رحم و مرضی الہی سے در گذرے تھے وہ بات غلطی خالد سے پوری ہوگئی۔ غرض کہ مکہ پورے طور پر فتح ہوگیا ٭

رسیدگی رسول خانہ کعبہ — خیمہ خاص حضرت کا حجون مین نصب تھا غسل وغیرہ کر کے حضرت مسجد الحرام کو ناقہ پر سوار تشریف لے گئے محمد بن مسلمہ مہار ناقہ تھامے ہوئے تھے اور سورہ "انا فتحنا" تلاوت کرتے جاتے تھے حضرت بلا احرام مسجد مین تشریف لیگئے حجر اسود کا استلام کیا اور (براففتاح در کعبہ) تکبیر کہی تمام اہل اسلام نے تاسی کی شور تکبیر سے تمام مکہ گونج اٹھا کنجی خانہ کعبہ کی سلافہ بنت سعد بروایتے مادر شیبہ و بقولے عثمان بن ابی طلحہ عبدی کے پاس تھی جنہون نے دینے سے انکار کیا۔ تو علی بھیجے گئے۔ اور کنجی ان سے لے آئے رسول نے اپنے ہاتھ سے دروازہ کعبہ کھولا اور کنجیان پوشیدہ رکھدین چنانچہ اب تک یہ رسم جاری ہے ٭

علی کی دوش رسول پر چڑھکر کعبہ کی بت شکنی

کعبہ سے بتون کا تخلیہ — اب خانہ کعبہ مین داخلہ پر اُس واجب الوجود کی حقیقی وحدانیت اور اسکی سچی عبادت قایم کرنے والے نبی برحق کی آنکھیں جو دنیا کو جس شرک سے پاک کرنے آیا تھا کب ان تین سو ساٹھ مصنوعی خداؤن کی خانہ خدا مین غاصبانہ حکومت اور در و دیوار کعبہ پر انکی جلوہ آرائی و قبضہ ناجائز دیکھہ سکتی تھیں۔ دیکھتے ہی ایک جوش پیدا ہوتا ہے اور خود دست حق پرست سے کلمہ "جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" کے ساتھہ ہی انکی جلوہ نمائی و وجود کو مٹانا شروع کیا جاتا ہے چھوٹے چھوٹے بتوں اور مورتون کے مٹانے کے بعد ضرورت ہوئی کہ جو بت بڑے اور بلند جگہو پر تھے جہان ہاتھہ پہنچنا مشکل تھا انکی بھی تخلیہ کیجاوے تاکہ خدا کا گھر کلیتاً شرک سے پاک ہوجاوے اب علی کو حکم ہوتا ہے کہ "یا علی تم میرے کاندھے پر سوار ہوجاؤ اور ان بتونکو توڑدو" علی پاس (علی کو دوش رسول پر چڑھکر بت شکنی کا حکم) ادب سے ہچکتے ہین اور التجا کرتے ہیں کہ رسول انکے کاندھے پر قدم رنجہ فرمایئن کیونکہ علی کیواسطے یہ امر بھی کچھ کم افتخار کا باعث نہوتا مگر کچھ مصالح پر نظر رکھنے والے نبی نے علی کو یہ مسکت اور تسلی آمیز جواب دیکر کہ "یا علی تم بار رسالت کو نہ اٹھا سکوگے اور مین بار امامت اٹھا لونگا" خاموش کردیا اور بمصداق "الامر فوق الادب" تعمیل حکم پر آمادہ کردیا ٭

بعد اسکے نقاب علیحدہ کرکے اپنے قصور کی بہت لجاجت سے معافی چاہی۔ رحیم نبی نے درگذر کیا۔ قرینہ و قرنا کنیزان ابن خطل ہجو رسول گایا کرتی تہین انمین سے قرینہ مسلمان ہوگئی۔ قرنا بہاگ گئی تہی پہر مسلمان ہوگئی۔ ایک اور کنیز ابن خطل کی تھی وہ بہی قتل ہوئی۔ سارہ کنیز بنی مطلب تہی اسکو بہی علی نے روز فتح مکہ قتل کردیا۔ ام سعدیہ بہی قتل ہوئی ؛

حرمت کعبہ بحال کی گئی

غرض ان گیارہ مرد و چہہ عورتوں مین بہی صرف چار مرد و چار عورتین قتل ہوئے باقی معاف کردیگئے۔ ایک اور شخص جذب نامی کو خراش بن امیہ کبی نے بلا اجازت رسول قتل کردیا تہا۔ رسول نے قطعی ممانعت کا حکم جاری کردیا کہ اب کوئی شخص کسی کو قتل نہ کرے حرمت کعبہ بدستور بحال کی گئی ؛

بن سید عاکم مکہ مقرر کئے گئے رسول کی بے لوثی

اسکے بعد اہالیان مکہ مرد و عورت جوق جوق خدمت رسول مین آتے تھے اور مشرف باسلام ہوتے تھے اب حضرت نے عتاب بن اسید کو جو نوعمر جوان صالح اور اطاعت و محبت رسول و آل رسول مین راسخ و کامل تہا حاکم مکہ مقرر کیا۔ بعض اہل مکہ کو بوجہ نوعمری عتاب کے کچھ اعتراض بہی اسکی امارت پر ہوا۔ مگر حضرت نے سب کو جمع کرکے ایک خطبہ پڑہا اور عتاب کے اوصاف بیان فرمائے اور عتاب کو بہی ہدایات مناسب انصاف و رحم کی فرمائین جس سے سب مطمئن ہوگئے۔ اس مقام پر بہی رسول کی وہ بے نفسی اور بے لوثی کا پورا ثبوت ملتا ہے کہ بعد قوت و قابو کے بہی حکومت مکہ اپنے کسی اہل خاندان یا رشتہ دار قریبی کو نہین دیجاتی حالانکہ اگر ایسا کیا جاتا تو کچھ بیجا و نامناسب نہ ہوتا کیونکہ یہ خاندان پہلے سے ہی سرداری کے شرف و افتخار سے ممتاز و مجاورت و حجابت خانہ کعبہ کے واسطے مخصوص تہا مگر رسول کو دکہلانا یہ ہے کہ ان تمام مصائب و جانفشانیوں سے آپ کی غرض ہرگز دنیا طلبی یا اپنی و اپنے خاندان کے عروج دنیاوی کی نہین ہے بلکہ یہ محض اصلاح خلایق و تعمیل احکام ربانی کی بنا پر ہے جو آپ کی نبی برحق ہونے کی بین دلیل ہے ؛

سرایا اسلام بنا بر بت شکنی مضافات مکہ و خالد کا ظلم و ماموری علی بنا بر تلافی

مضافات مکہ کے بتوں کی

اب جبکہ خانہ کعبہ و در مکہ کے تمام گہر بتون کے وجود سے پاک و صاف ہوگئے تو مضافات مکہ کے بتوں و بتخانوں کو توڑنے کیواسطے حسب ذیل سرایا روانہ کئے گئے :- خالد بن ولید کو معہ ۳۰ سوارونکے بغرض تخریب بتخانہ عزی جانب نخلہ روانہ کیا گیا۔ جنہوں نے وہان جاکر وہان کے بتوں و بتخانہ کو توڑا اور ایک عورت سیاہ فام برہنہ جسم و پریشان مو کی مورت کو جو عزی کہلاتی تہی غارت کیا اور واپس آئے ؛

صفائی۔ سریہ خالد جانب نخلہ

سریہ سعد جانب منات

سعد بن زید اشہلی کو بتخانہ منات کے غارت کرنیکو بہیجا گیا جس کی پرستش قبیلہ اوس و خزرج و غسان کیا کرتے تھے۔ یہان بہی ایک عورت سیاہ فام برہنہ جسم کی مورت دیکہی گئی جو توڑ کر تباہ کی گئی و بتخانہ ویران کرادیا گیا ؛

سریہ عمرو عاص

عمرو بن عاص کو بہیجکر بت سواع جو قبیلہ بنی ہذیل کا بت تہا توڑوا دیا گیا ؛

سریہ ثانی خالد جانب بنی خزیمہ
قتل مسلمانان بیگناہ از دست خالد

بعد واپسی نخلہ خالد بن ولید کو بغرض تحقیق حال قبیلہ خزیمہ کی بمقام یلملم بہیجا گیا جو مسلمان ہوچکے تھے اس سے جنگ کی ممانعت کردی گئی تہی لیکن اس قبیلہ سے اور بنی مخزوم قبیلہ خالد سے دیرینہ عداوت تہی۔ زمانہ جاہلیت مین کبہی عوف پدر عبدالرحمن خزیمہ نے خالد کے

چچا فاک بن مغیرہ کو قتل کر دیا تھا جب خالد بن ولید معہ ۳۵۰ آدمیوں کی جماعت کے انکی منزل کے قریب پہنچا۔ بنی خزیمہ نے بہ نظر احتیاط اپنے ہتیار پہن لیئے اور خالد کے پاس آئے۔ خالد نے پوچھا کہ تم کون ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم مسلمان اور پابند شریعت حقہ ہیں۔ خالد نے کہا کہ پھر تم نے ہتیار کیوں پہنے۔ انہوں نے کہا کہ گروہ عرب سے اور ہم سے عداوت ہے ہمکو گمان ہوا تھا کہ شاید تم گروہ عرب سے ہو۔ خالد نے کہا کہ ہتیار علیحدہ کر دو انہوں نے فوراً تعمیل کی۔ باوجود اسکے بھی خالد نے اوسی عداوت دیرینہ کی وجہ سے اب اپنے انتقام کی قوت پا کر قریب ۳۰ آدمی انکے قتل کر دیئے۔ جب اس ظلم کی خبر حضرت کو ہوئی تو حضرت پر ناقابل بیان صدمہ و تکلیف کا عالم طاری ہوا اور حضرت نے آسمان کیطرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا "اللھم انی برء مما صنع خالد" (پروردگار تو جانتا ہے کہ میں اس سے جو خالد نے کیا بری الذمہ ہوں) خالد نے تیرے رسول کی نافرمانی کی ہے اور واپسی پر خالد سے سخت اظہار ناراضی کیا و بازپرس کی گئی جس کی بابت خالد نے معافی چاہی۔

خالد کی حرکت کا رسول پر اثر

علی رفع شکایت تلافی ظلم بنی خزیمہ پر مامور کیے گئے

اب اس رحیم و منصف رسول نے مناسب سمجھا کہ اس ظلم خالد کی تلافی کیجاوے چنانچہ زر کثیر بابت دیت کشتگان بنی خزیمہ دیکر علی کو مامور کیا کہ وہ بنی خزیمہ کو خونبہا دیکر راضی کریں۔ یہ موقعہ بھی نزاکت و خطرہ سے خالی نہ تھا۔ کیونکہ ایدہر تو ویسے ہی رسول کو قبائل عرب کیطرف سے ابھی اطمینان کلی حاصل نہوا تھا۔ دوسرے ان فرقوں کیساتھ جو زیر حفاظت آچکے تھے کسی قسم کا ناملایم برتاؤ دوستوں کو بھی دشمن بنا سکتا تھا۔ اور یہاں رسول دشمنوں کو دوست بنا رہے تھے بنی خزیمہ کی یہ خونریزی و فریاد بغیر رنگ لائے نہ رہتی اور دشمن رسول کو ہی مورد الزام قرار دیتے علاوہ بریں بنی خزیمہ بیگناہ تھے۔ ان پر ایسے شخص کے ہاتھ سے ظلم ہونا جو رسول کا آدمی کہلاتا عام اس سے کہ اسنے رسول کی دی ہوئی قوت کا برا اور بیجا مصرف کیا ہو۔ رسول کی کس قدر صدمہ اور بدنامی کا باعث تھا لہذا ملکی و اخلاقی دونوں جہت سے ضرورت تھی کہ اس کی تلافی کیجاوے۔ اور بنی خزیمہ کو اسطرح خوش کیا جاوے کہ وہ اس ناگوار ظلم کو بھول جائیں۔ یہ کام مشکل تھا۔ کیونکہ کسی مالی نقصان کی تلافی نہ تھی۔ ایک جمہور تیس بے قصور جانوں کی تلافی کرنی تھی جس کی وجہ سے جو اشتعال بنی خزیمہ کو ہوگا وہ ظاہر ہے تنہا ایک شخص کا ان مشتعل طبیعتوں کے درمیان عذر لیکر جانا کسقدر مخدوش ہو سکتا ہے اور پھر انکا ورثاء و رضامند کرنا کسقدر دشوار کام تھا۔ اسکے واسطے علی جیسے شخص کے ہی بے ہراس و مطمئن قلب و بہر و اخلاق کی ضرورت تھی جو دوسرے سے ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ بہرحال علی گئے اور مقتولین کے ورثا کو انکی حسب منشا دیت ادا کی اور اسکے بعد جو کچھ بچ رہا مزید تالیف کیلئے وہ بھی تقسیم کر دیا اور اس کام کو باحسن طریق حسب منشا رسول انجام دیکر کہ بنی خزیمہ بہمہ وجوہ رضامند ہو گئے واپس آئے بقول روضۃ الصفا و ابوالفدا جب علی رسول کے پاس آئے تو نبی نے اپنی خوشنودی ظاہر فرمائی اور حسب تنقید الکلام نے تاریخ ابن ہشام و ابن اثیر اور طبری جلد ۳ سے لکھا ہے کہ "علی کے اخلاق و جود و سخا سے ہر شخص کا دل خوش ہوا اور سب نے انکو دعا خیر دی اور جب حضرت علی ہا پھر کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت نے بھی نہایت مدح و ثنا کی اور بہت شکریہ ادا کیا" اور اسطرف سے رسول کو اطمینان ہو گیا۔

موقعہ کی نزاکت

رسول نے علی کا شکریہ ادا کیا

غزوہ حنین۔ فرار ثانی اصحاب و لشکر اسلام۔ رسول و علی و عباس کی ثابت قدمی فتح جنگ بدست علی

تیاری و روانگی لشکر اسلام

بعد فتح مکہ کے وہ قبائل بھی جسے ابتک رسول سے صلح نہوئی تھی۔ خدمت رسول میں آکر یا تو مسلمان ہوگئے یا صلح کرلی مگر قبائل ہوازن و ثقیف علیحدہ رہے۔ چونکہ بوقت روانگی لشکر اسلام برائے فتح مکہ بغرض اخفا راز یہ مشہور کردیا گیا تہا کہ لشکر اسلام ہوازن کو جائیگا اہل ہوازن کو یہ اندیشہ ہوا کہ اب رسول انکی طرف رخ کرینگے۔ لہذا آپس میں مشورہ کرکے انہوں نے ایک لشکر جنگ کیواسطے تیار کیا بنی نضیر بنی جشم و بنی سعد بنی ہلال کو بھی اپنا شریک حال کیا اور مالک بن عوف نضیری کو جو عنفوان شباب میں تہا۔ سردار لشکر مقرر کیا۔ مگر ہوازن میں سے کعب و کلاب نے انکا ساتھہ نہیں دیا۔ و سار ثقیف نے بھی ایک لشکر مرتب کیا اور مالک بن عوف کے لشکر سے جاملے لشکر ثقیف کا سردار قارب بن الاسود و بروایتے کنانہ بن عبد الشمالیل تہا۔ بہرحال چار ہزار و بقولے بیس ہزار آدمیوں کی جماعت ہوگئی۔ بنی جشم میں سے درید بن الصمہ کو جو نابینا تہا اور ایکسو ساٹھ سال کی عمر تھی۔ بوجہ تجربہ کاری ساتھ لے لیا تہا۔ مالک نے فوج کی عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھہ میں لے لیا تہا کہ ان کی موجودگی کیوجہ سے زیادہ جوش ہوگا۔ اور بہاگنے کے نہیں۔ درید کو جو یہ معلوم ہوا تو اس نے اس کو منع کیا لیکن اسکی رائے نہیں مانی گئی چنانچہ یہ لشکر عظیم مسلمانوں سے جنگ کرنیکو روانہ ہوگیا اور مقام اوطاس میں آکر مقیم ہوا۔ حضرت کو جب اسکی خبر پہنچی تو عبد اللہ بن ابی حذر کو تحقیق حال کو روانہ کیا اور تہیہ جنگ کا کیا۔ بارہ ہزار و بقولے سولہ ہزار کا لشکر اسلام مرتب ہوا جنمیں قریب دو ہزار کے وہ لوگ تھے جو بعد فتح مکہ مسلمان ہوئے تھے۔ صفوان بن امیہ سے سو زرہ عاریت لیگئی تہیں اس لشکر اسلام میں ہر قبیلہ کا جداگانہ علم تہا۔ سعد بن وقاص۔ خالد بن ولید۔ عمر ابن الخطاب جنہیں خیبر کے روز علم کا غیر معمولی اشتیاق تہا آج انکے ہاتھوں میں علم کے پھریرے لہرا رہے تھے۔ عبد اللہ نے بعد تحقیق واپس آکر صورت حال لشکر مخالف کی بیان کی۔ چنانچہ حضرت بھی معہ لشکر روانہ حنین ہوگئے۔ رسول خود عقب لشکر پر تھے جنکے ساتھہ انکا پیارا علمدار علم لیئے ہوئے تہا ۔

ابو بکر کا تکبرانہ قول اور اسکی پاداش منجانب اللہ انتشار و فرار لشکر اسلام

روضۃ الصفا میں روایت ہے کہ ابو بکر نے کثرت لشکر اسلام دیکھکر کہا تہا کہ اب ہم بوجہ قلت سپاہ ہرگز مغلوب نہ ہونگے۔ رسول کو یہ تکبرانہ کلام مکروہ معلوم ہوا غالباً اسی قول کی سزا میں خدا تعالے نے اول لشکر اسلام کو منہزم کیا تہا کہ انکو معلوم ہوجائے کہ فتح و شکست قلت و کثرت سپاہ پر نہیں ہے بلکہ خدا کے ہاتھہ میں ہے اور خدا کیجانب سے بھی آیہ "لقد نصرکم اللہ...... مدبرین" نازل ہوئی جس میں تکبر و تعلی کی مذمت کی گئی ہے دشمن کے ہوشیار و تیز فہم سردار مالک بن عوف نے پہلے سے پہنچکر وادی حنین میں اپنے کچھہ سپاہ کو کمین گاہ میں بٹھا دیا تہا اور حکم دیا تہا کہ جسوقت لشکر اسلام اس طرف سے گذرے اور زد پر آجائے تو ایکدم کمین گاہ سے ان پر حملہ کردیا جائے۔ راستہ وادی کا تنگ تہا۔ لشکر اسلام تہوڑا تہوڑا ہوکر متفرق راستوں سے گذر رہا تہا کہ اتنے میں موقعہ پاکر دشمن نے کمین گاہ سے یکدم مسلمانوں پر زوروں سے حملہ کردیا مسلمانوں میں گھبراہٹ و پریشانی پیدا ہوگئی اور احد کے اکھڑے ہوئے قدم پھر قایم نہ رہ سکے اول فوج بنی سلیم کی بہاگی۔ پھر خالد بن ولید کی فوج بہاگی غرض ایسی بہاگڑ پڑی کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ رہی ۔

رسولؐ علمدار رسول علی کی ثابت قدمی و اہل خاندان رسول

لیکن رسول پہاڑ کیطرح اپنی جگہ پر قایم تھے اور انکا علمدار اپنے جبلی استقلال سے عزت اسلام کو روکے ہوئے تہا۔ حضرت کے پاس سوائے چند آدمیوں کے کوئی نہ تہا۔ علی۔ عباس۔ عبداللہ بن مسعود و ربیعہ و ابوسفیان پسران حارث بن عبدالمطلب و اولاد جعفر و نیم و فضل پسران عباس و عتبہ و معتب پسران ابولہب و عقیل پسر ابوطالب برادر علی تھے کہ جو سب خاندان رسالت سے تھے اور اسامہ بن زید غلام حضرت اور اسکا بہائی اور اسکی ماں ام ایمن کا بہائی تہا۔ ان لوگوں کے علاوہ اور کوئی ثابت قدم نہ رہا تہا اور روضۃ الصفا اور بقول مولف تاریخ الاسلام صرف چار آدمی علی عباس ابوسفیان اور عبداللہ باقی رہگئے تھے۔ ابوالفدا کی موافق مسلمان اسطرح متفرق ہوگئے کہ ایک دوسرے سے غافل تہا :

سفر درپین رسول کا پکارنا و رمشرکین کا رسول پر حملہ علی کی شیرانہ مدافعت

رسول مثل اعدا کے سب کو پکارتے تھے اور فرماتے تھے "انا النبی لا اکذب انا عبد المطلب۔ یا اصحاب السمرۃ" (سمرہ اس درخت کا نام تہا جسکے نیچے بیعت رضوان ہوئی تہی) مگر کوئی نہ سنتا تہا۔ رسول نے اب خود ارادہ جنگ کا کیا مگر ابوسفیان و عباس و علی نے حضرت کو روکا کہ جب تک ہمارے جسم مین جان باقی ہے حضرت کو جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ لوگ بہادرانہ شان سے دشمنوں سے جنگ کرتے تھے اور رسول کی حفاظت بہی کرتے تھے۔ اہل مکہ میں جو لوگ طوعاً و کرہاً مسلمان ہوئے تھے اور بہاگ رہے تھے تمسخر کرتے تھے اور نامناسب باتین کہتے تھے۔ لیکن صفوان انکو روکتا تہا۔ مالک بن عوف سردار لشکر مخالف نے رسول کو دیکھکر حملہ کیا۔ ایمن پسر ام ایمن نے اسکو روکا مگر زخمی ہوکر شہید ہوگئے۔ مالک نے ہر چند کوشش کی کہ حضرت کے قریب پہنچکر حملہ کرے۔ مگر علی کے شیرانہ حملوں سے جو دشمنوں کی تلوار آبدار سے مثل شیر مست کے حملے کرتے تھے۔ اور جماعت دشمن کو درہم برہم کردیتے تھے وہ حضرت تک نہ پہونچ سکا :

واپسی اجتماع لشکر اسلام و جنگ دشمن سے

اب رسول نے حضرت عباس کو جنکی آواز بلند تہی حکم دیا کہ انصار کو آواز دین چنانچہ عباس نے آواز دی کہ "یا معشر الانصار یا اصحاب بیعۃ السمرۃ" کیا بے حمیتی ہے کہ رسول کو دشمنوں مین چہوڑ کر اپنے نام و غیرت کو ڈبوتے ہو واپس آؤ۔ یہ آواز سنکر بعض کو غیرت آئی اور اطراف و جوانب سے لبیک کہتے ہوئے واپس آئے۔ اول گروہ جو رسول کے پاس واپس آیا وہ صحابہ کا تہا۔ جب قریب سو آدمیوں کے ہوگئے تو سب نے ملکر فوراً دشمن پر حملہ کردیا۔ اور اب اور لشکر منہزم بہی واپس ہونے لگا جو بوجہ ندامت رسول کے پاس تو نہ جاتے تھے مگر علی کے علم کے نیچے جو ثابت قدمی سے دشمن سے جنگ کر رہے تھے آکر شریک جنگ ہوجاتے تھے۔ اب مشرکین مین سے ایک بہادر ابوجرول نامی جو نہایت قوی الجثہ و شجاع تہا۔ اونٹ پر سوار ہوکر میدان میں آیا اور مبارز طلب کیا۔ کسی کی ہمت اسکے مقابلہ کی نہوتی تہی کہ اسی شیر نیستان شجاعت علی ابن ابیطالب نے اسکے مقابل جاکر اسکے اونٹ کو پے کرکے اسکو واصل جہنم کیا۔ اب مسلمانوں نے اس سے قوی دل ہوکر اور سختی سے حملہ کردیا چونکہ رات کا وقت تہا۔ دشمن کو یقین ہوگیا کہ اسلام کا تمام لشکر پھر مجتمع ہوگیا۔ ابوجرول کے قتل ہوجانے سے دشمن کے قدم اکھڑ گئے۔ اور اب بہاگنے کی انکی باری تہی میدان چہوڑ کر بہاگ کھڑے ہوئے۔ فتح مسلمانوں کی رہی۔ چار آدمی مسلمانوں کے اور ۷۰ آدمی مخالفین کے مارے گئے جنہیں بروایت حیات القلوب

۸۹ آدمی تنہا علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اس جنگ میں دو ہزار اونٹ چار ہزار بردہ۔ چالیس ہزار اوقیہ نقرہ اور اسقدر تعداد مین بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئین اور بہت سے مشرکین مسلمان ہوگئے۔ اس جنگ مین بھی علی کی ہی بہادری اور ثابت قدمی نے آبرو اسلام کی رکھلی اور فتح نصیب ہوئی ؛

مشرکین کی شکست و فرار

مشرکین تین گروہ ہوکر بہاگ گئے تھے۔ ایک گروہ بنی ثقیف معہ مالک سردار لشکر کے طایف کیطرف گیا ایک گروہ جانب لطن نخلہ گیا اور ایک گروہ بغرض حفاظت مال و اسباب کے اوطاس کو گیا۔ رسول نے حکم دیا تہا کہ اسیر و زنین سے کسیکو قتل نہ کیا جائے مگر باوجود اسکے بروایت حیات القلوب حضرت فاروق نے جواب والیس آ گئے تھے انصار کو اشارہ دیکر ابن الاکوع و جمیل بن معمر کو جو اسیر ہوئے تھے قتل کرا دیا جسپر حضرت سخت ناخوش ہوئے۔ عمیر بن وہب نے سفارش کرکے معاف کرایا ؛

سرایا ابو عامر و طفیل بنا بر تعاقب دشمن

سریہ ابو عامر تعاقب دشمنان بجانب اوطاس

اب حضرت نے ابو عامر اشعری کو معہ زبیر ابن العوام و ابو موسیٰ اشعری کے ایک دستہ فوج کیساتھ تعاقب دشمنان مین جانب اوطاس روانہ کیا۔ وہان بہی مخالفین سے جنگ ہوئی ابو عامر شہید ہوگئے۔ ابو موسیٰ اشعری نے بکوشش بلیغ دشمنونکو شکست دی جو وہان سے بہی بہاگ گئے۔ درید بن الصمہ نابینا بہی مارا گیا۔ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ عبدری جو سخت دشمن اسلام تہا دوران جنگ مین مسلمان ہوا اور دشمنوں سے جنگ کی ؛

اجتماع مال غنیمت و رہائی اسما بنت حارث

اب رسول اللہ نے تمام مال غنیمت کو جمع کراکر بحفاظت بشیر انصاری کہ او ربروایتے بحفاظت بذیل بن ورقہ روانہ جعرانہ کردیا۔ اسیروں مین اسما بنت حارث بن عبد العزی بہی تھی جو حضرت کی رضاعی بہن ہوتی تھی۔ جب اُس نے حضرت کو اپنا پتہ دیا تو حضرت نے اسکی بہت عزت کی اور بہت عطایا دیکر بعزت تمام رخصت کر دیا جو مسلمان ہوکر والیس گئی اسکے رشتہ دارونکو بہی رہائی دیگئی ؛

سریہ طفیل بنا بر تاراجی تبخانہ ذی الکیف

طفیل بن عمر کو واسطے تخریب تبخانہ ذی الکیف معہ چار سو آدمیوں کے بہیجا گیا تہا جنہوں نے تبخانہ مذکور کو غارت کردیا۔ اور والیس آکر محاصرہ طایف مین شریک ہوگئے ؛

غزوہ طایف۔ علی سے رسول کی رازداری و اصحاب کی ناگواری دشمن کی مغلوبی و صلح

غزوہ طایف ماہ شوال

مشرکین ہوازن و ثقیف جو معہ مالک بن عوف جنگ حنین سے بہاگ کر طایف گئے تھے انہوں نے جاکر بخوف تعاقب مسلمانان اپنے قلعہ کو خوب مضبوط و مستحکم کرلیا اور سامان خوراک و غیرہ بہی اتنا جمع کرلیا کہ ایک سال کے لیئے کافی ہوسکے اور آمادہ جنگ کے تھے۔

تبیہ دشمن و روانگی لشکر اسلام

رسول نے ماہ شوال مین ہی خود معہ سپاہ اسطرف کا قصد فرمایا۔ اور ایک روایت مین ہے کہ اول ابو سفیان بن حراب کو بہیجا تہا جو بنی ثقیف سے شکست کہا کر بہاگ آیا تہا۔ تب حضرت نے خود قصد فرمایا۔ بہرحال علم لشکر علی کو دیا گیا۔ اور ابو عبیدہ جراح و خالد بن ولید کو معہ ایکہزار کی جمعیت کے مقدمہ لشکر پر مامور کیا۔ اور خود رسول معہ بقیہ سپاہ کے عقب مین روانہ ہوئے ؛

محاصرہ قلعہ طایف و جنگ

راستہ مین قصر مالک بن عوف ملا اسکو تباہ کرا دیا گیا۔ طایف پہنچکر قریب قلعہ لشکر قایم کیا گیا۔ اہل قلعہ نے جو پیشتر سے مستعد تھے بالاے قلعہ سے تیر چلانے شروع کئے جس سے اکثر سپاہیان اسلام زخمی ہوئے لہذا لشکر کچھ پیچھے کو ہٹا کر اُس مقام پر جہاں اب مسجد طایف ہے لشکر گاہ قرار دیا گیا۔ اسی درمیان مین طفیل بن عمر بھی بعد تاراجی بتخانہ ذی الکیف معہ ہمراہیان واپس آکر لشکر اسلام مین شامل ہوگیا۔ سترہ روز و بقولے چالیس روز تک محاصرہ رہا۔ اس دوران مین خوب جنگ ہوتی رہی اور بہت سے اصحاب زخمی ہوئے جنمیں سے بارہ شہید بھی ہوگئے جنمین عبد اللہ بن ابو بکر بھی تھے۔ دوران محاصرہ مین رسول نے باواز بلند کہلوا دیا تہا کہ جو شخص قلعہ سے نکلکر بلا جنگ ہمارے پاس آجائیگا وہ آزاد کر دیا جائے گا۔ چنانچہ قریب ۲۰ غلام جنمین ابو بکرہ غلام حارث بن کلدہ منیعث و وردان غلامان عبد اللہ بن ربیع بھی تھے قلعہ سے نکلکر خدمت رسول مین آگئے تھے جنکو حضرت نے آزاد کر دیا۔

بیس غلام قلعہ سے نکل آئے آزاد کر دیئے گئے

علی معہ گشتی جماعت کے بتشکنی کو مامور

علی کی بنی خشعم سے جنگ و انکی شکست

دوران محاصرہ مین علی معہ ایک جماعت کے مامور کئے گئے کہ نواح طایف مین گشت کر کے جہان جہان بت یا بتخانہ پائین انکو تباہ کرین علی لشکر گاہ سے چلے تو راستہ مین ایک گروہ کثیر بنی خشعم سے مقابلہ ہوگیا۔ انکا سردار لشکر شہاب تہا جو نہایت قوی و بہادر تہا علی نے اسکو بضرب شمشیر ہلاک کیا۔ اور اس گروہ کو کامل شکست دی۔ اور تمام نواح مین ہوازن و ثقیف کے جو بت پائے سبکو توڑ ڈالا اور نواح طایف کو بتوں سے پاک کر دیا۔ رسول علی کی واپسی کے سخت منتظر تھے جب علی واپس آئے اور رسول کی نظر انپر پڑی تو بقول صاحب قرۃ العیون و روضۃ الصفا رسول نے باواز بلند تکبیر کہی۔ اور انسے خلوت کر کے بہت دیر تک راز کی باتیں کین جب بہت دیر ہوئی تب صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کہا کہ آج عجب راز و در دراز آپنے اپنے چچا کے بیٹے سے کہا کہ اسطرح آپ اوروں سے نہین کہتے ہین فرمایا مین خود اپنی طرف سے اُس سے راز نہین کہتا بلکہ اللہ تعالی نے مجھکو امر کیا ہے تو مین اس سے راز کہتا ہوں۔

رسول نے علی سے راز کی باتین کیں

اصحاب بالخصوص عمر کی ناگواری

اور بروایت جابر وہ شخص جس نے ایسا کہا تہا عمر فاروق تھے جنہوں نے رسول سے بہی جا کر کہا کہ "علی سے تو ایسی راز کی باتین کرتے ہو اور ہمکو دور رکھتے ہو" رسول نے فرمایا کہ "بخدا مین نے از خود علی سے کوئی راز نہیں کہا ہے بلکہ خدا نے مجھسے کہلوایا ہے اور گویا خدا اس سے راز کہتا ہے" جس اعتراض پر حضرت فاروق بعد کو بہت پشیمان و نادم ہوئے۔ اور روضۃ الشہدا نے بسند ترمذی وصحیح یہ عبارت لکھی ہے کہ "بلایا آنحضرت نے علی کو دن غزوہ طایف کے پس سرگوشی کی اُنسے پس کہا لوگون نے یعنی منافقوں نے یا عوام صحابہ نے البتہ بتحقیق دراز ہوئی سرگوشی آنحضرت کی ساتھ چچا کے بیٹے اپنے کے پس فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں خاص کیا ہے انکو ساتھ سرگوشی کے لیکن اللہ تعالی نے سرگوشی کی اُنسے" (مظاہر حق)

انکشاف حالت

(نوٹ) اس ذرا سے واقعہ سے چند امور اہم کا انکشاف ہوجاتا ہے۔ اول صحابہ و بالخصوص حضرت فاروق کی قلبی کیفیت کا کہ

باوجود بیعت رضوان ورحدیبیہ کی توبہ کے پھر رسول پراعتراض کیا گیا اور انکی افتاد طبیعت سے عجب نہین کہ یہ اعتراض بھی اعتراض حدیبیہ کے انداز پر کیا گیا ہو. دوسرے رسول کی علی سے خصوصیت رازداری. اور رسول کی زبان سے خدا کی انسے رازداری تیسرے علی سے حضرت فاروق وصحابہ کا حسد کہ اتنی بات بھی علی کی قدر ومنزلت کی صبر سے نہ دیکھی گئی. جو ناظرین کو مواقع آیندہ کے سمجھنے مین مدد دینگے. نہایت افسوس ہے کہ علی جو کام کرتے ہین اسکی کوئی حرص ہمت نہیں کرتا. مگر اسکے عوض مین جو قدر افزائی ہوتی ہے وہ حسد کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے ؞

علی نے دشمن کے مشہور افسر کو قتل کیا

دوران محاصرہ مین الحکم ونافع بن غیلان معہ ایک گروہ کے قلعہ سے باہر آیا. علی اسکی جنگ کو بھیجے گئے. مقام وج مین جنگ ہوئی علی نے اسکو قتل کیا اسکے ساتھی بھی شکست کھا کر قلعہ کے اندر کو بھاگ گئے اسکے مارے جانے سے سب پر خوف غالب ہو گیا. تب اہل قلعہ نے رسول کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم صلح پر آمادہ ہین محاصرہ ہٹا لیا جاوے. ہم اپنے چند وکلا آپکے پاس مدینہ مین بھیجیں گے جو شرایط صلح طے کر لینگے چونکہ محاصرہ کو زیادہ عرصہ ہو گیا تھا اور لشکر اسلام کو بھی سخت تکلیف تھی. رسول نے اس پیغام صلح دشمن کو منظور فرما لیا اور بلا مزید جنگ کے واپسی کا حکم دیا. اور مقام جعرانہ کو جہاں مال غنیمت جنگ حنین کا تھا واپس آکر

دشمن کے پیغام صلح پر محاصرہ اٹھا لیا گیا

تقسیم غنایم حنین

جعرانہ پہنچکر مال غنیمت غزوہ حنین کا تقسیم کیا گیا. قریش مکہ وہ نئے مسلمان ہونیوالونکو جنکو یہ پہلا موقعہ رسول کیساتھ جنگ مین شرکت کا ملا تھا مصلحتاً بوجہ تالیف قلوب زیادہ زیادہ حصہ بقدر سو سو اور پچاس پچاس اونٹ کے اور اسی مقدار و تعداد مین زر نقد واسیر دئیگئے. انصار و مہاجرین کو اسمرتبہ کم کم حصہ دیا گیا. انصار مین سے بعض کو یہ امر گران بھی ہوا اور اس قسم کے کلمات شکایت بھی زبان پر آئے کہ قریش کو بوجہ قرابت رسول نے زیادہ حصہ دیا. اور ہماری جانفشانیونکا لحاظ نہ کیا گیا. رسول کو معلوم ہوا تو انصار کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ مین انصار کو جنہوں نے میرے ساتھ بہت محنتین اٹھائی ہین مثل اپنی ذات کے سمجھتا ہوں مین نے بھی اس غنیمت مین بہت کم حصہ لیا ہے اور اپنے گھر اور خاندان والوں کو یہانتک کہ جس کے ذریعہ سے یہ لڑائیاں فتح ہوئین اور غنیمت ہاتھ آئی (یعنی علی) اوسکو بھی کم دیا ہے اور اسیوجہ سے انصار کو اور ان لوگونکو بھی جنپر مجھکو مثل اپنی ذات کے پورا بھروسہ و اطمینان تھا کم دیا ہے. البتہ ان کو جنکو یہ پہلا موقعہ تھا اور انکے قلوب ابھی اسلام پر مستحکم نہین ہوئے ہین مصلحتاً زیادہ دیدیا ہے انصار رسول کی اس محبت آمیز گفتگو سے ایسے راضی وخوشنود ہو گئے کہ جو کچھ انکو ملا تھا اسکے بھی دیدینے پر آمادہ تھے ؞

انصار کی بددلی

خطبہ رسول نے بددلی کو خلوص سے بدل دیا

اس مصلحت بین اور موقعہ شناس نبی کی اس تالیف سے نہ صرف وہ لوگ جنکے دلو نمین محبت اسلام کافی طور پر مستحکم نہوئی تھی اپنی دیرینہ کدورتونکو بھولکر اسلام کے دلدادہ ہو گئے اور حضرت کی اس بخشش وعطیہ نے نہ صرف انکو ہی حضرت کا مطیع ومنقاد بنا دیا بلکہ اوروں کو بھی جواب تک کھچے ہوئے تھے اسلام کیطرف آجانیکی ترغیب دی. اہل مکہ کو جو ہمیشہ مال کے دلدادہ رہے ہین مطیع کرنیکی اس سے بہتر اور کوئی سیاسی تدبیر نہ تھی اور انصار کی بددلی کو بھی کس بہترین عنوان سے رفع کر دیا کہ کوئی افتراق پیدا ہونے نہ پایا بلکہ بجائے کشیدگی کے

خلوص و محبت کی زیادتی ہوگئی۔ یہ رسول کے اعلیٰ درجہ کی سیاسی تدبر کی دلیل ہے ؛

اسلام اہل ہوازن و ثقیف۔ ادای عمرہ۔ ولادت حضرت ابراہیم عقد حضرت با ملیکہ و ازواج کی عیاری سراپا کعب و عتبہ

اسلام اہل ہوازن و واپسی مال

بعد اس تقسیم کے ایک گروہ اہل ہوازن کا خدمت رسول مین بمقام جعرانہ حاضر ہو کر مسلمان ہوا مگر نماز و روزہ وغیرہ پر وہ راضی نہ ہوتے تھے رسول نے انکا اسلام قبول نہ کیا اور فرمایا کہ اگر تم اسکو قبول نکروگے تو مین تم پر ایسے شخص کو بھیجونگا جو تمہاری گردنین توڑ ڈالیگا۔ اور علی کو دکھا کر فرمایا کہ دیکھ لو وہ یہ ہے۔ چونکہ ہنگام جنگ وہ لوگ علی کی لاجواب شجاعت دیکھ چکے تھے وہ راضی ہوگئے اور معہ تمام اہل قلعہ کے مسلمان ہوگئے اور اپنے مال کی واپسی کے خواستگار ہوئے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ بہت دیر سے آئے مال وغیرہ تقسیم ہوگیا۔ جب انکی التجا زیادہ ہوئی تو رحیم نبی نے براہ کرم حکم دیا کہ جو کچھ حضرت کے و بنی ہاشم کے حصہ میں آیا ہے وہ انکو واپس دیدیا جائے۔ اسپر اور انصار و مہاجرین نے بھی باتباع رسول خوشی سے اپنا اپنا حصہ واپس دینے کا وعدہ کیا سوا اقرع بن حابس سردار بنی سلیم و عتبہ بن حصین فزاری و عباس بن مرداس کے کہ انکو انکے حصہ کی قیمت دے دی گئی اور سب مال ان اہل ہوازن کا جو مسلمان ہوئے تھے انکو واپس دیدیا گیا۔ مگر غلام بدستور آزاد رہے ؛

اسلام مالک بن عوف سردار ثقیف

اسکے بعد مالک بن عوف انکا سردار بھی حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا اسکا اسباب بھی اسکو واپس دیدیا گیا اور اسکو اسکی قوم و چند دیگر قبائل کا امیر کردیا گیا۔ ۱۲ ذیقعدہ کو بمقام جعرانہ سے احرام عمرہ باندھکر رسول مکہ واپس تشریف لائے اور مناسک عمرہ ادا فرمائے اور امارت مکہ بدستور عتاب بن اسید کی سپرد کرکے معاذ بن جبل و ابو موسیٰ اشعری کو واسطے تعلیم قرآن مبین و احکام دین کے مکہ مین مامور فرمایا اور ابو سفیان بن حرب کو نجران بلدۂ یمن کا حاکم مقرر کرکے کثیر بن عبد اللہ کو اسکی امداد و وزارت پر مامور فرمایا۔ ان انتظامات سے فارغ ہوکر رسول اللہ پھر جعرانہ تشریف لائے اور بقیہ غنایم تقسیم کرنے کے بعد آخر ذیقعد کو مدینہ منورہ کو واپس ہوئے ؛

ادای عمرہ مکہ و واپسی مدینہ

آمد مردمان ثعلبہ

بنی ثعلبہ مین سے چار شخص حاضر خدمت ہو کر مستفسر ہوئے کہ آیا اسلام بلا ہجرت کے بھی صحیح ہوتا ہے۔ رسول نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کیواسطے ہجرت لازمی نہیں ہے اور انکو انعام وغیرہ دیکر رخصت کیا۔ ۲۷ ذیقعدہ ۸ھ کو یکشنبہ بروز جمعہ مدینہ مین واپس تشریف لائے ؛

انتقال زینب دختر ربیبہ رسول

زینب دختر ربیبہ رسول کا انتقال ہوگیا جسکے واسطے تابوت بنایا گیا۔ اور یہ اول تابوت تھا جو اسلام مین بنایا گیا۔ یہ زینب زوجہ ابو العاص تھیں جنکا عقد قبل بعثت رسول ہوا تھا۔ ابو العاص ۶ھ مین مسلمان ہوا۔ زینب نے ۲ دو اولادین چھوڑی تھین۔ ایک تو علی جو قریب بلوغ پہنچکر فوت ہوئی۔ دوسری دختر امامہ جنسے علی نے بعد وفات جناب سیدہ حسب وصیت انکے عقد کیا تھا ؛

ولادت ابراہیم فرزند رسول

اسی سال بطن ماریہ قبطیہ سے رسول کے فرزند ابراہیم پیدا ہوئے جس کی اول خوشخبری رسول کو ابو رافع نے آکر سنائی تھی جس کو رسول نے اس صلہ مین انعام عطا فرمایا۔ ام بردہ دختر منذر بن زید دودھ پلانے پر رکھی گئی تھی۔ ساتوین روز پیدایش سے رسول نے

انکا عقیقہ کیا۔ اور بالون کی برابر چاندی صدقہ مین دی اور سر کے بال دفن کرادیئے ۔

عقد رسول با ملیکہ
واغوا عائشہ و حفصہ

اسی سال حضرت نے ملیکہ کندیہ سے جسکا باپ بروز فتح مکہ قتل ہوگیا تہا عقد کیا۔ مگر عائشہ و حفصہ ازواج رسول دختران صدیق و فاروق نے اس سے کہاکہ تجھے شرم نہین آتی کہ جس نے تیرے باپ کو قتل کرایا ہو تو اسی کی زوجہ بنے۔ اور ایک روایت مین ہے کہ اس سے کہاکہ رسول اللہ کو وقت زفاف "اعوذ باللہ منک" کہنا بہت پسند آتا ہے۔ لہذا جب رسول برائے زفاف تشریف لیگئے تو اسنے اظہار کراہت کیا اور وہی سکہایا ہوا جملہ "اعوذ باللہ منک" کہا رسول فوراً واپس چلے آئے اور اسکو علیحدہ کردیا۔ ان ازواج رسول کی یہ عیاری کی چال ہی قابل لحاظ ہے ۔

سریہ کعب بن عمیر
عتبہ بن حصن

اسی سال رسول اللہ نے کعب بن عمیر کو معہ چند ہمراہیوں کے بجانب ذات الکلاغ علاقہ شام کے بہیجا تہا۔ جو سب معہ ہمراہیان شہید ہوگئے۔ اور عتبہ بن حصین کو بجانب عنبر بہیجا گیا تہا۔ جن سے جنگ ہوئی اور مخالفین مغلوب و قتل ہوئے۔ عورتوں کو یہ لوگ اسیر کرلائے ۔

سنہ ۹ ھ

واقعات سنہ ۹ ہجری سنۃ الوفود

(وصولی زکوٰۃ۔ اسلام بنی تمیم۔ سریہ علی بمقابلہ بنی طے)

ماموری صحابہ بنابر
وصولی زکوٰۃ

سال ہذا مین جب ہلال محرم نمایان ہوا۔ رسول اللہ نے ایک گروہ اصحاب کو بغرض وصولی اموال زکوٰۃ مختلف قبائل عرب کیطرف جو مسلمان ہوگئے تھے روانہ کیا کہ سب سے جمع کرکے مدینہ لاوین۔ بریدہ بن الحصیب و بروایتے کعب بن مالک کو قبیلہ و بنی اسلم کیطرف و عباد بن بشیر کو بنی سلیم و مزنیہ کے پاس عمرو بن العاص کو بنی فزارہ کے یہاں ضحاک بن سفیان کو بنی کلاب کیطرف رافع بن مکیث کو جہنیہ و بشیر بن سفیان کعبی کو بنی کعب کے پاس بہیجا گیا۔ انمین سے بشیر بن سفیان کیساتھ حسب ذیل ایک واقعہ پیش آگیا۔ باقی اور سب زکوٰۃ وصول کرلائے ۔

بشیر سے مزاحمت بنی تمیم

بشیر جب بنی کعب کے پاس پہنچے تو وہ ایک چشمہ کے کنارہ معہ بنی تمیم کے فروکش تھے۔ بشیر نے انکے مویشیونکو شمار کیا تو تعداد کثیر زکوٰۃ کی برآمد ہوئی۔ بنی تمیم نے مقدار مال دیکہکر بنی کعب سے کہاکہ تم بیوقوف ہو کیوں بلا وجہ اسقدر مال محمد کو دیئے دیتے ہو۔ بنی کعب نے کہاکہ شریعت مین زکوٰۃ واجبات سے ہے۔ بنی تمیم اسپر بھی اپنی تلوارین کہینچکر بشیر کے سد راہ ہوئے اور کہاکہ ہم ہرگز نہ لیجانے دینگے۔ اور آمادہ بجنگ ہوئے۔ بشیر وہاں سے بہاگ کر بعجلت تمام مدینہ آئے اور رسول سے کیفیت بنی تمیم کی بیان کی۔ رسول نے عتبہ بن حصین فزاری کو معہ پچاس سوار و نیچے بنی تمیم کی سرکوبی کو روانہ کیا جو بہت تیزی سے مقام بنی تمیم پر پہنچے۔ کثرت سے گہر مردون سے خالی پائے جو بچ بچ بہاگ گئے تھے انکے گہرونکو غارت و تاراج کردیا گیا۔ دس مرد گیارہ عورتیں تیس بچے گرفتار کرکے لائے جو محفوظ رکہے گئے ۔

آمد اسرای بنی تمیم وقبول اسلام

اسکے بعد ایک جماعت بنی تمیم کی جنمیں فرع بن حابس عطارد بن حاجب. ورقا بن منذر نعیم بن سعد. عمر بن الاہتم قیس بن سعد. باستدعا والپسی اسیران مدینہ آئے. انمین عطارد تو خطیب تہا اور ورقا شاعر جب مجلس رسول مین آئے تو باجازت حضرت عطارد نے اپنی قوم کی مفاخرت مین ایک خطبہ پڑہا اور ورقا نے کچھ اشعار پڑہے ادہر سے بہی باشارہ حضور ثابت بن قیس انصاری نے جواب خطبہ اور حسان بن ثابت نے جواب اشعار نظم مین دیا. جو اُنکے خطبہ و اشعار سے بہت افضل و بالاتر تہا وہ سب مسلمان ہوگئے اُسرا واپس دیئے گئے ؛

سریہ علی بجانب بنی سطے

قبیلہ بنی طے مین مشہور بتخانہ فلس تہا. رسول نے علی کو معہ ۱۵۰ سوار ونکے اسکی تاراجی کیواسطے روانہ کیا. علی نے اس مہم کو بھی کامیابی کیساتہہ سر کیا. بتخانہ مذکور اکہڑواکر غارت کرادیا. عدی بن حاتم طائی جو انکا سردار تہا شام کو بہاگ گیا. اسکی بہن گرفتار ہوئی. اور مال غنیمت و بردہ اونٹ اہل اسلام کے ہاتہہ آئے. علی نے بعد نکالنے خمس کے مال غنیمت تقسیم کردیا. دختر حاتم کو جو ایک ملیح عورت تھی تقسیم سے علیحدہ رکہکر مدینہ لائے. اور محصور رکہا گیا. تین روز کی التجا کے بعد رسول نے اسکو رہا کردیا اور ایک قافلہ کیساتہہ واپس کردیا. وہ شام مین جاکر اپنے بہائی عدی سے ملی اور رسول کے اخلاق کریمہ کی تعریف کی. حضرت کی یہ حمید ونیک برتاؤ دیکہکر اسکو بہی ملاقات حضرت کا اشتیاق ہوا. اور سال دہم ہجری مین حاضر خدمت ہوکر مسلمان ہوا ؛

رسول کا ایک ماہ تک ازواج سے ایلا معہ وجوہ او رواقعہ پر سرسری نظر

رسول نے ایکماہ تک ازواج سے علیحدہ رہنے کی قسم کہائی

ایک وجہ از روضۃ الصفا

اس سال رسول نے قسم کہائی تھی کہ ایک ماہ تک اپنی ازواج مین سے کسی سے اختلاط و مصاحبت نکرینگے جسکے وجوہ تواریخ مین مختلف درج ہین (۱) یہ کہ ایک روز رسول حجرہ حفصہ مین تشریف لیگئے. اسکو خالی پایا حفصہ اپنے باپ کے یہان ملنے گئی تہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا اجازت و اطلاع رسول گئین تہین ؛ رسول نے حجرہ خالی پاکر ماریہ قبطیہ کو وہان بلاکر اس سے مباشرت کی اسی اثنا مین حفصہ واپس آگئین اور دروازہ حجرہ کو بند پایا. معلوم ہوا کہ حضرت اندر تشریف فرما ہین تہوڑی دیر توقف کیا اتنے مین حضرت نے دروازہ کہولا جب حفصہ نے ماریہ قبطیہ کو دیکہا تو غصہ مین بہت روئین ہٹین کہ میرے حجرہ مین اور میرے بستر پر کنیز کے ساتھ کیون مجامعت کی رسول نے اس شور و شغب کو موقوف کرنے کی غرض سے فرمایا کہ اچھا تو اسپر راضی ہوگی کہ مین ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلون بشرطیکہ تو کسی سے اسکا ذکر نہ کرے تب وہ راضی و خاموش ہوئین مگر انہون نے اپنی اس کامیابی کو اپنی رازدار و ہمراز عائشہ سے تفاخرانہ بیان کردیا. شوخ طبیعت عائشہ نے طنزیہ طور پر رسول سے اس واقعہ کا طعن دیا. جسپر آیہ تحریم نازل ہوئی اور رسول نے اُنسے ناخوش ہوکر ایکماہ تک تمام ازواج کو اپنی صحبت سے محروم رکہکر تادیب فرمائی ؛ (روضۃ الصفا)

دوسری وجہ از روضۃ الصفا

(۲) دوسرا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ازواج رسول کو چونکہ روز ہجرت سے سخت تکالیف نفقہ کی رہی تہین وہ رسول سے اسقدر نفقہ طلب کرتی تہین جو حضرت سے ممکن نہ تہا. ایکروز ابوبکر و عمر یدیان حفصہ و عائشہ دولت سرا حضرت مین حاضر ہوئے تو حضرت کو ملول

پایا کیفیت معلوم ہونے پر دونوں نے ایک ایک گھونسہ اپنی اپنی لڑکیوں یعنی عائیشہ وحفصہ کے مارا اور سخت زجر وتوبیخ کی. اس رنج سے رسول بکماہ تک بالائی کمرہ مسجد مین ازواج سے علیحدہ ہوکر رہے (روضۃ الصفا)

واقعہ پر سرسری نظر

علاوہ انکے اور وجوہ بھی بعض تواریخ مین لکھے ہین جو بخیال طوالت ترک کیئے جاتے ہین کہ جنکی باعث و بانی بھی یہی دونوں ازواج یعنی عائیشہ وحفصہ ہی پائی جاتی ہین یہ حالت ان دونوں ازواج کی نہایت شرمناک بلکہ قابل نفرت معلوم ہوتی ہے رسول تو رسول کسی شریف خاندان کی ازواج کی بھی شایان شان نہین ہم ہرگز پاس ادب سے اسکا تذکرہ نکرتے مگر کیا کیاجاے واقعہ تاریخی ہے جو تواریخ اہلسنت سے بھی ثابت ہوتا ہے اس واقعہ سے مدینہ مین مشہور ہوگیا کہ رسول نے ازواج کو طلاق دیدی. اب ابو بکر وعمر نے جو یہ سنا تو اپنی لڑکیوں کے خیال سے بغرض تصدیق خدمت رسول مین حاضر ہوے اور دریافت کیا تو رسول نے فرمایا کہ نہین مین نے طلاق نہین دی ہے انہوں نے کہا کہ مدینہ مین تو ایسا ہی مشہور ہورہا ہے. تب رسول انتیسوین دن حجرۂ عائیشہ مین تشریف لیگئے تاکہ اس شہرت وبدنامی کی تردید ہوجاے. ورنہ نہ معلوم کتنے روز تک رسول علیحدہ رہتے ؛

رجم سبیعہ ولعان خولہ

تین سال پیشتر ایک عورت سبیعہ عامریہ نے اقبال زنا بروبرے رسول کیا تہا بوجہ حاملہ ہونیکے وہ تا وضع حمل وایام رضاعت ایک انصاری کے یہان رکہی گئی تہی. اب بعد فراغت پیش کی گئی رسول نے بچہ کو بغرض پرورش ایک مسلمان کے سپرد کردیا اور اسکو سنگسار کرادیا. واقعی ایسے اخلاقی جرم کی سزا ایسی ہی سخت ہونی چاہیئے. تاکہ دوسرونکو عبرت ہو. چونکہ اس عورت نے وقت نزع توبہ کی تہی. لہذا رسول نے بعد مردن نماز جنازہ پڑہواکر دفن کرادیا. اسی سال ہلال بن امیہ نے اپنے زوجہ خولہ کی نسبت شریک بن سمعا کے تعلق ناجایز کا الزام لگایا. کہ آیہ لعان نازل ہوئی. رسول نے لعان واقع کردیا ؛

غزوہ تبوک. علی خلافت مدینہ پر. علی مثل ہارون. منافقین کی سازش بنا بر ہلاکت علیؑ رسول ونتیجہ. واقعہ پر سیاسی نظر

غزوہ تبوک
از آخر رجب ۹ھ تا جز و رمضان ۹ھ

بقول بعض مورخین تبوک نام ایک موضع کا ہے جو بعلاقہ بلقار ملک شام سرحد پر واقعہ ہے بعض کہتے ہین کہ ایک قلعہ کا نام ہے اور بعض کے نزدیک ایک چشمہ کا نام ہے. اس سال ایک قافلہ تجار مدینہ مین آیا تہا جو روغن زیت فرش وغیرہ فروخت کرتا تہا انسے خبر معلوم ہوئی

سبب غزوہ

کہ شاہ روم نے سب سے بڑا لشکر جمع کیا ہے اور قبائل نجد وخرام وغسان وغیرہ ونصارا عرب بہی ان سے متفق ہوے ہین اور مدینہ پر حملہ کا ارادہ ہے اور اس لشکر کا مقدمہ بلقار مین پہنچگیا ہے اور ہرقل قیصر روم خود معہ لشکر مقام حمص مین آگیا ہے اور ایک روایت مین یہ بھی ہے کہ نصارا عرب نے ہرقل قیصر روم کو نامہ لکھا تہا کہ اسوقت مسلمانوں پر تنگی ہے موقعہ اچھا ہے انکا ملک آسانی سے فتح ہوجائیگا چنانچہ اس نے قباد نامی ایک شخص کو معہ ۴۰ ہزار فوج کے روانہ کیا ہے ؛

تیاری لشکر اسلام وا کراہ اہل مدینہ

بہرحال اس قسم کے اخبار پاکر رسول نے تیاری جنگ روم کا حکم دیا اور اطراف مدینہ وقبائل اہل اسلام مین خبر بہیجی کہ بغرض حملہ روم

مہیا ہو گرآئین اسمرتبہ خلاف سابق اظہار مقصد مقام کی ضرورت یہ تھی کہ سفر دور دراز کا تھا جو کوئی آئے پورے طور پر
مہیا ہو کر آئے. بوجہ تنگدستی اہل اسلام کے اس لشکر کو جیش العسرت کہتے ہیں لشکر اسلام میں اس قدر کمی غلہ و اسباب کی تھی کہ
دس آدمیوں کے پاس بھی ایک اونٹ سواری کو نہ تھا اور نہ بجز خرما کوئی شے کھانے کی تھی. بوجہ موسم گرما کے پانی کی بھی قلت تھی
اور یہ زمانہ بھی جمع کرنے فصل میوہ کا تھا. ان وجوہ سے اہل مدینہ اس سفر و جنگ سے بہت کارہ تھے. تو رسول نے خطوط بھیجکر
بیرونجات کے مسلمانوں کو بلوایا تھا. تب بشرط حضوری یہاں کے آدمی بھی بکراہت چلنے پر آمادہ ہو گئے تھے. رسول نے تمامی
اصحاب سے اس لشکر کی اعانت کیواسطے بوعدہ جزا و ثواب اخروی نہایت درجہ تاکیدی ہدایات فرمائی تھیں چنانچہ تمام صحابہ
نے اپنے اپنے مقدور بھر مال و اسباب سے امداد لشکر کی کی یہانتک کہ عورتوں نے بھی اپنے زیورات سے اعانت لشکر کی تھی تعداد
کل لشکر اسلام کی پچیس تیس ہزار کے ہوگئی بعضوں نے اس سے بھی زیادہ لکھی ہے. بیرون مدینہ مقام ثنیۃ الوداع میں لشکر
روانگی لشکر و تخلف عبداللہ — آراستہ ہو کر آخر رجب ۹ھ کو روانہ ہوا. عبداللہ بن ابی سلول منافق پھر حسب عادت معہ اپنے ہمراہیان کے اس جگہ سے اور بروایتے
جرف سے تخلف کرکے واپس مدینہ چلا گیا ؛

علی مدینہ میں خلیفہ کرکے چھوڑے گئے — اسمرتبہ رسول نے اپنے مشہور سپہ سالار علی کو بجائے اسکے کہ اپنے ساتھ رکھتے مدینہ میں اپنا قائمقام کرکے چھوڑا. اسمیں نبی کی
جو کچھ بھی مصلحت ہو مگر لوگوں کو سخت تعجب ہوا. اور تھی بھی تعجب کی بات کیونکہ علی کی بہادرانہ خدمات سے قریب قریب کل اسلامی
لڑائیاں جنپر اسلام کی موت و حیات کا فیصلہ منحصر تھا فتح ہوئیں اور جس جنگ میں رسول موجود ہوں یہ قیاس کرنا مشکل تھا کہ علی
اس میں نہونگے اسمرتبہ ایک حکم کیسا تھ انکو روکا گیا یہ بغیر کسی خاص سبب کے نہیں ہوسکتا تھا یہ ظاہر ہے کہ اسمرتبہ رسول کو سفر دور دراز
درپیش تھا جس میں رسول کو زیادہ عرصہ تک دار النبوت سے علیحدہ رہنا تھا. اور منافقین اسلام و قبائل عرب کیطرف سے ابھی کلی
اطمینان نہوا تھا. عدم موجودگی رسول میں ضرور تھی کہ مدینہ میں ایسا شخص موجود رہے جو ہمت و حوصلہ میں سب سے بہتر و قوی نفس
کوئی دوسرا ایسا نہیں تھا جنکی ہیبت و شجاعت تمامی عرب پر کافی اثر ڈال چکی ہو کیونکہ اسلام کی بنیاد قائم رکھ سکتا. منافقین
وحاسدین امیر المومنین نے جب یہ دیکھا کہ علی کی وفاداریوں و جانبازیوں کے ایسے ہی جزیرہ نمائے عرب میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا
جہاں انکی بہادرانہ خدمتوں کے اعتراف و اذکار ہوتے ہیں اب رسول اللہ نے انکا اقتدار ایک صاحب اختیار حاکم کی حیثیت سے قایم کر کے
حاسدین کا کینہ — اپنا جانشین بھی بنانا شروع کر دیا جس سے اپنے وعدوں کی تصدیق ہوئی جاتی تھی تو انکے کینہ و حسد دیرینہ نے زور کیا اور انکو
ضرورت ہوئی کہ اس عہد کو جو آیندہ کی بیعت کا پیش خیمہ ہے توڑیں خصوصاً کم درجہ کا ظاہر کرکے لوگوں کے خیال میں اسکی
تخفیف پیدا کردیں یا علی کو متنفر کرکے اس سے علیحدہ کرا دیں ؛

سازش عقبہ بروایت اوسکے علی کے خلوص کی ادا. رسول کا انکو اطمینان دلانا و مثل ہارون فرمانا

سازشین منافقین

چنانچہ چوبیس آدمیوں نے مشورہ کرکے جنکے نام بھی کبھی نہ کبھی آئندہ ناظرین کو معلوم ہوجاوینگے ادہر تو علی کے کانوں میں طعن آمیز افواہ پہنچائی کہ علی کو اسوجہ سے چہوڑ دیا گیا ہے کہ انسے کچھ کدورت یا بدگمانی رسول کے دل میں پیدا ہوگئی تہی تاکہ اسکے رنج و ملال سے غیور علی خود مدینہ چہوڑکر رسول کے پاس چلے جاوینگے پہر یہاں میدان صاف ہوگا۔ ادہر علی و رسول دونوں کے ہلاک کرنیکی یہ سازش کی اور اسکے واسطے ایک عہدنامہ لکہکر دستخط بہی ہوئے جو ایک شخص کے پاس رکہا گیا جسکو امین کا لقب دیا گیا جسکی راوی حذیفہ یہ سند اسماء بنت عمیس ہیں جو زوجہ ابوبکر تہی۔ سازش یہ تہی کہ منجملہ ان چوبیس آدمیوں کے دس تو علی کے قتل کی تدبیر میں مدینہ رہے اور چودہ آدمی فوج میں شامل ہوکر رسول کیساتہ گئے کہ جہاں کہیں موقعہ ملیگا رسول کو ختم کردینگے ۔

سجی ونعلی کی ہدل

۲۴ آدمی منتخب کیے

۱۰ مدینہ رہے ۱۴ رسول کے ساتہ گئے

علی کے خلوص کی سچی ادا

جب اس سرفروش راہ خدا۔ جان نثار اسلام اور سب سے پہلے اسلام پر جان دینیکے لیے مستعد ہوجانیوالے۔ دشمنوں کے ریلوں میں قدم جمائے رکہنے والے اور اپنی خدمتوں کا عوض نہ چاہنے والے رضائے الہی پر صابر بہادر علی نے جس کی شان شجاعت و خالص وفاداری کی دشمن بہی تعریف کرتے تہے یہ طعنے سنے جنکی غرض جہوٹی بدگمانیاں پہیلانیکے سوا جو تہی وہ تہی خلوص نے بیقرار کیا۔ دشمنوں کے طعنوں نے قلب کو ناقابل برداشت تکلیف پہنچاکر بیچین کیا فوراً آپنے اپنی جگہ مدینہ میں چہوڑکر رسول سے اس امر کی تصدیق کو چلدیا کہ کیا یہ لوگ سچ کہتے ہیں خلوص نہ سکتا تہی کی ایک سچی ادا تہی کہ حکومت کرنے سے بدگمانیوں کا رفع کرنا بہتر خیال کرکے محبت سے مطہر ادہر والے علی کو رسول کی خدمت میں لیچلا ۔

خلوص نے انکو مدینہ سے علی کو رسول کے پاس تصدیق کیلیے پہنچادیا ہے

سازش کنندگان رہگذر پر خندق کہود دی

ادہر سازش کنندگان نے فوراً عقبہ پر جاکر رہگذر پر خفیہ طور پر ایک عمیق گڑہا کہودکر اسکو خس پوش کردیا تاکہ علی یا رسول جو کوئی بہی واپس آئے ناوانستگی میں خندق میں گرکر ہلاک ہوجائے ۔

علی کی صورت سوال

علی تعجیل تمام چلکر مقام جرف میں رسول کے پاس پہنچگئے۔ صورت گویا سوال کررہی تہی کہ یا نبی اللہ کیا کبھی ہمنے تیرا حکم سے تابی کی کیا ہم کبہی کسی مقام خوف پر تنہا چہوڑکر بہاگ گئے کیا ہمنے کبہی تیرے کسی قول یا فعل پر اعتراض کیا یا کیا تو نے ہمارے نفس، ہمارے انداز و فعل میں کوئی پوشیدہ برائی پائی یا تجھے کچھ شبہ ہوا کہ ہم تیرے ادنی اشارہ پر بہی جان دینے پر مستعد نہونگے؟

علی و رسول کی گفتگو

صورت شناس و طبیعت انسانی کے ماہر کامل نبی نے علی کے چہرہ سے کچھ آثار ایسے پائے کہ جنسے ظاہر ہوتا تہا کہ اوسکے شاگرد کی بے لوث طبیعت پر کسی بات سے ٹہیس لگی ہے اور تکلیف کا عالم ہے بیچینی سے سوال کیا "یا علی خیر ہے کس بات نے تمکو مدینہ چہوڑنے پر مجبور کیا" اب علی نے گردن نیچی کرکے اس سوال کا جو کچھ آہستہ سے جواب دیا وہ رسول کے اس پرزور جملے سے ظاہر ہوتا ہے کہ "ایسا کہنے والے جہوٹے ہیں" اور اب رسول علی کی طرف اپنی طبیعت و تعلق کو اور زیادہ واضح کرنیکو اور آگے بڑہتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے۔

علی مثل ہارون کے

"اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی" (کیا تو اسپر راضی نہیں کہ تیری منزلت میرے واسطے وہ ہو جو ہارون کی موسیٰ کیساتہ تہی سوا اسکے کہ میرے بعد کوئی نبی نہوگا) اسموقعہ کو ابن جریر طبری نے

ان الفاظ مین ظاہر کیا ہے کہ "من ترا بجای خویش دانستم بنگاہبان خویش بنشانیدم. وانیہا بتو سپردم وتو من بجنبانی کہ ہارون بموسیٰ علیہ السلام بود... باز علی را بمدینہ فرستاد" علامہ جلال الدین سیوطی نے بہی اس روایت کو سعد بن ابی وقاص کی زبانی نقل کیا ہے اور یہہ بھی لکہا ہے کہ اسے دونون شیخین نے بہی ذکر کیا ہے۔ "ابو الفدا کی یہ عبارت ہے کہ وہ لوگ جہوٹے ہین۔ مین تم کو اپنے پیچھے اپنا خلیفہ بنا کر آیا ہون۔ تم جاؤ اور میری خلافت کرتے رہو۔ کیا تو راضی نہین ہے اس بات سے کہ تیرا رتبہ وہ ہو جو ہارون کا رتبہ تہا نزدیک حضرت موسیٰ کے" ابو الفدا نے طعن کرنے والونکو کفار سے خطاب کیا ہے اور روضۃ الصفا نے منافقین کے لفظ سے۔ اسپرٹ آف اسلام مین بہی یہ استعارہ ہے اور انسائیکلوپیڈیا اور مسٹر گبن نے بہی لکہا ہے کہ "علی کو نبی نے موسیٰ کا ہارون کہا"۔

علی مدینہ کو واپس آئے

خندق سے بچکئے

اب علی کے صاف دل سے وہ ابر کلفت دور ہوا اور وہ بحکم نبی خوش خوش واپس ہو۔ جب عقبہ مین قریب اس خندق کے پہنچے جو دشمنون نے انکے واسطے تیار کیا تہا تو گہوڑے کیے رک جانے سے یا انکی ذاتی ادراک روحانی سے یا کسیطرح پر علی کو اسکا شبہ یا علم ہوگیا اور آپ اسمقام سے نہایت احتیاط کیساتھ بچکر نکل آئے اور بخیریت مدینہ پہونچگئے جہان غالباً مزید حالات سازش کے علی کو معلوم ہوئے ہونگے جنکی رسول کو بہی بذریعہ وحی یا مخبری یا بپیغام علی اطلاع ہوگئی۔ وہان رسول کو زیادہ احتیاط مد نظر ہوگئی مگر دور اندیش نبی نے اسکو کسی پر ظاہر نہین کیا۔

ابوذر کے متعلق پیشین گوئی

بہنگام روانگی لشکر اسلام عمرو بن وہب ابو خیثمہ اپنے کسی کام سے پیچھے رہگئے تھے وہ اثنا راہ مین جا کر ملگئے۔ ابوذر غفاری کا اونٹ لاغر تہا ہمراہ لشکر نہ چل سکا یہ بعد کو تنہا پہنچے جنکو دیکھکر رسول نے فرمایا "اے ابوذر تو تنہا ہی زندگانی بسر کریگا۔ اور تنہائی مین مریگا"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ زمانہ خلافت عثمان مین یہ بحکم خلیفہ شہر بدر کر دیئے گئے تھے۔ وہین تنہائی مین انتقال ہوا جو ایک عجیب پر درد واقعہ ہے۔

لشکر اسلام کا ایک علم ابوبکر و ایک زبیر بن العوام کے پاس تہا۔ قبائل اوس و خزرج کے علم اسید بن حضیر و ابو دجانہ کے پاس تھے خالد بن ولید مقدمہ لشکر پر و طلحہ بن عبد اللہ میمنہ پر و عبد الرحمن بن عوف میسرہ پر مامور تھے اور اسباب ان بہی کافی مجتمع ہوگیا تہا دس ہزار گہوڑے و بارہ ہزار اونٹ مہیا ہوگئے تھے۔ مگر راستہ مین ہر منزل سے کچہ نہ کچہ گروہ تخلف کرکے واپس چلا جاتا تہا۔ غرض

رسید گی لشکر اسلام تبوک پر قیام

منازل و مراحل سخت کو طے کرتے ہوئے ماہ شعبان مین مرحلہ تبوک پہ پہنچے۔ یہانپر ۲ دو ماہ قیام کرکے تکالیف و صعوبات راہ سے آسودہ ہوا۔ اس سفر مین اکثر منافقین رسول کے تہیہ یعنی مقابلہ شاہ روم پر مذاق اڑاتے تہے اور بقول حضرت اس لشکر مین منجملہ پچیس ہزار کے دو ہزار مومن تھے

بلا جنگ واپسی رسول و سرایا ابو عبیدہ و خالد و مصالحت بعض قبائل عرب

خبر تہیہ جنگ قیصر غلط ثابت ہوئی

اس قیام کے دوران مین ذریعہ مخبران وغیرہ یہ امر تحقیق ہوگیا کہ قیصر روم کے تہیہ جنگ کی جو خبر مدینہ مین ملی تھی وہ بالکل بے

اصل و جہوٹ تہی (نوٹ) عجب نہیں کہ یہی منافقین اسلام کی ہی ریشہ دوانی و چال ہو کہ رسول و علی کو اسطرح دور دراز مقام پر بہیجکر مدینہ سے علیحدہ کر کے مدینہ پر تسلط کر لیا جاوے اور عجب نہیں کہ ایسی ہی مصلحتوں کیوجہ سے دوربین رسول نے اسمرتبہ علی کو مدینہ مین چہوڑا ہو کہ ایسا جز و رسالت مدینہ مین موجود رہے جسکی باخبری۔ تدبر و شجاعت کیوجہ سے منافقین کی ریشہ دوانیاں یا بغاوت کارگر نہو سکے۔ اور یہی وجہ تہی کہ علی کا خلافت مدینہ پر رہجانا بہت زیادہ شاق و ناگوار تہا ✽

رسول بلا جنگ واپس ہوئے اب رسول نے اصحاب سے مشورہ کیا کہ ایسی حالت مین جبکہ قیصر کیطرف سے کوئی آمادگی اور تیاری جنگ یا حملہ کی نہین ہے ملک روم پر حملہ کرنا چاہیئے یا نہین رائے ہوئی کہ ایسی حالت مین ہرگز حملہ نکرنا چاہیئے بلکہ واپس چلنا چاہیئے۔ چنانچہ بلا جنگ واپس ہوئے ✽

ہرقل کی جانچ ہرقل شاہ روم کو جو حضرت کے معہ لشکر تشریف آوری و قیام تبوک کی خبر معلوم ہوئی تہی تو اسنے تفتیش حال کیواسطے کچھ آدمی مامور کئے تہے جنہوں نے اسطرح پر بلا جنگ واپسی رسول کی اسکو خبر دی اور اور حالات و اوصاف حضرت جو انکو جانچ سے معلوم ہوئے تہے بیان کئے اخلاق رسول کی اس کہلی ہوئی مثال سے ہرقل کے دلمین اور زیادہ قدر و محبت بانی اسلام کی پیدا ہوئی اسنے اعیان سلطنت سے قبولی اسلام کی بابت مشورہ کیا۔ مگر سب کو مخالف پاکر خاموش ہو رہا لیکن خود خفیہ مسلمان ہو گیا ✽

سریہ ابو عبیدہ جانب بنی جذام دوران قیام تبوک مین رسول اللہ نے ابو عبیدہ جراح کو معہ ایک جماعت کے نواح عرب کے ایک قبیلہ جذام پر بہیجا جسکا سردار تباح بن روح تہا جو مغلوب ہوا اور اسباب و اسیر ہاتھ آئے ✽

سریہ خالد خالد بن ولید کو معہ چار سو بیس ۴۲۰ سوارونکے دومۃ الجندل کو بمقابلہ بنی کلاب کے جو ابہی تک مطیع و منقاد اسلام نہوئے تہے بہیجا جسکا سردار اکیدر بن عبد الملک تہا۔ خالد شب ماہ مین قلعہ اکیدر پر پہونچگئے۔ حسب اتفاق اکیدر بام قلعہ پر معہ اپنی زوجہ رباب کے شراب نوشی مین مشغول تہا کہ ایک جنگلی گائے دروازہ قلعہ پر آگئی۔ وہ شکار کا شوقین تہا۔ فوراً گہوڑا تیار کرکر معہ اپنے ایک بہائی و چند آدمیونکے بغرض شکار قلعہ سے باہر نکل آیا۔ گائے بہاگی اسنے گہوڑا اسکے پیچہے ڈالا۔ خالد نے موقعہ پاکر اسکو گرفتار کر لیا۔ اسکے بہائی نے مقابلہ کیا جو مارا گیا۔ ہمراہی بہاگ کر قلعہ مین چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ اکیدر کا دوسرا بہائی مصبار بدستور قلعہ پر قابض رہا۔ خالد نے اکیدر سے کہا کہ اگر تو اپنی جان کی امان چاہتا ہے تو دروازہ قلعہ کا کہلوا دے اور ایکہزار اونٹ اور چار سو نیزہ و زرہ ادا کر حکومت قلعہ تجہکو واپس دیدیجائیگی ورنہ تم سب قتل و غارت کر دیئے جاؤگے۔ اکیدر نے اسکو منظور کر لیا اور اپنے بہائی کو آواز دیکر دروازہ قلعہ کا کہلوا دیا۔ تب خالد اسکو اور اسکے بہائی کو باحترام حسب ہدایت رسول کے پاس لائے انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور بعد و مسلمان ہوگئے

مصالحت بعض قبائل عرب سے یحنہ بن روبہ سردار ایلہ و نیز اہل اذرح و ازرح نے بہی اسی دوران مین حاضر خدمت رسول ہو کر صلح کر لی اور جزیہ دینا قبول کر لیا ✽

سازش کی جانچ ذریعہ حذیفہ۔ نام سازش کنندگان۔ عمر کی حذیفہ سے ٹٹول

واپسی لشکر اسلام اور سازش کی جانچ جبکہ لشکر اسلام تبوک سے واپس آ رہا تہا۔ بوجہ اخبار سازش رسول اللہ اثناء راہ مین نہایت ہوشیار رہے۔ جب قریب عقبہ پہنچے

والے تھے جہاں سے شب کو گذر ہوتا۔ رسول نے منافقین سازش کنندگان کی جانچ کیواسطے حکم دیا کہ بالائے عقبہ سے حضرت سے پہلے کوئی نہ گذرے اور خفیہ طور پر حذیفہ یمانی کو مامور کیا کہ خفیہ طور پر عقبہ پر جاکر مخفی ہو جائیں اور دیکھیں کہ باوجود ممانعت رسول کے کون کون اشخاص حضرت سے پہلے وہاں جاتے ہیں۔ اور کیا کرتے ہیں چنانچہ حذیفہ وہاں جاکر مخفی ہوگئے۔ سازش کنندگان لشکر سے خفیہ علیحدہ ہوکر اور حضرت سے پہلے وہاں پہنچکر کمین گاہ میں بیٹھ گئے اور صلاح کرنے لگے کہ دبے لڑہکا کر حضرت کے اونٹ کو بہڑکانا چاہیئے حذیفہ نے یہ دیکھکر اور سنکر تمام کیفیت سے آکر رسول اللہ کو خبر دیدی اور سب کے نام بھی بتلا دیئے۔ حضرت متنبہ ہوگئے اور جب اس مقام کے قریب پہنچے تو سازش کنندگان نے اوپر سے دبے لڑہکائے کہ ناقہ بہڑک کر حضرت گر جائیں۔ مگر حضرت تو پہلے سے ہوشیار تھے ناقہ کو سنبھالے رہے عمار یاسر مہار ناقہ پکڑے تھے۔ حذیفہ پیچھے سے ہانکتے تھے۔ ناقہ نہ بہڑکا اب حضرت نے عمار یاسر کو حکم دیا کہ چپکے سے جاکر ان منافقین کے اونٹوں کو بہڑکا دے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سازش کنندگان کے اونٹ بہڑکے اور اکثر ان میں سے اوپر سے گرے اور چوٹیں آئیں حضرت محفوظ رہے۔ ابن بابویہ بسند حذیفہ یمانی روایت کرتے ہیں کہ ان چودہ سازش کنندگان کے نام حسب ذیل ہیں:-

حذیفہ کی خفیہ یاوری

رسول ہوشیار ہوگئے اور سازش کنندگان کے شر سے بچگئے

نام سازش کنندگا بروایت حذیفہ

ابوبکر[۱]۔ عمر[۲]۔ معاویہ[۳]۔ ابوسفیان پدر معاویہ[۴]۔ طلحہ[۵]۔ سعد بن ابی وقاص[۶]۔ ابو عبیدہ جراح[۷]۔ ابوالاعور[۸]۔ مغیرہ بن شعبہ[۹]۔ سالم[۱۰] مولائے ابی حذیفہ۔ خالد بن ولید[۱۱]۔ عمرو بن عاص[۱۲]۔ ابوموسیٰ اشعری[۱۳]۔ عبدالرحمن بن عوف[۱۴]:-

واقعہ نہ چھپ سکا

اکثر مورخین اہلسنت نے اس واقعہ کو اپنے مطلب و ہمدردی شیخین کیخلاف پاکر اسکو متروک کیا ہے مگر پھر بھی واقعہ نہ چھپ سکا اور

تفسیر کبیر کی تصدیق

صاحب تفسیر کبیر مطبوعہ مطبع عامرہ شرفیہ مصر جلد چہارم نے صفحہ ۸۸ہ پر تحریر کیا ہے کہ منافقین نے قتل رسول کا قصد کیا جبکہ حضرت جنگ تبوک سے تشریف لا رہے تھے۔ وہ پندرہ آدمی تھے۔ ان لوگوں نے آپس میں اس بات پر عہد کیا کہ حضرت جسوقت شب کو وادی میں عقبہ پر چڑہیں اسوقت انکو سواری سے گرادیں۔ عمار یاسر ناقہ کی مہار تہامے تھے اور حذیفہ پیچھے سے ہنکا رہے تھے حذیفہ کو اونٹوں کی آہٹ معلوم ہوئی اور ہتیاروں کی جھنکار سنی۔ مڑکر دیکھا کہ کچھ لوگ نقاب سے منہ چھپائے ہیں انہوں نے کہا کہ دور ہو اے دشمنان خدا بس وہ سب بہاگ گئے:-

معارج النبوت کی عبارت

اور معارج النبوت رکن چہارم باب دوازدہم وقایع سنہ ۱۰ھ صفحہ ۲۹۱ میں بھی کیفیت عقبہ خفیف تغیر کے ساتھہ مذکور ہے اور تعداد منافقین بھی چودہ ہی لکھی ہے۔ مگر واقعہ ہنگام واپسی سفر حجۃ الوداع کا لکھا ہے۔ بہر حال واقعہ کا ہونا ثابت ہے۔ خواہ وہ واپسی جنگ تبوک کیوقت کا ہو یا واپسی حجۃ الوداع کیوقت کا۔ دونوں مواقع ایسے ہی ہیں جنمیں علی کی خلافت کا اعلان ہوا تھا وہاں یعنی تبوک کیوقت محض رسول کی واپسی تک کیلئے مدینہ کی عملی خلافت تھی۔ یہاں یعنی حجۃ الوداع میں عام طور پر رسمی طریقہ سے اپنے بعد ہمیشہ تک کیواسطے اعلان خلافت کیا گیا تھا:-

حضرت عمرؓ کی حذیفہ سے سوال

اسکے بعد مین حذیفہ سے حضرت عمرؓ کا یہ سوال کہ "یا امام تو ان منافقوں کی فہرست مین حضرت نے نہین لیا تہا" کس قدر پر لطف ہے جسکی "احیاء العلوم غزالی جلد چہارم ۸۸ مین نہایت خوبصورتی سے پردہ داری کی گئی ہے. جو تحریر کرتے ہین کہ "عمر بہت مبالغہ کرتے تھے اپنی قلبی حالت کی تفتیش مین یہانتک کہ پوچھا کرتے تھے حذیفہ سے کہ آیا وہ انمین کچھ آثار نفاق کا پاتے ہین ؟ اسلیئے کہ حضرت رسول نے مخصوص کیا تہا حذیفہ کو علم منافقین کیساتھ" حضرت عمر کے سوال کا جملہ تحریر یہ ہے کہ "یا اللہ یا حذیفہ انا من المنافقین ؟" اب ناظرین خود نتیجہ نکال لینگے کہ حذیفہ علم منافقین کیساتھ کیوں و کس طرح مخصوص کئے گئے تھے اور حضرت عمر ان سے کیوں اس بات کا سوال کیا کرتے تھے. قلبی حالت کی تفتیش اور دوسرے لیئے کیسی تعجب و لطف کی بات ہے کیونکہ اپنی قلبی کیفیت کو تو انسان خود ہی اچھی طرح سمجھ اور اندازہ کر سکتا ہے نہ کہ دوسرا. اور سوال خود بتلا رہا ہے کہ سائل کو خود اپنے قلب کے نفاق سے پاک ہونیکا یقین نہیں ہے جسکا واقف اس سے زیادہ کوئی اور ہو نہین سکتا. پس اس سوال سے جو کچھ غرض اور اسکی جو کچھ علت و وجہ ہو سکتی ہے وہ بالکل ظاہر ہے. ورنہ حذیفہ بیچارہ انکے قلب کی کیفیت کیا جانین جو ان سے سوال کیا جاتا. سوال حضرت فاروق کا مطلب معنی و انداز عربی دان حضرات مجھسے بہتر سمجھ سکتے ہین۔

غزوہ تبوک پر سیاسی نظر و اخلاق رسول کا نمونہ

غزوہ تبوک کی سیاسی نظر و اتباع سازش منافقین

یہ غزوہ تبوک تاریخی حیثیت سے بظاہر کچھ زیادہ اہم نہین معلوم ہوتا کیونکہ اسمین نہ جنگ ہوئی نہ مقابلہ نہ کچھ مالی نفع ہوا نہ اقتصادی منفعت مگر بلحاظ اندرونی واقعات کے جو اس مین رونما ہوئے یہ غزوہ دیگر غزوات سے ایک خاص امتیازی شان رکہتا ہے دیگر غزوات میں اسلام کی بظاہر کسیقدر اجتماعی شان نظر آتی تھی اور اس مین عام افتراقی مرقع رونما تہا جس مین اہل اسلام کی طبائع مین ایسی حیرت انگیز انقلاب کی شکل نمایاں ہوئی کہ جس سے بدتر تصور مین نہین آسکتی. وہی قابل قدر وجود جو سچا نبیؐ خدا جانکر مکہ کے کفار و اغیار کے ہاتھوں سے بچاکر مدینہ میں لایا گیا تہا اور ابتک بظاہر اس سے جان. مال و اولاد کوئی شے عزیز نہ کیجاتی تہی اسکے ادنی اشارہ پر سخت سے سخت مصائب و مشکلات کے مقابلہ پر آمادگی رہتی تہی. اسکا ہر قول و فعل حکم الہی سمجھا جاتا تہا آج وہی اپنے اور دوست ہی اسکے ایسے مخالف نظر آتے ہین کہ علاوہ کراہت تعمیل حکم و تخلف کے اسکی جان لینے تک کی سازش ہوئی آخر ایسا انقلاب کیوں اور کس لیئے ہوا؟ اسکے بظاہر دو ہی سبب ہو سکتے ہین کہ یا تو یہ اپنے کبھی بھی واقعی طور پر اسکے نہ رہے ہوں بلکہ اپنی مصلحتوں یا آئندہ کی امیدوں یا بعد کے غلبہ کی وجہ سے اپنے بنگئے ہون اور دلمین نفاق کی چنگاریان بدستور موجود رہی ہوں جنکی کچھ کچھ جھلک ہی اکثر موقعوں پر نظر آتی رہی ہو. جو بالآخر اپنی امیدوں کی کوئی انقطاعی صورت دیکھکر بھڑک اٹھی ہوں. یا خود رسول مین کوئی روحانی سقم یا اخلاقی نقص ایسا پیدا ہو گیا ہو جس سے سب اس سے منحرف ہو گئے ہون. مگر آخر الذکر امر کو تو کوئی اسلامی فرد ماننے کو تیار نہوگی اور دوسرونکے سامنے بہی رسول کی صداقت امانت اخلاق مین فرق آنیکی کوئی مثال نہین پائی جاتی. بس سوائے وجہ اول و..

وجہ سمجھ مین نہین آتی اور اسکے اسباب بھی ہین کیونکہ ایک بات علانیہ طور پر نظر آ رہی ہے کہ علی کی ذات کو اُنکے خلوص۔ وفاداری
صداقت اور شجاعت نے متعدد موقعون پر آڑے وقتون مین رسول و اسلام کے کام آکر سب پر ممیز و مفتخر بنا دیا تہا اور نہ صرف لہامی
بلکہ فطرتی اخلاقی طور پر رسول کے منصفانہ قلب و نگاہون مین اُنکی ایسی وقعت و محبت قایم کردی تھی کہ کوئی دوسرا اسکا مقابلہ نہین
کرسکتا تہا۔ اور اسیوجہ سے عرب کی حاسدانہ طبیعتین اپنی ذاتی امیدونکے خلاف اس ایک فرد واحد کے شہرت و عروج قدر و منزلت
کو ٹھنڈے دلسے دیکھنا نہین چاہتی تہین جسکے دبانے کی بہت سی پولیٹکل و اندرونی کوششین بھی ہوتی رہی تہین۔ استمرتبہ چونکہ
رسول نے اسی علی کو اپنی قایمقامی کا عہدہ سپرد کیا تہا جو اکثر حوصلہ مندونکے واسطے مایوسی کا پیش خیمہ تھا۔ اور بہت سونکی امید
کی امیدون پر پانی پھرتا نظر آتا تہا۔ لہذا اُسوقت ہی ہوئی آتش نفاق جسنے بھڑک کر انکو نہ صرف علی کی بلکہ رسول کی جان کا دشمن بناکر
اُنکے خاتمہ کردینے پر آمادہ کردیا۔ استمرتبہ تو بمصداق "ید اللّٰہ فوق ایدیھم" خدا نے ان دونون مقدسون کو تو اس سازش سے
بچالیا مگر اب علی و رسول دونون کو مدینہ مین مکہ سے زیادہ اندیشون و مشکلات کا سامنا ہوگیا۔ اور ان اندرونی دشمنونکے
درمیان نہایت احتیاط سے زندگی بسر کرنے کی ضرورت ہوگئی ٭

اخلاق نبوی کا نمونہ

بہرحال رسول اسطرح بخیریت واپس مدینہ آگئے اور باوجود تمام امور کے علم ہوجانیکے رسول نے اپنے اخلاق مدینہ سے کسی پر ظاہر نہ ہونے
دیا کہ حضرت اس سے کہانتک مین یا بچتے ہین بلکہ وہی طریقہ عمل ہر شخص کیساتھ جاری رکہا۔ اور غالباً اسیوجہ سے اسکی بابت رسول کی بابت حضرت عمر
کا سوال حذیفہ سے ہوا کرتا تہا) بلکہ حذیفہ نے اس درخواست کو کہ منافقین کے قتل کا حکم دیجیئے رسول نے کس خوبصورتی سے یہ فرماکر
ٹالدیا کہ اگر مین ایسا کرونگا تو لوگ یہ کہین گے کہ پیغمبر نے اپنے اصحاب کو قتل کرادیا۔ اور واقعی اگر قتل ہی کراتے تو کس کس کو قتل کراتے
یہان تو رسول کو کل فضا بگڑی ہوئی نظر آتی تہی۔ اور مخلصین کی کمی تہی جسکی طرف پروردگار عالم حجۃ الوداع مین "یعصمک
من الناس" سے اشارہ فرمایا تہا ٭

قصہ مسجد ضرار و انہدام مسجد

قصہ مسجد ضرار

رسول کے غزوہ تبوک جانیسے پہلے منافقین کی تعداد بڑھ گئی تہی اور انہون نے یہود یان مدینہ و اطراف مدینہ جو لوجہ تواتر شکستونکے
درپئے آزار رسول کے تہے ساز کیا تہا۔ ابو عامر راہب کو بھی جو مدینہ مین تہا ہمساز کرلیا تہا جب رسول کا ارادہ غزوہ تبوک کا
مصمم ہوگیا تہا تو منافقان قبیلہ بنی غنم بن عوف نے جنکو مسجد قبا کی تعمیر سے جو قبیلہ عمرو بن عوف نے بحکم رسول تیار کرائی تہی حسد تہا ایک
مسجد موسوم بہ مسجد ضرار علیحدہ تعمیر کرائی جسکی غرض اصلی یہ تہی کہ وہان بحیلہ نماز جمع ہوکر تدابیر مخالفانہ کیا کرینگے تاکہ انکے اجماع سے کسی پر شک
کرنیکا موقع نہو۔ اور رسول سے بھی مسجد مذکور مین نماز پڑہانیکی استدعا کی تھی مگر رسول کو اُنکی نیت و خیالات کی اطلاع ہوگئی تہی چونکہ اسوقت
حضرت تہیہ جنگ تبوک کا فرما چکے تھے لہذا اُنسے کہدیا گیا تہا کہ بعد واپسی تبوک دیکھا جائیگا۔ چنانچہ آپ بعد واپسی تبوک مراجعت

وسازشوں کے مزید حالات دریافت ہونے پر رسول کو بہ تعمیلِ آیاتِ الٰہی جو مسجد ضرار کی بابتہ نازل ہوئیں ضرورت ہوئی کہ اس گروہ نفاق و اجتماع اشرار کو اول توڑا جائے چنانچہ رسول نے مالک بن اخشم خزاعی و عامر بن عدی کو جو قبیلہ عمرو بن عوف سے تھے و بروایتے عمار بن یاسر کو معہ ایک حبشی کے مامور کیا کہ مسجد ضرار کو گرا دیں لیس ان لوگوں نے اسکو ڈھا کر جلا دیا ۔ (حیات القلوب)

انتقال نجاشی و کلثوم

اسی سال ماہ رجب میں نجاشی شاہ حبشہ کا اور ماہ شعبان میں کلثوم دختر ربیبہ رسول زوجہ عثمان کا انتقال ہوگیا۔

سریہ ذات السلاسل یا وادی رمل ناکامی و فرار ابوبکر و عمر کامیابی و فتح علی

سریہ وادی الرمل یا ذات السلاسل

تبوک سے واپسی کے بعد رسول کو ذریعہ ایک اعرابی کے خبر ملی کہ ایک گروہ عرب وادی الرمل میں جو مدینہ سے پانچ منزل ہے بھی مجتمع ہوا ہے اور ارادہ ہے کہ مدینہ میں شبخون مارے۔ رسول نے بھی حکم اجتماع لشکر اسلام کا دیا گروہ اہل صفہ مستعد و آمادہ ہوا (بروایت روضۃ الصفا) علم لشکر ابوبکر بن ابو قحافہ کو دیکر معہ چار ہزار فوج کے بھیجا گیا۔ راستہ دشوار گذار تھا۔ اور دشمن بوجہ گنجان درختوں کے ایسی جگہ پر تھا کہ لشکر اسلام کو انکا مقام معلوم نہ ہو سکتا تھا۔ سردار لشکر اسلام نے اسکا خیال نہ کیا۔ اور جب فوج اسلام موقعہ پر پہنچی دشمن نے بہ ہیئت مجموعی قبل انکی تیاری کے حملہ کر دیا بعض شہید ہوئے۔ باقی معہ سردار لشکر بھاگ کر مدینہ آئے۔ و بروایت حیات القلوب کثرت فوج مخالف سے مرعوب ہو کر بلا جنگ بھاگ آئے ۔

ابوبکر سردار لشکر وان کی ناکامی

عمر مامور ہوکر ناکام واپس ہوئے

رسول اللہ نے اسکے بعد عمر بن الخطاب کو علمدار و سردار کرکے بھیجا۔ چونکہ انکا طریقہ بھی پہلے افسر سے زیادہ ہوشمندانہ تھا انکی فوج کا بھی وہی حشر ہوا اور پسپا ہو کر بھاگ آئے (روضۃ الصفا) حیات القلوب نے انکا بھی بخوف دشمن بلا جنگ واپس آنا تحریر کیا ہے ۔

عمرو بن عاص کی ہزیمت

بعد ازاں عمرو بن العاص جو بقول روضۃ الصفا مکر و حیلہ میں مشاق تھے اور خود رسول سے خواہش کی تھی و بروایتے خالد بن ولید فوج لیکر بھیجے گئے یہ بھی بعد جنگ شکست کھا کر بھاگ آئے۔ (روضۃ الصفا)

بعض مورخین کا ترک واقعہ

بعض دیگر مورخین اہلسنت نے صرف ابوبکر کے افسر بنا کر بھیجے جانیکے تذکرہ پر ہی قناعت کی ہے اور بعض نے صرف عمرو عاص کو سردار لشکر و ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ جراح کو انکی ماتحتی میں بھیجا جانا لکھا ہے مگر روضۃ الصفا نے ترتیب ہر سہ حضرات کا علیحدہ علیحدہ سردار لشکر بنا کر روانہ کیا جانا حسب تذکرہ بالا تحریر کیا ہے)

علی کی ماموری وان کی نقل و حرکت

اب رسول نے بعد اس مکرر آزمایش کرا دینکے آخری مرتبہ پھر اپنے اسی کرار غیر فرار سپہ سالار علی کو روانہ کیا۔ یہ بہادر افسر حسب معمول عصابہ سر پر باندھکر برد یمنی کاندھے پر ڈالکر نیزہ خطی ہاتھ میں لئے سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر معہ لشکر روانہ ہوا۔ گذشتہ مہمات کے ناکام افسر بھی ساتھ کئے گئے تھے تاکہ دیکھیں کہ فن جنگ کی واقفیت و شجاعت اسکو کہتے ہیں اور افسری کی قابلیت ایسی ہوتی ہے اور پھر کسیکو بمقابلہ علی کے دعوے ہمسری نہ پیدا ہو۔ اور سب کو حکم دیا گیا تھا کہ علی کے حکم و رائے کے ہرگز خلاف نہ کیا جاوے علی معمولی راہ کو ترک کرکے براہ عراق عرب ایسی راہ سے روانہ ہوئے جو فم وادی پر پہنچتی ہوتی تھی۔ رات کو کوچ کرتے تھے۔ جب قریب مسکن دشمن

کے پہنچے تو علی نے حکم دیا کہ سپاہ نہایت آہستگی سے درہ کے راہ سے چلے۔ عمرو عاص نے جب دیکھا کہ اسطرح علی دشمنوں کے سر پر بے معلوم پہونچکر کامیاب ہو جائینگے تو براہ حسد ابو بکر و عمر سے مشورہ کرکے علی سے کہلوایا کہ اس راستہ مین خطرہ ہے مصلحت یہ ہے کہ وادی کے اعلیٰ حصہ سے چلین اور دشمن پر شبخون مارین مگر اس نے ارادوں مین مستحکم اور آئین پختہ و تجربہ کار افسر نے ان مشوروں پر کچھ توجہ نہ کی۔ تب عمرو عاص نے اہل لشکر کو خوف زدہ کرکے بہکانا چاہا کہ ہم محض ایک لڑکے کی بنا پر اپنی جانین مفت ضایع نہ کرینگے مگر سپاہ اسلام نے جنکو اپنے افسر کی بہادری دیکھ بھال پر اطمینان تھا بہروسہ تھا جواب دیا کہ ہم خلاف حکم نبوی تمہاری بات نہین مان سکتے ہمکو جیسا علی حکم دینگے ویسا کرینگے۔ اب نہیں معلوم کہ یہ صرف عمرو عاص کی ہی ریشہ دوانی تھی یا اور بھی کچھ لوگ اس مین شریک تھے ۔

عمرو عاص کی ریشہ دوانی

بہر حال علی سپاہ کو اسطرح خاموشی کیساتھ کہ جانوروں تک کے منہ بند ہوا دیئے تھے عین وقت طلوع آفتاب کے بے معلوم دشمن کے سر پر پہنچ گئے اور بعد اذان آغاز صبح دشمن پر حملہ کر دیا۔ انسے خوب مقابلہ و مقاتلہ رہا ۔

علی بےخبر دشمن کے سر پر پہنچ گئے

بروایت فرات بن ابراہیم کے مخالفان قبیلہ بنی تمیم و بنی خثعم سے تھے جنکا سردار حارث بن بکیر خثعمی تھا جو پانچسو سواروں کی برابر مانا جاتا تھا۔ علی نے جنگ مین اسکو واصل جہنم کیا اور اسکے چچازاد بھائی فتاک کو بھی قتل کیا اور بہت سے اشرار علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے (حیات القلوب) اب اسمرتبہ دشمن کے بھاگنے کی باری تھی کیونکہ اب جو شخص سردار ہوکر مقابلہ کو آیا تھا جو میدان جنگ سے نہ بھاگنے کی ہمیشہ کیلئے قسم کھائے ہوئے تھا اسکی بہادری اور بہادری کے علاوہ فوجی قابلیت نے دشمن کو ٹھہرنے نہ دیا اور انکے پیر اکھڑ گئے میدان صاف ہو گیا بہت سے اسیر کئے گئے بہت سے قتل ہوئے لشکر اسلام مین سے صرف دو آدمی شہید ہوئے اسلام کی فتح ہوئی وہان مدینہ مین سورہ والعادیات نازل ہوئی اور رسول نے اصحاب کو علی کی فتح کی بشارت دی۔ علی مظفر و منصور لشکر کے واپس مدینہ آئے ۔

علی کی جنگ دشمن کی شکست

رسول نے وقت روانگی اس لشکر کے مسجد احزاب تک متابعت فرمائی تھی۔ اب خبر واپسی پاکر رسول خود مع اصحاب کے بیرون مدینہ تشریف لائے۔ تہذیب دیکھئے ان دو فرمانبردار افسر نے استاد و سردار کو دیکھکر فوراً گھوڑے سے اتر کر پیادہ ہو گیا۔ مگر قدردان ہادی نے جسکے دین کے لیئے یہ بہادر فاتح اسکی جماعت کی عزت کو قایم کئے واپس آ رہا تھا محبت آمیز لہجہ مین فرمایا "یا علی سوار ہو کہ خدا و رسول تجھ سے خوش ہین" علی کے خوشی سے آنسو نکل آئے (روضۃ الصفا)

رسول علی کا استقبال کرتے ہین

رسول کی قدر شناسی

اسکے بعد وہ بزرگ ہادی خلق جسے دیگر ادیان کے متعصب آدمی بھی بڑے اور اچھے لوگون مین شمار کرتے ہین اور وہ موحد جس نے توحید کے سچے اصول سکھا دینے پر بھی ما عرفناک حق معرفتک فرماکر ادراک کنہ حقیقت کی دشواریاں بتلا دین اور وہ مقنن جسکے مستحکم اصول مین بوجہ موافق فطرت انسانی ہونیکی آج تک کسی ترمیم کی ضرورت نہ ہوئی۔ اپنے اس منکسر وفادار

مددگار کی حسن خدمات کی ان الفاظ مین قدرافزائی فرماتا ہے۔ "یا علی اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہوتا کہ گروہ امت تیری نسبت بھی ایسا ہی کچھ کہنے لگین گے جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کی شان مین کہنے لگے۔ تو مین تیرے متعلق وہ بات ظاہر کرتا کہ تو کسی گروہ کے پاس سے نہ گذرتا کہ وہ لوگ خاک پا تیری آنکھوں سے نہ لگاتے" (روضۃ الصفا اکسیر التواریخ نے مشابہت عیسیٰ کی حدیث احمد بن حنبل سے اور جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفا مین البزار ابو یعلیٰ اور الحاکم سے نقل کی ہے)

علی کی عیسیٰ سے مشابہت

… کی بحث اسموقعہ پر یہ تشبیہ عیسیٰ بھی ایک راز سربستہ اور دراصل ان واقعات کی پیشین گوئی تھی۔ جو آئندہ بعد مین واقع ہونے والے تھے۔ اس تشبیہ سے یہ ظاہر ہے کہ علی کی بہادری یا سپہ سالاری کی کوئی تعریف نہین نکلتی کیونکہ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ بہ حیثیت کسی شجاع سپہ سالار کے مشہور نہ تھے بلکہ انکا حلم۔ تقدس۔ اخلاق محبت۔ انکساری و مساوات و روحانیت وغیرہ یہ اوصاف تھے جنسے وہ متصف تھے جو کماحقہ علی مین موجود تھے۔ اور بعد کے واقعات کہ ایک گروہ مثل عیسیٰ کے علی کی بھی الوہیت کا قایل ہو گیا جسکے اندیشہ کیوجہ سے رسول نے صرف تشبیہ ہی دی تھی اور وہ اصل بات بیان بھی نہ فرمائی تھی مگر اس پر بھی اس تشبیہ سے ہی ایک تیز روشنی علی کی تقدس اور عظمت نفس کی پڑ گئی۔ مطابق واقعہ تشبیہ کی ہو گئی۔ علاوہ برین تشبیہ ہارون کے بعد جو پہلے دیجا چکی تھی جو ایک وصی نبی تھے۔ اب ایک جلیل الشان نبی سے تشبیہ کھلی ہوئی ترقی مدارج و منزلت علی پر دلالت کرتی ہے۔

صاحب حیات القلوب نے اس واقعہ یعنی مہم کو غزوہ ذات السلاسل کے نام سے موسوم کرکے واقعات ۸ھ مین تحریر کیا ہے

آمد وفود قبائل عرب معہ نتائج

آمدن وفود اہل عرب اس سال ماہ رمضان و شوال مین گروہ گروہ قبائل عرب خدمت نبوی مین حاضر ہو ہو کر مشرف باسلام ہوتے گئے اور اور اسقدر کثرت آمد وفود کی ہوئی کہ اس سال کو سنۃ الوفود کہنے لگے۔ **یہ سال سنۃ الوفود کہلایا** اب جب کوئی وفد آتا تھا تو حضرت لباس فاخرہ پہنکر اور اصحاب کو بھی عمدہ لباس پہنوا کر ملاقات فرماتے تھے اور اہل وفد کی مناسب طور پر تواضع و مہمانداری فرما کر اور صلہ و عطایا دیکر رخصت فرماتے تھے۔ خاص خاص وفود حسب ذیل آئے۔

وفد بنی مرہ (۱) وفد بنی مرہ۔ تیرہ آدمی بہ سرگروہی حارث بن عوف آئے اور مسلمان ہوئے خشک سالی کی شکایت کی رسول نے دعا فرمائی انکے یہان بارش خوب ہوئی۔ ہر ایک کو دس سردار کو بارہ اوقیہ نقرہ دیکر رخصت کیا گیا۔

بنی عامر (۲) وفد عامر بن صعصعہ عامر بن طفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب معہ اربد بن قیس و ایک گروہ بنی عامر کے اس ارادہ سے آئے تھے کہ عامر تو حضرت کو باتون مین مشغول کر لیگا اور اربد پیچھے جا کر تلوار سے وار کریگا۔ خدمت رسول مین آ کر عامر نے کہا کہ اگر مین مسلمان ہو جاؤن تو مجھکو کیا ملیگا۔ حضرت نے فرمایا جو سب مسلمانونکو ملتا ہے۔ اس نے کہا کہ بعد اپنے مجھے اپنا خلیفہ مقرر کر دیجیے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ نہین ہو سکتا البتہ اگر تو چاہے تو ایک لشکر کی سرداری تجھکو دیجا سکتی ہے کہ راہ خدا مین جہاد کرنا اس نے کہا کہ سردار تو مین

اب بھی یوں غرض اسی قسم کی باتین کرتا رہا لیکن زید کو موقعہ وار کرنیکا نہ ملا کہ یہ سب مسجد نبوی سے ناکام نکلکر چلے آئے اور بددعائے حضرت سے دونوں راستہ مین ہی ہلاک ہوگئے ÷

[بنی اسد] (۳) وفد بنی اسد۔ دس آدمی اس قبیلہ کے آکر مسلمان ہوئے اور اظہار احسان کیا کہ ہم اس زمانہ قحط مین راہ دور دراز طے کر کے بلا جنگ مین مغلوب ہوئے مسلمان ہوئے ہین کہ آیہ یمنون علیکم الخ نازل ہوئی ÷

[بنی البکا] (۴) وفد بنی البکا اس گروہ کے ساتھہ معوتہ بن ثور بن البکا جسکی عمر سو برس کی تھی معہ اپنے لڑکے بشیر کے آیا تھا اور ملتمس ہوا کہ بشیر پر حضرت دست شفقت پھیر دین کہ وہ اسکے ساتھہ شفقت پیش آوے حضرت نے اسپر ہاتھہ پھیرا اور دعا برکت دی وہ قحط سے محفوظ رہا

[بنی نجیب] (۵) وفد نجیب۔ تیرہ آدمی اس قبیلہ کے آئے اور اپنے مال کا حصہ زکوٰۃ بھی ساتھ لائے تھے۔ رسول نے خوش ہوکر حکم دیا کہ وہ مال زکوٰۃ واپس لیجاکر اپنے دیار کے فقرا کو تقسیم کردین۔ انہوں نے کہا کہ وہ فقرا کو علیحدہ تقسیم کرآئے ہین حضرت نے ان کی بہت قدر و منزلت کی اور صلے عطا فرمائے۔ انکے ساتھہ کے ایک لڑکے نے دعائے مغفرت کی استدعا کی حضرت نے دعا کی اور وہ نہایت مستغنی رہا

عبداللہ ابن ابی سلول منافق کی موت حضرت عمر کی ایک اور گستاخی رسول کے ساتھہ

[عبداللہ بن سلول منافق کی موت رسول کی شرکت جنازہ] ماہ شوال مین عبداللہ بن ابی سلول منافق بیمار رہا۔ اور ماہ ذیعقدہ مین مرگیا۔ رسول اللہ بحالت مرض اسکی عیادت کو تشریف لیگئے تھے اور اسکو اسکے اعمال بد پر ملامت فرمائی اس نے عرض کی کہ یا حضرت یہ ملامت کا وقت نہین بلکہ میرا وقت احتزار ہے اب میری التجا ہے اور آپکے کرم سے امید ہے کہ میرے مرنے پر آپ میرے دفن مین شریک ہوں اور نماز جنازہ پڑہائین اور ایک پیراہن اپنا مجھے عنایت فرمائین کہ اس سے میرا کفن ہو اس حلیم نبی نے اسکی اس آخری التجا کو منظور فرمالیا اور اپنے دو پیراہن اسکو عطا فرمادیئے اور شریک دفن بھی ہوئے اللہ رے خلق نبوی منافق و مخالف کیساتھ ایسا برتاؤ سوا نبی کے اور سے دشوار ہے۔ بروایت روضۃ الصفا۔ جب حضرت نماز جنازہ اسکی پڑہانیکو کھڑے ہوئے تو فاروق اعظم نے کود کر دامن حضرت کا پکڑ لیا اور کہا کہ یہ تو منافق تہا۔ آپ اس کی نماز جنازہ پڑہاتے ہین ؟ (گویا انکے خیال مین رسول نہ جانتے تھے کہ وہ منافق تہا۔ یا یہ نہ جانتے تھے کہ منافق

[عمر کا رسول پر اعتراض و خلاف شان عمل] کے جنازہ پر نماز نہ پڑہانا چاہیئے) حضرت نے فرمایا کہ اے عمر ہاتھہ میرے دامن سے ہٹا۔ مجھے خدا نے مختار کیا ہے کہ مین اسکے واسطے طلب آمرزش کردن یا نکردن اور مین نے طلب آمرزش کو اختیار کیا ہے اور اگر مین یہ جانتا کہ زیادتی استغفار سے اس کی

[روضۃ الصفا کی عمل و عمر کی پردہ پوشی] بخشش ہوجائیگی تو اسکے واسطے اور زیادہ استغفار کرتا" اور حضرت نے نماز جنازہ پڑہائی (مولف) یہ عبارت روضۃ الصفا کی تو بہر کیفد ر تہذیب کے سانچہ مین ڈھالی گئی ہوگی ورنہ حضرت فاروق کی درشت مزاجی سے اس طریقہ عمل کا جو نقشہ کھنچا ہے۔ وہ خود رسول کے اس کلام سے کہ "ہاتھہ میرے دامن سے ہٹا" ناظرین کے پیش نظر ہوگیا ہوگا۔ اور نیز یہ امر بھی کہ کہانتک رسول نے اس طریقہ عمل کو پسند فرمایا ناظرین پر ظاہر ہوگیا ہوگا ÷

آخر حصہ کلام رسول کا تفسیر ہے آیہ کریمہ استغفر لھم او لا تستغفر لھم...الخ کی جس نے صاف طور پر یہ واضح کر دیا کہ جس کے دلمین یہان نہین اسکو کوئی شفاعت مفید نہین ہوسکتی پس جب حضرت کو اسکا علم تہا تو اسکی آخری التجا کو رد کر کے بد خلقی کا دہبہ کیوں لیتے علاوہ برین اسکی نزع کیوقت کی اس نیازمندی اور رسول کے اخلاق کا یہ اثر ہوا کہ اسکے گروہ کے آدمی دولت ایمان پر فایز ہوگئے۔

صاحب روضۃ الصفا نے بعد تحریر مضمون بالا کے محبت فاروقی مین اسکے اس طریقہ عمل کو عند اللہ مستحسن قرار دینے کیغرض سے تحریر فرمایا ہے کہ رسول اللہ نماز جنازہ پڑہا کر بیٹھے ہی تھے کہ آیہ لاتصل علی احد منھم مات ابدا و لا تقم علی قبرہ نازل ہوئی گویا حضرت فاروق کے زجر کیموافق خدا کے یہانسے بہی رسول کی توبیخ کی گئی (استغفر اللہ من ذالک!!) اور پہر آگے تحریر فرمایا ہے کہ یہ بہی روایت ہے کہ حضرت نے جنازہ عبداللہ کو نکلوا کر اسکا سر اپنے زانو پر رکہا اور لعاب دہن اپنا اسکے منہ مین ڈالا گویا رسول نے خدا سے صریحی مخالفت اور ضد کی کہ باوجود ممانعت خدا کبہی رسول اسکی قبر پر ٹہرے اور یہ عمل کئے۔ سبحان اللہ کیا عقیدت رسول ہے شیخین پر کوئی حرف نہ آئے چاہے رسالت رخصت ہو جائے۔

نزول سورۂ براۃ۔ ماموری و معزولی ابوبکر۔ مورخین کی ہمدردی۔ ماموری علی بحکم خدا واقعہ کا اثر

نزول سورہ برات و ماموری ابوبکر و معزولی بحکم خدا

رسول اللہ نے جو مشرکین سے عہد نامے کئے تھے اور انمین سے اکثر کیطرف سے بد عہدیاں ہوئیں تو سورۂ براۃ نازل ہوئی رسول کا خود ارادہ ماہ ذیقعدہ مین حج کرنے اور یوم النحر پر جاکر قربانی کرنیکا تہا لیکن رسول کو معلوم ہوا کہ مشرکین مطابق رسم جاہلیت موسم حج میں مکہ آکر برہنہ طواف بیت اللہ کا کرتے ہین۔ رسول کو انکے ساتہہ اختلاط مکروہ معلوم ہوا۔ لہذا اپنا قصد ملتوی کر کے ابوبکر کو قربانی کے اونٹ دیکر ماہ ذی الحجہ مین معہ تین سو اصحاب کے مامور کر کے مکہ کو روانہ فرمایا کہ سورہ براۃ تا چہل و بروایتے نادہ آیات لیجاکر مردمان مکہ کو سنا ہین اور مناسک حج بتلائین۔ چنانچہ ابوبکر معہ ہمراہیان روانہ ہوئے۔ کہ بعد ازان دفعتاً رسول کے خیال مین بحکم خدا تغیر واقع ہوا جو بقول روضۃ الصفا یہ تہا کہ "تبلیغ رسالت کوئی شخص سوا تمہارے یا علی کے یا اس شخص کے جو تم مین سے ہو نہین کرسکتا" لہذا رسول نے فوراً علی کو کیفیت واقعہ سے آگاہ کیا اور خاص اپنی سواری کے ناقہ پر سوار کر کے حکم دیا کہ جاؤ اور سورۂ برات کو ابوبکر سے لیکر تم ایام حج مین مردمان کو سناؤ۔ اور حسب ذیل احکام بہی پہنچا دو جنانچہ پہونچا دیئے گئے

احکام اربعہ یا ابرار نامہ

(۱) کوئی شخص بہشت مین داخل نہین ہوسکتا جو ایمان نہ لایا ہو (۲) اس سال کے بعد کوئی مشرک یا کافر جو ایمان نہ لایا ہو حج نکریگا (۳) کوئی شخص برہنہ طواف نکریگا۔ (۴) جن لوگوں سے رسول سے عہد نامے ہین وہ صرف میعاد معینہ تک قایم رہینگے باقیماندہ لوگوں کو چار ماہ کی مہلت ہے کہ اس مدت مین وہ یا مسلمان ہون یا جزیہ دینا قبول کرین یا دیار اسلامی باہر چلے جائین ورنہ

بعد اس مدت کے انکا خون و مال حلال ہوگا۔ یہ وہ چار احکام تھے جنکو احکام اربعہ یا ابرارنامہ کہا جاتا ہے (تنقید الکلام)

ابوبکر روانہ ہوکر ابھی بقول ابوالفدا ذوالحلیفہ تک بقول روضۃ الصفا مقام عرج و بروایت بعض روحا تک پہنچے تھے نماز صبح کا وقت تہا۔ ابوبکر بغرض امامت نماز کہڑے ہوئے تھے۔ کہ انکے کان میں ناقہ رسول کی آواز پہنچی۔ ابوبکر نے نماز میں توقف کیا مگر سخت استعجاب ہوا جب بجائے رسول کے سوار دوش رسول کو ناقہ رسول پر آتے ہوئے دیکھا جس نے پہنچتے ہی سنایا کہ "میں فحاوئے سورہ برأت ہمکو دو کہ فرمان رسول یہ صادر ہوا ہے کہ سورہ مذکور اور احکام اربعہ میں خلایق کو سناؤں" (روضۃ الصفا) ابوبکر نے حیرت سے دریافت کیا کہ "آخر اسکا کوئی سبب؟" علی نے کہا کہ رسول اللہ کو حکم ہوا ہے کہ "تبلیغ رسالت تم کرو یا جو تم میں سے ہو" جسکو مولف تاریخ الاسلام نے اسطرح ادا کیا ہے کہ "قربانی رسول کیجانب سے انکا عزیز کرے تو اچہا ہے"۔ بقول ابوالفدا و علامہ الورے۔ ابوبکر آیات و احکام مذکور حوالہ علی کرکے وہیں سے واپس آکر خدمت رسول میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ "اس معزولی کی کیا وجہ ہوئی کیا میرے بعد کوئی حکم نیا آسمان سے نازل ہوا ہے؟" بقول ابوالفدا رسول نے فرمایا کہ "نہیں کوئی حکم نیا تو نہیں آیا مگر بات یہ ہے کہ احکام پہنچانیکا کام میرا ہے۔ اگر میں نہوں تو کوئی شخص جو قریب میرا ہو وہ ادا کرے"۔ اور بقول اعلام الورے حضرت نے فرمایا کہ خدا کا حکم یوں ہی تہا۔

علی کو سورہ برأت دلوایا گیا

ابوبکر واپس مدینہ آ گئے

غرض علی وہ سورہ و احکام لیکر مکہ گئے اور بیخوف و خطر سورہ پڑہا اور ڈنکے کی چوٹ احکام اربعہ سنائے۔ بروایت جابر بن عبد اللہ انصاری جو ہمراہیوں میں تھے۔ بروقت سنانے احکام مذکور کے مشرکین میں سے ایک شخص نے آواز سے کہا کہ "ہم سے اور محمد سے عہد ہوگیا ہے اگر یہ نہوتا تو ہم دکہلاتے کہ ہم کیسی انکی تقلید کرتے ہیں"۔ علی نے فوراً جواب دیا کہ "اگر رسول کا حکم مجھے مانع نہوتا تو میں تجھکو ابھی دکہلاتا کہ میں تجھکو کیسے قتل کرتا ہوں"۔ اور فرمایا کہ "بخدا اب اگر کوئی برہنہ طواف کریگا۔ یا برہنہ داخل خانہ کعبہ ہوگا تو میں اسکو تیغ کردونگا"۔ اور تلوار برہنہ کرکے دروازہ خانہ کعبہ پر کہڑے ہوگئے۔ اور خوف حضرت سے جو لوگ برہنہ تھے انہوں نے فوراً کپڑے پہن لیئے یا طواف سے باز رہے اور اس متبرک مقام کی عزت قایم ہوگئی۔ اور واقعی ایسے سخت احکام کے سنانے اور نافذ کرنے کے واسطے ایسے ہی بیخطر شجاع شخص کی ضرورت تھی و عجب نہیں کہ ایک یہ بھی وجہ اس کام کو ابوبکر کے ہاتہ سے لے لینے کو ہو جنکی قلبی کیفیت سے رسول واقف تھے اور خود انکی صاحبزادی عایشہ نے بھی ایک موقع پر اس کی تعریف کی ہے جو اپنے مقام پر آئیگا۔

علی خانہ کعبہ میں

بعض روایتوں کی موافق علی سورہ برأت کی دس آیتوں و احکام اربعہ کو روز عرفہ عرفات میں و شب عید کو مشعر الحرام میں و روز عید جمرہ کے قریب و ایام تشریق میں منےٰ کے پاس آواز بلند باوجود کثرت مشرکین کے بلا خوف و خطر پڑہتے اور سناتے رہے۔ تلوار برہنہ برابر علی کے ہاتہ میں رہتی تہی۔ مناسک حج بھی ادا کئے اور رسول کیطرف سے نیابتاً قربانی

سورہ و احکام کہاں کہاں پڑہے و سنائے گئے

بھی کی اور تین روز قیام کرکے واپس ہوئے ۔

مورخ متعصب صد متعلق کے متعلق ہمدرد مورخین کی قابل داد بیکار کوششین

افسوس ہے کہ یہ واقعہ بھی چونکہ اسمین فریق ابوبکر و علی تھے بلا اعتراض و اختلاف کے نرہا۔ صاحب تنقید الکلام کا خیال ہے کہ یہ گمان کرنا غلط ہے کہ علی نے کوئی سورہ قرآن مجید کا تلاوت کیا تہا۔ انکے نزدیک محض براءۃ نامہ یعنی احکام اربعہ کی تبلیغ کو علی بہیجے گئے تھے اگرچہ اکثر تاریخین سورہ براۃ کے پڑہنے کیساتہہ ہین ان مشترک احکام کا بھی ذکر کرتی ہین اور عام تاریخی قیاس بھی ہے کہ سورہ براۃ وابراء نامہ ایک دوسرے کے بعد پڑہا گیا۔ اور مفسرین بھی سبہی متفق ہین کہ سبب نزول آیات سورہ برأت کا مشرکین کی بدعہدیاں تہین۔ اسلیئے بہت ممکن ہے کہ ابتدائی دس آیات پڑہی گئی ہون جن کی وضاحت احکام اربعہ سے کی گئی ہو مترجم ابن خلدون سب سے پہلا شخص ہے جس نے اس واقعہ کی ہیئت کو بدلنے کا بخلاف اصل مورخ ابن خلدون و دیگر مورخین کے ارادہ کیا ہے لیکن خود اسی نے ابن خلدون و ابن اثیر کی زبانی لکھاہے کہ علی نے ذوالحلیفہ مین سورہ برأت لے لیا۔ مترجم مذکور کبھی کہتاہے کہ "آیات کے ساتہہ روانہ کیا" کبھی کہتاہے کہ "آیات بعد کو نازل ہوئین"۔ مترجم مذکور و نیز روضۃ الصفا نے ایک اور پر لطف سوال کا ابوبکر کی زبانی علی سے ہونا تحریر کیاہے کہ "تم امیر ہوکر آئے ہو یا مامور" جسکا علی کیطرف سے جواب لکھاہے کہ "مامور" اور اپنی اس کوشش کا مدار اس عبارت کو قرار دیاہے کہ "ثم اردف النبی با بکر بعلی بن ابی طالب فامرہ ان یوذن ببراۃ" (پہر نبی نے ابوبکر کے پیچھے علی کو بہیجا پس حکم دیا انکو کہ لوگوں کو براۃ سنادو) اور پہر اسکے بعد کہتاہے کہ ابوبکر کے بہیجنے کی غرض اور تھی اور علی کے بہیجنے کی اور یعنی ابوبکر امیر حاج کرکے بہیجے گئے تھے۔ اور علی محض سورہ پڑہنے کے لیئے تھے۔ لیکن اسکی تردید خود تواریخ ابوالفدا و ابن خلدون وغیرہ سے ہوتی ہے۔ کیونکہ امیر حاج ہونیکا تصفیہ ابوالفدا و روضۃ الصفا و اعلام الورٰے اور خود مترجم مذکور کی اس عبارت سے ہوجاتاہے کہ ابوبکر بعد جوالگی سورہ برأت مدینہ واپس آ گئے تھے اور مدینہ سے پہر بعد کو واپس ہوکر مکہ جانا اور حجاج کو جو علی کے ساتہہ ہی چلے گئے تھے جیسا تنقید الکلام کی اس عبارت سے ظاہر ہوتاہے کہ "حضرت علی بھی حجاج کیساتہہ رسول اللہ کا یہ حکم لیکر گئے" ابوبکر کا مناسک حج ادا کرنا خلاف قیاس معلوم ہوتاہے اور ابوالفدا وغیرہ کی اس عبارت سے بھی کہ "بعد ازان ابوبکر صدیق حج کو تشریف لیگئے" یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ انکے ساتہہ اسوقت حاجیون کا کوئی گروہ گیا تھا ۔

تحریرات ہمدرد مورخین پر تنقیدی نظر

لہذا اس امارت حاج کے تردید کیساتہہ ہی "امارت و ماموریت" کا سوال قطعاً برطرف ہوجاتاہے۔ علاوہ برین جب ابوبکر اس معزولی پر اسوقت صبر نہ کرسکے اور فوراً رسول کے پاس دوڑے ہوئے جسکے بظاہر دو ہی وجوہ ہوسکتے ہین کہ یا تو علی کے قول پر پورا یقین نہ ہوا ہوگا یا یہ خیال ہوگا کہ رسول سے کہہ سنکر پہر بحالی کا حکم حاصل کرکے واپس آئینگے جب وہان سے بھی مایوسی ہوئی تو پہر کیا غیرت انکی متقاضی ہوئی ہوگی کہ اس معزولی کے بعد پہر علی کے ساتہہ مناسک حج ادا کرتے یا کرلیتے اور یہ امر بھی خلاف قیاس

قرأت سورہ و تبلیغ احکام و قربانی سے تو ابوبکر اسوجہ سے معزول کیجائیں کہ وہ رسول کا عزیز انجام دے اور ادائیگی مناسک حج کو اس سے مستثنےٰ رکھا جائے پس یہ ترجیح مذکور و ہمدرد مورخین کی کوششیں محض رفع منقصت صدیق کیلئے معلوم ہوتی ہیں جو انکے مفید نتیجہ پیدا کرنے سے بہت دور ثابت ہوتی ہیں۔ بہرحال ناظرین خود رائے قایم کرلینگے ۔

واقعہ کا اثر و نتیجہ

لیکن اس واقعہ تاریخی سے طبیعت انسانی ایک اور گہرا نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوتی ہے کہ جب بخیال رسول یا بہ نزدیک خدا بمقابلہ ابوبکر کے علی زیادہ مستحق تبلیغ احکام خدا و انجام دہی کار رسالت کے سمجھے گئے۔ اور اصول یہ قرار پایا کہ رسول کی عارضی عدم موجودگی میں بھی کار رسالت انجام دینا رسول کے قریبی عزیز کا کام ہے تو اب زمانہ علالت رسول کی امامت مسجد کے مشہور واقعہ کی کیا اصلیت ہجاتی ہے۔ اور پھر رسول کی دائمی رحلت کی صورت میں وصایت رسالت کیواسطے کیوں نہ یہی اصول موثر سمجھا جاوے اور اس سے سند لیجاوے ۔

علی کی واپسی رسول کا استقبال

بہرحال علی اس کام کو بھی بحسن خوبی انجام دیکر مدینہ واپس آئے۔ بقول روضۃ الصفا اس درمیان میں رسول کو علی کیطرف سے مشرکین کی مخالفت کے اندیشہ سے بہت تشویش تھی اور جب ابوذر غفاری نے علی کی واپسی کی رسول کو خبر دی تو انکو کمال مسرت ہوئی اور معہ اصحاب کے رسول نے علی کا استقبال کیا ۔

سنہ ۱۰ھ

واقعات سنہ ۱۰ ہجری (آمد وفود مزید)

آمد وفود

اس سال بھی حسب ذیل وفود قبائل مختلفہ کے حاضر خدمت رسول ہوئے اور حسب ذیل نتائج برآمد ہوئے ۔

وفد غامد

(۱) وفد غامد۔ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اس گروہ میں ایک شخص کے عیبہ کے انکی منزل سے چوری جانے اور پھر دستیاب ہوجانے کی رسول نے خبر دی جو صحیح نکلی ۔

وفد بنی بجیلہ

(۲) وفد قبیلہ بجیلہ۔ جریر بن عبداللہ بجلی معہ ۱۵۰ آدمیوں کے حاضر خدمت ہوا اور وہ سب مسلمان ہوئے۔ رسول نے جریر سے بتخانہ ذوالخلیفہ کے تباہ کرنیکا حکم دیا تھا چنانچہ جریر نے وہیں واپس ہو کر اُس بتخانہ کو جلا کر خاک کردیا اور رسول کے پاس خبر بھیجدی جس سے رسول نے خوش ہو کر جریر کو دعا دی۔ یہ جریر نہایت خوبصورت جوان تھا حضرت فاروق نے اسکو یوسف امت کا خطاب دیا تھا اہل ذوالخلیفہ بھی بعد کو مسلمان ہوگئے)

وفد بنی حنیفہ

(۳) وفد بنی حنیفہ۔ یہ لوگ مدینہ آکر رملہ میں مقیم ہوئے اور مسلمان ہوئے انکے ساتھ مسیلمہ کذاب بھی تھا جو مسلمان ہوگیا تھا مگر پھر یمامہ پہنچکر مرتد ہوگیا اسنے اس کے بعد دعوئے پیغمبری کیا اور حضرت کو خط لکھا تھا کہ آدھا آدھا ملک بانٹ لیجیے۔ حضرت نے لکھ بھیجا تھا کہ تو کذاب ہے یہ زمانہ خلافت میں مارا گیا

وفد فیروز دیلمی

(۴) فیروز دیلمی بھانجہ نجاشی آکر مسلمان ہوا۔ اسی فیروز نے اسود عنسی کو جسنے بزمانہ ابوبکر دعوی نبوت کا کیا تھا قتل کیا تھا

(۵) عروہ بن مسعود ثقفی آکر مسلمان ہوا اور واپس جاکر اسنے اپنی قوم سے مسلمان ہونیکو کہا کہ نماز پڑھتے ہیں ایک شخص نے اسکو تیر سے شہید

کر دیا مگر بعد کو قبیلہ مذکور کے دس آدمی آکر مسلمان ہوئے اور حضرت نے عثمان بن ابو العاص کو انکا سردار مقرر کیا۔

واقعہ مباہلہ علی نفس رسول حسنین ابنائے رسول اہلبیت کی تخصیص طہارت

واقعہ مباہلہ وفد نصارائے نجران

رسول اللہ نے نصاریٰ نجران کے پاس ایک نامہ دعوت اسلام معرفت عتبہ بن غزوان عبداللہ بن امیہ مدیر بن عبداللہ تیمی و صہیب بن سنان تمری روانہ کیا تھا۔ وہاں سے چودہ آدمی منتخب ہو کر بغرض مباحثہ و مناظرہ و تحقیق حالات سرور کائنات بھیجے گئے جنمیں ایک عبدالمسیح ملقب بہ عاقب تھا جو امیر تھا۔ دوسرا ایہم ملقب بہ السید تھا۔ تیسرا ابو الحارث بن علقمہ جو عالم تھا اور ایک اسکا بھائی کرز بن علقمہ تھا۔ کرز کے دلمیں پہلے سے کچھ رجحان اسلام کیطرف تھا یہ اُن لوگوں سے آگے پہنچکر مشرف با سلام ہو گیا۔ بقیہ گروہ جب مدینہ پہنچا تو بعد غسل لباسہائے ریشمین اور ہاتھوں میں سونیکی انگشتریاں پہنکر خدمت رسول میں آئے۔ مگر رسول نے بمصلحت انکی طرف کچھ توجہ نہ فرمائی تو وہ مسجد سے چلے آئے اور عثمان بن عفان و عبدالرحمن بن عوف سے جن سے انکی پہلی شناسائی تھی رسول کی بے توجہی کی شکایت کی۔ ان لوگوں کو رسول کی اس غیر معمولی طریقہ عمل پر تعجب ہوا اور باوجود مصاحبت دیرینہ کے کوئی وجہ انکی سمجھ میں آئی تب یہ لوگ انکو لیئے ہوئے علی کے پاس آئے اور صورت واقعہ بیان کی۔ یہ مزاجدان شاگرد فوراً سمجھ گیا اور آپنے کہا کہ رسول کے مخاطب نہونے کیوجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ تملوگ سونے کی انگشتریاں اور ریشمین لباس پہنے ہوئے تھے چنانچہ دوسرے روز وہ لوگ بلا ان آرائشوں کے حاضر خدمت ہوئے رسول با خلاق تمام پیش آئے اور انکو دعوت اسلام دی اور انہوں نے انکار کیا اور حضرت عیسیٰ کے بارے

رسول سے عیسیٰ کے بارے میں بحث

میں مباحثہ شروع کیا۔ السید نے رسول سے دریافت کیا کہ عیسیٰ کے باپ تھے اور حضرت نے انکار پر کہا کہ پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ وہ مخلوق تھے تب آیہ مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم ... الخ نازل ہوئی مگر وہ نہ مانے اس مسئلہ میں رسول سے اور اُن سے بحث رہی وہ معقول ہوئے تو آیہ فمن حاجک من بعد ما جائک ... لعنۃ اللہ علی الکاذبین" یعنی آیہ مباہلہ نازل ہوئی اور

نزول آیہ مباہلہ

رسول نے اُنسے بہ تعمیل ارشاد ربانی قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین" فرمایا کہ اچھا اگر تم یوں قایل نہیں ہوتے تو آؤ مباہلہ کرلیں تم اپنے بیٹوںکو بلاؤ ہم اپنے بیٹوںکو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ ہم اپنی عورتوںکو بلائیں تم اپنے نفسوںکو بلاؤ ہم اپنے نفسوںکو اور جو کاذب ہو اُسپر لعنت کریں اور بد دعا کریں کہ جہوٹے پر غضب الٰہی نازل ہو چنانچہ وہ لوگ اسپر راضی ہوئے اور دوسرا دن اسکے واسطے مقرر ہوا۔ اُن لوگوں نے اپنے قیامگاہ پر پہونچکر مشورہ کیا اور طے کیا کہ اگر محمد اپنے یار و اصحاب کو لیکر آئیں تو ان سے ضرور مباہلہ کر لیا جاوے اور اگر اپنے خاص اولاد کو لائیں تو مباہلہ نہ کرنا چاہیئے۔

علی کیلیئے نفس رسول کہے جانیکا موقعہ

رسول کے ساتھ کون کون تھے

چنانچہ دوسرے روز رسول دولت سرا سے اسطور پر برآمد ہوئے کہ ایک ہاتھ میں ایک نواسہ سبط اکبر حضرت حسن کا تھا اور گود میں سبط اصغر حسین تھے پیچھے برقعہ پوش آپ کی پیاری بیٹی فاطمہ زہرا اور انکے پیچھے انکے ذیقدر شوہر علی تھے۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ صحیح مسلم میں بسند ابی وقاص تحریر ہے کہ بعد نزول آیہ مباہلہ رسول نے علیؑ۔ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ کو جمع کیا اور کہا کہ بارالہا یہ میرے اہلبیت ہیں"۔ اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ بروز مباہلہ رسول نے فاطمہؑ علیؑ و حسنینؑ کو ایک کملی میں لیا تو آیہ "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا" نازل ہوئی۔ اور سید امیر علی اسپرٹ آف اسلام میں لکھتے ہیں کہ "اہلبیت ایک خطاب ہے جو بالعموم علیؑ و فاطمہؑ و ان کی اولاد و نسل کو دیا جاتا ہے" اور ابن خلدون بھی یہی نہیں اکثر اسی لقب سے ملقب کرتا ہے۔ مظاہر حق میں ہے کہ "اطلاق اہلبیت کا ان چار تن پاک پر شایع و مشہور ہے۔ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ۔ اس عمل رسول سے حسنینؑ کا ابنائے رسول اور علیؑ کا نفس رسول ہونا پورے طور پر ظاہر ہو گیا۔

اہلبیت کی تخصیص و طہارت اہلبیت

غرض جب اہل نجران نے اس دعویٰ نبوت کرنے والی محترم ذات کو اس شان سے آتے ہوئے دیکھا اور دریافت کرنے پر انکو معلوم ہوا کہ رسول کیساتھ اولاد میں انکے نواسے حسنینؑ اور عورتوں میں انکی بیٹی فاطمہؑ و نفس میں آنکے داماد علیؑ ہیں جنسے رسول فرماتے آتے ہیں کہ جب میں خدا سے دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ اس شان عزم رسول کو دیکھکر اہل نجران کے دلوں میں ہیبت و خوف طاری ہوا کہ اگر رسول کو اپنے سچے ہونیکا مستحکم یقین نہ ہوتا تو ہرگز اپنے ایسے عزیزوں کو غضب خداوندی کے اندیشہ میں نہ لاتے ابوالحارث نے اپنے ہمراہیان سے کہا کہ ہرگز محمدؐ سے مباہلہ نہ کرنا۔ میں انکو اس شان سے آتا دیکھتا ہوں جو سچے نبیوں کی شان ہوتی ہے اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ دعا کرینگے تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے جنبش میں آجائیگا۔ اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو عجب نہیں کہ تمام نصاریٰ غضب الٰہی میں گرفتار ہو جائیں بہتر ہے کہ جزیہ دینا قبول کر کے صلح کر لیجائے۔ چنانچہ انہوں نے مباہلہ سے انکار کر دیا اور ہر سال ایکہزار حلے ماہ صفر میں اور ایکہزار ماہ رجب میں بطور جزیہ دینے اور بروقت ضرورت جنگ ۳۰ زرہ و ۳۰ نیزے و ۳۰ گھوڑے دینے کے اقرار پر صلح کر لی۔ اور واپس گئے۔ السقف بعد واپسی رسول کی بتلائی ہوئی ایک خبر کو صحیح پاکر مسلمان ہو گیا۔

اہل نجران نے مباہلہ سے انکار کر دیا

نتیجہ

سریہ علیؑ بہ یمن علیؑ کو خطاب اقضیٰ ملا۔ علیؑ کی رسول سے شکایت رسول کی شکایت کنندہ کو تنبیہ

اس سال حضرت نے علیؑ کو تین سو نفر شجاعان اسلام کا سردار کر کے بغرض تبلیغ و دعوت اسلام بمقابل قبائل ہمدان بجانب یمن بھیجا۔ جہاں بقول "ابن خلدون" خالد ابن ولید کو پیشتر بھیجا گیا تھا مگر چھ ماہ تک انکا رہنا بے سود ہوا اور کوئی نتیجہ برآمد نہوا تھا اب علیؑ بھیجے گئے اور بقول "روضۃ الصفا" رسول نے علیؑ کے سینہ پر ہاتھ رکھکر دعا فرمائی تھی کہ "اللھم ثبت لسانہ و اھد قلبہ" جس کی برکت سے علیؑ امر قضا میں اس پایہ پر پہنچ گئے تھے کہ زبان رسول سے خطاب "اقضیٰ کم علی" ..... کا حاصل کیا۔

سریہ علیؑ بہ یمن

علیؑ کا خطاب اقضیٰ

اہل ہمدان تبلیغ علی سے مسلمان ہوئے

علی نے منزل مقصود پر پہنچ کر اہل یمن کو جمع کیا اور خطبہ پڑہا۔ احکام رسول سنائے۔ اور اصول اسلام تبلائے۔ اور دعوت اسلام دی۔ افسوس ہے کہ علی کا وہ خطبہ و تقریر جو اس وقت کی گئی تھی ہم کو کسی کتاب مین دستیاب نہین ہوئی جو نہایت فصیح و بلیغ و اثر خیز ہوگی جس کو سنکر ایک بہت بڑا قبیلہ ہمدان کا ایمان لایا جس کی خبر علی نے رسول کے پاس بہیجی جس پر ابن خلدون نے بروایت براء بن عازب لکھا ہے کہ رسول اللہ نے سجدۂ شکر ادا فرمایا۔ اور تین مرتبہ فرمایا کہ "السلام علی ھمدان" دیگر اہالیان یمن بھی جوق جوق آکر مسلمان ہونے لگے ۔

جنگ علی با مشرکین اہل یمن

اسکے بعد علی نے اطراف و جوانب مین سرایات بھی بہیجے جنہین بہت سا اسباب مال غنیمت ہاتہہ آیا صاحب روضۃ الصفا لکہتے ہین کہ بعض کتب مین ہے کہ علی نے بریدہ بن الحصیب کو حفاظت غنایم پر مامور کرکے خود متوجہ دیگر مشرکین یمن کیطرف ہوئے جو مقابلہ پر آمادہ ہوئے اور انسے جنگ ہوئی علم لشکر مسعود بن سنان سلمی کو دیکر علی خود مصروف جنگ ہوئے۔ بدان نامی ایک پہلوان مخالف کو اسود خزاعی نے قتل کیا۔ علی نے تنہا بیس آدمی دشمن کے لڑائی مین قتل کئے بقیہ شکست کہا کر بہاگ گئے تھے جو بعد کو آکر مسلمان ہوگئے۔ غنایم بعد نکالنے خمس کے تقسیم کر دیئے گئے۔ اور خمس کو بحفاظت ابو رافع چہوڑ کر علی بہ تعجیل تمام واپس ہوئے کیونکہ رسول عازم حج ہوئے تھے بعض کتب سیر میں بریدہ بن الحصیب سے منقول ہے کہ وہ پہلے علی سے عداوت رکہتا تھا جب خمس علیحدہ ہوا علی نے ایک کنیز کو جو حسن جمال مین سب سے اچھی تھی اپنے واسطے مخصوص کیا۔ بریدہ نے

علی کی رسول سے شکایت

بمشورہ خالد بن ولید اس امر کی شکایت جاکر رسول سے کی۔ رسول نے غضبناک ہوکر بریدہ سے فرمایا کہ کیا تو علی سے دشمنی رکہتا ہے اور علی کی نسبت گمان بد کرتا ہے۔ "علی مجھ سے ہے اور مین علی سے ہوں وہ تمہارا ولی ہے اور بعد میرے جسکا مین ولی ہوں علی اسکا ولی ہے" بریدہ کہتا ہے کہ اسکے بعد سے مین علی کو سب سے زیادہ دوست رکہنے لگا ۔ (روضۃ الصفا)

رسول غضبناک ہوئے

واقعہ کی دوسری نوعیت

اور بعض کتب سیر مین اصل واقعہ اس سریہ کا یہ تحریر ہے کہ بعد غزوہ تبوک کے عمرو بن معدی کرب الزبیدی خدمت رسول مین آکر معہ قوم خود مسلمان ہوا تہا اسی اثنا مین اس نے ابی اشعث خثعمی کو جو اسکے باپ کے قاتل تھے دیکھا تو غصہ مین اسکے گریبان کو پکڑ کر خدمت رسول مین لایا۔ اور انتقام کا خواستگار رہا۔ رسول نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے عمل کا اسلام مین بدلہ نہیں لیا جا سکتا عمرو بن معدی کرب اس بات سے ناخوش ہوکر مرتد ہوکے اپنے ملک کو واپس گیا۔ اور راستہ مین قبیلہ بنی الحارث کو لوٹ مار کر گیا رسول نے اس کی خبر پاکر علی کو معہ ایک گروہ مہاجرین کے بنی زبید کیطرف روانہ کیا اور خالد بن ولید کو بھی ایک دوسری فوج کا سردار کرکے ایک دوسرے قبیلہ جعفی کیطرف بہیجا تہا۔ ابو موسیٰ اشعری بھی اسکے ساتہہ بہیجے گئے تھے کہ یہ بھی بعد فراغت لشکر علی سے جاکر ملجاوے اور حکم دیا تہا کہ جب دونوں لشکر ملجاوین تو سب زیر فرمان علی رہینگے۔ خالد جس قبیلہ کیطرف گیا تہا اسکے

دو ٹکڑے ہوکر ایک یمن چلا گیا۔ دوسرا بنی زبید کیطرف آگران سے آملا۔ خالد کا قصد انکے تعاقب میں یمن جانیکا تہا۔ علی نے خبر پاکر خالد کے پاس پیغام بہیجا کہ وہ جہان پہنچا ہے وہین ٹہرا رہے آگے نہ بڑہے۔ مگر خالد نے اس حکم کی تعمیل نہ کی تو علی نے خالد بن سعید کو بہیجا کہ فوراً جاکر خالد کو محصور کیے جب تک حضرت نہ پہونچین۔ ابن سعید نے ایسا ہی کیا۔ علی نے وہان پہنچکر خالد کو سخت ملامت کی اور متوجہ قبیلہ بنی کرب کے ہوئے۔ جنسے مقام کثیر پر مقابلہ ہوا۔ علی نے خود میدان میں آکر حملہ کیا اور بہت سونکو قتل کیا۔ باقی بہاگ گئے جنکا تعاقب کیا گیا۔ معدی کرب کے بہائی و بھتیجہ بہی علی کے ہاتہہ سے مارے گئے اور اسکی زوجہ ریحانہ دختر سلامہ اسیر ہوئی۔ علی نے بعد فتح خالد بن سعید کو حفاظت غنایم و وصولی زکوٰۃ پر مامور چہوڑکر حکم دیا کہ جو شخص آکر مسلمان ہو جاوے اسکو امان دینا اور خود واپس ہو گئے۔ اسکے بعد معدی کرب خالد بن سعید کے پاس آکر مسلمان ہو گیا۔ اسکی زوجہ و مال اسکو واپس دیدیا گیا۔ معدی کرب نے ایک تلوار جسکو صمصامہ کہتے تھے خالد کو تحفہ مین دی۔ بعد فتح ایک کنیز خمس میں سے علی نے اپنے واسطے مخصوص کر لی تھی۔ خالد بن ولید نے عداوت علی کیوجہ سے بریدہ بن الحصیب اسلمی کو سب سے آگے رسول سے علی کی شکایت کرنیکو بہیجا جسنے رسول سے جاکر کہا کہ علی نے خمس مین خیانت کی ہے کہ ایک کنیز کو اپنے واسطے مخصوص کر لیا ہے۔ روایت مین یہ بہی ہے کہ بریدہ نے اول عمر بن خطاب سے جاکر کہا تھا اور انکے ایما سے رسول سے شکایت کی۔ رسول شکایت علی کو سنکر غضبناک ہوئے اور فرمایا۔ "ویحک یا بریدہ علی کو مال غنیمت مین وہ سب شے حلال ہے جو مجھے حلال ہے۔ علی بہترین مردان موجودہ اور بہترین انکا ہے جو بعد میرے ہونگے تمامی امت مین سے۔ اے بریدہ پرہیز کر دشمنے علی سے کہ علی کے دشمن کا خدا دشمن ہے" بریدہ کہتا ہے کہ مین نے توبہ کی اور علی سے التجا کی کہ میرے واسطے استغفار کرین اور اس دن سے علی سے زیادہ مین کسیکو نہ سمجھتا تہا (روضۃ الصفا)

اور صاحب اعلام الورے کہتے ہین کہ اس واقعہ کو احمد بن حنبل نے اپنی مسند مین اسیطرح لکھا ہے۔

خطبہ علی و اسلام کعب لاحبار

روضۃ الصفا مین یہ بہی روایت ہے کہ جب علی یمن مین خطبہ و تعلیم احکام اسلام فرماتے تھے تو کعب لاحبار یہودی کو فصاحت و بلاغت کلام حضرت کی خبر سنکر بہت اشتیاق سننے کا ہوا۔ چنانچہ وہ معہ ایک دو عالم یہودی کے مجلس علی مین آیا آپ خطبہ بیان فرما رہے تھے جب آپنے فرمایا کہ "ومن الناس من یبصر باللیل ولا یبصر بالنہار" کعب نے کہا کہ سچ فرمایا۔ پہر جب حضرت نے فرمایا کہ "یُعط باﷲ القصرة یعط بالید الطویلہ" کعب نے پہر تصدیق کلام حضرت کی کی۔ اور تمام خطبہ کو بغور سنتا رہا۔ بعد اختتام خطبہ علی کے پاس آکر اوصاف رسول اللہ دریافت کیے علی نے کچہہ اوصاف رسول بیان فرمائے جنکو مطابق بشارات کتاب خود پاکر وہ مسلمان ہو گیا اور بقدر گنجایش وقت موقعہ احکام اسلام سیکھے اور یمن مین واپس جاکر تمہید قواعد و قوانین شریعت مین مشغول رہا۔ اور ایام خلافت عمر مین مدینہ آیا تہا۔ خدمت رسول مین حاضر نہ ہو سکنے کا افسوس کرتا تہا۔ مگر تاریخ ابن احمد مین تحریر ہے کہ اسوقت یہ کعب شام مین تہا۔ یہ اس وقت مسلمان ہوا تھا۔ جب عمر ابن الخطاب فوج لیکر بلاد شام کو گئے تھے۔

اس سال باذان حاکم یمن کا انتقال ہو گیا جو مسلمان ہو گیا تہا۔ رسول نے اسکے ملک کو اسطرح تقسیم کر دیا کہ ایک حصہ اسکے لڑکے شہر کو دیا ایک جزو عامر ابن شہر ہمدانی کو دیا۔ وسطی حصہ ابو موسیٰ اشعری کی سپرد کیا کچہہ جزو یعلی ابن امیہ کو اور کچہہ معاذ بن جبل کو دیا جو حضر موت کہلاتا تہا اور معاذ کو بہت سے ہدایات و نصائح

کیئے۔ اور فرمایا کہ اگر مین جانتا کہ پہر تم سے ملاقات ہوگی تو اتنے نصائح نہ کرتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پہر معاذ کی رسول سے ملاقات نہوسکی۔ یہ بعد وفات رسول مدینہ آئے تھے۔

حجۃ الوداع۔ نزول آیہ بلغ۔ واقعہ غدیر خم۔ علی مولا کل۔ حدیث کے پہلو وپر نظر تحقیق معنی مولی۔ اعلان ولیعہدی علی

حجۃ الوداع

اس سال رسول نے ارادہ حج کا کیا۔ اور تمامی قبائل عرب کو جو مسلمان ہوئے تھے خبر بہیجی کہ حضور حج کو تشریف لیجائینگے جس کسیکو

روانگی ۲۵ یا ۲۶ ذیقعد

حضرت کیساتھ حج کرنا ہو وہ چلا آئے۔ اس خبر کا پہنچنا اور مشہور ہونا تہا کہ اس کثرت سے مسلمان آن کر جمع ہوئے کہ شمار نہو سکا۔

تہیہ رسول برائے روانگی

علی بھی جو یمن بہیجے گئے تھے (یا بقول ابن خلدون نجران بغرض وصولی صدقات بہیجے گئے تھے) بعد سر کرنے مہم مذکور کے معہ شتران قربانی کے مکہ مین آملے تھے۔ رسول بروز شنبہ ۲۵ ذیقعدہ وبقولے دوشنبہ ۲۶ ذیقعدہ کو بروایتے شروع ماہ مذکور مین مدینہ سے بعد غسل وتبدیل لباس چار رکعت نماز ظہر مسجد مدینہ مین ادا فرماکر جانب ذوالحلیفہ روانہ ہوئے۔ نماز عصر ذوالحلیفہ مین پہنچکر پڑہی۔ سو اونٹ وبروایتے ۶۶ ہدیہ کے اپنے واسطے مخصوص فرماکر ناجیہ بن جندب کو اُنکی نگرانی ومحافظت پر مامور فرمایا تہا۔ جناب فاطمہ زہرا دختر رسول وجمیع ازواج حضرت ساتھ تہین۔ قریب ایک لاکھ آدمیوں کا مجمع تہا۔ اُسی مقام سے رسول نے احرام باندہا اور تلبیہ کیا۔ یہین پر محمد بن ابوبکر بطن اسما بنت عمیس سے پیدا ہوئے۔ وہاں سے روانہ ہوکر ذی طوی مین پہنچے اور نماز صبح وہان ادا کی۔ وہاں سے روانہ ہوکر طی مراحل کرتے ہوئے ۴ ذی الحجہ کو سمت اعلی سے

داخلۂ مکہ وادائیگی ارکان حج

مکہ مین داخل ہوئے۔ اول مسجد الحرام مین تشریف لیگئے۔ در بنی شیبہ سے داخل مسجد ہوئے۔ دروازہ ابراہیم پر صلوۃ بہیجی۔ استیلام حجر اسود کیا اور بوسہ دیا۔ سات مرتبہ طواف خانہ کعبہ کا کیا اور دو ۲ رکعت نماز طواف پڑہی۔ بعد ازان چاہ زمزم پر تشریف لے گئے تہوڑا سا پانی پیا اور یہ دعا پڑہی "اللھم اسئلک علماً نافعاً ورزقاً واسعاً وشفاءً من کل داءٍ وسقمٍ" پھر حجر اسود پر آئے ہاتھ پہیرا اور بوسہ دیا۔ پہر کوہ صفا پر گئے۔ اور حمد وثنا الہی کی اور دعا کی پہر کوہ مروا پر گئے وہاں بھی ایسا ہی کیا اسی طرح سات مرتبہ صفا ومروا پر گئے۔ تمام مجمع مسلمانان ہمراہ رسول کے تہا۔ اب حکم دیا کہ جو شخص قربانی نہ لایا ہو وہ محل ہوجائے اور اپنے حج کو عمرہ پر ختم کردے۔ علی بھی معہ شتران کے آپہونچے تھے جنکو رسول نے اپنے ہدی مین شریک کرلیا۔ ۸ ذی الحجہ کو رسول نے احرام حج باندہا منی تشریف لیگئے ۹ تاریخ واپس ہوکر عرفات گئے پہر مشعر الحرام تشریف لیگئے غرض کہ تمام ارکان حج ادا فرمائے۔ منی مین قربانی کے ۶۶ اونٹ جو رسول ساتھ لائے تھے اور ۳۴ اونٹ جو علی ساتھ لائے تھے کل سو اونٹ کی قربانی کی گئی ۶۶ کو خود رسول نے نحر کیا اور ۳۴ کو علی نے۔ رسوم جاہلیت کو منسوخ فرمایا۔ حرمت کعبہ ومکہ کی سخت سے سخت تاکیدین فرمائین۔ کچھ گوشت قربانی کا پکوایا گیا۔ علی کو کہانے مین اپنا شریک کیا۔ اور ہمراہ خاندان ابو ابن غالب کے گوشت تناول فرمایا۔ اسی حج مین بقول روضۃ الصفا سورہ "اذا جاء نصر اللہ ....الخ" نازل ہوئی جس سے رسول نے سمجہ لیا کہ میرا حج آخری اُنکا ہے۔ اسی حج کو بوجہ اسکے کہ ہادی اسلام کو پہر موقعہ حج کرنیکا نہ ملا

رسول کا آخری حج تہا

حجۃ الوداع کہتے ہین بعد فراغت ادائے مناسک حج چند روز مکہ مین قیام فرماکر رسول بجانب مدینہ منورہ واپس ہوئے۔

رسول غدیر خم پر پہنچے

جب رسول معہ مجمع کثیر حجاج کے مقام خم مین پہنچے جو نواح جحفہ مین بقول ابن خلدون ایک گھاٹی کا نام ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان جو قریب التہجیہ کے ہے جہان ایک گڈہا ہے جسکو غدیر کہتے ہین۔ یہ اٹھارویں تاریخ ذی الحجہ کی تھی۔ کہ فرمان

نزول آیہ بلغ

الٰہی پہنچا کہ "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس" (اے رسول پہنچا دے اُس چیز کو جو ہمنے تیرے اوپر نازل کی ہے اگر تونے نہ پہنچایا تو گویا تونے رسالت ادا نہ کی اور خدا تجھے لوگوں سے بچائیگا۔ دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۱ صفحہ ۲۰۹) حافظ ابن مردویہ اپنے مناقب مین عبداللہ بن مسعود سے

روایت عبداللہ بن مسعود کہ علی کے باب مین نازل ہوئی

روایت کرتے ہین کہ ہم لوگ عہد رسول مین اس آیہ کو اسطرح پڑہا کرتے تھے۔ "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیاً مولی المومنین"... الخ اور ابو نعیم و ثعلبی سوانح عمری مین لکھتے ہیں کہ "عن البراء بن عازب قال فی قولہ تعالٰی یا ایھا الرسول بلغ... ای بلغ من فضائل علی نزلت فی غدیر خم فخطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال عمر بخ بخ لک یا علی اصبحت مولای ومولی کل مومن ومومنۃ" (براء بن عازب سے روایت ہے کہ کہا اس نے کہ قول تعالٰی کہ "اے رسول پہونچا دے" مین مراد ہے کہ پہنچا دے فضائل علی مین جو غدیر خم مین نازل ہوئی پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑہا پھر کہا کہ جسکا مین مولا ہون اسکا علی مولا ہے۔ پس کہا عمر نے مبارک ہو مبارک تجھکو اے علی صبح کی تو نے کہ مولیٰ ہوا میرا اور مولیٰ کل مومنین ومومنات کا)

اجتماع حجاج واظہار حدیث غدیر

حلیۃ الاولیا و تفسیر ثعلبی مین براء بن عازب سے روایت ہے اور اعلام الوریٰ و ربیع الابرار مین بھی ہے کہ رسول اللہ ٹھہر گئے۔ میدان صاف کرایا اور اس خیال سے کہ حاضرین کی بڑی جماعت رسول کو بخوبی دیکھ سکے پالان شتر کا ممبر بنایا اور بروایت حیات القلوب بحکم رسول بلال نے سب کو "حی علی خیر العمل" کہکر ندا دی کہ سب جمع ہوئے اور رسول نے علی کو اپنے قریب کھڑا کیا اور بالائے ممبر تشریف لیجاکر خطبہ فصیح و بلیغ حمد و ثنائے خدا مین ادا فرمایا پھر تمام حضار کو مخاطب کرکے (بروایت روضۃ الصفا و اعلام الوریٰ و ربیع الابرار) فرمایا "الست اولی من انفسکم" (کیا مین تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہین ہوں) سب نے جواب دیا "بلی یارسول اللہ" (یعنی بیشک حضور اولیٰ ہین) اور بروایت دیگر حضرت نے فرمایا کہ مجھے عالم بقا کی طرف دعوت دی گئی ہے اور مینے اسے منظور کرلیا ہے مین تمکو وصیت دیتا ہوں اسطرف کہ "انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض" (۱۲) تمہارے درمیان دو امر عظیم چھوڑتا ہون اور وہ قرآن و اہلبیت میرے ہین جب تک انسے تمسک کروگے تو میرے بعد گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں جدا

ہونگی تا وقتیکہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچیں اور بعض روایات مین ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ دیکھنا ہے کہ میرے بعد تم ان دونوں سے
کیسا سلوک کرتے ہو اور انکی کیسی رعایت کرتے ہو. پھر زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا کہ بہ تحقیق کہ خدا میرا مولیٰ ہے اور مین مومنین کا
مولیٰ ہوں اور اسوقت علی کا ہاتھہ پکڑکر فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من
عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ ودار الحق معہ حیث کان" (جسکا مین مولیٰ ہوں پس اسکا
علی مولیٰ ہے پروردگارا دوست رکھہ اسکو جو دوست رکھے اسکو اور دشمن رکھہ اسکو جو دشمن رکھے اسکو اور ترک نصرت کر اسکی
جو اسکی ترک نصرت کرے اور نصرت کر اس کی جو نصرت کرے اسکی اور پھیر حق کو ساتھہ اسکے جہاں کہین وہ رہے) روضۃ الصفا و
مناقب مرتضوی) صاحب اعلام الوریٰ و مصنف ربیع الابرار نے اسقدر اور لکھا ہے کہ علی کو ہاتھہ پکڑکے اسقدر بلند کیا کہ
قدم علی رسول کے زانو تک پہنچگئے تھے. مناقب ابن مردویہ مین ابی ہریرہ سے روایت ہے "عن ابی ھریرۃ قال سمعت
رسول اللہ انہ قال من صام یوم الثامن عشر ذی الحجہ کان لہ ستین شھر وھو یوم الذی اخذ فیہ
النبی بید علی بعد یرخم فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ"
اس حدیث کی صحت مین صواعق محرقہ مین لکھا ہے کہ "انہ رواہ عن النبی ثلاثون صحابیاً" (مناقب مرتضوی)
مولانا عباسی گورکھپوری حنفی اپنی تاریخ اسلام مین لکھتے ہین کہ اسی روز آیہ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم
نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" نازل ہوئی اور فتح الباری پارہ ١٥ صفحہ ٥ مین بھی درج ہے کہ یہ آیت حجۃ الوداع مین
نازل ہوئی جس روز رسول نے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" فرمایا تھا. صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہین کہ اسکے بعد
رسول ممبر سے اوترآئے اور اپنے خیمہ مین تشریف لیگئے اور علی کو دوسرے خیمہ میں بٹھلایا. اور کل مردوں اور عورتوں کو یہانتک
کہ اپنی کل ازواج مطہرات کو بھی حکم دیا کہ علی کو جاکر مبارکباد دین چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سب نے جاکر علی کو مبارکباد دی اور
عمر بن الخطاب یعنی فاروق اعظم کا یہ فقرہ کہ "بخ بخ لک یا علی لقد اصبحت مولای ومولی کل مومن ومومنۃ"
مشہور عام ہے. حسان بن ثابت نے قصیدہ تہنیت نظم کرکے پڑھا جسکو سنکر رسول اللہ بہت مسرور ہوئے اور حسان کو دعائے
تائید روح القدس دی (اگر مادمت فینا کی قید لگائی ہے)
مولانا گورکھپوری اپنی تاریخ الاسلام مین اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہین کہ "یہ سب باتین اسطور پر کیگئین جیسے کوئی وصیت کرتا ہے"
اس مین کلام نہیں کہ ادہر دس بارہ برس مین ہوش سنبھالنے کے بعد علی سے ایسے ہی کام ہوئے اور اشاعت اسلام مین ان سے ایسی
ہی مدد ملی کہ آنحضرت کے نزدیک یہ بہت ہی ممتاز و پیارے تھے جو خوبی تعلق آنحضرت کو انکے ساتھہ تھا اس سے قطع نظر کرکے
دیکھیئے تب بھی مسلمانوں کی جماعت مین علی سے زیادہ کوئی دوسرا ہمہ صفت موصوف نہ تھا. شجاعت جرأت امیدوں کے

فرمان رسول جسکا مین مولیٰ علی مولیٰ ہے اور دعا

آیہ اکملت لکم نازل ہوئی

حضرت عمر کی مبارکباد

مولوی گورکھپوری کی تحریر از تاریخ الاسلام

دن عنفوان شباب راستی۔ اتقا۔ دانشمندی۔ سخاوت۔ توکل اسلام کے جان نثار محمد صلعم پر جان قربان کرنیوالے جس پہلو سے دیکھو یہ شخص اپنا ثانی نہین رکھتا تھا۔ انکو پیغمبری کا درجہ نہین ملا ورنہ ہارون نے موسیٰ کیساتھ اتنا نہین کیا جتنا علیؑ نے محمدؐ کے ساتھ کیا۔ انگریز مورخ بھی اس ہیرو یعنی مرد میدان کے از حد مداح ہین اور بعض مسلمانونے تو گویا اُن کی محبت کو جزو ایمان سمجھ رکھا ہے" (تاریخ اسلام گورکھپوری)

حدیث کی نسبت مناہج النبوت کی تصدیق

اور صاحب مناہج النبوت نے اس واقعہ کو حسب صراحت متذکرہ صدر لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ "جان تو کہ اس حدیث مین نہایت فضل و عظمت و جلال و تکریم ہے علی مرتضیٰ کے تئین اور ترغیب و تحریص ہے مومنین کے تئین اوپر محبت و موالات اس ولی کے و اجتناب و احتراز ہے بغض و عداوت سے اسکی جیسا کہ اور ایک حدیث مین آیا ہے کہ دوست نہ رکھیگا علی کے تئین مگر مومن صادق اور دشمن نہ رکھیگا علی کے تئین مگر منافق کاذب .... اور یہ حدیث (یعنی من کنت مولاہ) صحیح ہے اور اسکو روایت کیا ہے جماعت کثیرہ و ترمذی و نسائی اور احمدؒ نے اور طرق اسکے کثیر ہین اور روایت کیا ہے اسکو جماعت کثیر نے صحابیوں سے اور گواہی دی ہے اصحاب نے اوپر اسکے جسوقت کہ نزاع کی گئی علی مرتضیٰ سے ایام خلافت مین اور التفات نہیں اس شخص کے قول پر جسنے سخن کیا ہے اس روایت کی صحت مین" (مناہج النبوت)

تحقیق معنی

اب دیکھنا یہ ہے کہ مولیٰ کے معنی "دوست" کے ہین جیسا کہ ایک گروہ اسلام نے لیئے ہین یا اولی بالتصرف یعنی امام مفترض الطاعت کے ہین جو دوسرے گروہ اسلام نے سمجھے ہین اسکے واسطے ناظرین کو دیکھنا اور غور کرنا ہوگا کہ کیا رسول نے محض اس امر کے اظہار کے واسطے کہ "جسکا مین دوست ہوں اسکے علی بھی دوست ہین" تمام حاجیوں کو اسقدر اجتماع کی تکلیف دی تھی اور اسقدر اہتمام کی ضرورت سمجھی تھی کہ میدان صاف کرایا گیا۔ پالان شتر کا ممبر بنایا گیا خطبہ فصیح و بلیغ ادا کیا گیا سب سے اقرار لیا گیا کہ کیا مین تمہارا مولیٰ نہین ہوں۔ علی کو اتنا بلند کرکے دکھلایا گیا کہ انکے قدم زانوے رسول تک پہنچگئے اور تب صرف اسقدر فرمایا کہ "جسکا مین دوست ہوں اسکے علی بھی دوست ہین" یہ تو کوئی ایسی بات نہین معلوم ہوتی کہ اسکے واسطے اسقدر اہتمام کی ضرورت ہوتی۔ کیونکہ اسلام مین تو ایسا کوئی ایک شخص بھی نہین ہو سکتا تھا جو اسلام کا دعوے کرے اور جسکے رسول دوست ہون اسکا وہ دوست نہو جسکے رسول دوست ہونگے اسکا تو ہر مسلمان دوست ہوگا! اس مین تخصیص و افتخار کی کیا بات ہوئی کہ جسکے واسطے مبارکباد کی بھی ضرورت ہوئی اور جسکے لیے حضرت عمر جیسے ممتاز شخص علی کے خیمہ مین مبارکباد دینے گئے کہ مبارک ہو کہ آج میرے اور کل مومنین کے دوست ہوئے۔ کیا اس سے پہلے وہ دشمن تھے؟ اس بات کا تو اس گروہ مین سے بھی کوئی قایل نہیں کہ علی سے اور عمر سے پہلے کبھی کوئی سوء مزاجی بھی ظاہر ہوئی ہو۔ پھر مبارکباد کیسی اور آج دوست ہونا کیسا؟

تردید معنی دوست

دوسرے یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ شخص جو لسان قدرت سے بہت اسناد عروج منازل و مراتب حاصل کرنیکے علاوہ زبان رسالت سے کبھی

ایک عام مجمع کے سامنے رسول کا بھائی و وزیر کہا جا چکا ہو اور جو مثل ہارون موسیٰ کے بتلایا جا چکا ہو جسکو عیسیٰ جیسے جلیل القدر نبی سے تشبیہ دیجا چکی ہو جس کی ایک ضربت کو عبادت ثقلین سے افضلیت کا مرتبہ حاصل ہو چکا ہو جو کل ایمان قرار پا چکا ہو جسکو کار رسالت کی نیابت کا عہدہ بمعزولی شخص دیگر مل چکا ہو جو نفس رسول ہونیکے مرتبہ پر ممتاز ہو چکا ہو اور بہت سے افضل و اعلیٰ خطابات و مناقب مثل کرار غیر فرار افضی محب و محبوب خدا وغیرہ کے حاصل کر چکا ہو۔ اسکے واسطے یہ امر کہ جسکا میں دوست ہوں اسکا وہ بھی دوست ہے کیا مایہ ناز و فخر کے تہا کہ لوگ اپنی دوستی کی اسکو مبارکباد اس اہتمام و تاکید کیساتھ دیتے۔

یہ اہتمام و مبارکباد تو صاف بتلا رہے ہیں کہ آج علی کو کوئی نیا اور پیشتر سے ممیز و ممتاز خطاب اختیار یا عہدہ دیا گیا ہے کیونکہ پیشتر کسی خطاب یا عہدہ کے عطیہ پر کبھی مبارکباد نہیں دلوائی گئی تھی۔ نہ یہ کہ عام مسلمانوں کا صرف دوست بنا دیا گیا ہو جسکا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ علی شاید پہلے مومنین تو در کنار بیچاری مومنات کے بھی دشمن تھے۔ یا عام مسلمان علی کے انکے دوست ہونیکی بابت مشکوک تھے اور اسکے ماننے کیواسطے کوئی فرد بھی اسلام کی تیار نہیں ہوسکتی نہ کوئی واقعہ اسکی تائید کریگا۔ تو پھر یہ قول و فعل رسول عبث ہوتا ہے جو ہو نہیں سکتا۔ بس لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہاں مولیٰ کے معنی ہرگز دوست کے نہیں ہیں۔

تیسرے یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ موقعہ کیا تہا اور کس امر کا مقتضی تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ رسول کے آخری حج کا موقعہ تہا۔ اور وقت رحلت رسول قریب تھا جس کی رسول خبر بھی دیچکے تھے۔ اور آج ہی خطبہ میں اسکی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ اسکے بعد رسول کو ایسا موقعہ ملنے والا نہ تہا کہ اس قدر اجماع تمامی اطراف و جوانب کے مسلمانوں کا ہو سکتا۔ ایسا موقعہ تو اپنے بعد کیواسطے ہی کسی خاص اعلان۔ تقرر یا وصیت کا مقتضی ہے نہ محض اس ذرا سی بے حقیقت بات کے اظہار کا کہ جسکا میں دوست ہوں اسکا فلاں شخص بھی دوست ہے، اور وہ بھی اس شخص کے متعلق جس کی دوستی کو زمانہ دیکھ چکا تہا۔

تاریخ میں حضرات جنہوں نے کسی بادشاہ کی ولیعہدی کے موقعہ کے طرز عمل کو دیکھا یا سنا ہے وہ اس اعلان و مبارکباد اور پھر آخری دعاؤں سے جو اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ۔ صحیح نتیجہ نکال سکینگے کہ یہ اعلان سوائے ولیعہدی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کیونکہ اسی قسم کے اعلان کیوقت اسطرح کی مبارکبادیں جیسی علیحدہ خیمہ میں بٹھا کر علی کو اسموقعہ پر دلوائی گئیں اور دعائیں اور عام رعایا کو خیر خواہی اطاعت کی ہدایات کیجاتی ہیں و انکی بہبودی و خیر طلبی کا اطمینان دلایا جاتا ہے۔ اور ایسے موقعہ پر جبکہ زمانہ رحلت رسول قریب تہا۔ رسول کا فرض اخلاقی و تمدنی بھی تہا کہ کسیکو اپنا ولیعہد مقرر کرتے کیونکہ یہ قیاس میں نہیں آتا کہ وہ رسول جس نے اپنا دین قایم کرنیکے لیے پتھر کہائے۔ فاقے کئے برا بھلا سنا جھڑکا گیا۔ وطن چھوڑا اور زخم کہائے اور طرح طرح کی ناقابل مثال تکلیفیں اٹھائیں اور اسکو ہر طرح مضبوط و مستحکم کیا۔ وہ اسقدر مصائب اٹھانیکے بعد بھی اس دین کو غلط فہمیوں اور خود رائیوں کے ہاتھوں کمزور ہونیکو چھوڑ جاتا اور یہ ایک متضاد خیال ہے کہ جو شخص تفرقہ

بنام سے تعمیل ولیعہدی کا معلوم ہوتا ہے

موقعہ کس امر کا مقتضی تھا

واقعات سے تقرر ولیعہدی ظاہر ہوتا ہے

کو توحید سے بدل دے وہی توحید کو تفرقہ کی پامالی کیواسطے چھوڑ جائے. ایک معمولی بادشاہ تو اپنے آخری وقت میں اپنی رعایا کی داشت اور بہبود کیواسطے اپنا ولیعہد بناتا ہے یہ خلاف قیاس ہے کہ رسول اپنی امت کو جنکے خاندانوں کو اُس نے قبیلہ اور قبیلوں کو ایک قوم بنایا اور انکے دینی و دنیوی مفاد کیلیئے ایک قانون مرتب کردیا اسکو بلا کسی مستند دیکھنے والیکے بے مہار چھوڑ جائے ۔

کیا رسول بلا تقرر ولیعہد امت کو چھوڑ گئے

کیا یہ امر قیاس میں آسکتا ہے کہ رسول جو اپنی عارضی علیحدگی مدینہ کیحالت میں بھی کسی نہ کسی کو اپنی جگہ خلیفہ مقرر فرمادیا کرتے تھے اپنے بعد کیواسطے اپنی امت سے غافل رہے ہوں یا اپنے خیال کو عملی حیثیت سے عام موقعہ پر ظاہر نہ کیا ہو۔ ہرگز نہیں اِ خیال رسول کی تصدیق تو ان "تمسکتم بھما لن تضلو بعدی اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً" یا جیسی کہ عریاض بن ساریہ سے ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ "جو تم میں سے زندہ رہیگا عنقریب ایک بڑا اختلاف دیکھیگا"۔ اور اسی قسم کی اور حدیثوں سے ہوتی ہی اور موقعہ ہذا کا اعلان جو اُس منصب کی تکمیل و اطلاع کیلیئے تھا جسکی ابتدا دعوت عشیرہ میں ہوئی تھی۔ علانیہ عملی اظہار اس خیال کا تھا ۔

معنی مولا کی حسب رائے مولوی عبید اللہ امرتسری

مولوی عبید اللہ امرتسری نے "مولیٰ" کے لغوی معنوں کی ایک فہرست دیکر آخر میں "سید المطاع" یا "اولی" کو اسموقعہ کیلیئے قبول کیا اور لکھتے ہیں کہ یہ کہنا کہ جناب امیر حجۃ الوداع میں شریک نہ تھے یا حدیث متواتر نہیں یا مولیٰ کے معنی متعین کرنے میں چون و چرا بالکل خبط ہے جو اکثر تعصب کے بڑھجانے سے پیدا ہوتا ہے کسی شاعر نے اسموقعہ کیلیئے نہایت ہی معقول شعر کہا ہے ؎

عبث در معنی من کنت مولیٰ می دوی ہرسو　　　　علی مولیٰ بآں معنی کہ پیغمبر بود مولےٰ

واقعہ غدیر اعلان ولیعہدی تھا

اور سٹر امیر علی اسپرٹ آف اسلام میں تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ رسول نے ولیعہد نامزد نہیں کیا لیکن یہ واقعات کا ایک غلط توہم ہے کیونکہ اسکی کافی شہادت ہے کہ رسول نے اکثر مرتبہ ولیعہدی کیلیئے علی کیطرف اشارہ کیا خصوصاً حجۃ الوداع کی واپسی کیوقت اسجگہ جسے خم کہتے ہیں ٹھہر گئے اور مجمع میں جو الفاظ استعمال فرمائے اُس سے انکے ارادہ ولیعہدی میں شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی" ۔

اسکے بعد اہل اسلام ہمراہی رسول سے متفرق ہوکر اپنے اپنے مقامات کو چلے گئے اور رسول واپس مدینہ تشریف لائے ۔

واقعہ عقبہ بروایت ثانیہ وخوفناک عہدنامہ منافقین

واقعہ عقبہ و خوفناک [illegible]

معارج النبوت میں واقعہ عقبہ یعنی رسول پر چودہ آدمیوں کے حملہ کی سازش کو اسی واپسی کے دوران میں لکھا ہے جسکو حیات القلوب میں واپسی جنگ تبوک کیوقت کا تحریر ہے جس کی مفصل کیفیت اسمقام پر درج ہوچکی ہے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں کیونکہ حسب تفسیر کبیر بھی اُسی وقت کا بتلاتے ہیں۔ روایات حیات القلوب سے رسول کے مدینہ واپس آنیکے بعد ایک دستورہ و تحریری عہدنامہ کا پتہ چلتا ہے جسپر دستخط و گواہیاں ہوکر امانت رکھا گیا تھا جس میں اعلان غدیر خم کی آئندہ تردید کے لیئے تحریر کیا گیا تھا کہ رسول نے کسیکو اپنا خلیفہ یا ولیعہد نہیں کیا بلکہ یہ امر امت پر چھوڑ دیا ہے جسکو وہ چاہیں اپنا امیر بنالیں اگرچہ تواریخ اہلسنت اس کے متعلق

بالکل ساکت ہیں۔ مگر منافقین کے ارادون ومنصوبون سے یہ امر بعید از قیاس بھی نہین معلوم ہوتا بلکہ بلحاظ حالات کے فطری معلوم ہوتا ہے اور عجب نہین کہ صاحب معارج النبوت کو اسی سازش پر سازش عقبہ کا گمان ہوا ہو۔ گو بعد رسول معاملہ حسب لخواہ ہوجانے سے اس عہدنامہ کے نکالنے کی اور کام مین لانیکی ضرورت نہوئی جسکی وجہ سے تواریخ مذکور کو سکوت و ترک کا موقعہ ملگیا۔ اگر معاملہ منصوبون کیخلاف ہوتا یعنی علی موافق اس علان رسول کے خلیفہ ہوجاتے تو وہ ضرور کام مین لایا جاتا اسکا علم رسول کو بھی ضرور ہوگیا ہوگا۔ اور عجب نہین کہ جیش اسامہ کی ترتیب و راسکی معیت کی تاکید اکید اسی مصلحت کی بنا پر ہو کہ مخالف عنصر دور ہوجائے

سخاوت علی و اہلبیت کا نمونہ و انعام ھل اتیٰ و وفات حضرت ابراہیم فرزند رسول

اسکے بعد ایک مشہور واقعہ علالت حسنین علیہم السلام کا ہوا جسکو مولانا محمد ہارون صاحب نے شہید سلام مین ۲۵ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کا تحریر کیا ہے۔ ممکن ہے کہ تاریخ مین کچھ غلطی ہو کیونکہ ۱۸ ذی الحجہ کو قیام رسول و علی وغیرہ مقام خم مین تھا لیکن واقعہ مین کوئی اختلاف نہین ہے اور مشہور عام ہے۔ وہ یہ ہے کہ جناب امام حسن و حسین نونہالان فاطمہ زہرا دختر رسول خدا۔ دلبندان علی مرتضیٰ علیل ہوگئے علی و فاطمہ نے حسب ہدایت رسول انکی صحت یابی کے واسطے تین روزے رکھنے کی نذر کی جنین اچھے ہوگئے تمام گھرنے یہانتک کہ خود ان بچون نے بھی روزہ رکھا۔ افطار کا کچھ سامان نہ تھا۔ شمعون یہودی کے یہان سے عبا علی گرو رکھکر تین صاع جو مہیا کئے گئے جسکے تین حصہ کرکے ایک حصہ کی روٹیان پکائی گئین۔ افطار کا وقت تھا کہ دروازہ پر جو سخاوت کیواسطے مشہور تھا ایک مسلمان مسکین نے آواز دی۔ علی نے لقمہ ہاتھہ سے رکھدیا۔ اور فاطمہ زہرا کو مخاطب کرکے فرمایا جسکو ہم مولانا موصوف کی عبارت مین نقل کرتے ہین "اے صاحب مجد و یقین اے بنت خیر الناس۔ کیا تم اس خراب حال مسکین کو نہین دیکھتیں جو دروازہ پر کھڑا ہوا ہے اسکی آواز دردناک ہے۔ وہ بھوکا ہے اور ہم سے اپنی بھوک کی شکایت کرتا ہے ہر شخص اپنے فعل مین گرو ہے"۔

علالت حسنین و نذر تین روزہ

اہلبیت کی سخاوت کی بیمثال نظیر

زکیہ نے فرمایا اے ابن عم مین نے تمہارا حکم سنا۔ اس کی اطاعت کرونگی اس فقیر کو کھانا کھلا دونگی۔ اسوقت کچھ پرواہ نہ کرونگی جب مین ایک بھوکے کو سیر کرونگی تو مجھے امید ہے کہ نیکون مین میرا شمار ہوگا۔ جنت مین داخل ہونگی" اور حق شفاعت بھی مجھے دیا جائیگا۔ بچون نے بھی اپنے والدین کی تاسی کی اور کل کھانا فقیر کو دیدیا گیا۔ دوسرے دن دوسرے صاع کی روٹیاں تیار کیگئیں آج پھر دروازہ پر ایک یتیم نے آواز دی۔ اسکی صدا سنکر علی پھر فاطمہ سے مخاطب ہوئے کہ:۔

اے فاطمہ۔ کریم سردار قوم کی بیٹی! اور اس کریم نبی کی بیٹی جو ہرگز برا نہین۔ دیکھو یہ یتیم خدا نے ہمارے پاس بھیجا ہے جو شخص آج اسپر رحم کریگا وہ رحیم سمجھا جائیگا۔ فاطمہ نے کہا اے علی مین سے بھی دونگی۔ اور اللہ تعالیٰ کو اپنے عیال پر ترجیح دونگی اگرچہ وہ بھوکے ہین اور میرے بچے ہین۔ آج بھی کل کھانا یتیم کو اٹھا دیا گیا۔

تیسرے روز ایک اسیر آیا۔ آج بقیہ حصہ کی روٹیان تیار کیگئین تہین۔ اور سب کو معہ بچون کے تین روز کا فاقہ تھا۔ علی نے کہا

اے فاطمہ! اے بنی ہمی احمدؐ کی بیٹی اور سردار و سردار کئے گئے کی صاحبزادی۔ دیکھو یہ ہدایت یافتہ نبی کا قیدی ہے اور غل و زنجیر مین مقید ہے۔ اُسے شدت کی بھوک ہے جو آج کہلائیگا کل پائیگا نزدیک خدائے بلند و یکتائے بزرگ کے۔ فاطمہ نے فرمایا میرے پاس تو سوا اس ایک صاع کے اور کچھ نہین رہگیا ہے۔ میرا ہاتھ تو دراع سے زخمی ہوچکا ہے اور مقنع بھی نہین ہے خدائے بلند رتبہ اور مجید کے پاس سب کچھ ہے۔ خدا کی قسم میرے دونوں بچے بھوکے ہین اے پروردگار ان دونوں کو بھوکا نہ رکھیو مگر مین اُسے بھی دونگی" اور اس روز بھی وہ روٹیاں اسیر کو دیدیگئین ۞

اب مولف نے اسوقت کی پر درد تصویر کھینچی ہے جب علی حسنین کو لیئے ہوئے رسول کیخدمت مین گئے اور رسول نے انکا غیر حال دیکھکر سبب پوچھا ہے اور فاطمہ کے گہر آکر دیکھا ہے کہ انکا پیٹ بھی پشت سے لگا ہوا ہے اور آنکھیں گڑ گئی ہین۔ اب اسوقت عطا و رحمت الٰہی کے جوش کا وقت تہا۔ جبرئیل آتے ہین اور اہلبیت کیلئے سورہ هل اتی کا انعام و آیہ ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا کا مخصوص خلعت بارگاہ احدی سے لاکر پیش کرتے ہین جس سے بھوک کا تعب خوشی و اطمینان سے مبدل ہوجاتا ہے۔ اس واقعہ سے علی اور اس گہرانہ کی خدا ترسی۔ ترحم سخاوت کی ایسی شان نظر آتی ہے جسکی کوئی دوسری مثال اسلام مین پیش نہیں کیجا سکتی ۞

اسی سال حضرت ابراہیم پسر حضرت کا جو از بطن ماریہ قبطیہ تھے۔ سولہ ماہ کی عمر مین انتقال ہوگیا جس پر رسول گریان ہوئے۔ بعض اعتراض کے عادی اصحاب نے عرض کیا کہ حضور نے ہم لوگونکو تو جزع و فزع سے منع فرمایا ہے رسول نے فرمایا کہ مین نے فریاد کرنے منہ پیٹنے کپڑے وغیرہ پہاڑنے کو منع کیا ہے نہ کہ رونے سے جو فطری امر ہے اور ترحم پہ دلالت کرتا ہے جو ترحم نہ کریگا۔ ترحم نہ کیا جائیگا (یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اب رسول پر انکے فطری افعال پر بھی اعتراض کی اصحاب کو جرأت ہونے لگی یہ انہین سازشوں کا اثر ہے) جنازہ ابراہیم رسول نے نماز جنازہ پڑہی اور دفن کیا ۞

آغاز علالت رسولؐ مسدودی دروازہ ہائے اصحاب عمر کی درخواست نامنظور

مدینہ واپس آنے کے بعد رسول اللہ کی طبیعت کچھ علیل ہوگئی تھی مگر پھر آرام ہوگیا۔ اسی ناسازی کے دوران مین روایت ام سلمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول نے ایک روز عصابہ سر سے باندھکر ممبر پر جاکر اول شہدائے احد کیواسطے طلب مغفرت کی اور بعد ازاں حکم دیا کہ دروازے تمام اصحاب کے جو مسجد مین کھلتے ہین بند کردیئے جائین سوا دروازہ علی کے کیونکہ مجھے اسکی صحبت سے گریز نہیں ہے نہ اسکو میری صحبت سے" اس کلام رسول سے جو کچھ نتیجہ ان اصحاب کے متعلق نکلتا ہے جنکے دروازے بند کرائے گئے تھے ناظرین خود نکال سکتے ہین) جن اصحاب کے دروازے مسجد کیطرف تھے انہین یہ حکم ناگوار ہوا ۞

عمر کی درخواست نامنظور

ابا حفصہ یعنی حضرت عمر نے کہا کہ مجھے اتنی اجازت ہوجائے کہ ایک سوراخ رکھہ لوں کہ رسول کو گہر سے مسجد مین تشریف لاتے دیکھ لیا کرون مگر یہ درخواست بھی نامنظور ہوئی اور فرمایا کہ سوئی کے ناکہ کی برابر بھی سوراخ نہ چہوڑا جائے۔ دریافت وجہ پر ارشاد ہوا کہ دروازہ نکا کہلا رکھنا یا بند کرانا سب حکم خدا سے ہے (منظاہر الحق۔ روضۃ الصفا۔ مناقب مرتضوی۔ نسائی و حاکم از سوانح عمری)

علالت رسول کی خبر مشہور ہوگئی

اگرچہ رسول کو آرام ہوگیا مگر خبر علالت نزدیک و دور مشہور ہوگئی بعض مدعیان نبوت بھی پیدا ہوگئے مثل مسلیمہ کذاب بن یمامہ حنفی و اسود بن کعب عبسی کے جو بزمانہ خلافت ابوبکر مارے گئے ؀

سریہ جریر و اسلام فردہ

بروایت حیات القلوب۔ رسول نے اسی سال جریر بن عبد اللہ کو بجانب ذی الکلاع بہیجا تہا جو شاہ طایف تہا وہ مسلمان ہوگیا فردہ جدامی جو عامل شاہ روم تھا وہ بھی مسلمان ہوا اور ہدایا معہ ایک نامہ کے رسول کی خدمت مین بہیجے شاہ روم کو معلوم ہوا تو اسکو بلا کر قتل کرا دیا ؀

سنہ ١١ھ

واقعات سنہ ١١ ہجری

آمد وفد یمن

محرم سنہ ١١ ہجری ایک وفد چالیس آدمیوں کا یمن سے جو بہ تعلیم معاذ بن جبل مسلمان ہوئے تھے خدمت رسول مین حاضر ہوا اور اسلام کی تصدیق کی ؀

باردیگر علالت رسول و حکم تیاری جیش اسامہ و ماموری اصحاب

باردگر علالت رسول

اسی ماہ مین طبیعت حضرت کی پھر ناساز ہوگئی۔ بحالت ناسازی طبع ہی ایک روز حضرت نے قبرستان بقیع مین جاکر مردگان بقیع کی بابت استغفار کی ؀

حکم تیاری لشکر بجانب اسامہ بن زید

اب علالت رسول دن بدن زیادہ ہونے لگی۔ حالت علالت مین ہی حضرت نے بروایت روضۃ الصفا ۲۶ صفر سنہ ١١ھ کو نصرانیوں کی بے عنوانیان دیکھکر بجانب روم جانیکے واسطے ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا اور اسامہ بن زید کو سردار لشکر مقرر کرکے حکم دیا کہ اول نواح حمو مین جاکر جہاں اسامہ کا باپ زید شہید ہوا تھا اُنسے انتقام لینا اور روانگی مین تعجیل کرنا قیس بن سعد بن عبادہ و حباب بن منذر کو تاکیداً مامور کیا کہ مردمان مدینہ کو جیش اسامہ مین جاکر شامل ہونے پر آمادہ و مجبور کرین اس تہیہ و تاکید کے اسباب واقعات آئندہ پر غور کرنے سے دراصل وہ نہین معلوم ہوتے جو اوپر ذکر کیے گئے ہین بلکہ درپردہ اسقدر تاکید کی وجہ جیسا کہ آئندہ کے حالات سے ظاہر ہوگا کچھ اور ہی معلوم ہوتی ہے مصلحت بین دوراندیش رسول کو منافقین و اہل اسلام کی سازشوں۔ ارادوں اور منصوبوں سے واقفیت تھی وہ اپنے آخر وقت مین اپنے بعد کے موقعہ کیواسطے مدینہ کی فضا کو اُس زہریلے عنصر سے پاک و صاف رکھنا چاہتے تھے اور

اسیوجہ سے اسدرجہ خیال و تاکیدین تہین ÷

ابوبکر و عمر و عثمان کی خاص ماموری علی و عباس مستثنیٰ متخلف سزاوار لعن

بہر حال اسامہ بہ تعمیل حکم علم لیکر بیرون مدینہ آگئے اور بریدہ بن الحصیب کو علمدار لشکر مقرر کرکے منتظر اجتماع لشکر کے تھے۔ فرمان رسول جاری ہوا کہ ابوبکر و عمر و عثمان بھی ہمراہ اسامہ جائینگے (روضۃ الصفا) علی کا نام مامورین مین بجز ابن خلدون کے اور کسی تاریخ اسلام مین نہین ملتا لیکن آگے چلکر یہی مورخ لکھتا ہے کہ "جب لشکر کو کوچ کی اجازت دیگئی تو علی و عباس کو رسول نے اپنی تیمارداری کے لیئے رکھہ لیا۔ باقی روانہ ہوئے" پس ثابت ہوگیا کہ علی و عباس فرمان حکم روانگی سے مستثنیٰ رکھے گئے تھے۔

ابوبکر و عمر و عثمان خاص طور پر مامور علی و عباس مستثنیٰ

مطابق روضۃ الصفا کے "ابوبکر نے بھی تیمارداری کے لیئے حاضر رہنے کی اجازت چاہی تھی لیکن رسول نے منظور نہ فرمایا" اور صاحب مناہج النبوت نے اس واقعہ کو ان لفاظ مین لکھا ہے کہ "ابوبکر صدیق نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مین چاہتا ہون کہ آپکی تیمارداری کرون اور شرائط خدمت بجالاؤن فرمایا اے ابوبکر اگر مین تیمارداری بغیر اہلبیت کے اور کسی سے لون تو مصیبت اُنکی زیادہ ہوگی ÷

ابوبکر کی درخواست تیمارداری نامنظور

بروایت "روضۃ الصفا" اسامہ کی ماتحتی بعض اصحاب کو گران تھی اور رسول پر طعن کیئے گئے کہ ہمکو غلام زادہ کی ماتحتی مین بھیجا جاتا ہے۔ اور بروایت ابن خلدون ابوبکر وغیرہ بعد فرمان مذکور بھی لشکر سے حضرت کے دیکھنے کو آتے جاتے تھے جب یہ باتین رسول کو معلوم ہوئین تو نہایت خشمناک ہوئے اور باوجود شدید درد سر کے عصابہ سر مبارک سے باندہکر و بروایت ابن خلدون عباس و علی کے کاندہوں پر سہارا دیکر مسجد مین تشریف لائے در آنحالیکہ پائے اقدس زمین پر مستقیم نہ پڑتے تھے۔ لوگون کو مخاطب کرکے فرمایا کہ "اے گروہ مردم مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسامہ کی امارت مین کلام کیا گیا ہے آج تم اسامہ کی ماتحتی پر طعن کرتے ہو اسکے باپ کی ماتحتی پر (یعنی سریہ موتہ مین) طعن کیا۔ بخدا اسامہ ویسا ہی امارت کا سزاوار ہے جیسا کہ اسکا باپ تہا" اور اسامہ کو جو رخصت کیواسطے آئے تھے دعا دیکر حکمدیا کہ روانگی مین تعجیل کرو اور سب سے کہا کہ "جاتے جاؤ" (روضۃ الصفا وابن خلدون) یہ حکم کچھ ملائم الفاظ مین نہین دیا گیا تہا۔ بلکہ فرمایا گیا تہا کہ "جھزوا جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عنھا" (سب جاؤ جیش اسامہ کے ساتھ۔ جو شخص اس سے تخلف کریگا۔ اسپر خدا کی لعنت ہوگی) اللہ اکبر کس قدر سخت حکم تہا جس کی مصلحت و ضرورت کو رسول ہی جانین ÷

اصحاب کی ناگواری وطعن [illegible] رسول

جو تخلف کریگا اسپر خدا کی لعنت ہوگی

ابوبکر و عمر کا تخلف و اسباب پر نظر بر لطف مکالمہ عایشہ بارسول

چنانچہ اسامہ نے واپس جاکر کوچ کا حکمدیدیا۔ اور لشکر مقام جرف پر پہنچکر پہر رک گیا۔ روانگی لشکر کی تاریخ روضۃ الصفا نے ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے لیکن کس قدر تعجب انگیز ہے کہ لشکر اسامہ کتنے عرصہ تک رکا رہا۔ موافق حیات القلوب ابوبکر و عمر و

ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ کا تخلف

ابو عبیدہ جراح نے اسامہ سے کہا تھا کہ رسول کا مرض ترقی پر ہے ہم سب کا مدینہ سے جانا مصلحت نہیں ہے نہ معلوم ہماری عدم موجودگی مین کیا ہو جائے اور توقف کیا۔ عائشہ ذریعہ صہیب کے خبر پہنچاتی رہی کہ رات کیوقت خفیہ یہ لوگ لوٹ آئے۔ و بروایت روضۃ الصفا "ام ایمن مادر اسامہ نے خبر بھیجی کہ رسول حالت نزع مین ہین تو تمام اصحاب لشکر سے واپس چلے آئے مجبوراً اسامہ بھی واپس آ گئے" بہرحال دونوں روایات سے اسامہ کی بدرجہ مجبوری واپسی معلوم و ثابت ہوتی ہے انکا اپنی ذات سے تساہل یا تخلف کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا اور انکی نیت مین شبہ کرنے کی کوئی خاص معقول وجہ دکھائی دیتی ہے اسامہ نے جب دیکھا ہوگا کہ لشکر سے وہ بڑے لوگ جنہین رسول نے خاص طور پر ساتھ جانیکا حکم دیا تھا جنکے نام مورخین نے صاف طور پر ظاہر کر دیئے ہین اور وہ وہی بزرگ ہین جنکے آنے اور دیکھ جانیکا ابن خلدون نے تذکرہ بھی کیا ہے۔ اور انہین سے ہی ایک بزرگ کو اسامہ کی امارت مین بھی کلام ہوا تھا یہی وہ لوگ تھے جنہین رسول کے قریب سے خبرین پہنچنے کی امید تھی۔ انکو رسول کی ترقی پذیر علالت کیوجہ سے کسی نوع دیگر کے خیال نے روانگی مین عجلت کرنے سے روکا اور باوجود اس سخت ترین حکم رسول کے جو دیا گیا تھا وہ واپس چلے آئے تو اسامہ کیا کرتا۔

تخلف کرنیوالے رسول کے سامنے نہ آتے ہونگے

یہ ظاہر ہے کہ یہ حکم رسول سے تخلف کرنیوالے رسول کے سامنے تو ہرگز نہ جاتے ہونگے لیکن انکو رسول کی بڑھتی ہوئی علالت کی اطلاع پہنچتی رہنا قریب کے مددگاروں سے بہت ممکن تھا جو اور کسیکو ممکن نہ تھا۔ رسول نے اس تخلف کی کیفیت سے مطلع ہو کر تخلف کرنے والوں سے سخت اظہار بیزاری کیا۔ مگر کیا کرتے اب وہ بستر مرگ پر تھے۔

کیا تخلف اخلاص محبت کیوجہ سے تھا

اب غور طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ اخلاص و محبت رسول تھی جس نے ان لوگوں کو روانگی سے روکا اور مستحق لعن ہونے کے مقابلہ مین بھی تخلف پر مجبور کیا۔ یا کوئی اور مخفی راز یا وجہ تھی۔ یہ آگے کے واقعات سے ناظرین کو اندازہ ہو جائیگا۔

عائشہ کا رسول سے پرلطف مکالمہ

موافق روضۃ الصفا کے آغاز مرض حضرت کا حجرہ میمونہ سے ہوا تھا لیکن جب زیادتی ہوئی تو حجرہ عائشہ مین لے آئے تھے (جس کی کوئی خاص وجہ ہوگی) اس مقام پر ایک مکالمہ عائشہ کا رسول سے نہایت پرلطف ہے جسکو بروایت حیات القلوب جملہ علماء سیر و تواریخ نے لکھا ہے کہ "جب رسول کو حجرہ عائشہ مین لائے تھے تو عائشہ کے بھی درد سر تھا۔ رسول نے عائشہ سے فرمایا کہ کیا اچھا ہو اے عائشہ اگر تم مجھ سے پہلے مر جاؤ اور مین تمکو نماز جنازہ پڑھکر دفن کروں (ایک نیک نفس و شریف بی بی کیواسطے اس سے زیادہ اور کیا خوش نصیبی کی بات ہو سکتی ہے کہ آلام بیوگی سے محفوظ رہے اور شوہر کے سامنے مر جائے اور شوہر کے ہاتھ سے اسکی تجہیز و تکفین ہو اور شوہر بھی کیسا۔ رسول خدا جسکا نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہوتا) مگر عائشہ کیجانب سے کیا جواب دیا جاتا ہے "واہ تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے دفن کر کے آؤ تو میرے حجرہ مین دوسری سے شادی کرو" جسپر رسول متبسم ہوئے اور فرمایا کہ بل انا۔

رسول کو افاقہ ہوتا تو خود نماز پڑھاتے تھے

بروایت روضۃ الصفا جسوقت رسول کو افاقہ ہوتا تھا خود باہر تشریف لا کر نماز پڑھاتے تھے جب زیادتی ہوتی تھی تو کہلا بھیجتے تھے کہ خود پڑھ لین۔ (یہ عائشہ والی روایت امامت سے کس قدر منافی ہے)

سبب علالت رسول

مادر بشیر بن براء کہتی ہے کہ رسول نے شدت مرض میں اس سے فرمایا تہا کہ "اے ام البراء یہ مرض اُسی گوشت زہر آلود کا اثر ہے جسکا خیبر میں تیرے لڑکے کے ساتھ میں میں نے بھی ایک لقمہ لیا تہا جو اکثر مجھکو تکلیف دیا کرتا تہا"۔

قصہ قرطاس حضرت عمر کی مخالفت رسول۔ رفع الزام کیلئے ہمدردانہ کوششیں و تردید

قصہ قرطاس

اب ایک نہایت ہی نازک و افسوسناک واقعہ کے ذکر کا وقت آگیا ہے جسپر زمانہ دراز سے خوش فہم و خوش عقیدہ حضرات کی طبع آرائیاں ہوتی چلی آتی ہیں اور ہر زمانہ کے محافظت کرنے والونکو نئے تراش خراش کی ضرورت ہوئی ہے وہ "قصہ قرطاس" ہے

رسول نے دوات قلم منگایا

واقعہ یہ ہے کہ رسول نے بقول ابن خلدون وفات سے چار روز پہلے بہت کچھ پند و نصائح فرمائے اور مسائل کے جوابات دیئے اور اسکے بعد فرمایا کہ "میرے پاس کاغذ دوات لاؤ میں کچھ لکھدوں کہ بعد اسکے تم گمراہ نہو۔ لوگوں نے دوات قلم لانے نہ لانے میں اختلاف کیا"۔ اور بقول روضۃ الصفا بعض نے کہا کہ جو کچھ حضور نے فرمایا ہے اسپر عمل کرنا چاہیئے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ بات ایسی ہے جیسے شدت مرض میں کہنے لگتے ہیں اور مولف تاریخ الاسلام کہتا ہے کہ لوگ بیماری کی حالت سمجھے اور پوچھا تو صرف اس قدر کہا کہ "میں جس حال میں ہوں وہ تمہارے خطاب سے اچھا ہے"۔

اصحاب کا اختلاف و انکار

مورخین نے ابھی کسیکا نام ظاہر نہیں کیا

یہانتک تو مورخین نے کسیکا نام نہیں ظاہر کیا۔ گول الفاظ بعض لوگوں اور اصحاب کے لکھکر ٹالدیا جس سے پتہ نہ چلتا کہ کس کس نے رسول کی آخری خواہش یا وصیت کی تعمیل نہ کرنے یا اس میں عذر کرنے کی ابتدا کی اور کن الفاظ سے۔ اگر واقعہ یہیں تک ختم ہوکر رہجاتا تو ان صاحب کا نام بھی پردہ خفا میں رہکر اُن کی کافی پردہ پوشی کر لیتا۔ مگر چونکہ واقعہ کی سنگینی بڑھتی ہی گئی جس سے مجبور ہوکر اب مورخین کو نام کہولنا ہی پڑا ورنہ انکے جملہ ممدوحین پر ناگوار الزام آتا تہا۔ اب ظاہر ہوا کہ وہ بزرگوار جناب حفصہ زوجہ رسول کے والد بزرگوار۔ رسول کے سمدہی حضرت فاروق اعظم تھے۔ مگر اسپر بھی ان بزرگوار کے قول کو اُن کے حلقہ بگوش مورخین کی عقیدتمندی نے کیسے کیسے خوشنما لباس پہنائے ہیں اور اسکی کیسی بخیہ گری کی ہے کہ باید و شاید۔ ان قابل داد کوششوں کا حال ناظرین کو عبارات ذیل سے ظاہر ہوگا۔ مگر اصلیت کبھی چھپتی نہیں شگاف رفو سے بند نہیں ہوتا۔ انصاف پسند نگاہیں صحیح نتیجہ پر پہونچ جاتی ہیں۔

واقعہ کی اصلیت

عمر کا قول رسول کیلئے ہذیان بتلانا

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ "ان الرجل لیہجر حسبنا کتاب اللہ" جسکے معنے ہیں کہ تحقیق کہ یہ شخص (گویا انکے نزدیک رسول اب نبی یا رسول کے خطاب کے قابل بھی نہ رہے تھے) ہذیان کی حالت میں ہے (معاذ اللہ) ہمکو کتاب اللہ کافی ہے (یعنی رسول کی کسی تحریر کی ہمکو ضرورت ہی نہیں ہے) (بخاری و مسلم)

مختلف مورخین کی ہمدردانہ کوشش

روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ "عمر نے کہا کہ درد و الم رسول پر مستولی ہوگیا ہے قرآن درمیان ہمارے ہے اور ہمکو وہی پسند ہے (یعنی رسول کی کوئی ہدایت یا تحریر چاہے وہ آیندہ گمراہی سے بچانیکو ہی تحریر فرماتے ہوں پسند نہیں ہے) روضۃ الصفا"۔

ابن خلدون

ابن خلدون نے تحریر کیا ہے کہ عمر نے کہا کہ ہمارے لیئے قرآن مجید کافی ہے جو ہمارے پاس ہے (یعنی کسی حدیث یا تحریر رسول کی ضرورت نہین اور بیشک آپکے اسوقت درد زیادہ ہو رہا تھا (گویا ابن خلدون صاحب اسوقت مقیاس درد لیئے ہوئے رسول کے درد کی جانچ فرما رہے تھے)۔

مترجم ابن خلدون

مترجم ابن خلدون نے اسکو وہ گلپوش فرمایا ہے وہ لکھتے ہین کہ یہ قصہ بخاری و مسلم مین بروایت ابن عباس مذکور ہے ... عام قاعدہ ہے کہ لوگ اپنے اعزہ کو تکلیف نہیں دیتے (گویا انکے نزدیک کسی مریض کو اسکی خواہش یا وصیت کے عمل نکرنے دینے سے کچھ تکلیف نہین ہوتی. بلکہ اسکی خواہش کو پورا کرنا تکلیف کا باعث ہوتا ہے) علاوہ اسکے عمر نے یہی کہا تھا نہ کہ قرآن مجید ہمارے لیئے کافی ہے اور یہ بہت درست ہے، جو امور اور ارکان دین ہین وہ سب قرآن مجید مین مذکور ہین جیسا کہ اس واقعہ سے تین مہینہ پیشتر آیہ الیوم اکملت لکم سے ظاہر ہوتا ہے (گو گویا ان حضرت کے نزدیک بعد نزول اس آیت کے حدیث رسول یا رسول کی ضرورت ہی نہیں رہی تھی وفات کے تین مہینہ پہلے سے رسول رسالت سے معزول ہو چکے تھے. اور اگر ان حضرت سے پوچھا جائے کہ جناب نماز پنجگانہ کی تعداد رکعات و طریقہ ادائے نماز اور اسی قسم کے اور صدہا فروع اور تفصیل تشریح اجمالات و ابہامات قرآن میں کہاں ہین جو قرآن کافی ہوگیا اور یہ مقولہ درست ہوا. تو بجز خاموشی کیا جواب ہوگا؟)

تاریخ الاسلام

مولانا اکبر نجیب آبادی نے تاریخ الاسلام مین اسکو اور مزے دار بنایا ہے جو تحریر فرماتے ہین کہ "عمر فاروق نے لوگوں سے کہا کہ رہنے دو بیمار کو تنگ نہ کرو حسبنا کتاب اللہ ہمکو کتاب خدا کافی ہے" (گویا دوسرے لوگ رسول سے کچھ تحریر کرنیکی خواہش یا اسپر مجبور کر رہے تھے. رسول کی خواہش نہ تھی۔)

مولوی شبلی

مولوی شبلی صاحب الفاروق مین یون داد انصاف دیتے ہین کہ "اسپر حضرت عمر نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ آنحضرت کو درد کی شدت ہے، اور ہمارے لیئے قرآن کافی ہے. حاضرین مین سے بعضوں نے کہا (یہان بھی بعضوں کا لفظ آیا گویا ان کے نزدیک حضرت عمر نے نہین فرمایا تھا) کہ رسول اللہ بہکی باتین کر رہے ہین" پھر تحریر فرماتے ہین کہ "ہجر کا لفظ ہے جسکے معنے ہذیان کے ہین"۔ اور آگے پھر خود ہی تحریر فرماتے ہین کہ "یہ واقعہ بظاہر تعجب انگیز ہے. ایک معترض کہہ سکتا ہے (یہ تو خود ایسا نہین کہہ سکتے) کہ اس سے زیادہ اور کیا گستاخی و سرکشی ہوگی کہ جناب رسول صلعم بستر مرگ پر ہین اور امامت کی درد و غمخواری کے لحاظ سے فرماتے ہین کہ ایک ہدایت نامہ لکھدوں جو تمکو گمراہی سے محفوظ رکھے یہ ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچانے کیلئے جو ہدایت ہوگی وہ منصب نبوت کے لحاظ سے ہوگی اسلیئے اس مین خطا و سہو کا احتمال نہین ہو سکتا. باوجود اسکے بھی

قول رسول مین سہو و خطا کا احتمال نہین ہو سکتا

حضرت عمر بے پرواہی ظاہر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ کچھ ضرورت نہین ہمکو قرآن کافی ہے. طرہ یہ کہ بعض روایتوں مین ہے کہ حضرت عمر نے ہی آنحضرت کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا نعوذ باللہ" (الحمد للہ. جادو وہ ہے جو سر پہ چڑھکر بولے)

لیکن اب اگر مولانا موصوف کیخدمت مین عرض کیا جائے کہ جناب والا بعض روایتون مین ہی نہین بلکہ آپکے مستند صحاح اسکی تصدیق کرتی ہین کہ رسول کے واسطے لیہجر کا لفظ کہنے والے جسکے معنے آپ نے خود لغت سے ہذیان کے بتائے ہین یہی حضرت عمرؓ ہی ہین تو اب یہ آپ کی نعوذ باللہ من کس سے متعلق ہوگی۔ اور ان مستند کتب کی بنا پر اس جرات دبیباکی کا الزام جسکو آپنے بھی گستاخی و سرکشی تسلیم کیا ہے کس پر عاید ہوگا؟

مولوی شبلی کی نئی تدبیر رفع الزام حضرت عمرؓ

لیکن مولانا کے موصوف کو جب دوسرے روغن قاز ملنے والوں کی بخیہ گری بقول خود مفید نہ معلوم ہوئی اور اپنے مطاع کی اس الزام سے جان اسطرح بچتی نظر نہ آئی تو اول تو اسکو دوسروں یعنی "بعضوں" کے سر منڈھنا چاہا تہا لیکن یہ دیکھکر کہ یہ بات بھی چلنے والی نہین کیونکہ تمام بڑی بڑی کتب مسلمہ اسکی تردید کرینگی تو دوسری راہ نکالی کہ اصل روایت کو ہی جس کی صحت مین ابتک کسی عالم، مورخ یا اہل سیر کو کلام نہوا تہا (تا دیلات البتہ کیجاتی تہین) اب اسکو بھی یہ کہکر مشکوک و کم حیثیت کردو اسکے راوی ابن عباس کی اسوقت عمر ۱۳۔۱۴ برس کی تھی۔ لہذا اس عمر کا بیان لائق اعتماد و وثوق کے نہیں ہے اور قبل اسکے کہ کوئی دوسرا اسکے جواب کو تیار ہو خود ہی اقرار بھی کیا ہے کہ کیوں اور کس وجہ سے یہ راستہ گریز کا نکالا گیا ہے۔ آگے چلکر خود وہ

توجیہ کے اسباب کا اقرار

تحریر فرماتے ہین کہ "ممکن ہے کہ کسی کوتاہ نظر پر یہ امر گران گذرے کہ بخاری و مسلم کی حدیث پر شبہ کیا جاتا ہے تو اسکو سمجھنا چاہئے کہ بخاری و مسلم کے کسی راوی کی نسبت یہ شبہ کرنا (یقین نہیں) کہ وہ واقعہ کی پوری ہیئت محفوظ نہ رکھ سکا اس سے کہین زیادہ آسان ہے کہ رسول اللہ کی نسبت ہذیان اور حضرت عمرؓ پر گستاخی کا الزام لگایا جاوے"۔ (اب تو صاف ظاہر ہو گیا کہ کس وجہ سے روایت یا راوی کو مشکوک کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ پر گستاخی رسول کا الزام عاید نہو۔ کیونکہ رسول پر تو حضرت عمرؓ یا کسی کے کہنے سے ہذیان کا خیال کسی مسلمان کو تو پیدا ہو ہی نہین سکتا بجز اسکے کہ کہنے والی کی گستاخی اور نفاق ظاہر ہو اسی کے رفع الزام کی یہ تدبیر نکالی گئی ہے۔ واقعی حسن عقیدت اسکو کہتے ہین۔ دوسرے کو جہوٹا کہدینا نا قابل اعتبار قرار دیدینا مولانا موصوف کے نزدیک کوئی بری بات یا کوئی اخلاقی جرم نہین اور بھی کیسا شخص جسکی روایات سے صحاح ستہ پر ہین جنکی ثقاہت مین آجتک کسی نے کلام نہین کیا تہا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ ابن عباس تو اسکے بعد جوان ہوئے ضعیف ہوئے عرصہ تک زندہ رہے پہر بھی کبھی انکو اپنے اس غلطی یا واقعہ کی غلط فہمی کا احساس و ادراک نہوا اور انہون نے اپنی اس روایت کی تصحیح نہ کی جو انکی ثقہ ہونیکے قطعی منافی ہے اور نہ ان مین لوگوں مین سے جو خانہ رسول مین اس وقت موجود تھے کسی نے ابن عباس کی اس روایت کی تکذیب کی نہ اسمین کسی نے شبہ کا اظہار کیا تو پہر اب مولانا شبلی یا اور کسی شخص کے بالسبب شبہ کرنے سے کیا ہو سکتا ہے۔ تعجب ہے کہ عائشہ کی تو ۷-۸ سال کی عمر کیخلاف قیاس روایتا بہت تاریخ بند سند لینے کی قابل ہون اور ابن عباس کی ۱۴ سال کی عمر کی روایت (اگر اس تخمینہ عمر کو صحیح بھی مان لیا جاوے) تو وہ قابل وثوق نہ سمجھی جائے اسموقعہ پر اگر مولانا موصوف

سے سوال کیا جائے کہ ابن عباسؓ تو بوجہ کم عمری واقعہ کی پوری ہیئت محفوظ نہ رکھ سکتے تھے تو پھر آپ تک وہ محفوظ اصلی ہیئت کیسے پہنچ گئی اور کیا پہنچی؟ تو بجز حضرت عمر سے خوش عقیدتی کے اور کچھ نہ بتا سکیں گے۔ دوسری بات یہ کہ اگر آپکے نزدیک روایت ہی مشکوک تھی تو پھر ہذیان والی گستاخی کو دوسروں کے سر رکھنے کی کیا ضرورت تھی جسکو پھر آپکو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ وہ گستاخی اگر ہوئی تھی تو حضرت عمر سے ہی ہوئی تھی۔

کس لہجہ مین رسول سے اختلاف کیا گیا

یہ امر بھی دیکھنے کی قابل ہے کہ یہ فقرہ کس انداز اور کس لہجہ میں ادا کیا گیا ہوگا۔ عربی دان حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے کہ خود فقرہ کی ترکیب و الفاظ بتلا رہے ہیں کہ یہ الفاظ وہی شخص کہہ سکتا ہے جو پہلے سے کچھ بھرا بیٹھا ہو اور حضرت عمر کی مشہور عام و مسلمہ درشتی مزاج سے لہجہ کا قیاس کر لینا کچھ زیادہ دشوار نہیں ہے۔ اور روایت کے باقی حصہ مین رسول کے ارشاد سے اسکا بھی پتہ چلتا ہے جو تاریخ روضۃ الصفا سے ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔

مجلس رسول مین آوازین بلند ہوئین رسول نے جھڑک دیا کہ اٹھ جاؤ

صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہین کہ "ایک گروہ نے عمر سے اتفاق کیا اور کچھ نے اسکے مخالفت پر اصرار کیا۔ اس پر جھگڑا ہونیکے قریب ہوا مجلس نبی مین آوازین بلند ہوگئین اور نزاع حد اعتدال سے متجاوز ہوگیا پس حضور نے حکم دیا کہ اٹھ جاؤ میرے پاس سے کہ کسیکو پیغمبر کے سامنے آواز بلند کرنا زیبا نہین" گویا رسول نے آیت قرآنی و حکم ربانی یاد دلایا کہ "لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی"۔ بقول ابن خلدون فرمایا کہ "میرے پاس سے چلے جاؤ پیغمبروں کے پاس شور و شغب کا کام نہیں"۔ اور بقول مولف تاریخ الاسلام فرمایا کہ "پیغمبروں کے سامنے ایسی گفتگو بیجا ہے میرے سامنے سے اٹھ جاؤ"۔

حضرت عمر کی دلیری۔ وجہ انقلاب۔ مخالفت کا راز۔ تصفیہ برائے ناظرین

حضرت عمر کی دلیری و ہمدردی

اب ذرا ناظرین حضرت عمر کی دیدہ دلیری کو بھی ملاحظہ فرمالین کہ باوجود خلاف حکم رسول جانثار سامنے تخلف کرنیکے بھی رسول کے سامنے آنکھین چار کئے ہوئے اسوقت اس مجمع مین موجود تھے اور پھر اس زور و شور و حکومت کیساتھ اور یہ بھی دیکھ لین کہ کہانتک انکا یہ عمل ہمدردی تکلیف رسول کیوجہ سے تھا اور کہانتک ہذیان رسول کا خیال موقعہ کے حسب حال تھا۔

انقلاب طبیعت کب پیدا ہوا

تحریر ابن خلدون سے جو اوپر تحریر ہوچکی ظاہر ہوتا ہے کاغذ دوات طلب کرنے سے پہلے رسول نے بہت کچھ پند و نصائح کئے اور مسائل کے جوابات دیئے۔ اور روضۃ الصفا نے بھی اکثر نصائح و وصایا حضرت کے لکھے ہین جو اسکے بعد علیحدہ درج ہونگے پس اسوقت تک تو کسیکو ہذیان کا خیال نہوا۔ سب خاموشی سے سنتے رہے۔ کوئی قابل شکایت حرکت کسی سے سرزد نہوئی نہ کسی نے رسول کی بیماری پر رحم کرکے یہ عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ حالت مرض مین ہین۔ زیادہ کلام کرنے کی زحمت نہ فرمائین نہ کسی نے یہ یاد دلایا کہ آپ دین کے کامل ہونیکا پہلے اعلان کرچکے ہین۔ اب ہمین نہ آپ کی نصیحتین سننے کی ضرورت ہے نہ آپکو اب ہدایت کرنیکا منصب ہے کیونکہ آپ کی مشن بعد اس اعلان کے ختم ہوگئی اب آپکو نبی سمجھنے کی بھی ضرورت

نہیں۔ مگر رسول کے دوات قلم مانگتے ہی یہ دیکھکر کہ اب رسول کچھ لکھنا چاہتے ہین باوجود اس اطمینان دلانیکے کہ وہ ایسی چیز ہوگی جو آئندہ گمراہی سے بچائیگی۔ دفعتاً انقلاب ہوگیا کہ اب رسول کو ہذیان بھی ہوگیا۔ انکے درد و تکلیف کا بھی خیال پیدا ہوگیا اور رسالت بھی ختم کردی گئی۔ اور ایسے انداز و عنوان سے جسکو سنکر ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ کہنے والیکے دلمین ہرگز کوئی عزت رسول کی نہ تھی اور ہرگز وہ سچا پیرو رسول کا نہیں سمجھا جاسکتا "ہذیان" رسول معاذ اللہ! اول تو ویسے ہی رسول کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے دوسرے اوّل کے تمام پند و نصائح اور بعد کی نزاع کرنے والونکو حکم ربانی یاد دلاکر زجر و توبیخ کرنا اسکی کافی تردید اور قول عمر کی کافی تکذیب کرتے ہین ⁂

مخالفت کا راز سربستہ از مظاہر حق

اب دیکھنا یہ ہے کہ آخر یہ رسول کا ارادہ تحریر ہدایت نامہ کا جس سے بقول رسول عام مسلمانونکو فائدہ پہنچتا حضرت عمر کے اسقدر مخالف طبع کیوں ہوا کہ پاس آداب رسول بھی بالائے طاق ہوگیا؟ اسکے متعلق ہم صرف "مظاہر حق" ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح حنفی کی ذیل کی عبارت لکھکر اس تکلیف دہ روایت کو ختم کردینگے جس سے اس پر کسیقدر پولٹیکل روشنی پڑتی ہے اور اس تمام مخالفت و شور و شغب کا راز سربستہ کہلتا ہے جسمین اور ہمدرد تاریخین خاموش نظر آتی ہین اور وہ یہ ہے کہ:-

"کہا بعضون نے کہ رسول نے چاہا تہا کہ معین کردین۔ ایک کو اصحاب مین سے واسطے خلافت کے تا واقع نہو نزاع آنمین" (اب وہ راز سربستہ کہلا کیونکہ بعد تقرر خلافت مدینہ و ماموری قراءۃ سورہ برأۃ و اعلان غدیر خم جسکے شد و مد کے ساتھ مبارکباد دینے والے بھی حضرت عمر ہی تھے و دیگر اعلانات رسول و خدمات علی کے انکو کامل یقین ہوگا کہ وہ شخص جسکو رسول خلافت کیواسطے اس تحریر کی رو سے معین کرنا چاہتے ہین وہ سوائے علی کے کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا جو انکے ارادوں اور منصوبوں کے قطعی خلاف تھا) .... پس کہا عمر نے کہ تحقیق غالب ہے آنحضرت پر بیماری اور ہمارے پاس ہے قرآن کفایت کرتی ہے ہمکو کتاب اللہ" فاختلف اہل البیت (یعنی اختلاف کیا اس رائے عمر سے اہلبیت نے اگر اہلبیت کے معنی سب گہر والوں کے ہین تو شاید عائشہ و حفصہ بھی عمر سے اختلاف کرنے والوں مین ہونگی) .... اور حضرت عمر کو مقصود اس کہنے سے تخفیف و آسایش دینی آنحضرت کی تھی۔ وقت سختی درد و بیماری کے اور جان لیا تہا۔ انہوں نے کہ یہ حکم حضرت کا وجوب جزم کے نہیں ہے (کیوں اور کیسے جان لیا تہا اسکا کچھ پتہ نہیں) بلکہ انکی مرا سواہت کیلئے ہے اگر کرین تو مختار ہین اور نہ کرین تو وہ جانین (تو پھر تحریر سے مخالفت کرنے اور رسول کو آزردہ کرنیکی کیا ضرورت تھی بعد تحریر کیی جب نہ متعلق بوجوب تھا جسکو وہ جان چکے تھے تو اسپر عمل کرنے و نکرنے کے مختار ہوتے) رسول نے جب دیکھا کہ بعضے راغب نہین ہین، جیسے کہ عمر اور جو کہ موافق انکے تھے (جنمین سے کسیکا نام سوائے عمر کے نہیں بتایا جاتا) ترک کیا لکھنا .... ابن عباس کہتے ہین کہ تحقیق مصیبت کامل وہ حال ہے کہ ہوا حائل اور مانع درمیان پیغمبر خدا کے اور درمیان اسکے کہ لکھیں انکے لئے

یہ نوشتہ بسبب اختلاف آنحضرت کے اور شور وشغب انکے کے. کاشکے وہ اختلاف وغل نہ کرتے تاکہ حضرت کچھ لکھتے کہ سبب ہدایت کا ہوتا پس تھے ابن عباس مائل طرف خلاف اس چیز کے کہ کہی عمر نے اور انہوں نے کہ مانع تھے انکے اصحاب ین سے..... پھر روئے ابن عباس اتنا روئے کہ تر کردیا انکے آنسوؤں نے سنگریزون کو کہ وہاں پڑے تھے" (مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح) روضۃ الصفا نے اس روایت ابن عباس کا اتنا خلاصہ لکھکر چھوڑ دیا ہے کہ ابن عباس کہتے ہین کہ ایک مصیبت عظیم تھی کہ اصحاب نے رسول اللہ کو وصیت نہ لکھنے دی "۔ اور خود حضرت عمر کے دو مقولوں نے جو ابن ابی الحدید معتزلی نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ مین نقل کئے ہین اسکی پوری تصدیق کردی جو یہ ہین "ان رسول اللہ اراد ان یذکرہ (علی) للامر فی مرضہ فصددتہ" (تحقیق رسول نے ارادہ کیا کہ ذکر کرین انکا (علی کا) واسطے امر خلافت کے پس روکدیا مین نے انکو) "ولقد اراد فی مرضہ ان یصرح باسمہ فمنعت من ذالک" (البتہ تحقیق ارادہ کیا رسول نے اپنے مرض مین تاکہ تصریح کرین ساتھہ نام اسکے (علی کے) پس منع کیا مین نے ایسا کرنے سے)۔

تصفیہ ناظرین کی رائے پر

اب ہم اس امر کے تصفیہ کو کہ مخالفین جیش اسامہ کا تخلف اور حضرت عمر کا قول وطریق عمل نسبت مانع ہونے تحریر رسول کے کیسا تھا. کیوں تھا اور کیا نتائج اس سے پیدا ہوتے ہین ناظرین کی رائے وانصاف پر چھوڑکر آگے بڑہتے ہین کیونکہ ہمارا مطمع نظر مناظرہ نہیں ہے واقعات کا صحیح اظہار ہے اور انکے مختلف پہلوؤں پر ناظرین کی توجہ دلا دینا۔ مگر اتنا ضرور افسوس ہے کہ ایسے خاص وقت پر رسول کے ہدایت نامہ کو روکدیا جانا جو بقول حضرت گمراہی سے بچانیوالا ہوتا اس سے نہ صرف اسوقت کے مسلمان محروم ہوئے بلکہ ابدالآباد تک ہر مسلمان کو تاسف رہیگا کہ نہ معلوم رسول کیا لکھتے اور کیا ایسی ہدایت فرماتے جو سب کو گمراہی سے بچاتی. اور بظاہر اسباب رسول کو ایک مرکز قایم کرنے سے روک کر آئندہ افتراق کی مضبوط بنیاد قایم کردیگی جس سے شیرازہ اسلام بالکل منتشر ہوگیا اور اسیوجہ سے حضرت ابن عباس کا رونا بھی ہمدردی اسلام کا رونا تھا۔

ہمین یہ دیکھکر بھی ضرور کسیقدر تعجب ہوتا ہے کہ اس تمام قضیہ وشور وشغب مین حضرت ابوبکر کا کوئی تذکرہ نہین پایا جاتا نہ معلوم وہ ہین کہان. کیا ابن خلدون کی وہ روایت صحیح ہے کہ وقت رحلت رسول کے وہ اپنی اہل وعیال کے پاس سنح مین تھے. اگر وہ ہوتے تو کس پارٹی کے ہمخیال ہوتے اسکو ناظرین خود قیاس فرمالینگے۔

وصایائے رسول قصہ قصاص عکاشہ

وصایائے رسول از روضۃ الصفا

روضۃ الصفا کی بعض روایات سے رسول کے بعض وصایا ونصائح پائے جاتے ہین جنمین سے بعض جو آئندہ پر کسیقدر روشنی ڈالتے ہین خالی از دلچسپی نہین جو ذیل مین درج کئے جاتے ہین. اگرچہ عقیدت کیش مورخ نے انکو اپنے عقاید اور

جنبہ داری کے رنگ مین رنگا ہے. مگر انصاف بین نگاہ کو سچے ٹکڑے علیحدہ چمکتے ہوئے نظر آجائینگے ۔

وصیت از مہاجرین

تاریخ مذکور مین تحریر ہے کہ رسول نے مہاجرین کو وصیت کی کہ تم مین سے جو کوئی انصار پر حکمران ہو وہ انکے ساتھ نیکی پیش آئے (اس سے یہ ظاہر کرنا معلوم ہوتا ہے کہ رسول نے کسیکو امر حکومت کیواسطے مخصوص نہین فرمایا تھا)

" از انصار

انصار سے وصیت کی کہ اے گروہ انصار میرے بعد ایک جماعت کو تمہارے اوپر ترجیح دینگے. انصار نے عرض کی کہ اسوقت ہمکو کیا سلوک کرنا چاہیئے. فرمایا صبر کرنا جب تک کہ تم میرے پاس حوض کوثر پہنچو (ناظرین اس کلام سے اگر یہ واقعی قول رسول ہے خود غور فرمالینگے کہ یہ ترجیح دینا رسول کے نزدیک کیسا معلوم ہوتا ہے)

" از قریش

قریش کو وصیت کی کہ مین تم کو حکومت کی وصیت کرتا ہوں کہ قریش اسکے متصدی ہونگے اور خلق انکی پیروی کریگی اہل بر و احسان تابع ارباب بر و احسان ہونگے و اہل شر و اسارت تابع ارباب شر و اسارت کے ہونگے (جملہ آخر نہایت معنی خیز ہے. غرض اسکی بھی کسیقدر غرض وصیت مہاجرین پر مبنی معلوم ہوتی ہے)

علی سے وصیت

علی سے وصیت فرمائی کہ اے علی بعد میرے تمپر بہت سے مکروہات واقع ہونگے. تمکو چاہیئے کہ اُنسے دل تنگ نہو اور صبر و تحمل سے کام لو اور جب دیکھو کہ لوگ دنیا کیطرف متوجہ ہوگئے تم آخرت کو اختیار کرنا (روضۃ الصفا و مناہج النبوت) (کیسی واقعہ کیمطابق وصیت ہوئی ہے. آئندہ کے واقعات کے مطالعہ کرنے والے دیکھین گے کہ بعد رسالت کیا کیا مکروہات علی پر واقع ہوئے اور کس کے ہاتھ سے اور علی نے وصیت رسول پر کیسا پورا پورا عمل کیا. اور نیز یہ کہ وہ کون لوگ تھے جو دنیا کی طرف متوجہ ہوگئے اسی ایک قول و وصیت رسول سے خلافت ثلاثہ کی حقیقت کہ وہ دنیاوی حکومت تھی یا دینی خلافت پورے طور پر منکشف ہوجاتی ہے)

عائشہ کو نصیحت

عائشہ سے حسب خواہش اسکے نصیحت فرمائی کہ تم کو چاہیئے کہ قدم گھر سے باہر نہ نکالو کیونکہ خدا فرماتا ہے "وقرن فی بیوتکن .....الخ (اسکی عائشہ نے کہانتک تعمیل کی واقعہ جمل شاہد ہے)

وداع حسنین و فاطمہ و علی

حضرت فاطمہ حسنین و علی کو امر بہ صبر فرمایا اور ملکر وداع کیا. (بعد ناکامی قصد تحریر و ملاحظہ حالت اصحاب کے جو کچھ وصایا ان حضرات سے فرمائے ہونگے انکو صرف ان سرسری و مختصر الفاظ مین لکھکر ٹالدیا گیا ہے. کیونکہ انکا اظہار و افشا ان مورخین کے خلاف ہوتا. ہم بھی انکو ناظرین کی قوت ادراک قیاس پر چھوڑ کر آگے بڑہتے ہین کیونکہ وہ بالکل فطری ہین اور بجائے تحریر کے انکا قیاس کرلینا زیادہ آسان ہے کہ وہ کیا کیا ہونگے)

علی کو ادائگی امر کی وصیت

مرض رسول بڑہتا گیا. رسول نے تمام دیون و قصاص ادا فرمائے ایک یہودی کے قرضہ کی بابت جو واسطے صرف لشکر اسامہ لیا گیا تھا علی کو اسکی ادائگی کی ہدایت فرمائی (روضۃ الصفا مناہج النبوت) اعلان کیا کہ اگر کسی نے کسیکو

تکلیف پہنچائی ہو تو مجھ سے انتقام لیلے عکاشہ ایک شخص کہڑا ہو گیا "یا رسول اللہ مجھے آپ کی ایک چھڑی لگ گئی تھی. رسول آمادہ ہوئے کہ عکاشہ انتقام لے. علی نے اس سے کہا کہ رسول کے بدلے چھڑی مجھے مار لے (طبری) عکاشہ نے پشت مبارک پر بوسہ دیا اور درگذرا۔

علی قصاص دینے پر آمادہ

بروایت "ابوالفدا" حالت زیادتی مرض میں جو لوگوں نے زیارت کی خواہش کی تو رسول نے فرمایا کہ "میری بیماری کی تکلیف کم ہے بہ نسبت تمہاری موجودگی کے"۔ اب اس سے ناظرین غور کرلینگے کہ اسوقت کے مسلمانوں نے کس قدر رسول کو خوش کیا تھا۔

عیادت صحابہ سے انکار

قصہ امامت نماز. عائشہ کی چالاکی. رسول نے خود پہنچکر ابوبکر کو ہٹا دیا. ابوبکر غائب رسول کا خطبہ

اسی حالت شدت مرض میں جو وقت نماز آیا تو بلال آستانہ اقدس پر اطلاع دینے آئے حضرت بوجہ شدت مرض معذور تھے فرمایا جسکا دل چاہے پڑہا وے۔ اہلسنت کہتے ہیں کہ ابوبکر کو اجازت دی تھی (یہ عبارت صاحب روضۃ الصفا کی ہے جو تحریر کرتے ہیں کہ "اہلسنت کہتے ہیں" یعنی وہ اپنی ذاتی تحقیق سے نہیں لکھتے) اور بقول حیات القلوب بوجہ شدت مرض بلال کے آنیسے رسول کو اطلاع نہوئی یا نہ کی گئی تو عائشہ نے چپکے سے ابوبکر سے کہلا بھیجا کہ "تم جاکر نماز پڑہا دو"۔ صاحب مناقب مرتضوی حنفی بھی کہتے ہیں کہ "امامت مسجد کا حکم رسول کیطرف سے نہ تھا بلکہ عائشہ کے ایما سے تھا کیونکہ اگر رسول کا حکم ہوتا تو خود باہر تشریف نہ لاتے۔ اعثم کوفی کا بھی یہی خیال ہے۔

قصہ امامت نماز

بہرحال بقول "روضۃ الصفا" جب ابوبکر نماز پڑہانے کھڑے ہوئے تو اصحاب میں حضور کی عدم موجودگی سے گریہ زاری ہونے لگی۔ تو رسول نے شور کی آواز سنی اور بعبارت حیات القلوب اصحاب امامت ابوبکر پر راضی نہوئے اور منازعت ہوئی جسکی اطلاع بلال نے در دولت پر آکر دی۔ رسول خود اسی حالت مرض میں علی و عباس کے کندھوں پر سہارا دیکر مسجد میں تشریف لائے اور بقول روضۃ الصفا ابوبکر کو ہٹا کر خود بیٹھکر نماز پڑہائی۔ روضۃ الصفا میں بھی یہ ہی لکھا ہے کہ "بعض روایات میں ہے کہ عمر نے نماز پڑہائی اور غلط قرات سے پڑہائی (مبلغ علم حضرت عمر اس سے ظاہر ہوتا ہے) رسول نے جو غلط قرات کی آواز سنی تو خود باہر تشریف لائے اور انکو ہٹا کر خود نماز پڑہائی (اب ناظرین خود غور فرمالینگے کہ حضرت ابوبکر کو مامور بہ امامت نماز کرنا جو استحقاق و ثبوت خلافت میں استدلال پیش کیا جاتا ہے۔ رسول کے اس طریقہ عمل و اختلاف روایات سے مقرون بصدق ہوسکتا ہے اسوجہ سے اعثم کوفی و مناقب مرتضوی کو بھی اسکی عدم صحت کا اعتراف کرنا پڑا)

رسول خود پہنچکر ابوبکر کو ہٹا دیتے ہیں

بعد ختم نماز جو رسول نے مڑ کر دیکھا تو ابوبکر نظر نہ آئے (یعنی وہاں سے غائب تھے اور واقعی بعد تخفیہ تخلف جیش اسامہ و نیز اس خود ساختہ امامت نماز کے انکو رسول کی نگاہ کے سامنے سے علیحدہ ہوجانا ہی چاہیئے تھا) حضرت نے فرمایا کہ "اے گروہ مردم تمکو

ابوبکر نگاہ رسول سے غائب و خطبہ رسول

ابن قحافہ واسکے اصحاب پر تعجب نہین ہوتا کہ مین نے انکو اسامہ کے ساتھ جانیکا حکم دیا تھا پس انہوں نے میرے حکم کی مخالفت کی اور مدینہ کو واپس چلے آئے واسطے طلب فتنہ و فساد کے۔ پس حضرت نے حکم دیا کہ حضرت کو ممبر پر بٹھا دین چنانچہ بٹھا دیا گیا۔ حضرت نے مختصر خطبہ ارشاد کیا اور فرمایا کہ اے گروہ مردم مین نے تم کو تاریکی سے روز روشن مین پہنچایا۔ پس آپس مین اختلاف نکرنا میرے بعد جیسا کہ بنی اسرائیل نے اختلاف کیا تھا۔ مین تمھارے درمیان دو بھاری چیزین چھوڑتا ہوں (انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ..... الخ) مین بروز قیامت تم سے سوال کرونگا کہ بعد میرے انکے ساتھ کیسے پیش آئے۔ پس ممبر سے اتر کر تشریف لیگئے ٭

فاطمہ سے راز کی باتین۔ اسباب ذاتی حوالہ علی۔ داخلہ عزرائیل و اجازت فاطمہ

فاطمہ سے راز کی باتین

اب وہ وقت قریب ہے کہ ہادی عالم اس دنیائے ناپائیدار کو خیرباد کہے۔ اپنی پیاری بیٹی فاطمہ کی بیقراری دیکھکر پاس بلایا۔ عائشہ راوی ہیں کہ حضرت نے فاطمہ زہرا کو جنسے زیادہ حضرت کو کسی کی محبت نہ تھی اپنے پاس بلا کر کان مین کچھ کہا فاطمہ بے اختیار ہو کر رونے لگین پھر حضرت نے بطور راز کے کچھ کہا کہ فاطمہ مسرور و خنداں ہوگئین۔ مین نے تعجب سے فاطمہ سے دریافت کیا تو انہوں نے اسوقت کچھ نہ بتلایا کہ رسول کے راز کو ظاہر کرونگی۔ مگر بعد انتقال حضرت کے جو مین نے فاطمہ سے پوچھا تو جواب دیا کہ اول حضرت نے اپنی وفات کی خبر دی تھی جسپر مین روئی تھی پھر دوبارہ مین خبر دی کہ اول جو شخص کہ حضرت سے جنت مین ملیگا وہ مین ہونگی اور فرمایا تھا کہ اے فاطمہ تو سیدہ زنان جنت ہوگی۔ اسپر مین خوش ہوئی تھی ٭

اسباب ذاتی علی کے حوالہ کیا گیا

اب وہ قیامت خیز واقعہ آگیا کہ مسلمانوں کا پشت و پناہ۔ غریبوں و بیکسوں کا والی مصلح عالم اس عالم فانی سے عالم جاودانی کیطرف رخ کرے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بھائی علی مرتضیٰ کو بلاؤ۔ علی آئے اپنی تلوار۔ خود۔ زرہ۔ ناقہ اور کپڑے کا وہ ٹکڑا جسکو گرسنگی کیوقت شکم مبارک پر باندھا جاتا تھا منگا کر فرمایا کہ میرا یہ اسباب خاصہ تیرا ہے (کسیکو آیندہ اسمین مضایقہ نہوگا (مناقب مرتضوی) علی بالین سر رسول کے بیٹھے سر مبارک اپنے زانوں پر رکھا اور روح پاک حضرت کی اپنے اصلی مرکز عالم قدس کیطرف رحلت کرگئی۔ تمامی کتب سیر و تواریخ مین حضرت عزرائیل قابض ارواح کے آنے اور حضرت فاطمہ سے تین مرتبہ اجازت داخلہ طلب کرنے اور حسب ہدایت حضور فاطمہ کے اجازت دینے پر داخل ہو کر بعد بشارات روح القدس باجازت حضرت قبض روح کرنیکے تفصیلی حالات مندرج ہین جو ناظرین کو کتب مناقب و سیر سے ملسکتے ہین ٭

عزرائیل کا بعد اجازت فاطمہ داخلہ

وفات حسرت آیات رسول۔ عمر کی تلوار بکف ممانعت اشاعت خبر وفات ابوبکر کی فہمایش و خطبہ

وفات رسول

وفات حسرت آیات حضرت کی بروایت اہل السنن بروز دوشنبہ دوازدہم ولبقولے ۲ ربیع الاول ۱۱ھ و بروایات اہل التشیع متفقہ طور پر ۲۸ صفر ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء بعمر ۶۳ سال ہوئی اور شب چہارشنبہ مین دفن ہوئے

یہ ظاہر ہے کہ اس قیامت عظمیٰ سے فاطمہ زہرا علی و حسنین کی جو ہر وقت پیارے شفیق نانا کے سینہ سے چپٹے رہتے تھے۔
خصوصاً اور بنی ہاشم کی عموماً اسوقت مدینہ کی فضا اور مہاجرین و انصار کی حالت دیکھتے ہوئے کیا حالت ہوئی ہوگی ۔

بعد وفات رسول عمر تلوار کھینچکر کھڑے ہوکر جو کہے گا کہ وفات پائی قتل کیا جاوے گا

روضۃ الصفا میں روایت ہے کہ بعد انتقال حضرت اندر اہلبیت میں سخت ماتم برپا تھا۔ باہر انصار و مہاجرین کا مجمع ہو گیا
عمر بعد انتقال حضرت قسم کھا کر لوگوں سے کہتے تھے کہ رسولخدا ہر گز فوت نہیں ہوئے بلکہ ضعف ہو گیا ہے جیسا موسیٰ کو ہوا تھا
اور بجز احضرت دار دنیا میں اسوقت تک زندہ رہینگے کہ زبان اہل کذب کی کاٹیں گے (اب ناظرین خود دیکھ لینگے کہ یہ قسمیں حضرت
عمر کی کہانتک سچی اور فاروقیت کے شایاں تھیں اور یہ بھی آئندہ دیکھ لینگے کہ اسکی غرض کیا تھی) اور تلوار نیام سے نکالکر
دروازہ مسجد پر کھڑے ہوکر کہتے تھے کہ جو کوئی یہ کہیگا کہ رسولخدا نے انتقال کیا اسکے جسم کے دو ٹکڑے کردونگا (اللہ رے بہادر اور
واہ رے مدبر کہ واقعہ انتقال تا حصول مقصد شہرت نہ پکڑنے پائے) اس سے اصحاب میں حضرت کی وفات کی بابتہ اشتباہ
پیدا ہو گیا (کسقدر غرض حاصل ہوئی ممکن ہے کہ بہت سے اصحاب وہاں سے چل بھی دیئے ہوں) اسپر ابوبکر (جو غالباً سنح سے آگئے ہونگے)
دوڑے ہوئے اندر گئے اور حال دیکھکر باہر آئے اور چھ مرتبہ عمر سے کہا کہ "اے عمر چپ رہو اور ایسا مت کہو۔ رسول فوت ہو گئے
کیا تو نے نہیں سنا کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب میں حضرت سے خطاب کرکے فرمایا ہے "انک میت و انھم میتون" اور
قرآن میں یہ بھی ہے کہ "وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد فان مت فھم الخلدون" اور ابوبکر نے بالائے منبر جا کر خطبہ

ابوبکر کا خطبہ

پڑہا اور کہا کہ "من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت (اگر بنظر
عمیق محل استعمال پر لحاظ کرکے غور کیا جائے تو اسموقعہ کے یہ فقرے بھی وہی حسبنا کتاب اللہ کی تفسیر معلوم ہونگے) اور بعد
اسکے آیہ کریمہ "وما محمداً الا رسول ... الخ" تلاوت فرمائی (اور واقعی ایسے موقعہ پر اسکے پڑہنے کی ضرورت بھی تھی تاکہ
لوگ سمجھ لیں کہ محمدؐ تھے ہی کیا ایک رسول تھے جو ختم ہوگئے جیسا کہ آجکل کے نجدیوں کا عقیدہ ہے) عمر کہتے ہیں کہ بخدا گویا میں نے
ان آیات کو کبھی سنا ہی نہ تھا (کیا علم قرآن ہے اسکا جو جائز حقدار خلافت رسول سمجھا جاتا ہو) جب ابوبکر سے سنا تو لرزہ
میرے بدن میں پڑ گیا اور میں گر پڑا۔ تب آدمیوں کو (جو دو چار سنگئے ہونگے) یقین حضرت کی وفات کا ہوا بہم

عمر و ابوبکر و ابوعبیدہ رسول کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر سقیفہ چلے گئے جو صرف اہلبیت کے ذمہ رہی

بعد فراغت اس خطبہ کے ابوبکر بعد ادائے مراسم تعزیت اہلبیت سے یہ کہکر کہ غسل و کفن و دفن کا کام تمہارے متعلق ہے
(اور حکومت کا انکے متعلق ہے) کیا خوبصورت تقسیم کام کی تھی۔ اور کیوں نہ ہوتی رسول انکے تھوڑا ہی تھے تیمارداری
کی درخواست بھی ایک مصلحت پر مبنی تھی جو حاصل ہوگئی) اور خود معہ عمر و ابوعبیدہ جراح جانب سقیفہ بنی ساعدہ دوڑ

عمر و ابوبکر معہ ابوعبیدہ سقیفہ بنی ساعدہ کو دوڑے چلے گئے

گئے کیونکہ سنا تھا کہ سرداران انصار سقیفہ میں جمع ہوکر چاہتے ہیں کہ امر خلافت کو قرار دیں یہ سب عبارت روضۃ الصفا

صرف اہلبیت پر تجہیز و تکفین چھوڑ دیگئی

کی ہے۔ ابن خلدون۔ طبری۔ ابوالفدا۔ تاریخ الخلفا وغیرہ سے بھی بالکل یہی مضمون ظاہر ہوتا ہے کہ ابوبکر و عمر کار تجہیز و تکفین رسول کو صرف اہلبیت پر چھوڑکر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے" اور مصطفے را بکفن بگذاشتند

تجہیز و تکفین و غسل رسول مین کون کون شریک ہوا و سبب تاخیر دفن رسول صحابہ تین دن بعد تک غایب. عایشہ کی لاعلمی وقت دفن رسول سے

کون کون تجہیز و تکفین رسول کو رہ گیا

بقول روضۃ الصفا جب ابوبکر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے تو گھر مین رسول کے صرف علی عباس فضل قثم پسران عباس اسامہ بن زید و صالح آزاد کردہ رسول جسکا لقب شقران تھا رہگئے تھے مردو مین سوا انکے اور کوئی نہ تھا۔ در حجرہ بند کرلیا گیا۔ انصار مین سے صرف اوس بن خولی انصاری و بقول ابوالفدا کے ابوطلحہ انصاری نے علی سے التجا کی کہ اسکو تجہیز و تکفین رسول مین شریک کرلیا جاوے چنانچہ وہ شریک کرلیا گیا۔

غسل رسول در کس کس نے دیا

بروایت روضۃ الصفا رسول کو انکے کپڑو مین ہی غسل دیا گیا علی نے غسل دیا۔ ایک پارچہ ہاتھ سے لپیٹ کر جامہ مبارک کے اندر ہاتھ ڈالکر غسل دیا گیا فضل بن عباس حضرت کے پیراہن کو اٹھاتے تھے۔ اسامہ بن زید و شقران پانی ڈالتے تھے۔ عباس و قثم کروٹ بدلواتے تھے۔ ایک مرتبہ آب خالص سے ایک مرتبہ آب سدر سے۔ اور ایک مرتبہ آب کافور سے غسل دیا گیا جسم اطہر پر دو پیراہن و ایک نیم تنہ تھا جسکو بعد غسل چھوڑ دیا گیا بروایت عایشہ حضرت کو تین کپڑوں مین کفن دیا گیا جو سیے ہوئے نہ تھے و بروایت عباس کفن حضرت کا دو قطعہ ثوب سفید کے تھے اور ایک برد یمانی تھی۔ بعد غسل و کفن کے حضرت کو ایک سریر پر لٹایا گیا جو ام سلمہ کا چار ہزار درہم کا خرید کردہ تھا۔ تھوڑی دیر جنازہ حضرت حسب ہدایت حجرہ مین تنہا چھوڑ دیا گیا کہ ملائکہ نے نماز پڑھی۔ پھر علی و عباس و گروہ خواص اہلبیت نے نماز پڑھی۔

سبب تاخیر دفن رسول

اسکے بعد صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہین کہ تمام مہاجرین و انصار و لڑکوں اور عورتوں نے آکر علیحدہ علیحدہ بلا امامت کے نماز ادا کی بعضے کہتے ہین کہ یہی سبب تاخیر دفن کا ہوا گویا تین روز تک نمازین ہی پڑھی جاتی رہین) اور بعض کہتے ہین کہ تاخیر کا سبب یہ تھا کہ اس امر مین اختلاف ہوا کہ حضرت کو دفن کہاں کیا جاوے کچھ رائے تھی کہ قبرستان بقیع مین دفن کیا جاوے بعض کی رائے مسجد کی تھی بعض کے نزدیک گھر مین ہی دفن کرنا مناسب تھا۔ اب لکھتے ہین کہ شیعہ کہتے ہین کہ سبب تاخیر یہ تھا کہ تمامی مہاجرین و انصار تعین امر خلافت مین مشغول تھے مگر بزعم اہلسنت یہ نہین ہے رہا یہ واقعہ یہی ہے) ابوبکر نے آکر کہا کہ اسی مقام پر دفن ہونا چاہیے جہان روح مقدس قالب اطہر سے علیحدہ ہوئی۔ مگر مولوی عبیداللہ امرتسری اپنی سوانحعمری

ابوبکر سقیفہ سے بعد دفن رسول لوٹے

مین لکھتے ہین کہ ابوبکر سقیفہ سے اسوقت لوٹے تھے جب حضرت دفن ہوچکے تھے اور شرکت جنازہ سے محروم رہے جسکا انکو مدت العمر قلق رہا۔

عائشہ کو معلوم نہوا کہ رسول کب دفن ہوئے

بہرحال طے یہی ہوا کہ حجرہ عائشہ میں ہی دفن ہوں لیکن "روضۃ الصفا" میں حضرت عائشہ سے ایک حیرت انگیز روایت نقل کی گئی ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ "ہمکو معلوم نہوا کہ رسول اللہ کب دفن ہوئے سہ شنبہ کی صبح تک" (ایک تو زوجہ رسول دوسرے انکے ہی حجرہ میں رسول دفن ہوں اور انکو خبر نہو کہ رسول اللہ کب دفن ہوئے۔ کیا یہی تعین خلافت کے شور میں شریک اور مصروف تھیں موقعہ تو تھا باپ کو شاہی اسلام ملنے کی کوشش تھی)

ابوطلحہ انصاری نے قبر کھودی

مدینہ میں دو شخص گورکنی کا کام کرتے تھے ایک ابوعبیدہ جراح جو قبور مہاجرین بطریق خضر کھودا کرتا تھا۔ دوسرا ابوطلحہ انصاری جو قبور انصار بطریق لحد کھودتا تھا۔ دونوں کو بلوایا گیا کہ جو پہلے آجائیگا۔ اسی سے قبر کھدوالی جائیگی۔ ابوعبیدہ جراح نہ ملے یا نہ آئے اور وہ ملتے یا آتے کہاں سے وہ تو سقیفہ بنی ساعدہ میں ساتھ لیجائے گئے تھے انکو معاملہ خلافت سے فرصت کہاں تھی ابوطلحہ آئے انہوں نے اپنے طریق پر قبر حضرت کی کھودی ۔۔

دفن رسول علی آخر شخص تھے جو قبر رسول سے نکلے و مرثیہ فاطمہ

دفن رسول

بروایتے شب چہار شنبہ کو جسد اطہر آغوش قبر میں اتارا گیا۔ دوشنبہ کو انتقال ہوا تھا۔ بروقت دفن کے بروایت روضۃ الصفا صرف عباس۔ علی۔ عقیل بن ابیطالب۔ شقران۔ فضل و قثم پسران عباس۔ اسامہ۔ عبدالرحمن بن عوف قبر ہی پر تھے شقران نے ایک قطیفہ جو فتح خیبر میں حضرت کے ہاتھ آیا تھا فرش قبر پر بچھا دیا تھا یہ بات مخصوص حضرت کیواسطے ہی تھی۔

علی آخر شخص تھے جو قبر رسول سے نکلے

آخر شخص جو قبر رسول سے باہر آیا وہ علی تھے جب سب مخصوصین حضرت قبر سے نکل آئے تو مٹی دیدی گئی۔ صورت قبر منور کی بروایتے مسطح و بروایتے مسنم تھی۔ اس تمام تحریر روضۃ الصفا سے ظاہر و ثابت ہوگیا کہ غسل و تجہیز و تکفین یہانتک کہ دفن رسول میں بھی سوائے خاندان رسالت کے صحابہ میں سے جو پروانے شمع رسالت کے کہے اور مانے جاتے ہیں کوئی بھی شریک نہوا اور مولانا روم کا یہ شعر بالکل سچ ہے ؎

چوں صحابہ حب دنیا داشتند ؛ مصطفیٰ را بےکفن بگذاشتند

مرثیہ رسول مصنفہ فاطمہ

انتقال پرملال حضرت میں حضرت فاطمہ و دیگر اہل خاندان حضرت نے مراثی کہے جو کتب سیر میں بکثرت موجود ہیں حضرت فاطمہ کے تین شعر درج کئے جاتے ہیں ؎

اذا اشتد شوقی زرت قبرک باکیا ؛ انوح واشکوا لا اراک مجاوبی

جب میرا شوق بڑہا تو میں نے روتے ہوئے آپکی قبر کی زیارت کی ؛ میں نوحہ کرتی ہوں اور شکایت بھی لیکن یہ کیا ہوگیا کہ آپ مجھکو جواب نہیں دیتے

فیاساکن البطحا علمتنی البکاء ؛ وذکرک انسانی جمیع المصائب

پس اے پتھریلی جگہ میں رہنے والے آپنے مجھکو رونا سکھا دیا ؛ اور آپ کی یاد نے تمام مصیبتیں مجھے بھلا دینا ؛

فان کنت عنی فی التراب مغیبا　　　فما کنت عن قلبی الحریق بغائب

پس اگر آپ مجھ سے علیحدہ ہوکر زمین مین پوشیدہ ہوگئے ہین　　　تو آپ میرے دل سوزان سے تو غایب نہیں ہین

دفن رسول کا نظارہ۔ مولوی شبلی کی تسلیم واقعات و رفع الزام کی کوشش و اسپر تنقیدی نظر

جنازہ رسول و دفن مین سوائے اہل خاندان کے کوئی شریک نہوا

ناظرین مسلمانان عالم تو درکنار غیر اقوام کو بھی خیال ہوگا کہ رسول اسلام کا جنازہ تھا جس کے فیض ہدایت سے اس ۲۳ سال کی مدت مین لاکھون مسلمان ہوگئے تھے کہ حجۃ الوداع مین اسکے ساتھ ایک لاکھ مسلمانونکا مجمع تھا غیر مستطیع مسلمان اسکے علاوہ رہے اور جسکے دین کا تمام عرب مین ڈنکا بج رہا تھا۔ اسکا جنازہ بڑے ہجوم و شکوہ و شان کے ساتھ اٹھا ہوگا اسکی رعیت نے خصوصاً اس کی سب سے پیاری اکلوتی بیٹی فاطمہ کو ایسے جلیل القدر باپ کا بڑے مجمع کے ساتھ پرسا دیا ہوگا خصوصاً وہ لوگ تو ضروری جنازہ کی مشایعت مین ہونگے جنہیں تاریخ بابِ اسلام نے رکن اسلام قرار دیاہے اور جو ایک جم غفیر کے نزدیک دلدادگان رسول و رہرو راہ اسلام مانے جاتے ہین. مگر آپ ان لوگونکے نام بھی اُنہین تاریخون سے سن چکے جو تجہیز و تکفین و دفن رسول مین شریک ہوئے اور جس شکوہ کے ساتھ جنازہ رسول اٹھا اور جتنے آدمی جنازہ کیساتھ تھے دیکھ چکے واقعی اس سے زیادہ اسلام کو کوئی دوسرا موقعہ شرم کرنے کا غیر قومونکی نگاہون مین نہیں ہوسکتا. علی و فاطمہ کو جس جس عنوان و الفاظ سے پرسا دیا گیا اور ان مصیبت زدہ پسماندگان رسول سے جو جو ہمدردیان کیگئین ان سے تواریخ خالی نہین جو تالیف ہذا کی آخر مین ملاحظہ فرمائینگے لیکن آخر یہ کیون ایسی کایا پلٹ مسلمانون کی اور اسلام کی ہوگئی؟ اسکا دیکھنا تاریخ مین نگاہ کیواسطے جس نے ابتدا سے تمدن و طبائع عرب. اسلام کی تدریجی کیفیات. رسول کی آخری حصہ عمر کے حالات. علی کے غیر معمولی عروج منزلت اور اسباب. منافقین کی ریشہ دوانیون و وابستگان اسلام کے منصوبون و ارادونکا بغور مطالعہ کیاہے کچھ زیادہ دشوار نہین ہے

ہم ایک انگریزی مورخ واشنگٹن ایروِنگ کی ایک مختصر سی تحریر لکھکر جس سے اسپر ایک خفیف سی روشنی پڑتی ہے اس بحث کو ختم کردینا چاہتے ہین وہ لکھتا ہے کہ جسوقت علی اور انکے دوست فاطمہ کے گھر مین مشورہ دفن مین مصروف اور یہان (یعنی مدینہ یا سقیفہ) کے واقعات سے بیخبر تھے. ان لوگون نے شوریٰ کی ترکیب اختیار کی کہ مسئلہ خلافت کو آپس مین طے کرڈالین. انمین سب سے ممتاز دو شخص ابوبکر و عمر تھے اس مجمع کا پہلا کام اس امر کا اعلان تھا کہ حکومت اسلام موروثی نہین بلکہ انتخابی ہونی چاہیئے جس سے علی کے حقوق برباد کردیئے گئے اور معاملہ خلافت کو انتخاب پر چھوڑ دیا یہ قریش کے حسد پر مبنی کہا جاتا ہے جو قریش کی شاخ عبد الشمس کی اولاد مین موجود تھا انہین خوف تھا کہ اگر علی کے حقوق کا لحاظ کیا گیا تو اختیار خلافت مثل خانہ کعبہ کی مجاوری کے ہمیشہ کے لیئے آل ہاشم کے اندر مخصوص ہوجائیگا.... ابوبکر کے حقوق کو انکی بیٹی عایشہ نے بہت زور دیکر پیش کیا جنکا مسلمانون مین بہت اثر تھا اور جنہین اپنے باپ کے لیئے دنیا پر جوش غبطہ نہین ہوا تھا جتنا کہ علی

کی نفرت کیوجہ سے کیونکہ انہوں نے عائشہ کی نسبت ایک الزام سننے کی توجہ کی تھی مولف تاریخ الاسلام بھی کسیقدر جائزہ تاسف سے لکھتے ہین کہ "افسوس خاندان نبوت بھی اس سے خالی نہ رہ سکا. ابھی حضرت دفن بھی نہ ہوئے تھے کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین خلافت پر بحث شروع ہوگئی" ۔

مولوی شبلی کا تسلیم واقعات کرنا و استعجاب و افسوس

مولانا شبلی نے بھی جو کسیقدر واقعات کو تسلیم کرتے ہوئے اس حالت کا نقشہ کھینچکر اس پر ہیبت کے دھونیکی بیکار کوشش فرمائی ہے جو خالی از دلچسپی نہین وہ استعجاباً تحریر فرماتے ہین کہ "یہ واقعہ بظاہر تعجب سے خالی نہین ہے کہ آنحضرت نے انتقال فرمایا تو فوراً نزاع پیدا ہوگئی اور اس بات کا بھی انتظار نہ کیا گیا کہ پہلے تجہیز و تکفین سے فراغت کر لیجائے. کسکے قیاس مین آسکتا ہے کہ رسول اللہ انتقال فرمائین اور جن لوگونکو عشق و محبت کا دعویٰ ہو وہی انکو بے گور و کفن چھوڑکر چلے جائین اور اس بندوبست مین مصروف ہون کہ مسند حکومت اور دنکے قبضہ مین نہ آجائے. تعجب پر تعجب یہ ہے کہ یہ فعل اُن لوگوں (حضرت عمر و ابوبکر) سے سرزد ہو جو آسمان اسلام کے مہر و ماہ تسلیم کئے جاتے ہین اس فعل کی ناگواری اور زیادہ نمایاں ہوتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں کو آنحضرت سے فطری تعلق تھا یعنے حضرت علی و خاندان بنی ہاشم انپر فطری تعلق کا پورا اثر ہوا اور اسیوجہ سے انکو آنحضرت کے درد و غم اور تجہیز و تکفین سے ان باتوں کیطرف متوجہ ہونے کی فرصت نہ ملی" پھر آگے چلکر فرماتے ہین کہ "ہم اسکو تسلیم کرتے ہیں کہ کتب و سیر سے بظاہر اسی قسم کا خیال پیدا ہوتا ہے لیکن حقیقت مین ایسا نہین کیوں نہیں؟ کچھ پتہ نہین. اور نہین معلوم ہوتا کہ اس حقیقت کا انکشاف یا انعکاس مولانا موصوف پر کن الہامات کے ذریعہ سے ہوا) فرماتے ہین کہ "یہ سچ ہے کہ حضرت عمر و ابوبکر وغیرہ آنحضرت کی تجہیز و تکفین چھوڑکر سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے

مولوی شبلی کا اقرار واقعات

یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے سقیفہ مین پہنچکر خلافت کے بارے مین انصار سے معرکہ آرائی کی اور اسطرح کوششوں مین مصروف رہے کہ گویا انپر کوئی حادثہ ہی نہیں پیش آیا تھا یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کو نہ صرف انصار بلکہ بنی ہاشم اور حضرت علی سے بھی بزور منوانا چاہا. گو بنی ہاشم نے بآسانی انکی خلافت تسلیم نہیں کی (ان سب باتونکو تسلیم کرکے مولانا شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین کہ) لیکن اس بحث مین غور طلب جو باتین ہیں وہ یہ ہین کہ کیا خلافت کا سوال حضرت عمر وغیرہ نے چھیڑا تھا. کیا یہ لوگ خود اپنی خواہش سے سقیفہ بنی ساعدہ گئے..... اور ایسی حالت مین جو کچھ حضرت عمر وغیرہ نے کیا کیا وہ کرنا چاہیئے تھا یا نہین؟ ۔

رفع الزام کی کوشش

تحریر مولوی شبلی پر تنقیدی نظر

ہمارا مقصد واقعہ و حالات پر روشنی ڈالنا تھا جو مولانا موصوف کے مسلمات سے جو خود انہوں نے کئے ہین حاصل ہو جاتا ہے اب آگے جو انکی توجیہات ہین انکی تشریح و تردید یہ مناظر کا کام ہے جو بآسانی انہیں کے بیان کی تواریخ و حالات و نوعیت واقعہ سے بخوبی کرسکتا ہے ہمارا مطمع نظر مناظرہ نہیں ہے کہ انکی تردید کرین مگر مولانا موصوف کے اتنا عرض کئے بغیر

گذر جانیکو بھی دل نہین چاہتا کہ اول تو آئندہ واقعہ کیحالت سے ظاہر ہوگا کہ یہ سوال ضرور انہیں حضرات کا اٹھایا ہوا تھا اور آج کا نہین بلکہ پہلے کا سوچا اور سمجھا ہوا تھا جیسا کہ سیقدر ناظرین واقعہ عقبہ کارروائی وثیقہ سے بھی دیکھ چکے ہین اور اگر یہ بھی نہو تو اسطرف توجہ کرنیکا سب سے پہلے بنی ہاشم و علی کا کام اور حق تھا نہ کہ اُن حضرات کا جو نہ بحیثیت قرابت بحیثیت علم و فضل نہ بحیثیت خدمات کے اس منصب خلافت کا کوئی جائز حق رکھتے تھے مصاحب رسول ضرور تھے جیسے اور ہزاروں تھے اور وہ بھی ایسے کہ ہمیشہ مشکل و مخدوش موقعوں پر رسول کو دشمنوں مین تنہا چھوڑ چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے رسول کے اقوال و افعال پر معترض رہتے تھے ورمخالفت پر آمادہ ۔ آخر وقت تک مین رسول کو ناخوش کیا کسی وقت مین کوئی نمایاں خدمت اسلام کی اُن سے ظاہر ہوئی ؟ انہین رسول کے جنازہ کو چھوڑ کر دوڑ جانے کی کیا ایسی ضرورت تھی اور اگر کچھ ہمدردی اسلام تھی تو خبر ملنے پر سب سے پہلے علی اور بنی ہاشم کو اسکی اطلاع کرتے اور انکے صلاح و مشورہ سے جو کچھ کرتے کرتے جسکا کوئی ثبوت کسی تاریخ سے نہین ملتا نہ یہی پتہ چلتا ہے کہ اپنی خواہش سے نہین گئے تھے بلکہ کسیکے بھیجے یا مجبور کیئے ہوئے گئے تھے ۔ اور گئے بھی تھے اور انکو رسول و دین رسول سے کچھ محبت یا ہمدردی تھی تو اس مجمع مین جاکر اخلاقاً بھی انکا فرض یہ تھا کہ اُنسے کہتے کہ بھائیو اول دفن رسول سے فارغ ہو لو اسکے بعد اس قصہ خلافت کو طے کرنا ہمارے خیال مین تو کوئی مسلمان بھی ایسا نہوتا جو اس معقول بات کو نہ مانتا اس اہم فرض کیطرف علانیہ توجہ دلانے پر بھی اسکی طرف سے منہ موڑتا اور اگر یہ بھی نہین تو ان کی نیک نیتی و انصاف کا مقتضی تو یہ تھا کہ یہ کہتے کہ بھائیو اس جلسہ مین علی کو یا خاندان رسول مین سے بھی تو کسیکو شریک کرلو جس کی جانشینی کا قصہ طے کر رہے ہو اور اگر یہ نہین تو خلوص و نیک نیتی کی بات تو یہ تھی کہ سب سے پہلے وہ رسول کے صاف و صریح اعلانات کیطرف توجہ دلاکر اور علی کی اُن عظیم خدمات اسلامی کو یاد دلاکر جن کی بدولت اسلام اسلام کہلائے جانے کی قابل ہوا اور جو کہ بلحاظ قرابت و محبت رسول و کیا بلحاظ علم و فضل ، زہد و اتقا ، عدل و شجاعت و تمامی صفات حمیدہ کے تمامی امت سے افضل تھے اور بوجہ اپنی خدمات کے بھی سب سے زیادہ مستحق خلافت رسول تھے انکو اس مجمع کے سامنے پیش کرتے اگر کثرت رائے انکے یا خاندان رسول مین سے کسیکے بھی خلاف ہوتی تب ہی اپنے آپ کو پیش کرتے ۔ مگر سقیفہ کی کارروائیوں سے جو آگے چلکر پیش کیجائینگی ناظرین دیکھ لین گے کہ ان مین سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی پھر کیسے کوئی منصف طبیعت یہ تسلیم کر سکتی ہے کہ انہوں نے وہ کیا جو انکو کرنا چاہیئے تھا جسکا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو کچھ ہو لیے تھیں وہ اسطرح پہ ہرگز انکو نہ کرنا چاہیئے تھا ۔

انس بن مالک کی روایت

اسکی تائید مین ہم صرف مدارج النبوت کی انس بن مالک والی روایت کو پیش کرینگے جسمین ہے کہ انس کہتے ہین کہ ہنوز رسول خدا کے دفن سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ دل ہمارے پھر گئے زکاہ سے یعنی غالباً محبت رسول یا خاندان رسول یا

خود اسلام سے مطلب ہوگا، اور پردہ ہمارے اوپر پڑا کہ ایسا انکار کیا ہمنے اپنے دلون کے تئین ہر ایک سے (یعنی اس چیز کو جو ہم کرنا چاہیئے تھی)

اگرچہ ہمارا کام جو سوانحعمری رسول کا تھا وہ وفات رسول تک پہنچکر ختم ہو جاتا ہے سقیفہ بنی ساعدہ مین کیا ہوا اور کسطرح ہوا یہ بعد کے واقعات ہین جنکے واسطے علیحدہ ایک مبسوط رسالہ و تالیف کی ضرورت ہے، لیکن چونکہ واقعہ سقیفہ اور وفات رسول ایک دوسرے سے دست و گریبان ہین اور تواریخ کیموافق دفن حضرت بھی تین روز کے بعد یعنی بعد طے ہونے امر سقیفہ کے ہوا لہذا ضرورت ہوئی کہ وہاں کے واقعات کا بھی مجملاً و مختصراً ذکر کرتے چلین ؛

واقعات وحالات سقیفہ بنی ساعدہ۔ مخبری کی تحقیق سقیفہ مین مجمع کن لوگونکا تھا

واقعات سقیفہ بنی ساعدہ

کہا یہ جاتا ہے کہ بعد رحلت رسول ہی سقیفہ بنی ساعدہ مین کچھ انصار واسطے طے کرنے امر خلافت کے جمع ہوگئے تھے جسکی خبر بقول دیگر مورخین تو ایک مخبر نامعلوم الاسم کے ذریعہ سے اور بقول روضۃ الصفا مغیرہ بن شعبہ کے ذریعہ سے جو ایک مدبر مشہور تھا ابوبکر و عمر کو ہوئی تو یہ دونون ابوعبیدہ جراح کو ساتھ لیئے ہوئے بلا توقف و بلا انتظار تجہیز و تکفین رسول وہاں کو چلدیے۔ اصلی صورت واقعہ کے سمجھنے کے واسطے ناظرین کو یہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ سقیفہ بنی ساعدہ مدینہ سے تین کوس کے فاصلہ پر تھا۔ اتنا فاصلہ طے کرنیکو کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ کی ایک جوان آدمی کیلئے ضرورت ہے، اب دیکھنا اس امر کا ہے کہ آیا یہ مخبر کوئی اتفاقیہ اور ہمدرد اسلام مخبر تھا یا پیشتر کا کسیکا مخصوص معین کردہ تھا۔ اس نے کہانسے آکر خبر دی اور کسکو؟ اور یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ بقول ابن خلدون انتقال رسول کیوقت ابوبکر اپنے عیال کے پاس سنخ مین تھے معلوم نہین کب تشریف لائے۔ غالباً خبر رحلت رسول پاکر ہی تشریف لائے ہونگے پس اگر یہ مخبر اتفاقی اور ہمدرد رسول یا اسلام کا ہوتا تو سب سے پہلے وہ اس خبر کو علی یا کسی بنی ہاشم کے پاس پہنچاتا جنکو رسول سے تعلق قرابت و وراثت تھا مگر وہ لوگ آخر وقت تک اس شوریٰ اور اجماع سے لاعلم رہے یا سوا ان مخصوص دو بزرگوارونکے جنکے نام اوپر آچکے ہین۔ دیگر مہاجرین یا اہل مدینہ مین سے اور کسی سے اسکا تذکرہ کرتا۔ انہین ۲ دو شخصوں کی خصوصیت کی کیا وجہ تھی لیکن اسکا کسی اور سے کہنا یا کسی اور کا ان بزرگوارونکے ساتھ جانا کسی تاریخ سے ثابت نہین ہوتا۔ لہذا ثابت ہوا کہ یہ مخبر پہلے کا معین کردہ تھا انہین دو حضرات کا۔

کیا مخبر آزاد تھا یا معین کردہ

اب رہا یہ امر کہ مخبر نے کہاں سے آکر خبر دی۔ ضرور ہے کہ سقیفہ سے بھی آکر خبر دی ہوگی ورنہ اسکو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ کس غرض سے اجماع ہے اور کہاں جمع ہونگے۔ تو ایسی حالت مین جبکہ مخبر وہاں سے اجماع دیکھکر آیا اور یہ یہاں سے جائے جنکو پہنچتے پہنچتے جبکہ پیدل گئے تھے کم از کم تین گھنٹہ کا وقفہ ہو جاتا۔ اتنی مدت مین تو انصار آپس مین نہایت آسانی سے سعد بن عبادہ کو جو رئیس قوم اور رسول کے نزدیک بھی ممتاز تھے یا کسی اور کو امیر و خلیفہ بنا کر جبکہ کوئی مخالف نہ تھا بیعت وغیرہ کے قصے سے

بھی فراغت حاصل کرسکتے تھے جسکے بعد انکا پہونچنا اور اختلاف کرنا ویسا ہی بے سود ہوتا جیسا کہ انکی بیعت کے بعد دونکا اختلاف بے سود ہوا۔ یہ عین وقت پر جبکہ گفتگو شروع ہی ہوئی تھی پہنچا کیسا +

مخبر نے خبر کہاں پہنچائی

دوسری بات یہ دیکھنی ہے کہ مخبر نے یہ خبر کہاں پہنچائی۔ یہ بالکل ظاہر ہے کہ اسمقام پر تو پہنچائی نہیں جہاں چند خاندانی آدمی تجہیز و تکفین رسول کے سامان میں مصروف تھے ورنہ علی و بنی ہاشم کو بھی ضرور اطلاع ہوتی۔ اگر مخبر کسیوجہ سے ان تک نہ پہونچ سکتا تھا تو یہ دونوں بزرگوار تو صفائی قلب سے علی یا عباس یا کسی اور بنی ہاشم سے اسکا تذکرہ کرتے کہ انصار کے اس غرض سے اجتماع کی خبر ملی ہے ہم اسکے انسداد کو جاتے ہیں یا اور مہاجرین یا شرفا اہل مدینہ کو اطلاع دیکر تا تجہیز و تکفین رسول اس معاملہ کے التوا کرانے کیغرض سے انکو اپنے ساتھ لیجاتے۔ انکو یہ کیسے یقین یا گمان تھا کہ انصار کے مجمع کثیر کے مقابلہ مین ہم دو یا تین شخص سربرو کامیاب ہو جائینگے۔ ان تمام باتوں پر لحاظ و غور کرنے سے ایک منصف تاریخ بین نگاہ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہسکتی کہ یہ سب وہی پہلے کی کہی بدی اور طے شدہ باتین تھین جنکی بابت پیشتر عہدنامہ تحریر ہو چکا تھا کہ بعد رحلت رسول فوراً جمع ہو کر امر خلافت کو قبل اسکے کہ علی و بنی ہاشم رسول کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہون طے کر لینا چاہیئے +

پہلے کی کہی بدی باتین تھین

اعثم کوفی کی روایت

اس خیال کا کچھ کچھ ثبوت اعثم کوفی اور روضۃ الصفا کی اس عبارت سے بھی ملتا ہے کہ "ایک جگہ جہان ابو الہثیم بن تیہان ابوبکر و دیگر مہاجر و انصار جمع تھے یہ طے پایا کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین مشورہ کرکے خلافت کو طے کیا جاوے لیے ان لوگون نے منظور کیا۔ اور دوسرے روز وہان جمع ہوئے" اس سے اس مخبری کے قصہ پر بھی روشنی پڑتی ہے اور واقعہ سقیفہ رحلت کے دوسرے روز کا طے شدہ معلوم ہوتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ جسوقت قرارداد مذکور کیموافق انصار مقام موعود پر کو چلے ہونگے ان بزرگواروں کو بھی حسب وعدہ اطلاع دیگئی ہوگی کہ ہم لوگ چلتے ہین آپ بھی آجائے وہ مجمع انصار ہرگز ان دونوں بزرگوارونکے مخالف مجمع نہین تھا۔ ورنہ بیرون قیاس ہے کہ یہ دو یا تین شخص اس جم غفیر انصار کے مقابلہ مین خاص انہین کے شہر و دیار مین غالب یا کامیاب ہو جاتے یہ تو اس مجمع اور اس مین جانیکی کیفیت تھی اب ذرا اس مجمع کی معرکہ آرائیان قابل غور ہین کہ کہانتک وہ مخلصانہ اور آزادی کہی جاسکتی ہین +

سقیفہ میں کن قبائل کا مجمع تھا

اعثم کوفی بیان ہے کہ مجمع قبائل اوس و خزرج کا تھا۔ یہ ناظرین کو یاد ہوگا کہ ان دونوں قبائل مین قبل اسلام سخت مخالفت اور عداوت تھی۔ اور اگرچہ اسلام نے آپس مین انکو ملا دیا تھا مگر رقابت کے خیالات برابر چلے جاتے تھے قبیلہ اوس تعداد اور قوت مین زیادہ تھا۔ اور یہ قبیلہ ابتدا سے راسخ الاعتقاد نہ تھا اور شدت سے جیسے رسول نے بنی قریظہ کے بارے مین انکی سفارش کو نہ مانا تھا اور انکو قتل کرا دیا تھا۔ رسول سے کاوش رکھتا تھا۔ اور یہ قبیلہ اکثر قبائل یہودیان نواح مدینہ

قبیلہ اوس کی رسول سے کدورت

کا جنکو رسول نے زیر کیا تھا ہم سوگند تھا اسوجہ سے بھی ان قبائل کی سرکوبی ہمیشہ انکے خلاف ہوتی تھی۔ اب کارروائی سقیفہ سے ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ مدبران خلافت نے اس قبیلہ کو پیشتر سے کچھ قرارداد اور مَن سمجھوتہ کرکے اپنے موافق کر لیا تھا۔ جو کامیابی کا ذریعہ ہوا۔

سقیفۂ بنی ساعدہ کی معرکہ آرائیاں وانعقاد بیعت ابوبکر کی کیفیت

سقیفۂ بنی ساعدہ کی معرکہ آرائیاں

اعثم کوفی میں ہے کہ :۔ (مجمع سقیفہ بنی ساعدہ میں قبل پہنچنے شیخین کے) سب سے پہلے خزیمہ بن ثابت جنہیں ذوالشہادتین کہتے ہیں کھڑے ہوئے۔ انہوں نے انصار کی خدمات کا تذکرہ کرکے انصار میں سے کسیکو امیر بنا لینے کی رائے پیش کی اسپر انصار نے یکبارگی سعد بن عبادہ کی امارت پر رضامندی ظاہر کی۔

بشیر اوسی اور قریش کی سفارش

اسید بن حضیر نے قریش کی وکالت کی جسکو انصار نے پسند نہ کیا۔ اسپر بشیر بن سعد نے جو قبیلہ اوس سے تھا۔ نہایت پرمعنی بات کہی کہ "امروز خلافت بقریش مسلم دارید کہ بافتاد شما باشد واگر بر خلاف این بود مثل شما باشد" (اعثم کوفی) یعنے آج خلافت قریش کو دیکر اُنپر احسان کرو تاکہ وہ تمہارے زیر اثر رہیں اور وہ کسی وقت تمہارے ہاتھ آجائے گی ورنہ تمہارا موقعہ اُنسے کچھ برا ہوگا۔ اب ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ان دونوں کی آزادانہ رائے تھی یا انپر ایسا کہنے کا پہلے سے اثر ڈالا گیا تھا کیونکہ ابھی قریش میں سے کوئی موجود نہیں قریش کیطرف سے ابھی کوئی دعوی نہیں۔ بلا دعوے کے ہی سفارش و وکالت کیجا رہی ہے۔ اور وہ بھی اُس عنوان سے جو ابوبکر کے فیصلہ کُن وعدہ وزارت سے بالکل ملتا جلتا ہے۔

عویم بن ساعد کی رائے خلافت خاندان رسالت میں چھوڑ دو

اسپر عویم بن ساعد جنکی شان میں آیہ "فیہ رجال یحبون ان یتطہروا" کا نازل ہونا کہا جاتا ہے۔ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ: سب سے پہلے تم وہ جس نے رسول کے لیئے تلوار اُٹھائی تم تھے اور سب سے پہلے جو انکے دوست اقربا کیخلاف کرنگا وہ تم ہوگے۔ خلافت کو خاندان نبوت میں چھوڑ دو اور اس نفاق سے ہاتھ اٹھاؤ۔" اسوقت ابوبکر و عمر پہونچگئے۔

ابوبکر کی تقریر

اب ان مدبرین نے اس گفتگو کو یہیں سے منقطع کرکے ابوبکر نے اسکے جواب میں اوّل انصار کے خدمات و فضائل کا اعتراف و اقرار کیا (جو کمال تدبر تھا کہ انصار کی اوّل تالیف کر دیجا دے) لیکن اسکے بعد مہاجرین کی تعریف شروع کی (جس میں امامت نماز کا بھی کچھ تذکرہ آیا تھا) اور اسکے بعد کہا کہ عرب بجز قریش کے اور کسی کی امارت پر راضی نہونگے اور پھر کہا کہ ہم تمہارے لیئے ان دو بزرگواروں میں سے کسیکو اختیار کرتے ہیں خواہ عمر بن الخطاب یا ابو عبیدہ جراح سے بیعت کرلو

یا ابوعبیدہ سے بیعت کرلو

(گویا مہاجرین میں سے قریش کو چنا اور قریش میں انہیں دو بزرگوار کو جنہوں نے ساتھ آنے کی تکلیف گوارا کی تھی جن سے راستہ میں مشورہ ہوکر یہ طریقہ طے کر لیا گیا ہوگا) انصار میں کچھ چون و چرا ہونے لگی۔ ثابت بن قیس کھڑا ہوا اور طریقہ ابوبکر پر کیا خوبصورت طنز پیدا کیا ہے۔ کہتا ہے کہ تمہیں نہ چاہیئے کہ صدیق کو گناہ سے نسبت دو اور جب لوگوں نے پوچھا کہ

ثابت بن قیس کی خوبصورت طنز استدلال امامت نماز

کیسے تو جواب دیا کہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ رسول صلعم نے انکو ہمیر نماز مین مقدم کیا جبکہ وہ زندہ تھے اور اسے اس کی دلیل قرار دیتے ہو کہ انہین اپنا خلیفہ کیا۔ اگر ایسا ہے تو ابوبکر نے گناہ کیا اسوجہ سے کہ باوجود اسکے کہ نبی نے انہین ایک کام پر مقرر کیا تھا مگر وہ اس سے بچے (یعنی عمر و ابوعبیدہ کو بغرض بیعت پیش کیا) اسکے دو معنی ہین کہ یا تو تم معصیت مین گرفتار ہو رہے ہو کہ اس چیز کی گواہی دیتے ہو جسے انہوں نے (یعنے رسول نے) نہیں کہا یا وہ جو اس سے سمجھتے ہین"۔

شیخین کی تسلیم

یہ سنکر مہاجرین نے (یعنی ابوبکر۔ عمر۔ ابوعبیدہ نے کیونکہ یہی تین مہاجرین مین سے وہاں موجود تھے) ثابت کی دلیل کو قبول کیا اور کہا کہ رسول نے اپنی علالت کیوجہ سے نیابت کا حکم دیا تھا۔ وہ صرف نماز کی امامت تھی کیونکہ جب رسول آئے اور صدیق کو معلوم ہوا تو وہ (ابوبکر) صف اول مین چلے آئے اور رسول نے آگے جا کر امامت نماز کی وہ نماز رسول کی تھی نہ صدیق کی"۔ اب وہ لوگ جو اس امامت نماز کو جو بذاتہ مشتبہ بھی ہے کہ رسول نے بعد تخلف اپنے حکم کے بھی انکو امامت کا حکم دیا ہو جیسا کہ پہلے دکھلایا اور ثابت کیا جا چکا ہے دلیل استحقاق خلافت مین پیش کرتے ہین۔ دیکھیں کہ یہ دلیل روز اول ہی جڑ سے کاٹ دیگئی تھی جسکو خود انکے پیشواؤن نے تسلیم کر لیا تھا کہ یہ دلیل خلافت نہیں ہے)

تم اپنا امیر بنا لو اور اپنا

اب حباب نے جو قبیلہ خزرج سے تھا کہا "اگر مہاجر تمہاری (یعنے انصار کی) امارت پر راضی نہیں ہوتے تو تم اپنا امیر بنا لو وہ اپنا امیر بنا لین"۔

ابوبکر کی دھمکی کہ ہر گز خاندان رسالت کو خلیفہ نہ کرینگے

ابوبکر نے کہا کہ "اے حباب تم نے بات ٹھیک نہیں کہی۔ عرب تمہاری امارت پر راضی نہونگے۔ اور جب تم نہو گے تو خاندان نبوت مین کسیکو چاہین گے" (جسکو یہ خود کسیطرح نہین چاہتے ہونگے۔ کیونکہ اگر پوچھا جائے کہ پھر اس مین کیا قباحت تھی اور کیا نقصان تھا جو اسکی دھمکی دیگئی کیا خاندان نبوت مین کوئی اسکا مستحق نہ تھا تو جواب بجز خاموشی اور کچھ نہوگا اور اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ کسی پہلی قرارداد کے خلاف ہونیکی دھمکی ہے کہ خلافت کو خاندان رسالت مین ہرگز نہ رہنے دینا چاہیئے) پھر فرمایا "یہ اختلاف جو تم امت مین پیدا کر رہے ہو یعنی خلاف باہمی قرارداد کی رائے دیتے ہو دین و دنیا کے خلل کا باعث ہوگا" (اعثم کوفی) اور بقول روضۃ الصفا۔ ابوبکر نے انصار سے کہا کہ "وظیفہ آنکہ امارت بنام ما باشد و وزارت بنام شما بے مشورت شما ہیچ مہمے تمشیت نہ پذیرد" (یعنے امارت ہمارے نام ہو اور وزارت تمہارے نام اور بغیر تمہارے مشورہ کے کوئی کام نہو) کیا معقول تصفیہ ہے۔ ناظرین دیکھ لینگے کہ یہ بشیر اوسی کے قول سے کتنا ملتا جلتا ہے۔

ابوبکر کا فیصلہ کہ عہد وزارت انصار

انصار نے علی کیطرف توجہ دلائی

عمر نے جلدی ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کے بیعت کر لی

جب مہاجرین نے بمقابلہ انصار افضلیت کا ذکر کیا تو بقول طبری۔ انصار نے کہا کہ "تو پھر علیؑ سے بیعت کر لو کہ وہ پسر عم رسول ہین"۔ عمر ڈرے کہ اختلاف ہوگا (کیوں ہوگا اور کسکو ہوگا کچھ پتہ نہین) ابوبکر سے کہا کہ ہاتھ بڑھاؤ

کہ تم سے بیعت کرلیں"۔ (طبری)

چنانچہ بلاکسی مزید استفسار، رائے زنی، یا انتظار پسندیدگی کے فوراً ہاتھ بڑھا دیا گیا اور اوّل عمر بن الخطاب پھر ابوعبیدہ جراح نے جو پہلے سے ہم صلاح ہو کر آئے تھے بیعت کی۔

اعثم کوفی میں ہے کہ "بشیر بن سعد جو قبیلہ اوس میں سے تھا (یعنی وہی جسنے سب سے پہلے قریش کی وکالت کی تھی) حضرت ابوبکر کی بیعت پر سبقت کرنیوالا تھا"۔

حباب کی طعن

حباب نے جو خزرج سے تھا جس نے اوّل انصار کی بھی علیؑ کی امارت کی رائے دی تھی، کہا کہ "اے بشیر تجھے کیا ہوا کہ تو نے اپنے پسر عم سعد بن عبادہ سے حسد کیا"۔ اب گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے بچے ان لوگوں کے دروازوں پر کھڑے ہوئے جام آب طلب کر رہے ہیں اور انکو نہیں ملتا"۔

ابوبکر کا جواب

ابوبکر نے جواب دیا کہ "اے حباب ہم سے اور ہمارے ابناء جنس سے تم ایسی امید کرتے ہو؟"

مسٹر ارونگ کی تحریر

واشنگٹن ایرونگ نے بھی لکھا ہے کہ "اسکے بعد عمر منبر پر گئے اور بولے کہ اسکے بعد اگر کوئی شخص بلا عوام کی آواز کے شاہی اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لینے کی جسارت کریگا تو اسکی سزا موت ہوگی اور اسطرح کسی دوسرے امیدوار کی کوششوں میں رکاوٹ ڈالدے گی" (سکسیسرز آف محمدؐ)

اب ناظرین نے دیکھ لیا کہ کیسی بیعت ہوئی، کیسا اجماع ہوا، کیسی آزادانہ رائے لیگئی، کیسی اتفاق آراء سے معاملہ طے ہوا؟

کس کس نے بیعت کی

بقول "الفاروق" پہلے پانچ آدمیوں نے بیعت کی۔ اور "روضۃ الصفا" میں ہے کہ "اس روز صرف خواص نے بیعت کی (جو غالباً وہی پانچ آدمی عمر۔ ابوعبیدہ۔ اسید بن خضیر، بشیر بن سعد ہونگے) مہاجرین و قبیلہ اوس نے برغبت تمام صدیق سے بیعت کی اور خزرج کو خجالت حاصل ہوئی"۔ (روضۃ الصفا)

عبدالرحمن کی طعن
زید کا جواب علیؑ نہ ہوتے تو تمہارا کام ناتمام رہتا

بعد قرار داد خلافت کے جب خلافت مآب مع بیعت کنندگان کے باہر نکلے تو عبدالرحمن بن عوف نے انصار پر طعن کیا کہ کیوں تمنے انصار کو مہاجرین پر ترجیح دی تھی؟ (یعنی نتیجہ دیکھ لیا کہ کیا ہوا) تو ان میں سے زید بن ارقم نے جواب دیا کہ "اے پسر عوف اگر علیؑ رسول کی تجہیز و تکفین میں مشغول نہ ہوتے تو تم سب کا کام ناتمام رہ جاتا"۔ (واقعی کیا پر معنی کنایہ ہے؟)

کسطرح آسانی سے بیعت طے ہوئی

کسی تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ معرکہ سقیفہ میں کوئی ایسی دلیل ابوبکر کے لئے پیش کیگئی ہو جو انکے استحقاق خلافت بیعت یا انتخاب کے واسطے کافی ہو۔ دو وجہ ترجیح البتہ پیش ہوئی تھیں۔ ایک تو دوسروں کی زبانی دوسری خود منتخب ہونیوالے کی زبان سے۔ دوسروں کی زبانی وجہ ترجیح امامت نماز تھی جو وہیں پر منقطع کردیگئی اور یہ انقطاع تسلیم بھی کرلیا گیا

خود اپنی زبانی جو وجہ ظاہر کیگئی تھی۔ وہ عام مہاجرین کی افضلیت انصار پر اور مہاجرین مین تمام قریش کی فضیلت تھی اس سے بھی ابوبکر کی کوئی مخصوص فضیلت کسی بات سے ظاہر نہیں ہوتی۔ اسکی بھی انصار نے جبکہ وہ استدلال پیش کی گئی ایک الزامی جواب سے تردید کردی کہ اگر تم کو بوجہ مہاجر ہونیکے انصار پر فضیلت کا دعوی ہے تو علی تو تم سب مہاجرین اور نیز قریش کے اعلی قبیلہ بنی ہاشم سے ہین اور پسر عم و داماد رسول و شیخ المہاجرین والانصار ہین اُنسے بیعت کیوں نہ کیجائے۔ جواب تو معقول تھا اور ان امیدواران خلافت کیواسطے تھا بھی نہایت مخدوش کیونکہ اس جواب سے جسکا کوئی جواب نہ تھا تمام خوشگوار امیدین ختم ہوئی جاتی تھین۔ کہ فوراً حضرت عمر نے ہاتھ بڑھا کر مشکلکشائی کردی اور واقعی اُن سے زیادہ اس مشکلکشائی کا حق بھی کس کو تھا بہ صیغہ اخوت آخر کسدن کام آتا۔ اور بلا اسکے کہ مجمع حضرت ابوبکر کے استحقاق و قابلیت یا مناسبت کے متعلق کافی غور کرکے رائے دیتا تو درکنار اسکو فوراً مبدل بہ عمل کردیا۔ اور حضرت ابوبکر نے بھی بلا دوسروں سے پوچھے ہوئے کہ بھائی تم لوگ بھی اسکو پسند و منظور کرتے ہو یا نہین؟ ہاتھ بڑھا ہی دیا۔ اور فوراً بیعت لے لی۔ عمر کا اتباع ابوعبیدہ نے جو ساتھ ہی آئے تھے اور بشیر نے جس سے وعدہ وزارت کیا گیا تھا۔ اور بعض دیگر اشخاص نے جو پہلے سے خوشآمد و عدودن اور لالچ سے تیار کئے گئے تھے جسکو اجماع کہا جاتا ہے۔ اور اسطرح پیمبر رسول کی خلافت نہایت آسانی سے طے کر لیگئی۔

طرق تقرر خلافت و صحت خلافت ابوبکر کی جانچ

صحت خلافت ابوبکر کی جانچ

ناظرین غور فرمائین گے کہ تقرر خلافت کے بظاہر دو ہی طریقہ ہوسکتے ہین وہ یہ کہ (۱) یا تو یہ تقرر مثل تعین رسالت کے منجانب خدا و رسول بربنا افضلیت و قابلیت کے ہو جس حالت مین اسکی صحت و حقیت مین شبہ کی گنجایش اور غلطی کا امکان باقی نہین رہتا جیسا کہ سلف سے وصایت جملہ انبیا رسابقین کے متعلق ہوتا آیا ہے) یہی مذہب اہل تشیع کا ہے جو خلافت رسول کو علیؑ کے واسطے بوجہ علیؑ کے فضائل و مدارج عرفانی کے نصوص قرآنی و احادیث رسول ربانی سے ثابت کرتے ہین۔ یا (۲) یہ کہ وہ ذریعہ انتخاب و اجماع عام امت کے ہو (جس حالت مین صحت البتہ احتمالی و اختلافی ہوجاتی ہے) جیسا کہ عقیدہ اہلسنت کا ہے۔ ہم اس امر مین بحث کرنا نہین چاہتے کہ ان دونوں طریقوں مین سے کون صحیح اور کون غلط ہے۔ اس امر کا تصفیہ ناظرین خود فرمالینگے کہ رسول اور ایسے رسول کی خلافت کیواسطے جو خاتم النبین ہو اور جسکا دین کامل وحی کیساتھ مخصوص کیا گیا ہو کون طریقہ صحیح ہوسکتا ہے؟ مگر ہان اتنا ہم ضرور دیکھنا چاہتے ہین کہ آیا خلافت ابوبکر کسی طریقہ پر بھی صحیح تصور ہوسکتی ہے یا نہیں؟ طریقہ اول تو اسوجہ سے اُس سے متعلق نہین کہ عقیدہ جمہور اہلسنت کا یہ ہے کہ تعین خلافت کا کام خدا یا رسول سے متعلق ہی نہین بلکہ اسکا تعلق محض امت سے ہے جسکے واسطے افضلیت بھی ضروری نہیں۔ اور طریقہ انعقاد خلافت مذکور بھی جو بقول اہلسنت اجماع سے ہوا اسی امر پر دال ہے کہ

اُسکے واسطے کوئی نص قرآن یا قول رسول کی موجود نہ تھی اور یہی اُنکے اکثر علمار کا عقیدہ ہے ورنہ کسی ایسی نص کے ہوتے ہوئے اجماع کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور نہ حضرت ابوبکر خود عمر یا عبیدہ کے واسطے اوّل تحریک کرتے پس اب جو احادیث رسول متعلق تعیین یا سلسلہ خلافت ثلاثہ کہین کہین پیش کی جاتی ہین وہ یقینی وضعی و خلاف عقاید جمہور اہلسنت ثابت ہوتی ہین اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا طریقہ ثانی یعنی اجماع سے بھی خلافت اوّل کی صحت ثابت ہوتی ہے یا نہین لیکن اسکے دیکھنے کیواسطے اوّل یہ سمجھنا ہوگا کہ اُس عقیدہ کیموافق اجماع کسکو کہتے ہین اور کہانتک وہ کسی امر کی صحت و حقیقت کیلئے حجت ہوسکتا ہے؟

اجماع کی تعریف۔ اس سے انحراف۔ اجماع خلافت پر آخری نظر

اجماع کی تعریف اُسکی حسب کتب اہلسنت

نور الانوار اصول فقہ حنفیہ صفحہ ۲۲۳ و ۲۲۲ و شرح مسلم امام نووی صفحہ ۴۱ و ۳۵۰ و حصول المامول فی علم الاصول سید صدیق صفحہ ۸۰ مین ہے اور ابن حجر مکی و امام غزالی بھی اسیکے قایل ہوئے ہین کہ کُل افراد امت کے اجتماع و اتفاق کو اجماع کہتے ہین کسی ایک فرد کا مخالف ہونا بھی مانع اجماع ہے یعنی اجماع بعد اختلاف ایک کے بھی اجماع نہیں رہتا" اور وہ لکھتے ہیں کہ "مذہب صحیح و مشہور یہی ہے" اور اسیوجہ سے امام احمد حنبل و امام شافعی و شوکانی و شاہ ولی اللہ اسکے قایل ہوئے ہیں کہ اجماع ہونا ممکن ہی نہین اور نہ کسی مسئلہ پر کبھی اجماع ہوا" اور لکھتے ہین کہ "جو شخص کسی امر پر اجماع کا دعوےٰ کرے وہ جھوٹا ہے" (ترجمان القرآن) جلد ۱ صفحہ ۱۶۶ اعلام الموقعین جلد ۱ صفحہ ۱۱ نیل الاوطار صفحہ ۲۶ و ۱۷۵ و ازالۃ الخفا وغیرہ) (اب قایلین اجماع خود غور فرمالین) علامہ شوکانی رسالہ ابطال الاجماع مین و ابن حجر مکی کتاب اعلام مین اور سید صدیق حصول المامول مین کہتے ہین کہ "اجماع کسی امر کی حقیقت پر حجت نہیں ہوسکتا کیونکہ غیر معصومین کے اجماع مین احتمال غلطی کا باقی رہتا ہے" امام نووی کا بھی یہی قول ہے ابن حزم نے محلی سفر پنجم و ششم مین و علامہ سیوطی نے تفسیر اکلیل مین صرف اجماع اہلبیت کو یعنی اجماع معصومین کو بسبب نزول آیہ تطہیر کے البتہ حجت قرار دیا ہے بلکہ ابن حزم نے تو یہانتک لکھا ہے کہ "اُس اجماع پر خدا کی لعنت ہو جس سے علیؑ اور انکے ساتھ کے اصحاب خارج ہون"۔

اب ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ خلافت ابوبکر کے اجماع مین اختلاف ہوا یا نہین اور کس کس نے اس بیعت فلتہ سے جس کو بقول ابن ابی الحدید خود حضرت عمر خدا سے پناہ مانگا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اب جو کوئی ایسی بیعت کریگا تو بیعت کرنے والا اور لینے والا دونو قابل قتل ہونگے" انحراف کیا اور بیعت نہیں کی جس سے اجماع بیعت کی حقیقت پر روشنی پڑے گی۔

مولوی عبید اللہ امرتسری لکھتے ہین کہ "اس مین شک نہین کہ حضرت امیر (علیؑ) ہمیشہ اپنی خلافت کے خواہان رہتے تھے اور انکی یہ خواہش نہ اس غرض سے تھی کہ انکو دنیوی سلطنت ملجاوے (اس سے دوسری خلافتین دنیاوی سلطنت ظاہر ہوتی ہین) بلکہ انکا منشا یہ تھا کہ امور خلافت مین کوتاہیان جو بہ تقاضائے بشریت اکثر خلفا سے ظہور مین آتی ہین احیاناً

بھی وقوع مین نہ آوین"۔ (اس سے علاوہ خلافت ثلثہ کی حقیقت و نوعیت کے اور علی کے صدر دبشریت اعلیٰ و کوتاہیوں سے مبرا ہونیکے انکا ہمیشہ بیعت شیخین سے اختلاف و انحراف ظاہر و ثابت ہوتا ہے)

ابوالفدا کی تفصیل

اُبوالفدا کہتا ہے کہ بنی ہاشم (جنکے راس و رئیس علی تھے) اور زبیر و عتبہ بن ابولہب و خالد بن سعید بن العاص و مقداد بن عمر سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری۔ عمار یاسر۔ براء بن عازب۔ ابن کعب۔ علی کے ساتھ رہے۔ ان لوگوں نے بیعت نہین کی۔ ابوسفیان جو بنی امیہ سے تھا الگ رہا۔ عتبہ بن ابولہب نے تو اشعار ذیل بھی اسکے متعلق کہے تھے۔ کہ ؎

اشعار عتبہ

ما كنت احسب ان الامر منصرف ✽ من بنى هاشم ثم منهم من ابو الحسن

من اول الناس ايمانا سابقا ✽ واعلم الناس بالقران والسنن

وآخر الناس عهداً بالنبى ومن ✽ جبريل عون له فى الغسل والكفن

من فيه ما فيهم لا يمترون به ✽ وليس فى القوم ما فيه من الحسن

ترجمہ: "ہم جانتے تھے کہ خلافت اور حکم اولاد ہاشم سے جاتا رہیگا۔ اور بالخصوص انمین سے ابوالحسن سے۔ جو سب سے پہلے ایمان لائے اور قرآن و سنن کے سب سے بہتر جاننے والے تھے۔ اور سب سے آخر عہد رسول سے تھے جن کی غسل و کفن رسول مین جبرئیل نے مدد کی۔ اور بیشک انمین تمام وہ خوبیاں ہین جو اوُرون مین ہین اور جو خوبیاں انمین ہین وہ اوُرون مین نہین۔ (انکو تو خلافت نہ ملے گی بلکہ اور ہی شخص کو ملجائیگی" ۔ (ابوالفدا)

ابن خلدون کہتا ہے کہ سعد بن عبادہ نے بھی بیعت سے تخلف کیا پس آن سے بوجہ شاذ ہونیکے چھیڑ چھاڑ نہ کی گئی اپنی حالت پر چھوڑ دیئے گئے۔ سعد خلیفہ کی نماز مین بھی شرکت نکرتے تھے اور آن سے بات بھی نکرتے تھے"۔ (ابن خلدون)

صواعق محرقہ صد۶ پر ہے کہ "تحقیق انصار نے بیعت ابوبکر سے کراہت کی۔۔۔ اور حکایت اجماع مین علی و زبیر و طلحہ و عباس کا بیعت نہ کرنا کوئی ضرر نہیں دیتا۔ (کیوں؟) ۔۔۔ بعد کو انصار بھی سب کے سب سقیفہ مین جمع ہوئے اور بیعت نہ کی۔ بخاری جلد۲ صد ۳۸۰ پر ہے کہ "سعد بن عبادہ و زبیر نے بیعت نہین کی۔۔۔ سعد فوت ہونے تک مخالفت کیحالت پر رہے"۔

اجماع خلافت ابوبکر پر آخری نظر

ان مختصر اقتباسات سے ظاہر ہے کہ کیسے کیسے اکابر اصحاب رسول نے جنکے نام اوپر آچکے ہین بیعت نہیں کی اور مثل انکے اور بہت سے کتب تواریخ سے پائے جاتے ہین جو بخیال طوالت ترک کئے گئے ہین اب ناظرین خود غور فرمائینگے کہ حسب عقیدہ و اقوال اہلسنت بھی کیا اس اجماع کو جو خلافت ابوبکر کی نسبت کہا جاتا ہے اجماع اسلام کہا جا سکتا ہے؟ بریں تمام قبائل اسلامی یا انکے نمائندے تو درکنار مقام اجماع کے بھی کل آدمی موجود و متفق نہ تھے بالخصوص جسکی جانشینی کی تجویز غور طلب تھی اسکے خاندان کا بھی کوئی شخص باوجود مسلمہ افضل و اعلیٰ قابلیتوں کے بلایا اور شریک نہین کیا گیا کیا کوئی

معقول آزادانہ و منصفانہ کارروائی یا انتخاب اس اجماع مین ہوا؟ بجز اسکے کہ چند انصار یعنی قبیلہ اوس کے دو ایک آدمیون کے جنکو وعدہ وزارت نے مسخر کر لیا تھا تنہا حضرت عمر کے خلاف استحقاق اٹھائے ہوئے ہاتھ پر بیعت کر لینے پر معاملہ ختم ہو گیا جو عقلاً و نقلاً از روئے عقاید و مسلمات اہلسنت متذکرہ بالا بھی کسیطرح جایز و باضابطہ انتخاب نہین کہا جا سکتا پس اب ناظرین خود نتیجہ نکال لینگے کہ کہانتک یہ بیعت اجماعی یا اتفاق عامہ کی کہلائی جا سکتی ہے؟ اور کہانتک یہ اجماع حجت ہو سکتا ہے؟ بلکہ علی و دیگر اہلبیت علیہم السّلام و اصحاب کرام کے شامل نہ ہونے سے موافق قول ابن حزم کے اسکو کس چیز کا مستحق قرار دیسکتے ہیں؟ برخلاف اسکے اہلبیت رسول و دیگر اصحاب جلیل القدر مثل سلمان فارسی ابوذر غفاری مقداد و عمار وغیرہ کا اجماع جو علیؑ کی نسبت تھا وہ بقول سیوطی و ابن حزم صحیح و قابل حجت قرار پاتا ہے ؛

حضرت ابوبکر کی قابلیت خلافت

ابوبکر مین کیا کیا قابلیتین خلافت کی تھین

اب اجماع سے قطع نظر کرکے یہ امر بھی غور کرنے کی قابل ہے کہ حضرت ابوبکر مین کیا قابلیتیں خلافت کی تھین اور کیا خدمات اسلام کی انہوں نے ایسی کی تھین جنکی وجہ سے وہ مستحق خلافت سمجھے گئے. کیا یہ وجہ تھی کہ غار ثور مین اُنسے کمال اطمینان قلب ظاہر ہوا تھا جسسے رسول معرض ہلاکت مین پڑنے سے مطمئن ہو گئے تھے؟ کیا سراقہ کے حملہ کیوقت انہوں نے بہادری اُسسے مقابلہ کیا تھا؟ کیا اُحد مین اُنکے ثبات نے کوئی وقعت مسلمانوں مین قایم کی تھی؟ کیا خندق مین کوئی شان دکھلائی تھی؟ کیا بدر و خیبر مین کوئی کار نمایاں کیا تھا؟ کیا حنین و ذات السلاسل مین کوئی نام آوری حاصل کی تھی؟ کیا سورہ برأۃ کے کعبہ مین جا کر سنانیکے قابل قرار پائے تھے؟ کیا جیش اسامہ سے مستثنیٰ ہو کر لعن رسول سے بچے تھے؟ کیا فاطمہ دختر رسول کیساتھ عقد کی قابل ٹھہرے تھے؟ کیا تیمارداری رسول کا شرف انکو حاصل ہوا تھا؟ کیا حکم مسدودی دروازہ سے مستثنیٰ ہوئے تھے؟ کیا جنازہ رسول کی تجہیز و تکفین مشایعت و دفن کی شرکت کا شرف حاصل کیا تھا؟ کیا حیات رسول مین کبھی خلافت عارضی کے بھی کبھی لایق سمجھے گئے تھے؟ کیا رسول کی جانب سے کبھی بھی کوئی صریحی یا ضمنی کنایہ یا اشارہ انکی وصایت کا ہوا تھا؟ جنمین سے ایک سوال کا جواب بھی اثبات مین نہیں ملسکتا ؛

ابی قحافہ کا لطیفہ

اس خلافت کے متعلق ابن ابی الحدید نے ایک دلچسپ لطیفہ انکے والد بزرگوار یعنی ابی قحافہ کا لکھا ہے کہ جب انکو خبر انکی خلافت کی دیگئی تو استعجاباً پوچھا کہ وہ کیسے خلیفہ ہو گیا؟ کہا گیا کہ مُسن ہونے کی وجہ سے (یعنی اور کوئی قابلیت یا استحقاق نہ تھا) تو ابی قحافہ نے کہا کہ "مین تو اُس سے زیادہ مسن ہوں" (یعنی اگر یہی معیار خلافت ہے تو خلافت مجھے ملنی چاہیئے تھی)

اب مدعیان استحقاق ملاحظہ فرمائین کہ وہ ایسا استحقاق تھا جس سے انکے والد بھی لاعلم و بیخبر تھے اور ایسی وجہ انتخاب تھی جسکو یہ بزرگوار بھی معقول نہ سمجھتے تھے ؛

شیخین کے ذاتی خیالات نسبت استحقاق ونوعیت خلافت ابوبکر

ناظرین کی مزید دلچسپی ہوگی اگر یہان پر یہ دکھلا دون کہ یہ حضرات یعنی حضرت ابوبکر و عمر خود اس خلافت و بیعت کارروائیات تقرر کو کیسا سمجھتے اور جانتے تھے؟ آیا وہ خود بھی اس کارروائی کو جایز اور اپنے آپ کو اسکا مستحق سمجھتے تھے یا نہیں جس سے آخر خواہیونکی تمام خوش نمائیون اور دعوؤنکا قطعی فیصلہ ہوجاتا ہے اس امر کے متعلق ہم خود انکے ہی دو تین اقوال کیطرف ناظرین کو متوجہ کرینگے

(۱) بخاری جلد ۶ ص۳۶۴ مین ہے کہ حضرت عمر نے خود خلافت ابوبکر کی نسبت فرمایا کہ یہ بیعت فلتہ (یعنی ناگہانی بلا کسی استحقاق کے) تھی جسمین شر مضمر تھا مگر خدا نے ہمیں اسکے شر سے بچا لیا" جس شر کی وجہ سے بقول ابن ابی الحدید وہ ہمیشہ خدا سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

(۲) بعد بیعت سقیفہ کے عمر نے حکم دیا کہ اب اگر کوئی بلا عوام کی رائے اور آواز کے ایسا کریگا تو بیعت کرنے والا اور لینے والا دونون قتل کیے جاینگے۔ (یعنی ہمنے تو ایسا کر لیا لیکن اگر کوئی اور کریگا تو قابل سزاے موت ہوگا) جس سے استحقاق اجماع پہ بھی کافی روشنی پڑتی ہے

(۳) کنز العمال جلد ۲ ص۱۸۹ و ازالۃ الخفا جلد ۲ ص۱۹۵ پر ایک اور پر لطف قصہ لکھا ہے جس سے خلافت پہ بھی کافی روشنی پڑتی ہے کہ عتبہ بن حصین و اقرع بن حابس کو حضرت ابوبکر نے ایک قطعہ زمین بعد مشورہ بعض اصحاب حاضرین کے دیدی تھی اور تحریر بھی لکھدی تھی جسپر موجودین کی تو گواہیان ثبت ہوگئی تہین عمر موجود نہ تھے انکی گواہی کی جگہ مخصوص کردیگئی تھی۔ وہ دونون بغرض ثبت گواہی عمر وثیقہ مذکور کو عمر کے پاس لے گئے۔ عمر نے سنکر اور تحریر مذکور ان سے لیکر اس پر تہوک دیا اور حکم کو مٹا دیا اور غصہ مین ابوبکر کے پاس آ کر کہا کہ کیا یہ زمین تیری ہے یا جملہ مسلمین کی؟ ابوبکر نے کہا کہ سب مسلمین کی عمر نے کہا کہ پھر کس چیز نے تجھے اتنا دلیر کردیا کہ بغیر اجازت دیگر مسلمین کے انکو دیدی؟ ابوبکر نے کہا کہ مین نے حاضرین کے مشورہ کے بعد ایسا کیا تھا عمر نے کہا کہ کل مسلمین سے تو مشورہ نہین لیا تہا۔ (اب معلوم ہوا کہ کل کا مشورہ کیسی ضروری شے ایک قطعہ زمین کے واسطے تھا چہ جائیکہ خلافت کیلیے مگر انعقاد خلافت کیواسطے غالباً اس اصول کی ضرورت نہوگی، یا آئندہ کی امید عروج نے اسکو محو کرادیا ہوگا) ابوبکر نے کہا کہ مین نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ خلافت کیواسطے تو مجھ سے زیادہ قوی ہے لیکن تو نے زبردستی مجھے بٹھا دیا۔ اسکو ابن ابی شیبہ بخاری بیہقی و ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے اب اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ حضرت ابوبکر خود آپکو سزاوار و مستحق خلافت نہ سمجھتے تھے محض عمر کے بٹھانے سے بیٹھ گئے تھے۔ روایت ہذا مین اور بھی پہلو قابل غور ہین

(۴) کنانہ ابن اسیر ص۱۵ مین لکھا ہے کہ ابوبکر سے کسی اعرابی نے پوچھا کہ کیا آپ رسول اللہ کے خلیفہ ہین؟ ابوبکر نے کہا کہ نہین اس نے کہا کہ پھر آپ کیا ہین؟ ابوبکر نے کہا کہ مین خلیفہ نہین ہون خالفہ ہون۔

(۵) کنز العمال جلد ۳ ص۱۵۳ مین ہے کہ ابوبکر نے اپنے مرض موت مین افسوس کرکے کہا کہ کاش مین فاطمہ کے گھر کو نہ کھلواتا

اور سقیفہ کے دن خلافت کو عبیدہ یا عمر کے ہی گلے مین ڈال دیتا" ۔ اب ناظرین نے دیکھ لیا کہ ان حضرات نے خود اپنی خلافت کو کیسا سمجھا۔

سقیفہ مین علی کے لیے تحریک کیسے ہوئی تھی۔ استحقاق خلافت علی کے وجوہ

اب ہم کو ایک بات اور دکھانی ہے کہ غیر اقوام نے جنکو اسلام سے کچھ تعلق نہین ہے اس خلافت کے اور کارروائی تقرر کے متعلق کیا راے قایم کی ہے اور انکی راے اور تحقیق مین واقعی مستحق خلافت کون تھا۔ مگر قبل اسکے کہ ہم انکو ہدیہ ناظرین کرین ایک بات دیکھنے کی قابل یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے اس مخالف و پیشتر سے تیار شدہ مجمع مین علی کا نام کیسے آ گیا تھا جو نہ خود موجود تھے نہ انکا کوئی شخص وکیل وہان موجود تھا۔ شخص تو بیشک نہ تھا۔ مگر دلونمین جمی ہوئی علی کی افضلیت تھی جو بلا کسی سفارش و کوشش کے ایسے موقعہ پر اور ایسی فضا مین، جہاں پولیٹیکل چالونکا بازار گرم تھا۔ زبانوں پر آ گئی۔ مسلمانوں کے جسم کی چربی اصلاً انہین فتوحات سے بنی تھی جو علی کی مخلصانہ شجاعت سے حاصل ہوئی تہین۔ علاوہ برین رسول کے ہارون موسیٰ مثیل عیسیٰ، کل ایمان، افضل الثقلین، نور واحد، اقضی کم کے اشارات۔ ذوالعشیرہ و حجۃ الوداع کے صاف و صریح اعلانات خلافت، شب ہجرت کی جانفروشی و امانت، مدینہ کی خلافت، سورۂ براۃ کی قرات، بدر و احد و خندق وغیرہ کی جانبازیان، خیبر کی درشکنی و کعبہ کی بت شکنی کی عملی کارروائیان علی کے استحقاق خلافت کو انکے سامنے ضرور پیش کرتی ہونگی جس نے باوجودیکہ ذاتی مفاد کی امیدین دنیاوی عروج کے لالچ۔ پولیٹیکل چال پھیلانے والون کی دانہ پاشیان انکی زبانون اور قلب پر مہر لگاتی تہین مگر پھر بھی بعض آزاد خیالون کی زبان سے ایسے جملے نکلوا ہی دیئے کہ اگر علی موجود ہوتے تو تمہاری سب کاشت بے ثمر رہجاتی ۔

نوعیت و استحقاق خلافت کے متعلق عیسائی مورخین کی تحقیق و رائے

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس بحث کے متعلق کہ واقعی مستحق خلافت کون تھا اور یہ کارروائی خلافت کیسی تھی بعض عیسائی مورخین و محققین کی راے و تحقیق کو جنکو کسی فرقہ اسلامی سے کوئی وجہ طرفداری یا مخالفت کی نہین۔ ہدیہ ناظرین کر دین ۔

(۱) مسٹر واشنگٹن ارونگ، کارروائی سقیفہ کے حالات لکھتے ہوئے جو کسیقدر پیشتر تحریر ہو چکے ہین لکھتا ہے کہ "اس پوری کارروائی مین عمر نے جو پالیسی برتی وہ اگرچہ سرسری نظر مین عالی ظرفی کا دھوکہ دیتی ہے لیکن اسکی سخت نکتہ چینی کی گئی ہے اس بنا پر کہ یہ سب مکاری اور خود غرضی کی چالین تھین تاڑنے والے اسکو سمجھ گئے کہ ابوبکر کا سن بہت ہو چکا تھا کیونکہ پیغمبر کی عمر کو تو وہ پہنچ ہی چکے تھے۔ اغلب تھا کہ وہ زیادہ دنوں تک زندہ رہین گے۔ اسلیئے اسوقت عمر کو تھوڑے ہی دنوں بعد بر سر حکومت ہو جانیکا یقین تھا.... انکی اس آخری کارروائی نے علی کی امیدون پر پانی پھیر دیا۔ وہ علی جو ان سب کے بڑے رقیب تھے اپنے دوستوں کے ساتھ خانہ فاطمہ مین بند رہکر اس جلسہ کا کچھ علم نہ رکھتے تھے جس مین انکی توقعات استحقاق

پامال کردگئین۔۔۔۔ علی محمدؐ کے ابن عم اور رسول کی اکلوتی بیٹی کے شوہر تھے. قرابت کے لحاظ سے بھی خلافت علی ہی کا حق تھا۔ اور آپکے فضایل ومناقب ورآپ کی اسلامی خدمات آپکو اس عہدہ کا بدرجہ اتم مستحق ثابت کر رہی تہین. آپ کی عالی ہمت سرگرمی اور جوش کے پہلی بار پھوٹ پڑنے پر جبکہ اسلام تمسخر وایذادہی کا نشانہ بنا ہوا تھا محمدؐ نے آپکو اپنا بھائی وخلیفہ قرار دیا تھا اور اسیوقت سے آپ نے قول وفعل سے اپنے آپکو رسول کے لیئے وقف کر دیا تھا۔ اور اسلام کو اپنی بلندہمتی و الوالعزمی سے اتنی ہی عزت بخشی جتنی اپنی بہادری سے اس کی حفاظت کی" (سکسیز آف محمدؐ)؛

(۲) "رسول کے بعد اسلام کی افسری کا دعوےٰ علی کو زیادہ مناسب معلوم ہوتا تھا۔۔۔ علی لڑکپن ہی مین اول وہ شخص تھے جنہون نے پیغمبر کی غرض وغایت کی اعانت کی اور نصرت مین ناموری حاصل کی جسکی عوض مین پیغمبر نے انکو اپنا جانشین کیا تھا۔

انسائیکلوپیڈیا

۔۔۔۔ علی مین مذہب اسلام کے مسلم الثبوت ہونیکے حقوق معلوم ہوتے تھے لیکن تین دوسرے اصحاب ابوبکر وعمر وعثمان نے قبل سے کسی نہ کسی صورت سے خلافت پر قبضہ کر لیا۔۔۔۔۔ عائشہ علی کی سخت دشمن تھی اور خاص اُسی کیوجہ سے علی اب تک خلیفہ نہ ہوسکے تھے" (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)؛

مسٹر طامس لائیل

(۳) مسٹر طامس لائیل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بغداد اپنی مشہور کتاب "انسائیڈ آوٹس آف میسوپوٹیمیا" مطبوعہ سنہ ۱۹۲۳ء مین لکھتا ہے کہ "وفات رسول پر اس بزرگ ہستی (علیؑ) کیساتھ جنمین بزدآزمائی کے جوہر موجود تھے قدیم اختلاف اور رشک جلد ظاہر ہونے لگا۔ ابوبکر کا خلیفہ اسلام منتخب ہونا۔ اتحاد کو قایم نہ رکھہ سکا۔ وہ خود اور انکے جانشین لوگون مین یکجہتی پیدا نہ کرسکے. انکی سرداری مین کوئی غیبی امداد شامل نہ تھی نہ انمین کوئی بات ایسی تھی جسکی وجہ سے وہ معمولی انسانون سے زیادہ سمجھے جاتے بجز انکے بعض خاص واقعات کے۔ اب ایک ایسی ہستی کی ضرورت تھی جو سب سے اعلیٰ ہو اور بلاشبہ عام طور پر ہادی تسلیم کر لیا جاے اور جسپر ہر کہ ومہ کی نظر پڑے۔ بالآخر ایسا ہادی علی کیصورت مین انکو ملگیا تھا۔ یہ ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ ایک امت جسکو خدا نے کامل وحی کیساتھ مخصوص کیا ہو جو انمین سے ہی ایک خدائی پیغمبر کے ذریعہ سے پہنچتی رہی ہو اب بالکل کس مپرسی کیحالت مین چھوڑ دیجاوے اور معمولی آدمی اسکو ہدایت کرسکے۔ علاوہ برین سیاسی اختلافات اور باہمی بغض وعناد کیوجہ سے بھی ضرورت تھی کہ کوئی ہادی خدا کا منتخب کردہ ان لوگون کو ملے. لیکن بالآخر اس خواہش کا خاتمہ اُن واقعات نے کر دیا جو قتل علیؑ وحسنؑ اور میدان کربلا کی شہادت حسینؑ سے تعلق رکھتے ہین یہ ظاہر ہے کہ اسلام کا پیشوا اگر حسب ہدایت خدا کام کرنے والا ہو تو وہ پیغمبر کے ہی خاندان کا ممبر ایسا ہو سکتا ہے. علی کی ذاتی شہرت. میدان کارزار مین بہادری پیغمبر کی اطاعت اور سب سے بالاتر پیغمبر سے رشتہ داری (وہ پیغمبر کے داماد وابن عم تھے) ان تمام باتون نے ظاہر کر دیا کہ وہ خدائی منتخب کردہ امام نمونہ رسول تھے جو خالق ومخلوق کے درمیان واسطہ تھے اور انکے جانشین

اسی قسم کے خداوالے ہونے چاہئین"۔ رانس اینڈ آوٹس آف میسوپوٹیمیا) (جانشینی رسول واسکے منصوص من اللہ وقابلیت کے متعلق کیسے پاکیزہ خیالات کا اظہار ہے) ۞

مسٹر سیڈیو مورخ فرانس

(۴) مسٹر سیڈیو مورخ فرانس اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام مین لکھتاہے کہ "اگر قرابت کیوجہ سے تخت نشینی کا اصول علی کیموافق ابتدا سے مانا جاتا تو وہ بربادکن جھگڑے نہ ہوتے جس نے اسلام کو مسلمانونکے خون مین غوطہ دیا"۔ (حسین کشتہ شد بزور سقیفہ کی پوری تائید ہوتی ہے) (اسپرٹ آف اسلام) ۞

بیٹا سروے آف ہسٹری

(۵) "علی ۶۵۵؁ مین تخت خلافت پر بٹھائے گئے۔ جو حقیقت کے لحاظ سے بیس سال قبل رسول کی رحلت کے بعد ہی ملنا چاہئے تھا" الفاظ حقیقت کے لحاظ سے قابل غور ہین) (بر یف سروے آف ہسٹری)

ڈیکلائن اینڈ فال آف رومن امپائر

(۶) "ڈیکلائن اینڈ فال آف رومن امپائر مین ہے کہ "علی کی خصلت۔ خاندان۔ اور قرابت انہین اپنے ہموطنوں مین سے زیادہ بلند مرتبہ ٹھہراتی ہے۔ اور عرب کے خالی تخت کے لیئے انکا حق جایز ٹھہرایا جاسکتا ہے ابوطالب کا بیٹا خود اپنے ذاتی حق سے خاندان ہاشم کا سردار اور شہر کے علاوہ کعبہ کے معبد کا متولی تھا۔ نبیؐ اب زندہ نہ تھے۔ لیکن زوج فاطمہؑ انکے باپ کی میراث اور برکات کی امید کرسکتا تھا۔ عرب اکثر اوقات عورتون کی حکومت سے بھی راضی رہے ہین رسول نے اپنے دونوں نواسونکو گود مین پالا تھا اور ممبر پر سے لوگونکو دکھایا تھا کہ یہ سید جوانان بہشت کے اور میری زندگی کی امید ہین۔ علی مین شاعر۔ مرد میدان اور ولی ہونے کی صفتونکا مجموعہ تھا انکی عقل ابتک انکے اخلاقی و دینی ضرب الامثال سے معلوم ہوتی ہے۔ انکا دشمن تلوار و زبان مین انکی جرأت و فصاحت کے آگے مغلوب ہو جاتا تھا۔ دعوت کے پہلے گھنٹہ سے تجہیز و تکفین کے آخری وقت تک اس عالی ہمت دوست نے رسول کو نہ چھوڑا۔ رسول نے اسکو خوشی سے اپنا بھائی۔ ولیعہد۔ اور دوسرے موسیٰ کا ہارون کہا۔ ابوطالب کے بیٹے کو لوگوں نے طعنہ دیا کہ اپنے فایدہ کیلئے اپنے حق کا اظہار نہ کیا۔ جس سے کل رقابت ختم ہو جاتی اور ولیعہدی پر حکم خدا کی مہر ہو جاتی (غالباً وقت کارروائی سقیفہ کی نسبت لکھا ہے) لیکن اس غیر متوہم مرد میدان کو اپنے اوپر بھروسہ تھا۔ سلطنت کا حسد و مخالفت کا خوف ممکن تھا کہ رسول کے ارادہ کو ملتوی رہنے دیتا۔ رسول کے بستر کو تپ نے عایشہ نے جو علی کی دشمن اور ابوبکر کی بیٹی تھی محصور کر رکھا تھا"۞

(۷) مسٹر ٹائیلر اپنی کتاب ایلمینٹس آف جنرل ہسٹری مطبوعہ ۱۸۵۸؁ء مین لکھتے ہین کہ "محمدؐ نے خود ہی اپنے داماد علی کو اپنا خلیفہ و جانشین بنادیا تھا۔ لیکن انکے خسر ابوبکر نے لوگونکو اپنی سازش مین لیکر خلافت پر قبضہ کرلیا" (سازش مین لیکر قابل لحاظ ہے) ۞

مسٹر ڈیون پورٹ

(۸) مسٹر ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب خلافت میں نہایت شرح و بسط کیساتھ اسپر بحث کی ہے جسکا ضروری ضروری اقتباس ہدیہ ناظرین ہے وہ لکھتا ہے کہ آنحضرت نے چند مرتبہ انکو (علی کو) اپنا جانشین بھی ظاہر کیا تھا علی الخصوص دو موقعوں پر (۱) جب آنحضرت نے اپنے گھر مین بنی ہاشم کی دعوت کی تھی، اور علی نے باوجود تمسخر و توہین کفار کے اپنا ایمان لانا ظاہر کیا تھا آنحضرت نے اپنی باہین اس نوجوان کے گلے مین ڈالکر اور اسکو چھاتی سے لگاکر باواز بلند کہا دیکھو میرے بھائی میرے وصی میرے خلیفہ کو (۲) جب حضرت نے اپنے انتقال سے چند ماہ بیشتر بحکم خدا خطبہ پڑھا تھا.... اس گاؤنکے پاس جسے غدیر خم کہتے ہین..... (یہاں پر مورخ نے تمام خطبہ و آیہ بلغ کا ترجمہ اور اہتمام کی کیفیت تحریر کی ہے)... کہا تھا کہ تین دفعہ مجھے حکم ہوا ہے کہ مین ظاہر کر دوں کہ علی میرے خلیفہ۔ وصی و امام ہین..... اور بعد میری وفات کے وہ تمہارے ہادی ہونگے ... جس کسی نے علی کی نافرمانی کی اسنے خدا و رسول کی نافرمانی کی..... جو کوئی اسبات کو نہ مانیگا اللہ کی دایمی لعنت ضرور اسپر ہوگی.... علی کے بعد انکے بیٹے حسنؑ و حسینؑ اور انکے جانشین ہونگے...سنہ ۶۳۲ء مین بھی صرف تین دن قبل انتقال کے آنحضرت نے پھر اپنے تابعین کو بلاکر..... مزید تاکید کی اور یوں فرمایا کہ جو مجھکو مولی مانتا ہے وہ علی کو بھی اپنا مولی سمجھے ...... (پھر آگے چلکر لکھتا ہے کہ) ایسے مکرر و صریح بیانات سے جو خود رسول کے لبوں سے ادا ہوئے تھے ایک وقت تک تو شک و شبہ امر خلافت کمتعلق دور رہا. مگر آخر مین سب کو مایوسی ہوئی کہ بی بی عایشہ ابو بکر کی بیٹی اور آنحضرت کی زوجہ دوم نے کچھ اپنے ساز و باز کرکے اپنے باپ کو پہلا خلیفہ لوگوں سے مقرر کروالیا. ملک الموت کے انتظار مین آنحضرت کا حجرہ عایشہ مین جانا خواہ انکی مرضی سے ہوا ہو یا بی بی عایشہ کے حکم سے وہ انکے حاصل مفید مطلب ہوگیا کہ آنحضرت کا حکم آخر دربارہ خلافت علی کے لوگوں کے کانوں تک نہ پہنچنے دیا..... پس علی العموم یہ سمجھا گیا کہ رسول نے بغیر اپنی جانشینی کے متعلق آخری وصیت کئے انتقال فرمایا! اور اسطرح یہ بات ہوئی کہ تین خلیفوں نے پیہم راج کیا قبل اسکے کہ علی اپنے حق کو پہونچین جسکے وہ اسقدر مستحق تھے۔ نہ صرف بلحاظ قرابت و زوجیت فاطمہ دختر رسول کے بلکہ نیز بلحاظ ان بیشمار اور بڑی خدمتوں کے جو انہوں نے مذہب اسلام کی کی تھین. یہ بھی یقینی ہے کہ شاید بی بی عایشہ کی اس تدبیر کے باعثوں مین ایک خدمت فرزندی بھی ہو کہ اپنے باپ کے خلیفہ ہونے مین اعانت کی مگر اس مین شک و شبہ نہیں کہ نہایت قوی باعث اسکا بغض و کینہ دیرینہ علی کی طرف سے تھا جسکا سبب معاملہ افک تھا..... اسکو وہ کبھی نہ بھولین اور کبھی درگذر نہ کی. ہمیشہ اسکے بدلے مین علی کو ستایا کین اور ایسا انتقام لیا کہ مثل اسکے کسی نے نہ لیا ہوگا"...... (پھر آگے سقیفہ کی تمام کاروائیان اور عمر کے فاطمہ کے گھر پھونکنے کی دہمکی کی کیفیت تحریر کرکے کہتا ہے کہ) عمر کے اسطرح جبری بلکہ

بے محابہ کردار کا باعث بیشک یہ خیال ہوا کہ ابوبکر جو سن رسیدہ ہین وہ بعد رسول کے غالباً بہت دن زندہ نہ رہینگے انکو امید تھی کہ ٹھیک تدبیر سے وہ خود ابوبکر کے خلیفہ مقرر ہو جا سکتے ہین۔ بشرطیکہ علی کو خارج کر سکین کیونکہ وہی ایک مقابل ایسے تھے جن سے انکو کسی وجہ سے خوف کرنا پڑتا تھا۔" کس قدر مدلل و واقعہ کے قریب قریب بیان ہے ا

علی کے فضائل و خصائل از روئے تحقیق عیسائی مورخین

اسی کے ضمن مین مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض اُن خوشگوار خیالات کا بھی جو علی کے خصائل و فضائل۔ عادات و کیرکٹر قابلیت و تبحر کے متعلق عیسائی مورخین و محققین نے ظاہر کئے ہین اظہار کر دوں تاکہ ناظرین کو زیادہ صحیح رائے قایم کرنیکا موقعہ ملے کہ واقعی مستحق خلافت نبوی کون تھا۔ اگرچہ تمامی قرآن و حدیث۔ کتب تواریخ و سیر فضایل علی سے پر ہین مگر غیر اقوام کی آزاد شہادت و تحقیق زیادہ دلچسپی کا باعث ہوا کرتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

انسائیکلوپیڈیا (۱) انسائیکلوپیڈیا برٹانکا "علی ایک بہادر۔ شریف۔ سخی۔ اور سابقین مین مذکور ہین۔ اور اُن سب مین لایق ترین اب فقط علی ہی تھے۔ جو کہ خود پیغمبر کی صحبت سے جوش مذہبی حاصل کر کے آخر عمر تک انکی سادہ مثال کی پیروی کرتے رہے۔ علی علم اور عقل مین مشہور تھے اور اب تک کچھ مجموعے ضرب الامثال اور اشعار کے ان سے منسوب ہین خصوصاً مقالات علی جنکا انگریزی ترجمہ ولیم بول نے ۱۸۳۲ء مین بمقام ایڈنبرا شایع کرایا ہے" ۔

مسٹر کارلائیل (۲) مسٹر کارلائیل "اس شخص (علی) کی طبیعت مین کچھ عجیب طور کی جوانمردی تھی۔ شیر سا تو بہادر تھا۔ مگر باوجود اسکے اُسکے مزاج مین ایسی نرمی اور رحمدلی اور سچائی و محبت تھی کہ جو ایک کرسچین نائٹ (عیسائی دیندار جوانمرد) کے شایان ہے"۔ (ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ لیکچر دوم)

مسٹر فیلپ لطاکی (۳) مسٹر فیلپ الطاکی "علم فقہ کی جڑ اور بنیاد امیر المومنین علی صلوات اللہ علیہ ہین۔ اس قول مین کوئی جنگ و جدل نہین کہ آپ اعلم العلما و افقہ الفقہا۔ اور ان تمام لوگوں مین جنکے سینوں مین علوم دنیا و آخرت تھے بلند و اعلیٰ پایہ رکھتے تھے... خود حضرت محمد مصطفےٰ...... اسکے شاہد و گواہ ہین..... فرمایا ہے کہ "انا مدینۃ العلم و علی بابھا"...... دوسری جگہ آپنے فرمایا ہے "علی میرے علم کا خازن ہے" علم فقہ پر احکام شریعت کا دارمدار ہے...... بلا شک و شبہ سیدنا امیر المومنین علی صلوات اللہ علیہ اس علم کے اصل و اساس ہین اور دنیا کے قدیم و جدید فقہا آپ کے تبحر علمی کے خوشہ چین ہین...... عبداللہ بن عباس فقہ مین مشہور بالاجماع افقہ صحابہ ہین.... یہ خود امیر المومنین علی کے ایک شاگرد تھے ...... سیدنا عمر بن الخطاب ہر احکامی و روایتی مشکل مین امیر المومنین سے ہی رجوع کرتے تھے...... وہ کہا کرتے تھے کہ علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا.... دوسری جگہ کہا ہے کہ "خدا مجھے اس سخت دشواری کے لیئے زندہ نہ رکھے جسکے حل کرنے کو ابوالحسن نہون...... علم تفسیر و

مسٹر اوکلے

(۶) مسٹر اوکلے۔ تمام مسلمانوں مین بالاتفاق علی کی عقل و دانائی کی شہرت ہے جسکو سب تسلیم کرتے ہین آپکے چند کلمات ابھی تک محفوظ ہین جنکا عربی سے ترکی و فارسی مین ترجمہ ہوگیا ہے ماسوا اسکے آپ کے اشعار کا دیوان بھی ہے جسکا نام انوار الاقوال ہے اور بوڈلین لائبریری (کتب خانہ) مین آپکے اقوال کی ایک بڑی کتاب موجود ہے جسکا نمونہ اس کتاب مین شامل ہے۔ لیکن آپ کی مشہور ترین تصنیف جعفر و جامعہ ہے جو ایک وصلی پر ایک بعید الفہم خط مین جسکے ساتھ اعداد و ہندسے بھی شامل ہین لکھی ہوئی ہے یہ ہندسے ان تمام عظیم الشان واقعات کو جو ابتدا اسلام سے بقاء عالم تک ہونیوالے ہین بتلاتے ہین یا انپر دلالت کرتے ہین۔ یہ وصلی جو آپ ہی کے خاندان مین لبطور امانت رہا کی ہے اسوقت تک پڑہی نہین جاسکی ہے البتہ حضرت جعفر صادق اسکے کچھ حصہ کی تشریح و تفسیر کرنے مین کامیاب ہوئے ہین لیکن اسکے مطالب کا مکمل حل بارہوین امام کیلئے مخصوص ہے جنکا لقب مہدی (رہبر ہدایت کرنیوالا) ہے۔ علاوہ ان کتابوں کے جنکا ہم تذکرہ کر رہے ہین متعدد مصنفین کی کتابوں مین بہت سے جملے اور کلمات حکمت علی کے نام سے ملتے ہین۔ اس جلیل القدر خلیفہ کی یادگار زمانہ داستانین ہین۔ اگر ان تمام خارق عادت لکھے ہوئے قصوں سے جو آپکے بارے مین ذکر کئے جاتے ہین قطع نظر بھی کرلیجاوے اور آپکا صرف آپکی جرات ہمت خصلت مزاج۔ پرہیزگاری فہم اور دانش سے اندازہ کیا جائے تب بھی اُس قوم عرب مین جو عظیم الشان شخصیتین گذری ہین اُن مین آپ سب سے زیادہ ممتاز تھے"۔ (تاریخ عرب از اوکلے صہ ۳۳۲ و صہ ۳۳۳)۔

مسٹر گلمین

(۷) مسٹر گلمین لکھتے ہین کہ "وہ (یعنی علی) اس لحاظ سے بھی قابل احترام ہین کہ آپ ہی وہ پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے علم و فن کی کتابت کی پرورش کی اور حکمت سے مملو اقوال کا ایک بڑا مجموعہ آپ کے نام سے منسوب ہے اگر وہ واقعی آپ ہی کی عقل و فکر و دماغ کے نتائج مین تو یقیناً آپ کا قلب و دماغ ہر شخص سے خراج تحسین وصول کرتا رہیگا۔ آپ کے متعلق بہت سے دلچسپ اور عقل کو حیرت مین ڈالنے والے واقعات لکھے ہوئے ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا قلب و دماغ مجسم نور تھا۔ جب ہم زوج فاطمہ کے حسرت ناک انجام پر پہونچتے ہین تو اپنے جذبات سے مجبور ہو جاتے ہین کہ تھوڑی دیر توقف کرکے آپکی گذشتہ زندگی پر ایک نگاہ ڈالین اُس روز سے جب عنفوان شباب مین علی نے محمد کے پیرو ہونیکا مصمم ارادہ ظاہر کیا تھا اور غور کرین اس استقلال مزاج پر جس کے ذریعے سے اُس مقصد پر اڑے رہے جو محض وقتی آمد کا نتیجہ معلوم ہوتا تھا ہم یاد کرتے ہین اُس امداد کو جو آپ نے ہجرت کے وقت محمد کو دی۔ وہ شجاعانہ جنگی کارنامے جو بعد اسکے وقوع ہوئے اور ابوبکر کی بیعت خلافت کو قبول کرنے مین پس و پیش کو چونکہ جانتے تھے کہ اس عہدہ کی عزت انکا حق تھی۔ ہم افسوس کرتے ہین کہ آپ کی زندگی حسرت و آلام و شکست سے مملو تھی۔ آپ نرم دل اور متحمل مزاج۔ دنیوی لذات و عاقبت سے بے پرواہ اور بیفکر تھے۔ مخالفت اور انتقام کو طرح دینے کے عادی تھے۔ صلاح و مشورہ مین آپ کی دانائی اور پُر مغز نکتہ

سخ ضرب الامثال کی ایجاد مین آپ کی مسلم الثبوت فراست بہت اعلیٰ پایہ کی تھی" (تاریخ عرب از گلمین) ؛

(۸) مسٹر جسٹس آنریبل جج ہائیکورٹ بمبئی نے بمقدمہ ایڈوکیٹ جنرل بنام محمد حسین خوجہ تجویز مین لکھا ہے کہ "الغرض علی کی شہادت سے سب مسلمانوں مین ایک تہلکہ عظیم پڑگیا۔ علی کو سب لوگ دل سے دوست رکھتے تھے اور وہ اسی قابل تھے بھی۔ اس زمانہ مین جبکہ شجاعان عرب شہرہ آفاق تھے ضرغام آل ابوطالب۔ اسد اللہ الغالب انکا لقب تھا اور انکو اشجع العرب کہتے تھے۔ شجاعت۔ حکمت۔ ہمت۔ عدالت۔ سخاوت۔ زہد اور تقوے مین علی کا عدیل و نظیر تاریخ عالم مین کمتر نظر آتا ہے (انڈین لا رپورٹ بمبئی جلد دوازدہم)

علی کے مستحق خلافت ہونیکا تصفیہ و خلافت علی کی بابت رسول کی حدیث صریح

ان مختصر اقتباسات کی ہی معنویت کی اگر تشریح اور توضیح کیجاوے تو جداگانہ بسوط کتاب ہو سکتی ہے مگر ہمارا کام محض تاریخی حیثیت سے ہر واقعہ کے مختلف پہلو دکھلا دینا ہے۔ لہذا محض نقل مضمون پر ہی اکتفا کیا گیا۔ پس اب اتنی آزاد شہادتوں اور علی کے مسلمہ فضایل۔ اوصاف خدمات و استحقاق کے بعد کیا کوئی منصف شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ علی مستحق خلافت اول نہ تھے اور کارروائیات سقیفہ جایز و حق بجانب تہین۔ اور رسول کے اس قدر صاف و صریح اقوال۔ احکام و اعلانات کے بعد بہی اگر کوئی اسلام مین سے یہ کہنے کی جرات کرے کہ رسول نے علی کو صاف و صریح الفاظ مین اپنے بعد کیواسطے خلیفہ نہین مقرر کیا تھا تو ہم اسکو رائے دینگے کہ وہ ذرا روضۃ الاحباب کی اس حدیث کو ہی دیکھ لے جو حضرت ام سلمہ سے مروی ہے جس کی تصدیق حضرت عائشہ نے بھی کی ہے کہ رسول نے فرمایا علی خلیفتی علیکم فی حیاتی ومماتی فمن عصاہ فقد عصانی" (علی تم پر میرا خلیفہ ہے میری زندگی مین اور میرے مرنے کے بعد پس جس کسی نے اس کو آزردہ کیا اسنے مجھے آزردہ کیا) (روضۃ الاحباب) اب خلیفتی کی صراحت علیکم کی عمومیت اور حیاتی و مماتی کی قوت و تسلسل قابل غور ہین۔ اس سے کون شخص اور کون زمانہ بچ سکتا ہے اور اس سے انحراف اختلاف و نکث کیصورت مین فقد عصانی سے کیسے مفر ہو سکتا ہے ؛

متخلفین بیعت کیساتھ طریقہ عمل

خلافت ابوبکر کی کیفیت حقیقت و استحقاق کیحالت تو ناظرین کے ملاحظہ سے گذر چکی۔ اب دکھانا یہ ہے کہ اس خلافت کے استحقاق خلافت کیواسطے کس کس طریقہ پر بیعت لینے کی کوششین کیگئین اور انکار و انحراف کرنے والونکے ساتھ کیا کیا عمل ہوے۔ ناظرین گھبرائین نہین اس امر مین ہم جملہ متخلفین بیعت کے جداگانہ حالات نہین دکھلائینگے کیونکہ اس مین طوالت ہوجائیگی اور ہم کو اپنی حد تالیف سے بہت زیادہ بڑھجانا پڑیگا۔ ہم محض علی و فاطمہ دختر رسول کے ساتھ جو طریقہ عمل ہوا اسکی ہی مختصر کیفیت پر ختم کردینگے ؛

سعد بن عبادہ کی نسبت ابن خلدون نے تو لکھا ہے کہ ان سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی گئی۔ مگر صواعق محرقہ۔ بخاری

شرح فقہ اکبر و تاریخ کامل و اصابہ و استیعاب وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سعد شدائد خلافت سے پریشان ہو کر شام کو چلے گئے تھے۔ اور وہین فوت ہوئے ؂

بیعت ابوبکر کے لیئے علی پر جابرانہ زور، عمر کا آگ لیکر چڑہ جانا اور قصد احراق خانہ فاطمہ

بیعت کیلئے علی پر جبر و احراق خانہ فاطمہ

علی پر بہ تحریک عمر بن خطاب خلافت کیطرف سے بیعت کیواسطے ایسے جابرانہ زور دیئے گئے کہ بروایت ابوالفدا عمر معہ کچھ سپاہیوں کے لکڑیان اور آگ لیکر خانہ فاطمہ پر چڑہ گئے۔ گہر پہونکنے کی قسم کھا کر دہمکی دی اور علی کو گرفتار کرکے لیگئے (ابوالفدا) ہم تو ضرور اس امر کے یقین کرنے مین تامل کرتے کہ حضرات خلافت مآب اول و دوم کا رسول کی آنکھین بند ہوتے ہی علی و فاطمہ کیساتھ جنکی نسبت انہون نے رسول کو اکثر "انی سلم لمن سالکم وحرب لمن حاربکم" یا "من اذاہا واغضبہا فقد اذانی واغضبنی" کہتے ہوئے خود سنا ہوگا۔ ایسا ظالمانہ برتاؤ ہوا ہوگا مگر ہم کیا کرین تواریخ سابقہ مستند اہلسنت ہی اسکی تصدیق کرتی ہین چنانچہ اصل عبارت ابوالفدا ملاحظہ ہو "ثم ان ابابکر بعث عمر بن الخطاب الی علی ومن معہ لیخرجہم من بیت فاطمہ فقال ان ابوا فقاتلہم۔ فاقبل عمر بشیٔ من نار علی ان یضرم الدار فلقیتہ فاطمہ فقالت الی این یا بن الخطاب اجئت لتحرق دارنا فقال نعم" پھر ابوبکر نے عمر کو بھیجا کہ وہ علی اور جو لوگ انکے ساتھ ہین انکی طرف جائین اور انکو فاطمہ کے گہر سے نکالین اور یہ بھی حکم دیا کہ اگر وہ انکار کرین تو انکو قتل کر ڈالو۔ پس عمر کچھ آگ لیکر گئے کہ گہر کو جلا ڈالین اسوقت فاطمہ دروازہ پر آئین اور کہنے لگین کہ اے خطاب کے بیٹے یہ کیا قصد ہے۔ کیا تو ہمارے گہر کو جلانے آیا ہے۔ عمر نے کہا کہ بیشک)

مشاہیر مستند علماء اہلسنت کی تصدیق

علاوہ ابوالفدا کے مشاہیر و مستند متقدمین علماء اہلسنت یعنی امام شہاب الدین احمد معروف بہ ابن عبد ربہ اندلسی نے عقد الفرید مین۔ عمر بن شیبہ نے کتاب سقیفہ مین۔ علامہ ابوالولید محمد بن شحنہ نے روضۃ المناظر پر حاشیہ جلد یازدہم تاریخ کامل مین وابن خرابہ نے کتاب غرر مین وابو جعفر محمد بن جریر طبری شافعی نے تاریخ الامم والملوک و تاریخ کبیر مین وامام ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی نے کتاب ملل ونحل مین و امام ابی محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ نے کتاب الامامۃ والسیاسۃ مین وغیرہ واقدی نے اس واقعہ کی اور حضرت عمر کے قصد احراق خانہ سیدہ کی روایت کی تصدیق کی ہے اور متاخرین مین بھی مولوی ولی اللہ نے ازالۃ الخفا مین و امام عبدالبر نے استیعاب مین اور مولوی شبلی نعمانی نے اپنی کتاب الفاروق مین اسکو تسلیم کرتے ہوئے اسکی تصدیق کی ہے بلکہ مولوی شبلی صاحب نے تو یہانتک تحریر فرمایا ہے کہ "انکار کی کوئی وجہ نہین حضرت عمر کی تندی و تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہین ہے" اور صاحب ملل ونحل نے تو صاف طور پر بروایت نظام جو حضرت عمر کے ہمراہیون مین تھا۔ شکم فاطمہ سے اسقاط حضرت محسن کا سبب بھی تشدد حضرت عمر جو اسوقت انسے بزد

اسقاط محسن ضرب عمر سے ہوا

ہوا تبلایا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہین کہ "قال النظام ان عمر ضرب بطن فاطمہ علیہا السّلام یوم البیعۃ حتی القت محسنا من بطنہا وکان یصیح احرقوہا بمن فیہا وما کان فی الدار غیر علی وفاطمہ والحسن والحسین (نظام کہتا ہے کہ عمر نے لات ماری فاطمہ علیہا السّلام کے بطن پر بیعت کے دن یہانتک کہ اسقاط ہوا محسن کا انکے شکم سے اور عمر غل مچاتے تھے کہ جلادو گھر کو معہ اُنکے جو اُسمین ہین- حالانکہ گھر مین سوائے علی و فاطمہ و حسن و حسین کے اور کوئی نہ تھا نعوذ باللہ من ذالک!!

عیسائی موخین کی تصدیق بسبب قصد احراق

اتنے مستند حوالہ جات کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس ہبہ کے دہونیکو مولوی فضل روزبھان کیطرح آنکھونپر پٹی باندھکر اس واقعہ سے انکار کرے اور اسکو ایجاد روافض بتلائے تو یہ اُسکی ہمت ہے مگر اسکو اوّل ان کل علمائے متجرین اہلسنت کے رفض کا معتقد ہونا پڑیگا- بہرحال ہمکو کسی کے اعتقاد سے کچھ مطلب نہین ہمارا کام واقعات اصلی کا دکھا دینا ہے اور انکے ہرپہلو پر ناظرین کی توجہ دلادینا- لیکن دیکھین تو اس حیرت انگیز واقعہ کے متعلق عیسائی موزخین کی کیا تحقیق ہے جنکو کسی فرقہ بندی سے تعلق نہین- ملاحظہ ہو:-

عیسائی موزخین کی تصدیق نسبت قصد احراق خانہ فاطمہ

مسٹر ڈیون پورٹ

(۱) مسٹر ڈیون پورٹ لکھتے ہین کہ "کھلے طور پر عمر نے کہا کہ اگر اس حکم بیعت کی تعمیل نہو گی تو وہ اس گھر مین آگ لگا کر اسکو اور جو لوگ اسمین ہین ان سب کو جلا کے سزا جاری کرینگے- پس فاطمہ بطور تشنیع کے کمال غیظ و غضب سے چلائین کہ اے خطاب کے بیٹے تو ایسے ظلم قبیح و وحشیانہ کا مرتکب نہ ہونا- عمر نے جواب دیا مین ضرور ضرور ایسا کرونگا" :- (کتاب خلافت)

مسٹر گبن

(۲) مسٹر گبن نے لکھا ہے کہ "بنی ہاشم نے بیعت سے انکار کیا اور انکا سردار علی ۶ ماہ سے زیادہ تک بالکل بے تعلق اور چپ چاپ گھر مین بیٹھا رہا- اسنے عمر کی دہمکیون کی کچھ پرواہ نہ کی جسنے دختر رسول کے گھر کو آگ لگا دینے کا قصد کیا تھا" (ڈکلائن اینڈ فال)

مسٹر ایرونگ

(۳) مسٹر ایرونگ لکھتے ہیں کہ "عمر نے کہا کہ بیعت کرو- ورنہ گھر اور جو لوگ اسمین ہین سبکو پھونک دونگا- فاطمہ نے ملامت کے طور پر چلا کر کہا کہ اے ابن خطاب تو ایسا ظلم نہ کیجیو- عمر نے جواب دیا کہ اگر تم لوگ اوروں کی طرح بیعت نکروگے تو واللہ مین ضرور جلادون گا"- (سکسیسرز آف محمد)

مسٹر اوکلے

(۴) مسٹر اوکلے نے لکھا ہے کہ "عمر گھر مین آگ لگانے ہی کو تھا کہ فاطمہ نے پوچھا تیرا مطلب کیا ہے- عمر نے کہا کہ اگر اوروں کی طرح تم بیعت نہ کروگے تو مین گھر کو جلا کر خاک سیاہ کردونگا"- (ہسٹری آف سیراسنز)

ابوالفرج نصرانی

(۵) ابوالفرج نصرانی نے بھی اپنی تاریخ عربی مختصر الدول مین یہ روایت اُسیطرح لکھی ہے جسطرح اوکلے نے لکھی ہے :-

علی کی طلبی جوابات و جبر گرفتاری

علی کے اسطرح پر بغرض حصول بیعت بلانے اور بہ جبر لیجانیکو روضۃ الصفا- روضۃ الاحباب- اعثم کوفی و تاریخ الاسلام و کتب الامامۃ والسیاسۃ مین بھی بہ تغیر الفاظ و بہتر دکی بعض جزئیات تحریر کیا گیا ہے جسکو ہم امام ابن قتیبہ کی کتاب امامۃ والسیاسۃ سے ہدیہ ناظرین کرتے ہین

مصنف موصوف نے حضرت عمر کے لکڑیاں و آگ لیکر چڑھ جانے کا ذکر کرتے ہوئے اسوقت کا نقشہ بھی دکھلایا ہے جب عمر نے اول مرتبہ آکر علی کو دروازہ فاطمہ پر آواز دی تھی۔ اور بیعت کیلئے باہر بلایا تھا۔ اور اول جواب علی سنکر واپس چلے گئے تھے۔ اور پھر دوبارہ آگ و لکڑیاں لیکر آئے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "علی نے کہا کہ میں نے تو قسم کھائی ہے کہ جب تک قران نہ جمع کر لونگا۔ روانہ اوڑھونگا نہ گھر سے نکلونگا۔ پس فاطمہ دروازہ پر آئیں اور عمر سے کہا کہ ہم سے اُس قوم سے کچھ مطلب نہیں جو تم ایسوں کیطرح فعل بد پر قائم ہو تم نے رسول کو چھوڑ دیا انکا جنازہ ہمارے ہاتھوں میں رہا۔ اور تم نے امر خلافت کو اپنے لیئے طے کر لیا۔ تم کیونکر امیر بنگئے اور ہمارے حق کو ہم سے کیونکر پلٹا دیا۔ پس عمر ابوبکر کے پاس واپس گئے (یہ پہلا آنا تھا) اور انسے کہا کہ کیا تم اس تخلف کرنے والے سے بیعت نہ لوگے۔ پس ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ کو بھیجا کہ علی کو بلا لا۔ پس وہ گیا اور علی کو پکارا۔ علی نے پوچھا کیا کام ہے؟ اسنے کہا کہ آپ کو رسول کے خلیفہ نے بلایا ہے۔ علی نے کہا کہ تم نے رسول اللہ پر کیا جلد بہتان باندھا ہے۔ پس وہ لوٹ آیا اور جواب بیان کر دیا۔ تو ابوبکر دیر تک روتے رہے۔ عمر نے دوسری مرتبہ کہا کہ اس متخلف کو مہلت نہ دو۔ پھر ابوبکر نے قنفذ کو بھیجا کہ جا کر کہے کہ امیر المومنین آپکو بلاتے ہیں۔ تاکہ بیعت لیں۔ پس قنفذ گیا اور پیغام ادا کیا تو علی نے بلند آواز سے کہا کہ سبحان اللہ ایسی صفت کا دعوے کرتے ہیں جو انمیں نہیں ہے۔ قنفذ نے واپس آکر یہی کہدیا۔ پھر ابوبکر دیر تک روا کیئے۔ پس عمر کھڑے ہوگئے اور ایک گروہ کو ساتھ لیکر آئے (یہ دوبارہ کا آنا تھا۔ جب آگ و لکڑیاں لیکر آئے تھے) اور فاطمہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پس جب فاطمہ نے ان لوگوں کی آوازیں سنی تو بلند آواز سے فریاد کی کہ اے میرے باپ۔ اے خدا کے رسول! آپ کے بعد ابن خطاب و ابن قحافہ کے ہاتھوں سے ہمکو کیا کیا دکھ پہنچ رہے ہیں۔ جب قوم نے فاطمہ کی یہ آواز سنی تو چیخیں مار کر روتے ہوئے پلٹے۔ درانحالیکہ انکے دل پارہ پارہ اور کلیجے ٹکڑے ہو رہے تھے مگر عمر اور انکے ساتھ کے کچھ آدمی ٹھہرے رہے۔ یہانتک کہ علی کو گھر سے نکالا اور ابوبکر کے پاس لیگئے۔" (نوٹ۔ کیسے نکالا؟ اور فاطمہ کی ایسی آہ وزاری کیوں و کسوجہ سے تھی جس سے دوسروں کے کلیجے ٹکڑے ہوتے تھے؟ اسکا تذکرہ یہاں سے متروک ہے۔ لیکن ناظرین اگر یہاں پر ملل والنحل کی نظام والی روایت کو جو اوپر ذکر ہو چکی ہے ملا لیں تو وجہ بخوبی ظاہر ہو سکتی ہے) اور علی اپنی قسم کیخلاف کسطرح گھر سے نکالے گئے ہونگے۔ اور خلاف مرضی لیجائے گئے ہونگے۔ اسکا قیاس ناظرین خود فرمالیں۔

دربار خلافت میں طلبی بیعت پر علی و شیخین و ابو عبیدہ وغیرہ کی گفتگو و علی کا انکار بیعت

مکالمہ علی با شیخین والو عبیدہ وغیرہ و انکار بیعت

اب دربار خلافت میں طلب بیعت پر جو مکالمہ مابین علی و شیخین و ہوا خواہان خلافت کے ہوا وہ زیادہ پُر لطف و معنی خیز ہے۔ روضۃ الصفا۔ تاریخ الاسلام۔ روضۃ الاحباب۔ صحیح مسلم۔ و تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری و کتاب امامۃ والسیاسۃ و اعثم کوفی حسب ذیل ہدیہ ناظرین ہے:۔ جب علی لائے گئے اور اُن سے سوال بیعت کیا گیا۔ تو علی نے جواب دیا کہ "تمنے جو انصار پر مہاجرین کی عزت قایم کی وہی دلیل میری مہاجرین پر ہے"۔ اور حسب عبارت ابن قتیبہ مندرجہ کتاب امامۃ والسیاسۃ و نیز اعثم کوفی علی نے

کہاکہ "مین اس امر کا تم سے زیادہ سزاوار ہوں۔ تملوگوں کو لازم ہے کہ میری بیعت کرو۔ تملوگون نے اس امر کو انصار سے لیا۔ اور حجت لائے تم اپنی قرابت رسول کے ساتھ اور لیتے ہو ہم اہلبیت سے محض غصب کے طور پر۔ آیا نہیں زعم کیا تملوگون نے انصار سے کہ تم اسوجہ سے زیادہ مستحق ہو کہ رسول تم مین سے ہین پس اُن لوگون نے تمہارے سامنے گردن جہکادی اور حکومت تمہاری سپرد کر دی پس اب وہی حجت مین تمپر قایم کرتا ہون جو انصار پر تم نے قایم کی ہے اسطرح کہ ہم زندگی و موت مین رسول کے اقرب ہین اگر تمہارا مومن ہونیکا دعویٰ سچا ہے تو ہمارے لیئے انصاف کرو۔ ورنہ یاد رکہو کہ تم عمداً ظلم کروگے۔ عمر نے کہاکہ "بہ تحقیق تمکو نہ چہوڑا جائیگا جب تک تم بیعت نکروگے۔" علی نے کہاکہ "دوہ لے خوب دوہنا کہ تیرا بھی اسمین حصہ ہے اور تو آج اس کیلیئے اس کام کو خوب مضبوط کر کیونکہ وہ کل تیری طرف پہیر دیگا۔" پھر کہاکہ قسم ہے اللہ کی مین تیرا قول قبول نہین کرتا۔ اور نہ اس کی بیعت کرتا ہون عمر نے کہاکہ تمکو بیعت کرنی پڑیگی۔ علی نے کہاکہ اگر ہم بیعت نہ کرین تو کیا ہوگا۔ عمر نے کہا "خدا کی قسم تمہاری گردن اڑادینگے" علی نے جواب دیا:۔ اسکا ہمکو کب اندیشہ ہے جب تک رمق جان بھی باقی ہے اپنے حق سے دست بردار نہونگا۔" اور بقول ابن قتیبہ کہاکہ "تو تم ایک خدا کے بندے اور اسکے رسول کے بھائی کو قتل کروگے۔" پس عمر نے کہاکہ خدا کا بندہ ہونا تو تسلیم لیکن رسول کے بھائی تم نہین ہوسکتے ہو (غالباً اسپر گفتگو کا رخ بدلنے کو) ابو عبیدہ جراح نے کہاکہ "تمہاری فضیلت اور سبقت اسلام سب پر روشن ہے اور تم اہلبیت مین سے ہو بیشک تم زیادہ حقدار ہو۔ لیکن جب صحابہ نے ابوبکر کی بیعت پر اتفاق کر لیا تو تم بھی موافقت کرلو۔" علی نے جواب دیا:۔ "اے ابو عبیدہ وہ بات نہ کر جو سچ سے علیحدہ ہو۔ خدا نے جو عزت خاندان رسالت کو دی ہے اور سلطنت عرب جو محمد کی ہے انکے گہر سے نکالکر دوسرے کے گہر کیطرف منتقل نکر جنکے گہر مین قرآن نازل ہوا۔ معدن علم دین و سنن سید المرسلین ہم ہین۔ شریعت اور مصالح ملت کو ہم بہتر جاننے والے ہین پس ہوا و حرص کی متابعت نکرو ورنہ خدا کے راستہ سے گمراہ ہوجاؤگے اور حق سے دوری مین پڑے جاؤگے۔

اب بشیر بن سعد نے کہا:۔ "یا علی بیعت ابوبکر سے پہلے اگر یہ کلام انصار آپ سے سنتے تو دو آدمیوں سے (غالباً ابوبکر و عمر مراد ہوگی) زیادہ کوئی اور کیطرف نہ جاتا سب تمہاری بیعت کر لیتے۔ چونکہ تم گہر مین بیٹھے رہے سبکو خیال ہوا کہ تمکو رغبت خلافت کی نہین اب یہ باتین لوگونکے قرارداد کیخلاف ہونگی۔ لوگون نے اس خوف سے کہ مبادا دین رسول مین خلل پڑے ابوبکر کی بیعت کرلی۔" علی نے جوابدیا:۔ "اے بشیر کیا تو اسے پسند کریگا کہ مین رسول کو گہر مین بے غسل و کفن چہوڑ جاتا اور لوگونکے ساتھ سلطنت کے جہگڑنے کے لیئے کہڑا ہوجاتا۔" اب سبکو خاموش دیکہکر ابوبکر نے کہاکہ:۔ "اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم مخالفت کروگے تو مین ہرگز قبول نہ کرتا۔ اب اگر بیعت کرو تو مناسب ہے نہین تو تمپر کوئی تکلیف نہین ہے (کیا ڈپلو میٹک گفتگو ہے) عمر نے ابوبکر سے مخاطب ہوکر کہاکہ "تم کچھ حکم کیوں نہین دیتے (غالباً حکم قتل کے بھی خواستگار ہونگے) ابوبکر نے کہا:۔ "مین انکو کسی شے پر مجبور

نکرو نکا جبتک فاطمہ انکے پہلو مین ہین" پس علی قبر رسول پر جاکر لیٹ گئے اور با آواز بلند رو رو کر فریاد کرتے تھے کہ اے میری ماں کے بیٹے قوم نے مجھے کمزور و مجبور کر دیا اور اب چاہتی ہے کہ مجھے قتل بھی کر دے" (کتاب امامۃ والسیاسۃ اعثم کوفی و روضۃ الاحباب)

علی با بیعت چلے گئے

واقعہ طلبی و گرفتاری علی وطریقہ عمل پر تنقیدی نظر

اب اس تمام واقعہ و تحریرات ابو الفدا و ابن قتیبہ وغیرہ مین چند امور قابل غور ہین اور چند نتائج برآمد ہوتے ہین جنکی طرف ناظرین کی توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ حسب ذیل ہین :۔ امور غور طلب

امور طلب

(۱) الفاظ من معہ مندرجہ عبارت ابو الفدا سے مراد کون تھے ؟ آیا کوئی اور مجمع خانہ فاطمہ مین تھا جیسا کہ اس عمل قبیح کی توجیہ رکیک مین کہدیا جاتا ہے یا اس سے صرف علی و فاطمہ و حسنین ہی مراد تھے ؟ یہ ظاہر ہے کہ جسوقت علی کو گھر سے باہر نکالا گیا ہے تو صرف یہی ایک گرفتاری عمل مین آئی تھی۔ اگر اور کوئی موجود ہوتا تو وہ بھی علی کے ساتھ گرفتار ہوتا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ روایت صاحب ملل کی ہی صحیح ہے کہ سوائے علی و فاطمہ و حسنین کے اور کوئی نہ تھا اور خبر اجماع رفع الزام یا حجت عمل کا حیلہ ہے

(۲) کیا فاطمہ کا احتجاج و بیان شیخین کی نسبت کہ تم فعل بد پر ہو۔ اور تمنے میت رسول کو چھوڑ کر امر خلافت اپنے لیئے طے کر لیا، جو ہمارا حق تھا صحیح ہے یا جھوٹا ؟ فاطمہ کو بقول رسول صدیقہ مانتے ہوئے اسکا غلط سمجھنا ذرا دشوار معلوم ہوتا ہے اور شیخین کیطرف سے اسکا کوئی معقول جواب تردیدی بھی نہین دیا گیا ؛

(۳) قنفذ کی زبانی علی کیطرف سے القاب خلیفہ رسول و امیر المومنین کی عدم تسلیم کو سنکر ابو بکر کے گریہ طولانی کی کیا وجہ تھی ؟ کیا یہ علی کے اعتراضات کی تسلیم نہین جا سکتی ؟ کیا جو کچھ علی نے کہا تھا وہ غلط تھا ؟ زبان رسول سے الحق مع علی و علی مع الحق" سنکر یہ بھی ماننا دشوار معلوم ہوتا ہے ؛

(۴) خلیفہ وقت ابو بکر کے ہوتے ہوئے تمام مجمع مین سے صرف حضرت عمر کا ہی بیعت علی پر اسقدر اصرار اور ایسا خود اختیاری سنگین عمل کس قانونی یا اخلاقی حق سے تھا ؟ کیا یہ محض خیر خواہی خلافت کیوجہ سے تھا یا علی سے انکو کوئی خاص وجہ عداوت کی تھی ؟ کیا مسٹر ڈیون پورٹ کا خیال صحیح ہے کہ مدمقابل علی کا راستے سے قطعی اخراج ہی انکی ذاتی کامیابی کی ضمانت کر سکتا تھا ؟

(۵) دروازہ فاطمہ جو بند تھا آخر کیسے کھلا ؟ کیا واقعی اس آگ سے جو بقول ابو الفدا وغیرہ ساتھ لائی گئی تھی، کچھ کام لیا گیا ؟ یا بقول اہل تشیع وہ دروازہ جلا کر گرایا گیا جو پہلوئے فاطمہ پر گرکر اسقاط حضرت محسن کا باعث ہوا جسکو صاحب ملل نے حضرت عمر کے لات مارنیکے صدمہ سے لکھا ہے۔ فاطمہ کی ایسی فریاد کے جسکو سنکر باہر کے آدمی بھی چیخین مار کر رونے لگین کچھ نہ کچھ اسباب تو ضرور ہونگے جنکو ناظرین خود قیاس کر لیں گے ؛

(۶) علی آخر کسطرح گہر مین سے نکالے گئے۔ نکالا جانا سوائے جبر کے نہیں ہو سکتا پس وہ جبر کیا تھا؟ کیا گلا باندہنے کی روایات صحیح ہین؟ (واللہ اعلم بالصواب)

(۷) حضرت عمر کیطرف سے اسقدر خواہش و اصرار قتل علی کیلئے اور حضرت ابو بکر کا اُس سے گریز و انکار ان دونوں میں سے بلحاظ اسلام کون حق پر تھا۔ اور کون ناحق پر؟ اور اگر اُسوقت بجائے ابو بکر کے عمر خلیفہ ہوتے تو کیا علی اسیوقت قتل نہ کر دیئے جاتے اور اسحالت مین فیصل کیسا ہوتا؟

(۸) کیا علی رسول کے بھائی نہین تھے۔؟ علاوہ قول ھو اخی فی الدنیا والاخرۃ کے کیا رشتہ کے لحاظ سے علی رسول کے چچازاد بھائی نہین تھے؟ کیا چچا کے بیٹے کو سوا بھائی کے اور کچھ بھی کہا جاتا ہے؟ پس حضرت عمر کے صریحی انکار کو کیا کہنا چاہیئے؟

(۹) کیا ایسی جبر و سختی کیحالت مین اگر علی بیعت کر بھی لیتے تو وہ بیعت واقعی بیعت کہلائے جانیکی قابل ہوتی؟ ہرگز نہیں؟

(۱۰) کیا کسی حالت مین بھی علی و فاطمہ کے ساتھ جنکے فضایل و مراتب و تعلقات رسول سے ہر شخص واقف ہے ان حضرات کا ایسا جابرانہ طرز عمل اور ایسا توہین آمیز جبر و تشدد زیبا و مناسب تھا؟ جسکے اثرات آیندہ کوفہ و شام و کربلا کے خونی مناظر کیصورت مین رونما ہوئے کیا اس طریقہ عمل سے بنت رسول کی حرمت و اہلبیت کی وقعت کو جنکی مودت اجر رسالت ہے نا قابل تلافی صدمہ نہیں پہنچا؟ کیا وفات رسول کا اونکی مصیبت زدہ پیاری بیٹی کو اسیطرح پریشان کیا جانا چاہیئے تھا؟ افسوس

(۱۱) کیا علی کے ادعائے افضلیت کی کسی نے تردید کی؟ کیا شیخین نے خاموشی سے اور ابو عبیدہ و بشیر نے لفظون مین اسکو تسلیم نہین کیا؟

ان جملہ امور کے تصفیہ کو ہم ناظرین کی عقل سلیم و رائے و انصاف پر چھوڑکر ان لازمی نتائج کیطرف متوجہ کرتے ہین جو اس واقعہ و روایت سے پیدا یا مترتب ہوتے ہین جو حسب ذیل ہین؛ نتائج روایت و واقعہ:-

نتائج واقعہ

(۱) علی و فاطمہ کے نزدیک یہ خلافت و بیعت شیخین بالکل خلاف استحقاق و ناجایز بلکہ غصبی تھی جسوجہ سے انکو بیعت سے انکار رہا جو علی مع الحق کی رو سے غلط نہین سمجھے جاسکتے۔ علی کے اعتراضات پر ابو بکر کا رو دینا۔ خلیفہ رسول کے خطاب کو بدلکر امیر المومنین کی ترمیم اور علی کے ادعائے فضیلت و استحقاق پر خاموشی! اعتراضات و ادعائے مذکور کی صحت و تسلیم پر دلالت کرتے ہین؛

(۲) یہ کہ حضرت عمر کو حضرت ابو بکر سے زیادہ فکر و کوشش بیعت علی یا اُنکے قتل کی تھی۔ اور انکے قلب مین کوئی حرمت فاطمہ بتول و عزت و محبت اہلبیت رسول کی نہ تھی؛

(۳) بیعت لینے کیواسطے ایسے جبر و تشدد سے بھی کام لیا جاسکتا ہے اور لیا گیا۔ جو معلوم نہین کہ کہانتک ایسی شریعت مین جبکہ کافروں پر بھی ایسی مظالم کو روا نہ رکھتی ہو جایز ہو سکتا ہے؛

(۴) حضرت ابو بکر کا دامن بھی روایت ابو الفدا کی رو سے ان مظالم کے بدنما دھبہ سے بالکل پاک نہین ہوتا۔ کیونکہ خانہ فاطمہ کے جلانے

اخراج وہلاکت کا حکم انکی طرف سے بھی ہوا تھا جیسا کہ الفاظ "ان ابا بکر بعث عمر" سے ظاہر ہوتا ہے اور نہ معلوم ہونیکے بعد انہوں نے مرتکب کو کوئی سزا دی ۔

(۵) علی نے باوجود اس جبر تشدد و خوف ہلاکت کے بیعت نہیں تو پھر آئندہ کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ۶ ماہ بعد یا اور کسی وقت میں جبکہ کوئی جبر بھی نہ کیا گیا ہو بیعت کر لی ہوگی ۔

علی کی بیعت ابوبکر کے متعلق تحقیق و دلائل عدم امکان بیعت از علی و نتیجہ تحقیق

علی ہرگز بیعت نہیں کی نہ کر سکتے تھے

اب بعض متعصب، خالی از ذہن یا محض سطحی نظر رکھنے والوں نے جو محبت شیخین میں علی کے موافق وصیت رسول صبر و تحمل و بمقتضے مصلحت وقت سکوت و خاموشی واز روئے اخلاق محمدی خلفائے ظاہری میل جول و بباعث سچی ہمدردی اسلام کے مفید و نیک مشورے دینے یا بربناء فرائض امامت جائز خود و ذمہ داری ہدایت راہِ مستقیم خلاف شریعت لغزشوں کو وقتاً فوقتاً روکنے اور اصلاح کر دینے سے یہ نتیجہ نکالا ہے اور اپنی تواریخ و تصانیف میں ذکر کیا ہے کہ علی نے بھی ابوبکر کی بیعت کر لی تھی ۔ یہ یا تو انکی عقل و فہم کا قصور ہے کہ وہ کسی واقعہ کی حقیقت کے ادراک و امتیاز کی قوت نہیں رکھتے یا تعصب نے انکی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا ہے علی کی سیرت و فطرت کے مطالعہ کرنے اور سمجھنے والے غور کر سکتے ہیں کہ وہ بہادر جس نے اپنی بہادری کے عرب میں سکے بٹھا دیئے ہوں جو ہزاروں کی تعداد مخالفین کو ہیچ سمجھتا ہو۔ وہ مستقل مزاج و مستحکم ارادہ کا شخص جسنے سنت شیخین پر عمل کرنیکے زبانی اقرار سے بھی جس سے خلافت مل جاتی تھی قطعاً انکار کر دیا ہو جس نے اپنی چند روزہ خلافت ظاہری کے زمانہ میں اخیر خواہ مشیر ونکے پولیٹکل مشوروں کو کہ معاویہ و دیگر ظالم عمال کو بالفعل نہ چھیڑا جائے بدستور قایم رکھا جائے باوجود حالت پر آشوبی کے بالکل لاپرواہی سے پس پشت ڈالکر انکی برطرفی کے احکام صادر کر دیئے ہوں۔ جو حق کے مقابلہ میں دنیا کی کسی قوت سے مرعوب و کسی قربانی سے باز نہ ہوتا ہو اور جو بقول انگریز مورخین بھی جھل و دنیاداری کو جانتا بھی نہ ہو۔ وہ خلافت ابوبکر یا دیگر خلفائے ثلثہ کو ناجائز سمجھنے و یقین کرنے بلکہ مجمع عام میں اسکو علی الاعلان ظاہر کرنے اور یہ کہنے کے بعد کہ جب تک مجھ میں جان باقی ہے ہرگز بیعت نکرونگا اور اپنے حق سے دست بردار نہوں گا کیسے دوسروں کی بیعت واقعی یا ظاہری کر لیتا اور پھر ہر خلافت کے انعقاد کیوقت بلکہ ہر وقت میں اپنے کو جایز حقدار ظاہر کر کے دعویدار خلافت بھی رہتا۔ یہ کسی صحیح العقل آدمی کے سمجھ میں آنیوالی بات معلوم نہیں ہوتی ۔

علی ظاہری بیعت بھی نکر سکتے تھے

جو لوگ اپنی سادہ لوحی یا تنگ نظری سے اس بات کے قایل ہوئے ہیں کہ واقعی تو نہیں البتہ ظاہری بیعت کر لی تھی انکی عقل کیحالت اور زیادہ قابل افسوس ہے! انہوں نے قطعی اندازہ نہیں کیا کہ اگر علی کی طبیعت ایسی کمزور یا ڈپلومیٹک (دو عملی کی) ہوتی تو وہ اوّل ہی بیعت ظاہری کر لیتے۔ کیا علی کی طبیعت سلمان، مقداد، ابوذر، سعد و غیرہ سے بھی کمزور تھی کہ وہ تو آخر عمر تک بیعت تقیةً بھی نکریں اور علی بلا کسی مزید جبر کے بیعت ظاہری کر لیں۔ کیونکہ تمام تاریخیں متفق ہیں کہ ان لوگوں نے آخر عمر تک بیعت

نہین کی باوجودیکہ بہت بہت مظالم اُنپر ہوئے۔ کیا علی یہ بھی نہ سمجھتے تھے کہ اُنکا ظاہری بیعت کرلینا بھی ان لوگون کیواسطے جو انکو خلیفہ منصوص اور امام مفترض الطاعۃ سمجھتے ہین جنکو انکی قلبی کیفیت کا اندازہ یا علم نہ ہوسکے گا۔ کس قدر مغالطہ مین ڈالنے والا عمل ہوگا؟ اور وہ اس عمل سے ایسے امر یعنی خلافت و امامت مین جو دونون فرق اسلامی مین داخل اصول دین ہے سخت مغالطہ کے باعث ہونگے؟ جو کسیطرح قیاس مین تو کیا وہم و گمان مین بھی نہین آسکتا پس اگر کہین ایسا قول ملے تو وہ یقینی دیوار سے دے مارنے کی قابل ہے ۔

واقعہ کی صحت و عدم صحت جانچنے کے طریق و نتیجہ

ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ ہر واقعہ اختلافی و متنازعہ کی صحت کی جانچ کیواسطے عقلاً چند امور کا دیکھنا اور انکا کافی طور پر ثابت ہونا لازمی ہوتا ہے جس سے اس کی صحت یا عدم صحت کا انکشاف ہوجاتا ہے اوّل یہ کہ وہ واقعہ کس مقام خاص پر ہوا۔ دوسرے یہ کہ کب اور کس وقت ہوا۔ تیسرے یہ کہ کس حالت مین ہوا۔ چوتھے یہ کہ کن کن اشخاص کے روبرو ہوا۔ پانچوین یہ کہ شہادت واقعہ معتبر و آزاد ہے یا نہین۔ چھٹے یہ کہ کوئی ایسا امر یا مواد موجود نہین ہے جو عدم وقوع یا عدم صحت پر دلالت کرتا ہو۔ پس اگر بابت متذکرہ بالا امور محقق نہون یا اُن کی بابت شہادت مین صریحی اختلاف ہو تو فطری اور یقینی طور پر نتیجہ اخذ کرلیا جاتا ہے کہ واقعہ دراصل ہوا ہی نہین اور مسئلہ معقولی بھی ہے کہ "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" اب خلافت ابوبکر کے متعلق بیعت علی کے واقعہ کے جانچنے کیواسطے جب ہم امور مذکورہ بالا کو تاریخ سے جانچ کرتے ہین۔ تو امر اوّل کی بابت تو کسی تاریخ سے پتہ نہین چلتا کہ یہ بیعت کس مقام پر واقعہ ہوئی۔ مسجد رسول مین ہوئی یا دارالخلافت مین۔ علی کے مکان پر ہوئی یا منازل شیخین پر یا راستہ چلتے ہوگئی۔ پس جب مقام واقعہ ثابت نہین تو واقعہ کا کیسے یقین کیا جاسکتا ہے ۔

امر دوم کی بابت تواریخ مین سخت اختلاف ہے مطالبہ اول کیوقت کی بابت تو روضۃ الصفا کی عبارت ہے کہ "بیعت ناکردہ برخاست" اور حبیب السیر مین ہے کہ "شاہ ولایت بے آنکہ صدیق را بیعت نماید مراجعت فرمود" اور بعض مورخین بھی اس سے متفق ہین لیکن اسکے بعد کے متعلق۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہین کہ "عقیدہ فرقہ شیعہ کا یہ ہے کہ آنجناب نے ابوبکر بلکہ خلفائے ثلثہ مین سے کسی کی ہرگز بیعت نہین کی مگر بعضے اہلسنت کہتے ہین کہ وفات رسول سے چالیس روز بعد بیعت کی اور ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ تا حیات فاطمہ کے بیعت نہین کی اسکے بعد کی (کب کی) کچھ پتہ نہین ہے اور بعض کتب مین نظر سے گذرا ہے کہ اسی روز جب علی نے خلافت ابوبکر کی خبر سنی نہایت تعجیل کے ساتھ انکے پاس جاکر بیعت کرلی"۔ روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۴۳ مین ہے کہ ۶ ماہ تک تا حیات فاطمہ علی نے بیعت نہیں کی۔ شرح عقاید مین ہے کہ علی نے بعد اس توقف کے جو رہا روبروئے گواہان ابوبکر کی بیعت کرلی مدت و نام گواہان کا پتہ نہیں۔ مسلم جلد ۱ صفحہ ۹۱ مین ہے کہ بعد انتقال فاطمہ علی نے بیعت کی خواہش کی۔ مروج الذہب مسعودی جلد ۱ صفحہ ۲۸۵ مین ہے کہ "یہ تحقیق بیعت علی بن ابیطالب جو ابوبکر سے ہوئی اسمین اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے

کہ بعد وفات فاطمہ دس دن گذرنے پر بیعت کی جو وفات رسول سے کچھ زیادہ ستر دن گذرنے پر ہوئی تھی اور بعض کے نزدیک تین ماہ گذرنے کے بعد اور بعض کے نزدیک ۶ ماہ کے بعد اور بعض کے نزدیک اور کچھ کم مدت کے بعد ہوئی "

ان اختلافات کثیرہ کا فطری وعقلی نتیجہ بھی عدم وقوع واقعہ بیعت علی کیطرف راجح ہوتا ہے ممکن ہے کہ کوئی یہ شبہ پیدا کرے کہ اسی قسم کے اختلافات زمانی تو بہت سے اسلامی واقعات مین موجود مین مثلاً ولادت ووفات رسول کی ہی تاریخین کتب تواریخ مین مختلف نظر آتی ہین پس یہ اختلاف انکے عدم وقوع کی دلیل نہین ہوسکتا۔ مگر یہ شبہ ربکیک اسطرح باطل ور اس موقعہ سے غیر متعلق ہے کہ وہاں یعنی وفات وولادت مین واقعہ کا وقوع ہونا اختلافی یا متنازعہ نہیں ہے بلکہ اُنکا وقوع ساری دنیا کو مسلم ہے اور نہ اُنمین جملہ امور تنقیح طلب متذکرہ صدر اختلافی وغیر محقق ہین اور اگر ان واقعات سے بھی کوئی انکار کرنے والا پیدا ہوجائے جو ہو نہین سکتا تو البتہ وہان بھی عقلاً ایسے اختلافات وعدم ثبوت اسی نتیجہ کیطرف منجر ہوسکتے ہین۔ برخلاف اسکے مسئلہ بیعت مین تو نفس واقعہ ہی اختلافی ومتنازعہ ہے اسلام مین ایک فرقہ شیعہ اصولاً وبالاستحکام اس سے منکر ہے۔ جیسا کہ صاحب حبیب السیر نے بھی لکھا ہے تو اب ان لوگونکے اختلافات زمانی ومکانی سے جو وقوع بیعت کے قایل ومدعی ہین قطعی طور پر یہ فیصلہ کرنیکا حق ہے کہ بیعت مذکور واقع ہی نہین ہوئی۔ ورنہ ایسے اہم امر مین وقت وجگہ کا ہرگز اختلاف نہوتا۔

اب تیسرے، چوتھے اور پانچوین امور سے متعلق بھی کوئی تاریخ پتہ نہین دیتی کہ کن کن اشخاص کے روبرو یہ بیعت ہوئی اور کس حالت مین ہوئی شرح عقاید مین اتنا تو لکھا ہے کہ روبرو گواہان کے ہوئی مگر نام گواہان کا پتہ نہین تاکہ اسکی جانچ ہوسکتی کہ دراصل اشخاص مذکور کہانتک اس واقعہ کی تصدیق یا تکذیب کرتے ہین اور وہ کس پایہ کے ہین اور کہانتک آزاد وقابل اعتبار قرار پاسکتے ہین نہ یہی کسی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب پیشتر علی قسم کیساتھ بیعت سے انکار کرچکے تھے تو اب کس طور پر اس قسم شکنی پر آمادہ ہوئے کاروائی سقیفہ سے مین مابعد کے علاوہ علی سے مطالبہ بیعت کے واسطے کوئی اور جلسہ قبل یا بعد وفات فاطمہ کے ہونا کسی تاریخ سے ثابت نہین ہوتا اور اُس جلسہ مین علی کے بیعت کرنیسے خود روضۃ الصفا وحبیب السیر وغیرہ انکاری ہین تو پھر کون سے جلسہ مین وہ بیعت ہوئی ؟

اب رہا امر ششم تو بیشمار امور اُسکے عدم وقوع وعدم صحت کے ثبوت مین ملتے ہین جنمیں سے کچھ تو پہلے ذکر ہی ہوچکے ہین انہیں میں ایک یہ بھی ہے کہ جب علی اپنے آپ کو حق پر اور خلافت ثلثہ کو باطل پر سمجھتے تھے اور قول رسول ہی الحق مع علی ہے تو اگر حق نے کبھی باطل کا اتباع کیا ہوتا تو البتہ یہاں بھی یقین کرلیا جاسکتا تھا کہ علی نے بیعت کرلی ہوگی۔ دوسرے علی بمصداق آیہ تطہیر معصوم اور بمراد آیہ مباہلہ نفس رسول تھے انکا ابوبکر یا ثلثہ مین سے کسی کی بیعت کرنا ایک معصوم یا رسول کا غیر معصوم کی بیعت کرنا تھا جو قطعاً ناممکن ہے تیسرے خود علی کا وہ خطبہ جو خطبہ شقشقیہ کے نام سے موسوم ہے اسکی کامل تکذیب کررہا ہے اور اس سے صاف

طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ علی نے خلفاء ثلثہ میں سے کسیکو کبھی جایز خلیفہ نہیں سمجھا نہ کسی کی بیعت کی جسکا ترجمہ بقدر ضرورت پیش کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

پیغمبر کی وفات کے بعد جو میں نے جہاد اور احقاق حق میں تاخیر کی اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ اعیان اسکے مستحق تھے اور نہیں وہ حق نہیں پہنچتا تھا لے سننے والے خبردار ہو جا کہ ابوبکر نے پیراہن خلافت کو ناحق زیب تن کیا۔ حالانکہ وہ خوب جانتا تھا اور اسے اچھی طرح یقین تھا کہ خلافت کے لیئے میرا (یعنی علی کا) وہ مقام ہے اور مجھے اس سے وہ نسبت ہے جو آسیا کو قطب آسیا سے ہے… جب ابن قحافہ (ابوبکر) نے اس پیراہن کو ناحق اپنی زینت بنالیا تو میں نے اپنے اور اس خلافت کے درمیان پردہ ڈالدیا… میں دیکھ رہا تھا کہ میری میراث کسطرح تاراج و غارت ہو رہی ہے…… جب خود ابوبکر ہی کی مصاحبت مجھے پسند نہ تھی جو انکا پیشوا تھا تو انکا شریک مشورہ ہونا مجھے کیونکر پسند ہوتا۔ (اب مدعیان بیعت دیکھیں کہ کہاں تک انکا دعویٰ قول علی سے سچا ثابت ہوتا ہے)…… پھر عمر کی خلافت کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ "اول (یعنی ابوبکر) تو اپنے راستے سے گذر گیا مگر اپنے بعد خلافت کے ڈول کو ابن خطاب کے کنوین میں جھونک گیا۔ مگر مجھے تو تعجب و سخت تعجب ہے کہ وہ جانے والا اپنی حیات میں تو بیعت خلافت کے توڑنے کا حکم دیتا تھا اور اقالہ طلب کیا کرتا تھا۔ مگر باوجود اس قول کے اپنے مرنے کے بعد دوسرے کے ساتھ خلافت کو منعقد کر گیا۔ واقعی امر یہ ہے کہ پستان ناقہ خلافت کو دونوں نے آپس میں خوب چوسا افسوس وہ خلافت کو ایک درشت مزاج و تند خو کے حوالہ کر گیا جسکی زبان کے زخم نہایت سخت اور وہ ہی سے جنکا چھونا بھی ناگوار تھا جس کی گفتار اور کردار دونوں ناہموار تھے اسکی طبیعت میں سخت لغزشیں تھیں…… میں نے ان صدمات پر بھی صبر کیا۔ اب ناظرین سمجھیں کہ کیا ان خیالات سے علی کا بیعت کرنا ظاہر ہوتا ہے؟ بلکہ آخر تک جبکہ خلافت ظاہری آپکو ملی ہے تب بھی آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ:۔ الحمد للہ علی احسانہ قد رجع الحق الی مکانہ (یعنی خدا کا شکر ہے اسکے احسان پر کہ اب حق اپنے مرکز اصلی پر واپس آگیا ہے جسکے صاف معنی یہ ہوسکتے ہیں کہ اس سے پہلے جہاں جہاں بھی خلافت رہی وہ ناحق تھی۔ اب ناظرین کو ختیار ہے کہ اگر وہ علی کو سچا سمجھتے ہیں تو خلفاء ثلثہ کے ان اوصاف اور انکی خلافت کی اس حقیقت کو جو علی نے ظاہر کی ہے قائل ہوں ورنہ اسکے برعکس مگر یہ یاد رہے کہ پھر علی کو جو کبھی خلافت سے بھی علیحدہ کرنا پڑیگا اور اسلام سے بھی ہاتھ اٹھانا لازم ہوگا۔ ہمارا مطلب اس سے کچھ بحث نہیں۔ ہماری غرض تو یہ دکھلانی تھی کہ جب خلافت ائمہ سابقہ کے متعلق علی کے ایسے خیالات تھے تو وہ کیونکر بیعت اپنے خلفا کی کر سکتے تھے۔ پس ان تمام وجوہ و مواد مخالف کے موجود و ثابت ہوتے ہوئے اور انکے سوتوفی مشکوک ۔۔۔ بیعت لازمی نتیجہ بجز اسکے اور کیا نکل سکتا ہے کہ علی نے حقیقتاً کبھی بھی بیعت نہیں کی اور واقعی بیعت تو در کنار وہ متعرض ۔۔۔ کی حالت میں وہ ظاہری یا تقیۃً بھی بیعت نہیں کر سکتے تھے جو ایک سخت مغالطہ میں ڈالنے والا عمل ہوتا جیسا کہ ہم اوپر دکھا آئے ہیں جو ان کی شان سے نہایت ہی بعید تھا۔ بیعت تو ایک طرف انعقاد خلافت سوم کے وقت مجلس شوریٰ میں بھی عمل کرنے کے قائل نہ

یا زبانی اقرار کو تو علی نے گوارہ ہی نہ کیا۔ اگر علی اسوقت واقعی یا ظاہری بیعت کر چکے ہوتے تو سنت شیخین پر عمل کرنے سے انکار پر اُسوقت سیکڑوں آدمی کہنے کو موجود ہو جاتے کہ آپ تو پہلے بیعت کر چکے ہین اب انکے طریقہ پر عمل کرنے سے کیوں انکار کرتے ہین مگر ایسا کسی نے نہیں کہا کیونکہ واقعہ ہی نہ تھا۔ امام کیواسطے غیر مستحق کی بیعت تو ایسی چیز تھی کہ امام حسن سے تو باوجود مصالحت کے طلب ہی نہیں کی گئی تھی امام حسین سے جسوقت طلب کی گئی تو انہوں نے اپنی اور اپنے ساتھ بہتر کی قربانی کر دی اور ناحق کی بیعت کرنا گوارا نہ کیا۔ ورنہ ممکن تھا کہ وہ بھی ظاہری ہی بیعت کر لیتے جس سے سب کی جان و کنبہ کی بربادی بچ جاتی ⁂

حضرت عمر کا خط سے اقتباس

اس امر کے متعلق ایک اور مسکت تردید خود حضرت عمر کی ایک تحریر ہے جو انہوں نے اپنے زمانہ خلافت مین معاویہ حاکم شام کو ایک خط مین لکھکر بھیجی تھی جو یزید کے پاس محفوظ تھی اور اس نے وہ تحریر عبداللہ بن عمر کو جب وہ بعد واقعہ کربلا کے یزید کو لعنت ملامت کرنے شام گئے تھے دکھلا کر ساکت کیا تھا۔ یہ ایک بہت طولانی تحریر ہے جسکو علامہ مجلسی نے اپنی کتاب بحار الانوار مین حسب اجازہ روایت علما کہ جنکو وہ روایت دلائل الامامت سے ملی تھی درج کیا ہے جو بعض تصانیف اہلسنت مین بھی موجود ہے اُس مین سے ہم صرف اس قدر ٹکڑا جو مبحث ہذا کے متعلق ہے حسب ریاض الشہادت کی عبارت مین ہدیہ ناظرین کر کے ختم کر دینگے۔ اس مبحث پر اور تفصیلی تحقیق و بحث بثبوت دلائل ہم انشاءاللہ ایک جداگانہ رسالہ کی شکل مین نذر ناظرین کرینگے۔ تحریر مذکور حسب ذیل ہے ملاحظہ ہو حضرت عمر اپنے خط مین تحریر فرماتے ہیں کہ "قسم ست کہ نہ علی بیعت کردتہ دوازدہ نفر دیگرو ما شہرت دادیم با یاران خود کہ بیعت کرد و تقصیر نہ کرد۔ در بیعت یار غار پیغمبر ہر قدر ابوذر فریاد میزد کہ نکرد بیعت ما تکذیب او نمودہ مغشوش کردیم" (قسم ہے کہ نہ علی نے بیعت کی نہ اور بارہ آدمیوں نے اور ہم نے اپنے دوستوں کے ساتھ شہرت دیدی کہ بیعت کر لی اور یار غار پیغمبر کی بیعت مین کوتاہی نہین کی اور جسقدر ابوذر فریاد کرتے تھے کہ بیعت نہین کی ہم نے اسکو جھٹلا کر آمیزش مین ڈالدیا)

اب ناظرین خود رائے قایم فرمالین اور تصفیہ منصفانہ فرمالین ⁂

ناظرین سے رخصت و ختم کلام

اب ہم خلافت اوّل کے انعقاد۔ استحقاق و قابلیت و بیعت وغیرہ کے متعلق جو واقعہ وفات رسول سے دست و گریبان تھے تمام کیفیت حالات اور علی و اہلبیت رسول کے ساتھ بعد رحلت اصحاب خاص کا طریقہ اہلسنت کی ہی مستند کتابوں سے کافی وضاحت کیساتھ ناظرین کو دکھلا چکے یہی ہماری حد تالیف تھی مسئلہ خلافت جو سخت اختلافی بلکہ بنائے اختلاف فرق اسلامی کا ہے ہمارے واسطے اور ہمارے موضوع تالیف کیواسطے البتہ ایک سخت دشوار گذار مرحلہ تھا جسپر سے بغیر اپنے بیان کی تحقیق کے حوالہ و تمسک کے گذرنا اور عبور کرنا مشکل تھا لیکن بحمد للہ ناظرین دیکھ لین گے کہ ہمنے اس مین کہین بھی اپنے بیان کی ہی تاریخ یا تالیف سے کام نہیں لیا بلکہ تمام حالات اہلسنت ہی کی کتابوں و غیر اقوام کی تاریخوں سے ہدیہ ناظرین کئے ہین اور انکے معقول پہلو دکھلا دیئے ہین یہی ایک طریقہ آزاد خیالی کا ہمارے پاس تھا۔ لہذا اب ہم بھی اس ناچیز تالیف کو دعا پر ختم کرتے ہوئے کہ پروردگار عالم اور اسکا حبیب پاک اس حقیر ہدیہ کو مقبول فرمائین ناظرین سے اس سمع خراشی اور صرف اوقات عزیز کی جو اسکے مطالعہ مین واقع ہوئی معافی کے خواستگار ہو کر رخصت ہوتے ہین اور امید کرتے ہین کہ ناظرین براہ کرم اس حقیر کو دعا مین یاد فرماتے رہین اور اگر کسی جگہ کوئی

غلطی پائیں تو بنظر اصلاح اسکی درستی فرماکر حقیر کو ممنون فرمائیں۔ والسّلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ٭

اللّٰھم صلی علیٰ محمد و آل محمد و بارک وسلم علیٰ خیر خلقہ سیّد الاولین والآخرین اشرف المرسلین و خاتم النبیین ابی القاسم محمد و آلہ الطیبین الطاہرین المعصومین من یومنا ھذا الی یوم الدین

اقل الزائرین احقر الکونین السید انصار حسین ذکی نقوی امروہوی

(نوٹ) ناظرین۔ تالیف کتاب ہذا کو ماہ شعبان سنہ ۱۳۴۶ھ میں اپنے دوسری مرتبہ کربلائے معلی جانے سے پیشتر ختم کرچکا تھا۔ جسکو بعض علمائے نجف اشرف کی خدمت میں بغرض توثیق پیش کیا گیا جنمیں سے جناب علامہ طباطبائی نے مضامین کتاب کے مطالب کی ترجمانی کراکر و جناب مولانا علی نقی صاحب نبیرۂ جناب غفرانمآب صاحب اعلی اللہ مقامہ لکھنوی نے خود مطالعہ فرماکر اپنی بیش بہا تقاریظ سے اسکو مزین و موثق فرمایا ہے اور وہاں سے واپسی پر بعد اضافہ بعض مضامین خاتمہ و نقشہ جات مشمولہ اسکو افاضل و مستند علمائے ہند کے ملاحظہ سے گذرانا گیا۔ ان مقدس بزرگواروں نے اسکے متعلق جن زرین خیالات کا اظہار فرماکر میری قدر افزائی فرمائی ہے جس کی میں اور میری ناچیز تالیف قابل نہ تھی۔ اسکا شکریہ میرے وسعت قدرت سے باہر ہے وہ سب سلسلہ تقاریظ میں ناظرین کے ملاحظہ سے گذریں گی ٭ (مولف)

قطعات تاریخ از مولف کتاب

شدہ ختم این مرقع	کہ مثال بوستان است	بہ بیان آں رسولے	کہ شفیع انس و جان است
شاد فکر سال طبعش	چو ذکی خوش بیاں را	ز فلک ندائے آمد	چہ بہار بیخزان است ۱۳۴۶ھ
		دیگر	
کر ذکی شکر خالق علام	جو کہ واحد ہے اور رب انام	ذات واجب ہے جسکی لامحدود	جسکا آغاز ہے نہ کچھ انجام
عادل و قادر و سمیع و بصیر	رازق و رب و منعم و منعام	جس نے ہمکو عطا کیا وہ نبیؐ	ہے جو سرتاج انبیائے کرام
مقصد کن و مطلع لولاک	منبع فیض و مصدر اکرام	عاصیوں کا شفیع روز نشور	بیکسوں کا معین روز قیام
ہے وہی جسکا مظہر آیات	بولتا تھا گویا خدا کا کلام	وجہ حق نور حق علی ولی	کل ایمان و سابق الاسلام
حامی دین و ناصر ملت	ماحی کفر و کاسر اصنام	ذات سے جس کی کشتی دین کو	بہر لنگر ملے ہیں گیارہ امام
گیارہ چشمے ہیں جو بہا ہیں	جنسے جاری ہیں دین کے احکام	بارہ یہ رکن ہیں رسالت کے	انپہ خالق کا ہو درود و سلام
ہے دعا اب ذکی عاصی کی	کہ الہی بحق خیر انام	گر یہ خدمت مری قبول پسند	ہو یہ مرغوب طبع خاص و عام
میری بخشش کا یہ ذریعہ ہو	مغفرت کا ہو میری سر انجام	تیرے محبوب کی شفاعت سے	بہرہ ور حشر میں ہو یہ ناکام
فکر تھی سال طبع کی تہیہ	طبع موزوں کو یہ ہوا الہام	بن گیا فیض رحمت حق سے	صبح خندان مرقع اسلام ۱۳۴۶ھ

فہرست غزوات اسلام بزمانۂ رسول اللہ یعنی وہ لڑائیاں فوج کشیاں جنمین حضرت رسولؐ خود بنفس نفیس شریک رہے)

نمبر شمار	نام غزوات	تاریخ وماہ سنہ	مخاصمین	سبب جنگ	تعداد لشکر — اسلام	تعداد لشکر — مخالف	علمدار لشکر — اسلام	علمدار لشکر — مخالف	نتیجہ جنگ	کس کے ہاتھ پر فتح ہوئی	خاص کارگزاری
۱	غزوہ ابواء	صفر ۲ھ	رسول اللہ ـ مخشی بن عمرو یہودی از قبیلہ بنی ضمرہ ـ	بنی ضمرہ نے بہ سازش مشرکین قریش مکہ تہیہ مسلمانون پر حملہ کا کیا تھا ـ	.	.	.	.	بنی ضمرہ نے بوجہ بے سروسامانی خود دبکر صلح کر لی ـ	جنگ نہین ہوئی	.
۲	غزوہ عشیرہ	آخر جمادی الاول ۲ھ	،، ابوسفیان سردار قریش مکہ	قافلہ قریش بغرض تجارت شام جاتا تھا جس سے ابوجہل کی دہمکیون سے خوف نقصان تھا	بہ نفر	لامعلوم	حضرت حمزہؓ	ابوسفیان	مقابلہ ہوا ـ قبیلہ بنی مدلج سے بہی صلح ہوگئی	،،	علی خدمت جاسوسی پر مامور تھے اُن کو ابوتراب کا لقب ملا ـ
۳	غزوہ بدر اولیٰ	جمادی الثانی ۲ھ	،، کرز ابن جابر فہری قریش	کرز معہ کچھ آدمیون کے آکر جنگل سے حضرت کے اونٹ ہانک لیگیا	،،	،،	علی	کرز	دشمن بھاگ گیا ـ ہاتھ نہ آیا ـ	،،	.
۴	غزوہ بدر کبریٰ	۱۷ رمضان ۲ھ	،، ابوسفیان و ابوجہل قریش	قریش پھر تیار ہو کر اونٹ ہانک لیگئے تھے اسکے بعد تین مسلمان قید کر لیے جسکا انتقام منظور تھا قریش نے مکہ سے امداد منگائی جہانسے لشکر عظیم مرتب ہو کر مسلمانون پر چڑھ آیا تھا	۳۱۵	۹۵۰	حضرت حمزہ، علی، حباب، سعد	طلحہ ابی عزیز، نضیر	مسلمانون کی فتح ہوئی ـ دشمن شکست کھا کر بھاگ گیا ـ بہت سا مال غنیمت و اسیران جنگ مسلمانون کے ہاتھ آئے	علی و حمزہ (بقول تمہین ہاتھ)	تنہا علی کے ہاتھ سے ۳۶ آدمی مع سرداران لشکر مخالف منجملہ ۷۰ مقتولین مخالف کے مارے گئے جس سے دشمن کے پیر اُکھڑ گئے اور بھاگ گیا جسکے صلہ مین ذوالفقار علی کو عطا ہوئی
۵	غزوہ کدر	۲۶ ایضاً	،، قبیلہ بنی سلیم	معلوم ہوا کہ بنی سلیم بغرض جنگ چشمہ کدر پر مجتمع تھا	.	.	.	.	لشکر اسلام کے پہنچنے پر خوف سے دشمن بھاگ گیا	جنگ نہین ہوئی	.
۶	غزوہ بنی قینقاع	۱۵ تا ۱۲ شوال ۲ھ	،، یہودیان قبیلہ بنی قینقاع	مخالفین نے خلاف عہد نامہ کے جنگ کی تیاری کی تھی	.	۴۰۰	حضرت حمزہ بروایتے علی	.	چھ روز کے محاصرہ سے تنگ آکر مخالفین جلاوطنی پر مجبور ہو کر شام کی طرف چلے گئے ـ	،،	.
۷	غزوہ سویق	.	،، ابوسفیان قریش	دشمن ہزیمت بدر کے انتقام کو کچھ سوار لیکر آیا اور دو مسلمان کسانون کو قتل کر دیا خبر ملنے پر فوج کشی کی گئی	۲۰۰	۱۰۰	.	.	دشمن خبر آمد لشکر اسلام پاکر بھاگ گیا ـ ایک جماعت دشمن معہ سویق کے مسلمانون نے گرفتار کر لی ـ	،،	. {بعض مورخ اسکو ۳ھ کا بتلاتے ہین}
۸	غزوہ قرقرۃ الکدر	صفر ۳ھ	،، یہودیان بنی سلیم و بنی غطفان	خبر ملی کہ مخالفین بغرض تاخت مدینہ جمع ہوئے ہین	.	.	.	.	موقعہ پر دشمن نہ ملا چند اونٹ و ایک غلام گرفتار ہوا	،،	.

۹	غزوہ بنی ثعلبہ عرف غزوہ عطفان	صفر ۳ھ	رسول اللہ۔	دعثور سردار بنی ثعلبہ	خبر ملی کہ مخالفین بغرض تاخت مدینہ جمع ہوئے ہیں۔	۴۵۰	.	.	.	دعثور سردار مع قبیلہ خود مرعوب ہو کر مسلمان ہو گیا	جنگ نہین ہوئی	.
۱۰	غزوہ اُحد	شوال ۳ھ	〃	ابوسفیان قریش مکہ	قریش مکہ نے بغرض انتقام شکست بدر بڑے پیمانہ پر جنگ کرنے کے ارادے سے عظیم لشکر کیساتھ مدینہ پر فوج کشی کی	۷۰۰	۲۰۰ سوار ۳۰۰۰ پیادہ	علی جواب سعد	طلحہ عکرمہ خالد	اول غالب و فتح اسلام کی ہوئی تھی مسلمان لوٹ میں پڑ گئے دشمن نے موقعہ پا کر حملہ کر دیا مسلمانون کے پیر اکھڑ گئے سب بھاگ گئے صرف تین آدمی ابودجانہ زخمی سہل و علی رسول کے پاس رہگئے علی کی ثابت قدمی بیمثل بہادری و جنگ نے قطعی شکست سے بچا لیا اور دشمن کو بخوف اجتماع لشکر اسلام کے فیصلہ قطعی کو سال آئندہ کیواسطے ملتوی کر کے میدان چھوڑنا پڑا	قطعی فتح و شکست کسی کی نہوئی	حضرت حمزہ جو سر بہادری دکھا کر شہید ہو گئے علی کی بینظیر جنگ بہادری نے قطعی شکست سے بچا لیا جسکے صلہ مین لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار کا تمغہ پایا ابودجانہ و سہل نے بھی پوری ثابت قدمی دکھائی۔
۱۱	غزوہ حمراء الاسد	〃	〃	〃	چونکہ جنگ اُحد قطعی فیصلہ نہوا تھا قریش نے پھر واپسی کا بغرض فیصلہ کلی ارادہ کیا	.	.	.	.	دشمن لشکر اسلام کے مجتمع ہو کر مقابلہ کو آنے کی خبر سے خوف زدہ ہو کر بلا جنگ واپس گیا دو شخص مسلمانون کے ہاتھ لگ گئے جو گرفتار کر لئے گئے	جنگ نہین ہوئی	.
۱۲	غزوہ بنی النضیر	ربیع الاول ۴ھ	〃	یہودیان بنی النضیر	بنی النضیر نے دہوکہ سے رسول کو قتل کرنا چاہا تھا	.	.	علی	حی بن اخطب	دشمن مغلوب ہو کر جلا وطن ہو گئے بہت مال مسلمانون کے ہاتھ آیا	علی	علی نے جنگ سے علیحدہ ہو کر غرور نامی دراصل بہادر کو قتل کیا
۱۳	غزوہ بنی لحیان		〃	بنی لحیان	لبغرض انتقام شہداء بیر معونہ جو دہوکہ سے شہید کیے گئے تھے فوج کشی کی گئی	.	.	.	.	دشمن بخوف بھاگ گئے	جنگ نہین ہوئی	.
۱۴	غزوہ بدر صغریٰ	یکم ذی الحجہ ۴ھ	〃	قریش مکہ	حسب وعدہ جنگ اُحد ابوسفیان فوج لیکر آیا تھا	۱۵۰۰	۲۰۰۰	علی	ابوسفیان	دشمن وادی ظہران تک آ کر بوجہ بددلی لشکر و خوف بلا جنگ واپس چلا گیا	〃	.

۱۵	غزوہ ذات الرقاع	۱۰ محرم ۵ھ	رسول اللہ ۔ بنی انمار و بنی ثعلبہ	مخالفین نے بغرض جنگ مسلمانان لشکر فراہم کیا تھا	۵۰۰	۔	۔	۔	دشمن خوف زدہ ہو کر پہاڑ پر بھاگ گئے	جنگ نہیں ہوئی	۔
۱۶	غزوہ دومۃ الجندل	ربیع الاول ۵ھ	″ اکیدر بن عبدالملک نصرانی	بہ اشارہ قیصر اکیدر نے بغرض جنگ لشکر فراہم کیا تھا	۱۰۰۰	۔	۔	۔	دشمن خبر آمد لشکر اسلام پا کر خوف سے بھاگ گیا ایک دو آدمی و کچھ مویشی مسلمانوں نے گرفتار کیے	″	۔
۱۷	غزوہ بنی مصطلق عرف غزوہ بریع یا مریسیع		″ یہودیان قبیلہ بنی مصطلق	حارث سردار قبیلہ مخالف نے بامداد قبائل عرب بغرض جنگ مسلمانان لشکر جمع کیا تھا	۔	۔	علی سعد بن عبادہ	مالک صفوان	دشمن کو شکست اور اسلام کی فتح ہوئی	علی	مالک و صفوان عظماء ان لشکر مخالف کو علی نے قتل کیا اور سخت حملہ کر کے فتح حاصل کی۔
۱۸	غزوہ احزاب یا خندق	آخر رمضان شروع شوال ۵ھ	″ ابوسفیان قریش مکہ و یہودیان بنی النضیر	یہودیان بنی النضیر وغیرہ نے بغرض انتقام جلاوطنی خود قریش مکہ کو ملا کر لشکر عظیم فراہم کر کے مدینہ پر فوج کشی کی۔ لہذا خندق میں مقابلہ کیا گیا۔	۳۰۰۰	۱۷۰۰۰	علی	عمرو بن عبدود	اسلام کی فتح ہوئی	″	عمرو بن عبدود سردار لشکر دشمن جو ہزار جنگجو سوار کے مانا جاتا تھا اسکے مقابلہ کو لشکر اسلام میں سے کوئی نہ جاتا تھا علی نے نہایت بہادری سے جنگ کر کے قتل کیا اور کل ہیا اور حضرت علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین کا شرف پایا۔
۱۹	غزوہ بنی قریظہ	شوال ۵ھ	″ بنی قریظہ یہودی	بنی قریظہ نے حی ابن اخطب کو پناہ دی اور باہم مشورہ ہو کر مسلمانوں سے جنگ کا سامان کیا تھا چنانچہ فوج کشی کی گئی۔	۳۰۰۰	۔	علی	۔	۲۵ روز کے محاصرہ کے بعد دشمن مغلوب ہوا قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اسیر قتل کرا دیے گئے۔	علی	علی شب کو گرد قلعہ گشت کرتے تھے جس میں کبھی کبھی جنگ بھی ہو جاتی تھی دشمن کو بے بس کرتے تھے۔
۲۰	غزوہ بنی قردہ عرف غزوہ بیمانہ	۶ھ	″ عبدالرحمن بن عتیبہ قریش	عبدالرحمن مع ایک جماعت کے آنحضرت کے اونٹ لے گیا اور چرواہے کو قتل کر دیا تعاقب میں فوج کشی کی گئی	۔	۔	۔	۔	دشمن مغلوب ہو کر بھاگ گئے عبدالرحمن سردار مخالف مارا گیا۔ اونٹ بھی لے لیے گئے۔	سلمہ، ابو قتادہ	سلمہ تیر و تیغ سے حملہ کرتا تھا تب دشمن کے ہمراہ جو چلا گیا بہت سے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ ابو قتادہ نے عبدالرحمن سردار کو قتل کیا۔
۲۱	غزوہ خیبر	صفر ۷ھ	″ یہودیان خیبر	یہودیان خیبر نے بنی النضیر وغیرہ کو پناہ دی تھی و باہم مشورہ ہو کر مسلمانوں سے	۱۴۰۰	لا معلوم	ابوبکر، عمر، علی	حارث، مرحب	دشمن کے چار قلعے مسلمانوں نے فتح کیے قلعہ آخر یعنی قلعہ قموص کو بعد ہزیمت سہ روزہ	علی	علی بوجہ آشوب چشم ابتدائی جنگ میں شریک نہ تھے جب قلعہ قموص کسی طرح فتح نہ ہوتا تھا

					جنگ پر آمادہ تھے ان کی سرکوبی کو فوج کشی کی گئی۔					ابوبکر و عمر کے بعد علی نے نہایت بہادری سے فتح کیا۔ دشمن کو کامل شکست ہوئی۔		ابوبکر و عمر تو شکست کھا کر واپس آئے تو علی بلوائے گئے جنہوں نے حارث و مرحب کو قتل کیا اور خیبر کا در اکھاڑ لیا اور فتح حاصل کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا جس کے صلہ میں کرار غیر فرار کا لقب پایا
۲۲	غزوہ وادی القریٰ	صفر سنہ ۷ھ	رسول اللہ	یہودیان وادی القریٰ	بعد جنگ خیبر یہ لوگ بھی آمادہ جنگ ہوئے چنانچہ بعد واپسی خیبر ان پر فوج کشی کی گئی۔	-	.	علی	.	دشمن کو شکست ہوئی بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔	علی	زبیر اور علی کے ہاتھ سے بہت سے سرداران لشکر مخالف مارے گئے۔
۲۳	غزوہ فتح مکہ	۱۰ لغایتہ ۲۰ رمضان سنہ ۸ھ	,,	قریش مکہ	قریش نے عہدنامہ حدیبیہ کے خلاف اپنے ہم عہد بنی بکر کی امداد میں رسول کے ہم عہد بنی خزاعہ پر حملہ کر کے ان کے ۲۰ آدمی قتل کر دیئے اس کے انتقام کے واسطے یہ فوج کشی کی گئی۔	۱۲۰۰۰	.	,,	.	کچھ خفیف سی جنگ ہوئی دشمن مغلوب ہوا کل مکہ فتح ہو گیا۔ خانہ کعبہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا جہاں کے بت کل توڑ دیئے گئے		رسول اللہ نے علی کو اپنے کاندھے پر سوار کرا کر کعبہ کے بت ان سے تڑوا دیئے۔
۲۴	غزوہ حنین	آخر رمضان تا شروع شوال سنہ ۸ھ	,,	قبائل ہوازن و ثقیف	بعد فتح مکہ مخالفین نے فوج جمع کر کے اور بہت سے قبائل کو بلا کر مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا رسول نے کافی تعداد سے مقابلہ کیا	۱۶۰۰۰	۲۰۰۰۰	علی سعد خالد، عمر	مالک قارب	اول دشمن کے کمین گاہ سے بے خبر حملہ کرنے سے لشکر اسلام منتشر ہو کر فرار اختیار کیا مگر پھر مجتمع ہو کر جنگ کی۔ دشمن کے نامی سردار کو علی نے قتل کیا دشمن شکست کھا کر بھاگ گیا۔ فتح اسلام کی ہوئی	علی	علی رسول کے ساتھ تھے نہایت بے جگری سے ثابت قدم رہے دشمن کے حملوں کی مدافعت کر کے رسول کی حفاظت کی دشمن کے نامی سردار ابو جرول کو قتل کیا اور منجملہ ۷۰ کے ۴۰ آدمی مقتولین مخالف کے علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔
۲۵	غزوہ طائف	شوال سنہ ۸ھ	,,	اہل طائف و مفرورین حنین	بغرض تعاقب سرکوبی مفرورین جنگ حنین فوج کشی کی گئی	-	.	علی	-	۲۰ روز کے محاصرہ کے بعد جس میں جنگ ہوتی رہی شکست کھا کر دشمن نے دب کر صلح کر لی۔	,,	علی ہی نے خثعم کو شکست دی نواح طائف میں بت پاک کر دیا۔ رسول نے ان سے دیر تک رازداری کی۔ دشمن کے نامی سردار نافع کو قتل کیا
۲۶	غزوہ تبوک	آخر رجب تا جزو رمضان سنہ ۹ھ	,,	شاہ روم	خبر معلوم ہوئی کہ شاہ روم نے بڑا لشکر جمع کیا ہے مدینہ پر حملہ کا ارادہ ہے رسول نے علی کو خلیفہ مدینہ پر چھوڑ کر بغرض مقابلہ فوج کشی کی۔	۲۵۰۰۰		.	.	سرحد پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر تیاری ارادہ شاہ روم کی غلط تھی۔ لہٰذا بلا جنگ واپس ہوئے	جنگ نہیں ہوئی	(نوٹ) اس غزوہ کے دوران میں رسول و علی کے خلاف بری سازش کی گئی تھی جو واقعہ عقبہ کے نام سے موسوم ہے۔

نمبر شمار	نام واقعہ	تاریخ ماہ و سنہ	حالت و کار اصحاب خاص رسول اللہ			
			ابوبکر	عمر	عثمان	علی
۱	از ابتدائے ولادت تا بعثت رسول	•	حالت کفر میں بت پرست تھے۔ اسی حالت میں حضرت کی ۲۰ سال کی عمر میں انکو بغرض برکت تجارت اپنے ساتھ لے گئے تھے ۔	حالت کفر میں بت پرستی کرتے تھے ۔	حالت کفر میں بت پرست تھے ۔	یوم ولادت سے پرورش و تربیت رسول نے پائی۔ کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا۔ بعد شعور ہمیشہ رسول کے سینہ سپر و محافظ رہے۔ رسول کی خاص شاگردی کا فخر پایا ۔
۲	تصدیق و قبول اسلام	•	بعد بعثت رسول مسن لوگوں میں سب سے اول ایمان لائے	سال ششم بعثت میں مسلمان ہوئے	بعثت سے دوسرے سال میں ایمان لائے	روز ولادت خود سے ایمان لائے تھے اور روز بعثت سب سے پہلے تصدیق رسالت کی۔ اور سب سے پہلے نماز رسول کے پیچھے پڑھی ۔
۳	دعوت ذوالعشیرہ	سال چہارم بعثت	•	مسلمان نہ ہوئے تھے ۔	•	نہایت جوش سے اعانت رسول کا وعدہ مستحکم کیا۔ زبان رسول سے وصایت و وزارت و خلافت رسول کا عہدہ پایا
۴ ۵	محصوری شعب ابیطالب ہجرت رسول از مکہ	ششم تا دہم بعثت چہاردہم بعثت سنہ ۱ھ	شہر مکہ میں رہے شعب میں رسول کیساتھ نہیں تھے۔ چار سو کا خرید کردہ اونٹ آٹھ سو کو رسول کے ہاتھ فروخت کیا۔ بروضۃ الصفا ہمراہ رسول غار میں پنہاں رہے۔ مشرکین تلاش میں پہنچے پر گریہ کیا جس سے خوف گرفتاری تھا۔ خدا کی جانب سے لا تحزن کی تہدید ہوئی پھر بعد روانگی سراقہ کے تعاقب پر پھر خوف گریہ کیا جسپر رسول کو پھر تہدید کرنی پڑی۔ مدینہ پہنچکر رسول کا ساتھ چھوڑ کر رسول سے پہلے شہر میں جا کر مقیم ہو گئے	شعب میں حضرت کیساتھ نہیں تھے ۔ تاریخ پتہ نہیں دیتی کہ کہاں تھے	ہجرت حبشہ اولیٰ میں حبشہ چلے گئے تھے ۔ غالباً حبشہ میں ہوں گے یا مکہ میں ہی رہے ہوں۔ روایت مندرجہ اصابہ سے معلوم ہوتا ہے سنہ ۵ھ میں یہ معہ اپنی زوجہ رقیہ کے ہجرت کر کے مدینہ گئے تھے	رسول کیساتھ شعب میں محصور رہے اور محافظت کرتے رہے۔ حسب خواہش رسول دشمنوں کے نرغہ کی حالت میں اپنی جان کی پرواہ نہ کر کے بستر رسول پر سوئے جس پر خدا کی طرف سے ومن یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ کا انعام پایا۔ رسول کیواسطے غار پر سواری و رہبر کا انتظام کر کے بھیجا۔ امانات رسول ادا کیں بعد از ان اہلبیت رسول کو لیکر پیادہ مدینہ گئے انکے انتظار میں رسول بیرون مدینہ مقیم رہے۔ انکے پہنچنے پر انکے ساتھ داخل شہر ہوئے ۔

نمبر شمار	نام واقعہ	تاریخ ماہ و سنہ	حالت و عمل اصحاب خاص رسول اللہ — ابوبکر	عمر	عثمان	علی
۶	عقد مواخاۃ	سنہ ۱ھ	انکا عمر سے عقد باندھا گیا ۔	انکا ابوبکر سے عقد باندھا گیا ۔	انکا عبد الرحمن بن عوف سے ۔	انکا عقد مواخاۃ رسول نے خود اپنے ساتھ باندھا ۔
۷	غزوہ عشیرہ	سنہ ۲ھ	کوئی نمایاں کام نہیں کیا ۔	کوئی کام کرنا ظاہر نہیں ہوتا ۔	کوئی کام نہیں کیا	خدمت جاسوسی پر مامور ہوئے اور خطاب ابوتراب پایا
۸	عقد فاطمہ زہرا دختر رسول		ان کی درخواست نامنظور ہوئی ۔	درخواست نامنظور ہوئی ۔	خواستگاری نہیں کی ۔	بموجب حکم الہامی درخواست انکی منظور ہو کر انکے ساتھ عقد کیا گیا ۔
۹	غزوہ بدر کبریٰ		دوران جنگ میں رسول کے پاس عریش پر بیٹھے رہے کسی سے جنگ نہیں کی ۔	کوئی نمایاں کام یا کسی سے جنگ کرنا تاریخ سے ظاہر نہیں ہوتا البتہ بعد فتح جنگ کے ابوحذیفہ کے قتل کی سفارش رسول سے ضرور کی تھی جو رسول نے منظور نہیں کی اسیران جنگ کی بابتہ بھی خلاف رائے رسول قتل کا مشورہ دیا تھا جو مقبول نہ ہوا ۔	بوجہ بیماری زوجہ خود جنگ میں نہیں گئے تھے ۔	اوّل خبر گیری دشمن پر مامور ہوئے دشمن کے دو آدمیوں کو گرفتار کیا جن سے حالات معلوم ہوئے دشمن کی مبارزطلبی پر علی حمزہ و ابوعبیدہ بھیجے گئے اور ایسی بہادرانہ جنگ کی کہ دشمن مغلوب ہو کر بھاگ کھڑا ہوا بڑے بڑے نامی سرداروں کو قتل کیا ۳۶ آدمی تنہا علی کے ہاتھ سے مارے گئے فتح کا سہرا انکے سر رہا صلہ میں ذوالفقار دی گئی
۱۰	غزوہ بنی قینقاع	سنہ ۲ھ	کوئی کام نہیں کیا ۔	کوئی کام نہیں کیا ۔	کوئی کام نہیں کیا ۔	علمدار لشکر تھے ۔ دشمن کو بعد محاصرہ مغلوب کیا ۔
۱۱	غزوہ احد	سنہ ۳ھ	جب لڑائی کا رخ بوجہ غفلت مسلمانان کے بدلا اور دشمن کا سخت حملہ ہوا تو رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ اور تین روز کے بعد واپس آئے تھے ۔	دشمن کے حملہ پر یہ بھی رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ۔ تین روز کے واپس ہوئے تھے ۔ خود فرماتے تھے کہ ہم بکری کی طرح پہاڑ پر بھاگے جاتے تھے ۔	یہ بھی دشمن کے پہلے ہی حملہ میں بھاگ گئے ۔ عریض پر پہنچ گئے تھے تیسرے روز واپس ہوئے تھے ۔	علمدار لشکر بہادران عرب جرین تھے ۔ نو نفر علمداران لشکر و ۱۰ آدمی قریش کو تنہا علی نے جنگ کر کے قتل کیا جب لشکر اسلام بھاگ گیا تھا آخر تک ثابت قدم رہے جنگ کرتے اور رسول سے دشمن کے حملوں کو دفع کرتے رہے تنہا علی کی تلوار و بہادری نے رسول کی جان بچائی اور اسلام کی آبرو رکھ لی کہ دشمن کو قطعی فتح کا موقعہ نہ ملا ۔ رسول نے ذوالفقار و منجانب اللہ لافتیٰ الا علی کا خطاب پایا ۔

فہرست واقعات اہم جو رسول کو پیش آئے اور حالت و عمل اصحاب خاص رسول کی محض تواریخ اہلسنت سے

۱۲	غزوہ حمراء الاسد	شوال ۳ھ	بوجہ فرار جنگ احد ساتھ نہین لیئے گئے تھے۔	بوجہ فرار اُحد ساتھ نہین لیئے گئے تھے	بوجہ فرار احد ساتھ نہین لئے گئے تھے۔ مگر معاذ بن مغیرہ اسیر جنگ مفرور کو اپنے یہان خلاف منشاء رسول پناہ دی اور اسکے سفارشی ہوئے اور اس کی سواری کا انتظام کیا۔	باوجود سخت زخمی ہونیکے جنگ کو ہمراہ رسول گئے اور علمدار لشکر کیئے گئے۔
۱۳	غزوہ بنی النضیر	ربیع الاول ۴ھ	کوئی کام نہین کیا	کوئی کام نہیں کیا	کوئی کام نہین کیا	سردار لشکر کیئے گئے ایک رات کو تنہا جاکر دشمن کے نامی سردار عزور کو قتل کیا۔ اور اسکے ہمراہیون کو بھی حملہ کرکے قتل کیا اور فتح حاصل کی۔
۱۴	غزوہ بنی مصطلق	ربیع الآخر ۵ھ	ایضاً	مقدمہ لشکر پر مامور ہوے۔ ایک جاسوس گرفتار شدہ پر سختی کرکے اقرار لیا مگر اسنے کچھ حال نہ بتایا کسی سے جنگ کرنا ظاہر نہین ہوتا۔	ایضاً	علمدار لشکر تھے ایک وادی مین جنات سے جنگ کرکے مغلوب کیا۔ مالک و صفوان علمداران لشکر مخالف و بہت سے آدمیو کو قتل کیا۔ اور دشمن کو شکست دی۔
۱۵	غزوہ خندق	شوال ۵ھ	دشمن کے نامی مبارز عمرو بن عبدود کے مقابل جانے سے بخوف گریز کیا۔	باوجود استفسار رسول مقابلہ عمرو بن عبدود جانے پر آمادہ نہوے بلکہ اسکا ایک واقعہ بہادری بیان کرکے دوسروں کو بھی کم ہمت کر دیا۔	عمرو بن عبدود کے مقابلہ سے گریز کیا۔	خندق کہودنے مین شریک رسول تھے۔ دوران جنگ آپکو خندق کے پار جاکر دشمن کی نگہداشت کرتے تھے بروقت جنگ عمرو بن عبدود کے مقابلہ کو جو ایک ہزار سوار کی برابر مانا جاتا تھا۔ اور لشکر اسلام مین سے کوئی اسکے مقابلہ کو جانیکی ہمت نکرتا تھا۔ یہ تنہا گئے رسول نے اپنی ذوالفقار دی اور کل ایمان ہونیکا شرف عطا فرمایا نہایت بہادری سے جنگ کرکے عمرو۔ نوفل ہبیرہ ہمراہیان عمرو کو قتل کیا جسکے صلہ مین ضربت علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین کا تمغہ پایا۔ دشمن کو شکست دی فتح کا سہرہ انکے سر رہا۔

اس جنگ میں عمر و ابوبکر [illegible] دیا۔

نمبر شمار	نام واقعہ	تاریخ ماہ و سنہ	ابوبکر	عمر	عثمان	علی
۱۶ ۱۷	غزوہ بنی قریظہ صلح حدیبیہ	شوال ۵ھ ۶ھ	شرائط صلح منظور کردہ رسول پر خاموشی سے رضامندی کر دی۔ بلکہ عمر کے خطور پر انکو تنبیہ کی۔	رسول کے مامور کرنے پر کہ اہل قریش مین جا کر انکو اطمینان دو بخوف عذر کیا اور کہا کہ عثمان کو بھیجیے چنانچہ وہ بھیجے گئے۔ بعد منظوری شرائط صلح بہت برافروختہ ہوئے اور بقول خود انکے دلمین شبہ عظیم نسبت رسالت حضرت کے پیدا ہو گیا۔ اور حضرت سے کہا کہ کیا آپ نبی نہین یا ہم مسلمان نہین اور حضرت کے اثبات مین جواب دینے پر کہا کہ کیون ان سے ذلت حقارت منظور کی۔ حضرت کے جواب پر کہ مجھے جیسا حکم خدا ہوتا ہے ویسا کرتا ہون اور فرار احد و کبر خندق یاد دلایا تب مجلس رسول سے باہر آکر ابوبکر سے اپنے خطور بیان کیے جنہون نے تنبیہ کی جسپر حضرت سے معذرت کی اور از سر نو بیعت کی۔	رسول کے مامور کرنے پر قریش کے پاس گئے جنہون نے انکو محصور کر لیا تھا۔ حضرت نے معاوضہ مین دشمن کے اسیر چھوڑ کر انکو رہا کرایا۔ اس دوران مین جو دوبارہ بیعت لی گئی تو ان کی جانب سے رسول نے اپنا بایان ہاتھ اپنے داہنے ہاتھ پر بطور بیعت رکھا۔	علی ازل شریک تھے محاصرہ کر کے دشمن کو مغلوب کیا قلعہ پر قبضہ کیا۔ منشا و حکم رسول کی بلا عذر پوری تعمیل کی۔ مطابق ارشاد نبوی صلحنامہ تحریر کیا۔ بعد تکمیل صلحنامہ رسول نے ان سے فرمایا کہ تم کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئیگا۔ جو انکو جنگ صفین مین معاویہ کے ساتھ پیش آیا
۱۸	غزوہ خیبر	صفر ۷ھ	بحالت محاصرہ قلعہ قموص دوسرے روز علم دیکر جنگ کو بھیجے گئے تھے مگر منہزم ہو کر واپس آئے۔ یہ ہمراہیون کو ملامت بزدلی کی کرتے تھے اور ہمراہی انکو۔	میمنہ پر مامور تھے۔ محاصرہ قلعہ قموص مین اول روز یہ علمدار کرکے بغرض حملہ و جنگ بھیجے گئے تھے شکست کھا کر واپس آئے یہ بھی ہمراہیون پر بزدلی کا الزام رکھتے تھے۔ اور ہمراہی انپر۔ تیسرے روز پھر دوبارہ بھیجے گئے۔ پھر پسپا ہوئے۔ چوتھے روز پھر بجد متمنی علم ملنے کے تھے۔ کہتے تھے کہ مین بادشاہی	انکا کچھ پتہ نہین کہ جنگ مین شریک تھے یا نہین	تین روز تک تو ارب پائی لشکر اسلام پر رسول نے فرمایا کل ہم اسکو علم دینگے جو کرار غیر فرار ہے اور خدا اور رسول کا دوست ہے اور چوتھے روز علم عطا کیا علی کو بلا کر جو بوجہ آشوب چشم اول سے شریک جنگ نہ تھے لعاب دہن آنکھون مین لگایا جو اچھی ہو گئین بڑے بڑے اصحاب کو اوس روز علم کی تمنا تھی مگر سب اس شرف سے محروم رہے علی نے

				کو اُس روز کے علم ملنے سے بہتر نہیں سمجھتا تھا مگر محروم رہے ۔		نہایت بہادری سے جنگ کی حارث مرحب جیسے بہادر کو قتل کیا۔ درِ خیبر ہاتھ سے اکھاڑ لیا۔ اور قلعہ فتح کر لیا خیبر قلعہ کشا و شیرِ خدا کا لقب پایا۔ ہنگام واپسی مقام صہبا پر علی کے واسطے رجعت شمس ہوئی ۔
۱۹	غزوہ وادی القریٰ	صفر سنہ ۷ھ				علمدار لشکر تھے جنگ کر کے فتح حاصل کی ۔
۲۰	سریہ ذات السلاسل	سنہ ۸ھ	بماتحتی ابو عبیدہ جراح بھیجے گئے تھے عمرو بن العاص کی اقتدا میں نماز پڑھی جس نے بحالت جنب ہونیکے نماز پڑھائی	یہ بھی بماتحتی ابو عبیدہ بھیجے گئے تھے انہوں نے بھی عمرو بن العاص کے پیچھے جبکہ وہ جنب تھا نماز پڑھی۔	نہیں بھیجے گئے	نہیں بھیجے گئے
۲۱	فتح مکہ	۲۰ رمضان سنہ ۸ھ	اول حسب درخواست ابو سفیان بعد اُن کی عہد شکنی کے رسول سے سفارش تجدید عہد کی کی جو نا منظور کی گئی ۔	حسب حال ابوبکر۔ دوران فوج کشی میں ابو سفیان کے قتل کا جس کی عباس نے سفارش کی تھی اصرار کیا جسکو رسول نے منظور نہ کیا ۔	کچھ تذکرہ نہیں	علی نے خلاف رائے رسول ابو سفیان کے تجدید عہد نامہ کی سفارش کرنے سے انکار کر دیا۔ مسماۃ سارہ خط اطلاع لیجانے والی کے واپس لینے پر مامور ہوئے اور خط برآمد کر کے گرفتار کیا۔ پھر علمدار لشکر کئے گئے سعد سے علم انکو دلوایا گیا۔ کنجی خانہ کعبہ لانے پر مامور ہوئے جو حاصل کی۔ رسول نے اپنے کاندھوں پر انکو چڑھا کر کعبہ کی بت شکنی کرائی۔ بعض قابل قتل اشخاص کو بحکم رسول قتل کیا ۔
۲۲	سریہ خالد بن ولید	”				خالد نے بلا وجہ بوجہ عداوت خاندانی بنی خزیمہ کے ۱۲۰ آدمی قتل کر دیئے تھے جو مسلمان ہو چکے تھے۔ علی بغرض رضامند کرنے و دینے دیت قبیلہ مذکور مامور کئے گئے اور سب کو رضامند کر دیا جس سے رسول بہت خوش ہوئے ۔
۲۳	غزوہ حنین	شوال سنہ ۸ھ	کثرت لشکر پر غرور کیا کہ ہم اب مغلوب نہ ہونگے جو رسول کو ناپسند ہوا۔ اور اسی تکبر کی وجہ سے اول خدا نے لشکر اسلام کو زک دی جب	ایک علم لشکر انکو بھی دیا گیا تھا۔ دشمن کے کمین گاہ سے حملہ ہونے پر باوجود بیعت رضوان کے بھاگ کھڑے ہوئے عباس کے غیرت دلانے پر واپس آئے	مثل حد کے بھاگ کھڑے ہوئے تھے حضرت عباس کے غیرت دلانے پر واپس آئے تھے ۔	علمدار لشکر رسول تھے۔ رسول کیساتھ ثابت قدم رہے اور دشمن کے حملوں کو نہایت بہادری سے روکا۔ ابو جرول نامی

نمبر شمار	نام واقعہ	تاریخ ماہ و سنہ	ابوبکر	عمر	عثمان	علی
			دشمن نے کمین گاہ سے حملہ کیا تو یہ بھی پھر رسول کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے بعد کو حضرت عباس کے غیرت دلانے پر واپس ہوئے تھے ۔	تھے ۔ باوجود ممانعت رسول اسیر و نمین سے دو کو قتل کرا دیا جس کی پھر بعد کو معافی چاہی ۔		پہلوان مخالف کو قتل کیا اور علاوہ اسکے ۴۰ آدمی اور دشمن کے قتل کیے کہ دشمن کے پیر اُکھڑ گئے اور بھاگ گیا فتح اسلام انکی بہادری کی بدولت ہوئی ۔
۲۴	غزوہ طایف	شوال ۸ھ	کوئی خاص کام نہین کیا	رسول کے علی سے دیر تک رازداری کرنے پر ان سے شاکی ہوئے اور جواب پایا کہ مین نے بحکم خدا ایسا کیا ہے جس پر نادم ہوئے (حسب روایت جابر)	کوئی خاص کام نہین کیا	علمدار لشکر تھے ۔ نواح طایف کے بتخانون کو غارت کیا ۔ گروہ خشعم(?) سے جنگ کر کے اسکو شکست دی ۔ رسول نے ان سے دیر تک راز کی باتین کین جو دیگر صحابہ کو ناگوار ہوا ۔ دشمن کے نامی سردار نافع کو قتل کیا کہ دشمن نے دبکر صلح کر لی ۔
۲۵	غزوہ تبوک	آخر رجب یا رمضان ۹ھ	ایک علم انکو دیا گیا تھا ۔ رسول کے خلاف اس سفر مین سازش کی گئی تھی ۱۴ آدمی بغرض ہلاکت رسول لشکر کیساتھ متلاشی موقعہ ہو گئے تھے ۔ واپسی مین حضرت کا اونٹ بھی بھڑکایا گیا تھا ۔ حذیفہ نے حسب وحی(?) رسول ان سازش کنندگان کو خفیہ ہو کر دیکھ لیا تھا (تفسیر کبیر) ابن بابویہ نے بسند حذیفہ بیان کیا انکا نام بھی سازش کنندگان مین تحریر کیا ہے ۔ (واللہ اعلم)	ابن بابویہ نے بسند حذیفہ بیان انکا نام بھی سازش کنندگان خلاف رسول مین لکھا ہے (واللہ اعلم) اور احیاء العلوم غزالی جلد چہارم صفحہ ۵۶ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حذیفہ سے اکثر سوال کیا کرتے تھے کہ ان منافقین کی فہرست مین میرا نام تو حضرت نے تمکو نہین بتایا تھا باللہ یا حذیفہ انا من المنافقین کا جملہ انکا مشہور ہے ۔	کچھ پتہ نہین کہان تھے ۔	خلافت مدینہ پر مامور کر کے چھوڑ گئے تھے ۔ منافقین کے ۱۴ آدمیون نے انکے اور رسول کے ہلاک کرنیکی سازش کی ۔ مدینہ مین علی کے درپے رہے اور ۱۴ لشکر رسول کیساتھ گئے تھے راستہ مین عقبہ پر گڑھا کھود دیا گیا تھا ۔ غلط افواہ رسول کی علی سے کدورت کی مشہور کر دی ۔ علی نے اثناء راہ مین رسول سے جا کر تحقیق کیا ۔ رسول نے انت منی بمنزلہ ھارون من موسیٰ کی منزلت عطا کر کے واپس کیا ۔ علی نے فراست سے نفس عقبہ سے صحیح سالم نکال(?)
۲۶	سریہ وادی الرمل یا ذات السلاسل	رمضان ۹ھ	اول علم دیکر انکو معہ چار ہزار کی فوج کے بھیجا گیا ۔ دشمن سے شکست کھا کر بھاگ آئے (روضۃ الصفا) تیسرے روز علی کی ماتحتی مین بھیجے گئے علی کے آثار کامیابی پر اہل لشکر کو خلاف علی عمل کرنے کی تحریک کی جو کامیاب نہ ہوئی ۔	پھر انکو علم دیکر معہ اسیقدر جمعیت کے بھیجا گیا ۔ یہ بھی شکست کھا کر بھاگ آئے (روضۃ الصفا) تیسرے روز علی کی ماتحتی مین بھیجے گئے بمشورہ عمرو عاص لشکر کو خلاف علی کے ابھارا مگر کامیاب نہ ہوئے ۔	کوئی عہدہ سپرد نہیں ہوا	تین مرتبہ کے متواتر شکست کے بعد علی کو علم دیکر بھیجا گیا ابوبکر(?) و فاروق و عمرو عاص جو شکست کھا چکے انکی ماتحتی مین بھیجے گئے علی نے نہایت بہادری سے جنگ کر کے دشمن کو کامل شکست دی کہ سورہ والعادیات نازل ہوئی ۔ رسول نے علی کو اس مین حضرت عیسیٰ سے تشبیہ دی

۲۷	موت عبداللہ بن ابی سلول منافق	سنہ ۹ھ		رسول نے نماز جنازہ پڑھائی۔ انہوں نے رسول پر اعتراض کیا		
۲۸	نزول و قرأت سورہ برأت و ابراءنامہ	ذی الحجہ سنہ ۹ھ	اوّل انکو مامور کیا گیا تھا کہ مکہ جا کر سنائیں اور رسول کی طرف سے قربانی کریں۔ مگر بحکم خدا یہ اس خدمت سے معزول کیے گئے اور علی مامور ہوئے۔ یہ راستے سے واپس چلے آئے ۔			بموجب حکم الٰہی کہ کار تبلیغ سوا رسول یا علی کے یا جو ان سے ہو اور کوئی نہیں کر سکتا بمعزولی ابوبکر علی مامور ہوئے جنہوں نے راستے ابوبکر سے سورہ لیکر نہایت دلیری سے سورۂ برأت و ابراءنامہ خانہ کعبہ و صفا و مروہ پر پڑھکر سنایا اور ابراءنامہ کی تعمیل کرائی
۲۹	واقعہ مباہلہ	سنہ ۱۰ھ	نصارائے نجران سے مباہلہ ہوا ساتھ نہیں لیے گئے	ساتھ نہیں لیے گئے	ساتھ نہیں لیے گئے ۔	مباہلہ میں معہ حسنین و فاطمہ ساتھ لیے گئے اور اسطرح زیر آیت تعالوا.... الخ نفس رسول ہونیکا شرف پایا اور حسب روایت عائشہ نزول آیۂ تطہیر سے مخصوص اہلبیت ہو کر شامل اہلبیت و آیۂ تطہیر ہوئے ۔
۳۰	سریہ یمن	〃	نہیں بھیجے گئے	〃	〃	سردار لشکر کر کے بھیجے گئے۔ اقضیٰ کم کا لقب پایا اور اللھم ثبت... کی دعا زبان رسول سے پائی ہمدان کو ذریعہ تبلیغ مسلمان کیا اہل یمن کو جنگ کر کے مغلوب کیا۔ بریدہ نے بمشورہ خالد بروایتے بمشورہ عمر علی کی شکایت کی رسول سخت برہم ہوئے ۔
۳۱	حجۃ الوداع ۲۷ ذیقعد تا	۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ	ہمراہ رسول گئے تھے	ہمراہ رسول گئے تھے۔ غدیر خم میں اعلان ولیعہدی علی پر سب سے پہلے علی کو بخٍ بخٍ کہہ کر مبارکباد دی۔	ہمراہ رسول گئے تھے	سریہ یمن سے مکہ پہونچ گئے تھے۔ رسول نے اپنی قربانی میں انکو شریک کیا۔ ہنگام واپسی مقام غدیر خم آیۂ بلغ نازل ہوئی۔ رسول نے کل حجاج کو جمع کر کے بعد خطبہ بلیغ علی کا ہاتھ پکڑ کر من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ کا اعلان فرمایا اور سب سے مبارکباد دلوائی۔ اس اعلان خلافت کے بعد آیۂ اکملت لکم نازل ہوئی
۳۲	مسدودی دروازہ ہائے اصحاب	سنہ ۱۰ھ	انکا دروازہ مسجد نبی میں کا بند کرادیا گیا ۔	انکا دروازہ بھی بند کرادیا گیا انہوں نے درخواست کی سقدر	انکا دروازہ بھی بند کرادیا گیا ۔	انکا دروازہ بدستور کھلا رکھا گیا ۔

نمبر شمار	نام واقعہ	تاریخ ماہ وسنہ	ابوبکر	عمر	عثمان	علی
				سوراخ رکھنے کی اجازت دیجائے کہ حضور کو گھر سے آتے ہوئے دیکھ لیا کرین۔ مگر یہ بھی نامنظور ہوئی ۔		
۳۳	علالت رسول تیاری جیش اسامہ بن زید	محرم ۱۱ سنہ	انکو خاص طور پر لشکر اسامہ کیساتھ جانیکا حکم دیا گیا تھا اور ایسا سخت حکم تھا کہ لعن اللہ من تخلف عنہا کے ساتھ تھا انہوں نے تیمارداری رسول کی غرض سے حاضر رہنے کی اجازت چاہی وہ منظور نہین کی گئی۔ باوجود ایسی تاکید کے یہ خبر طوالت مرض پاکر جیش اسامہ سے بلا اجازت رسول واپس چلے آئے جو سخت ناخوشی رسول کا باعث ہوا	انکو بھی سخت حکم جیش اسامہ کی معیت کا دیا گیا تھا ہی تاکید کے ساتھ۔ یہ بھی باوجود ایسی تاکید کے بلا اجازت رسول ہمراہ ابوبکر کے واپس چلے آئے جو سخت ناخوشی رسول کا باعث ہوا ۔	انکو بھی لشکر اسامہ مین جانے کا بتاکید حکم تھا۔ یہ بھی واپس چلے آئے تھے جس سے رسول سخت ناخوش ہوئے تھے ۔	علی تیمارداری رسول مین تھے۔ اس وجہ سے انکو جیش اسامہ کے ساتھ جانے کا حکم نہین دیا گیا تھا
۳۴	قصہ طلب قرطاس	۲۴ صفر ۱۱ سنہ	ٹھیک پتہ نہین چلتا کہ اس واقعہ کے وقت یہ کہان تھے	اپنی وفات سے چار روز قبل رسول نے دوات قلم وکاغذ مانگا تھا کہ ایسی چیز لکھدین کہ مت گمراہ ہو مگر عمر نے یہ کہکر کہ ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ یعنی یہ شخص ہذیان کہتا ہے ہمکو کتاب خدا کافی ہے دوات قلم نہین دینے دیا بعض اصحاب کی رائے دینے کی ہوئی ان سے سخت کلامی کی۔ رسول نے جو صاحب فراش تھے حکم دیدیا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔	پتہ نہین چلتا کہ کس گروہ مین تھے ۔	انکا ارادہ مع رسول بشمول دیگر اہلبیت دوات قلم دینے کا تھا مگر عمر نے جب جھگڑا کیا تو چونکہ وہ کتبہ انہیں کے متعلق لکھنے کا رسول کا ارادہ تھا۔ لہذا یہ خاموش ہو رہے ۔
۳۵	وفات وتجہیز وتکفین رسول	۲۸ صفر ۱۱ سنہ	شریک تجہیز وتکفین رسول نہین ہوئے بلکہ معہ عمر کے جاکر سقیفہ بنی ساعدہ مین اپنے واسطے خلافت کی بیعت لینے مین مصروف ہوگئے۔ نماز جنازہ رسول مین شریک نہین ہوئے	اول تلوار لیکر دروازہ پر ٹھہر گئے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ رسول نے وفات پائی تاکہ خبر مشہور نہو۔ پھر ابوبکر کو ساتھ لیکر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے اور چالاکی سے سب سے پہلے انہوں نے ابوبکر کی خلافت کی بیعت کی اور کرائی۔ تجہیز وتکفین ونماز جنازہ رسول مین شریک نہوئے۔	تجہیز وتکفین رسول مین شریک نہین ہوئے ۔	انہون نے معہ چند دیگر اہل خاندان کے رسول کو غسل دیا تجہیز وتکفین کی اور دفن کیا اور تمام مراسم عزا ادا کئے جس کی وجہ سے سقیفہ بنی ساعدہ مین ان سے میدان خالی پاکر اوردن نے خلافت پر قبضہ کرلیا ۔

فہرست وحالات مختصر ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نمبر شمار	نام زوجہ معہ کنیت ولقب	حسب ونسب	نام شوہر اولی	تاریخ عقد با حضرت: تاریخ	تاریخ عقد با حضرت: مہر	سبب عقد با حضرت	مختصر حال	اولاد از حضرت: ذکور	اولاد از حضرت: اناث	اولاد از شوہر اولی: ذکور	اولاد از شوہر اولی: اناث	وفات: تاریخ	وفات: عمر	وفات: مقام دفن
۱	خدیجۃ الکبری قرشی کنیت سابقہ ام ہند لقب - طاہرہ	والد - خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی والدہ - فاطمہ بنت زائدہ خاندان مذکور	۱- عتیق بن عابد ۲- ابو ہالہ ہند بن نباش (مطابق ابن ہشام) ۳- صیفی (دیگر مورخین)	پندرہ سال قبل بعثت	بیس ہزار شتران یا بروایتے ۱۲ مثقال طلا بقولے ۵۰۰ درہم	بیوہ تھین باپ مر چکے تھے بہت مالدار تھین کوئی نگران وسرپرست نہ تھا حضرت کی دیانت وفضائل خاندانی وجلالت عظمت وشان دیکھکر حسب خواہش حضرت سے عقد کیا	یہ نہایت حسین وجمیل وباعفت تھین۔ رسول اللہ سے انکو اور رسول کو ان سے بیحد محبت تھی اپنے تمام مال سے رسول کی کفالت کی جسکا اشارہ قرآن مین ووجدک عائلا فاغنی مین کیا گیا ہے روز بعثت عورتون مین سب سے پہلے تصدیق رسالت انہون نے کی محصوری شعب مین حضرت کے ساتھ رہکر مصایب برداشت کیئے۔ ۲۴ سال حضرت کی زوجیت وصحبت مین رہین رسول کی نگاہ مین ان سے زیادہ اور کسی زوجہ کی قدر ومنزلت نہین ہوئی نہ ان کی حیات مین رسول نے کسی اور سے عقد کیا۔ انہین کے بطن سے جناب فاطمہ زہرا پیدا ہوئین جن سے نسل رسول آجتک قایم ہے ؛	۱- قاسم بسال خورد سالی فوت ہوئے ۲- عبد اللہ ملقب بہ طیب وطاہر فوت ہوئے	فاطمہ زہرا	۱- عبد اللہ ۲- ہند	زینب رقیہ ام کلثوم	سال نہم یا دہم بعثت ۱۰ رمضان	۶۴ یا ۶۵ سال	حجون مکہ
۲	سودہ - قرشی	والد - زمعہ بن قیس بن عبد الشمس بن عبدود عامری والدہ - شموس بنت قیس بن زید بن عمر	سکران بن عمیر	رمضان سال دہم بعثت	معلوم نہین	رسول کی زوجہ خدیجہ کا انتقال ہو چکا تھا انکا بھی بعد انتقال شوہر اولی کوئی ولی وسرپرست نہ تھا۔ یہ مسلمان ہو چکین تھین۔ مشرکین کے ہاتھ مین پڑکر ایک فرد اسلام کے کم ہونیکا اندیشہ تھا	یہ معہ اپنے شوہر اولی کے مکہ مین ایمان لائی تھین۔ ہجرت ثانیہ حبشہ مین حبش چلی گئی تھین۔ بعد واپسی بیوہ ہو گئین۔ بوجہ زیادہ عمر ہونے کے اور کوئی عقد پر آمادہ نہ ہوتا۔ رسول کے عقد مین آئین۔ بہت جسیم وفربہ اندام وبلند قامت تھین۔ مزاج مین مزاح زیادہ تھا۔ عائشہ کی زیادہ خیر خواہ تھین۔ بوجہ ضعیفی اپنی باری کے ایام عائشہ کو ہبہ کر دیتی تھیں۔ اسی وجہ سے ایکمرتبہ طلاق سے بچ گئین کم علم بھی تھین۔ کل پانچ حدیثین ان سے منقول ہین۔ بعد رسول تک زندہ رہین ؛	.	.	عبد الرحمن	.	سنہ ۲۳ ھ عہد خلافت عمر	.	پتہ نہین

نمبر شمار	نام زوجہ	حسب و نسب	نام شوہر اولی	تاریخ عقد با حضرت: تاریخ	تاریخ عقد با حضرت: مہر	سبب عقد با حضرت	مختصر حال	اولاد از حضرت: ذکور	اولاد از حضرت: اناث	اولاد از شوہر اولی: ذکور	اولاد از شوہر اولی: اناث	وفات: تاریخ	وفات: عمر	وفات: مقام دفن
۳	عائشہ - تیمی لقب - حمیرا کنیت ام عبداللہ	والد - ابوبکر بن ابو قحافہ تیمی خلیفہ اول والدہ - ام رومان کنانیہ		رمضان یا شوال سال دہم بعثت	۶ سال مہر صرف بعض کتاب خانہ داری قیمتی ۵۰ درہم سا و نیز عیسے طبقات ابن سعد	اصلاً یہ ایک پولیٹکل عقد تھا ورنہ ایک ۵۰ سال کے مرد کا ۶ سالہ لڑکی سے عقد کوئی مناسبت نہیں رکھتا پہلی منگنی جو جبیر بن مطعم کے لڑکے سے ہوئی تھی اس کو چھوڑ کر یہ عقد کیا گیا تھا۔ ترقی اسلام و عروج حضرت کے آثار امید افزا تھے جس کی مصلحت کو آئندہ کی تاریخ نے بالکل واضح کر دیا۔ یہ ذریعہ ملنے خلافت کا ہو گیا	بوجہ لال گون رنگ رخسار کے حمیرا لقب ہوا۔ آٹھ ماہ بعد ہجرت کے جب دو باپ رخصتی ہو کر ۹ سال کی عمر میں زفاف ہوا۔ دعوت ولیمہ بھی نہیں دی گئی کنیت اپنی خود رسول سے فرمایش کر کے اپنی بہن ہالہ کے لڑکے کے نام پر ام عبداللہ رکھائی کیونکہ ان کے اولاد نہیں ہوئی تھی یہ بڑی محبوب بی بی رسول کی کہی جاتی ہیں اور کتب اہلسنت میں بڑے بڑے حیا سوز فضائل انکے ساتھ عشق و محبت رسول کے پائے جاتے ہیں تزئین جسمانی اور گڑیوں کے کھیل سے زیادہ شوق تھا۔ وحدت پرست رسول کے گھر تھی حسب روایات اہلسنت انکی بدولت پردار گھوڑ کی شبیہ ایک طاق پردہ دار کو رونق دیتی دکھلائی دیتی ہے معاذ اللہ۔ دیگر ازواج سے بالخصوص خدیجہ و اولاد خدیجہ سے حسد رکھتی تھیں۔ اکثر رسول کی ناخوشی کی بھی باعث ہوئیں جسپر خود انکے باپ نے انکو تنبیہ کی اور خدا کیطرف سے بھی قرآن میں تنبیہ ہوئی۔ انہوں نے اپنے باپ کے خلافت کے ملنے میں پورا حصہ لیا۔ حفصہ بنت عمر اور یہ ہمیشہ ہمراز رہتی تھیں وقت وفات رسول عمر ۱۸ سال کی تھی۔ بہت کثرت سے حدیثیں صحاح ستہ میں انسے منقول ہیں مگر وہ زیادہ تر اپنے ہی زن و شو کے تعلقات و حرکات و سکنات کی بابت ہیں۔ بعد غزوہ بنی مصطلق انکے متعلق افک کی افواہ مشہور ہوئی۔ زمانہ خلافت عثمان میں انکو برا کہتی تھیں اور انکے قتل کا فتوی دیتی تھیں مگر جب علی خلیفہ ہوگئے تو دعویدار خون عثمان ہو کر علی سے باوجود حکم قرن فی بیوتکن کے خود جنگ جمل میں لڑیں حضرت امام حسن کے جنازہ کو قریب قبر رسول کے دفن ہونے دیا	۰	۰	۰	۰	۱۷ رمضان عہد معاویہ میں	۶۵ یا ۶۶ سال	قریب قبر رسول

۴	حفصہ	والد۔ عمر بن الخطاب خلیفہ دوم والدہ۔ زینب بنت مظعون	خنیس یا حصن بن حذافہ	شعبان سنہ ۳ھ	پتہ نہیں	کہا جاتا ہے کہ بعد انتقال انکے شوہر اولی کے خود انکے باپ نے ابوبکر سے پھر عثمان سے عقد کرنیکو کہا۔ انکے منظور نہ کرنے پر رسول سے انکی شکایت کی رسول نے جھگڑا رفع کرنیکو خود عقد کر لیا۔ (طبقات) مگر اصلاً یہ بھی ایک پولیٹکل عقد تھا۔ ابوبکر کا ایجنٹ خانہ رسول مین عائشہ موجود تھین انکا ایجنٹ بھی ہونا چاہیے تھا ورنہ اسطرح رسول سے شکایت ایک طریقہ حسن تحریک تھا +	ان کے شوہر اولی جنگ بدر مین شہید ہو گئے تھے۔ یہ ہمیشہ عائشہ کی رازدار اور ہمصلاح رہتی تھین۔ عائشہ کی صلاح سے ہی رسول کے حضرت زینب بنت حجش کے یہان شہد پینے پر منہ سے بدبو آنیکا جھوٹا الزام لگایا۔ ماریہ قبطیہ سے حضرت کے اپنے حجرہ مین تخلیہ کرنے پر بڑا شور و شغب کیا آیات تحریم ان کی و عائشہ کی بدولت نازل ہوئین انہین دونون ازواج کی بدولت آخر مرتبہ رسول نے ایک ماہ تک ازواج سے ایلا کیا۔ بقول عائشہ آپ اپنے باپ کی بیٹی تھین یعنے تند خو تھین۔ اکثر رسول کو ناخوش کیا جس پر انکے باپ ان کو تنبیہ کرتے رہتے تھے بلکہ ایک مرتبہ انکے گھونسہ بھی مارا تھا۔ رسول کی طرف سے ان کو ایک مرتبہ طلاق کی بھی دہمکی دی گئی تھی۔ بلکہ بقول اسد الغابہ دیدی گئی تھی۔ ان کے باپ کی گریہ زاری و لجاجت پر رجوع کر لیا۔ (الوذح الطیب)	.	.	.	.	جمادی الاول یا شعبان سنہ ۴۱ھ سنہ ۴۵ھ	۶۰	بقیع
۵	زینب۔ قرشی کنیت ام المساکین	والد خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمر بن عبد مناف	۱۔ طفیل بن حارث بن عبدالمطلب ۲۔ ابو عبیدہ بن حارث ۳۔ عبداللہ حجش	رمضان سنہ ۳ھ	مہر ۴۰۰ درہم	بعد شہادت دونون شوہر و انکے عمر زیادہ ہو گئی۔ کوئی سرپرست نہ تھا لہذا حضرت نے عقد کر لیا +	اول طفیل سے عقد ہوا تھا۔ طلاق ہو گئی پھر اسکے بھائی ابو عبیدہ سے عقد ہوا وہ جنگ بدر مین شہید ہوئے۔ پھر عبداللہ کے ساتھ عقد ہوا وہ جنگ احد مین شہید ہو گئے تھے یہ بہت نیک اور فیاض تھین غربا و مساکین کو صدقات زیادہ دیتی تھین۔ اسی وجہ سے کنیت ام المساکین ہوئی۔ ۸ ماہ زوجیت رسول مین رہین +	.	.	.	.	ربیع الاول سنہ ۴ھ	.	بقیع

	نام ازواج	حسب و نسب	نام شوہر اولیٰ	تاریخ عقد با حضرت: تاریخ	عمر و مہر	اسباب عقد	مختصر حال	اولاد از حضرت: ذکور	اناث	اولاد از شوہر اولیٰ: ذکور	اناث	وفات: تاریخ	عمر	مقام دفن
۶	ہند یا رملہ قرشی کنیت۔ ام سلمہ	والد ابو امیہ سہیل (زاد الراکب) بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم والدہ۔ عاتکہ بنت عبد المطلب	۱۔ ابو سلمہ عبد اللہ بن اسد	شوال سنہ ۴ھ	مہر ۱۰ درہم	بیوہ ہو گئی تہین شوہر اولیٰ جنگ بدر مین زخمی ہوگئے تھے اسی سے انتقال ہو گیا ابوبکر و عمر نے خواستگاری کی مگر منظور نہ کیا۔ رسول نے بخیال قرابت و کفالت کے پیغام دیا بعد تین مرتبہ عذر کے منظور کیا ۔	یہ حضرت کی پھوپھیری بہن تہین۔ انکا سن بھی زیادہ تھا مگر خوبصورت تہین اور نہایت باعصمت و عقلمند تہین۔ عقد سے پہلے ہی بوجہ قرابت قریبہ رسول کے یہان آمد و رفت تھی اسی وجہ سے عقد فاطمہ زہرا مین عروسی کے خدمات ان کی سپرد تہین۔ رسول کے نزدیک ان کی بڑی منزلت تھی یہ حضرت کے لہجہ مین قرآن پڑھتی تہین۔ فاطمہ و حسنین سے انکو قلبی محبت تھی اسی وجہ سے خاک تربت حسنین رسول نے ان کی سپرد کی تھی انہین کے متعلق وقت نزول آیہ تطہیر رسول نے انک علی الخیر فرمایا تہا۔ رسول نے علم اسرار بھی کچھ انکو تعلیم فرمایا تہا۔ بڑی جلیل القدر تہین۔ ان سے ۳۷۸ حدیثین منقول ہین ۔	.	.	سلمہ، عمر	درّہ، زینب	ذیقعدہ سنہ ۶۱ھ بعد واقعہ کربلا	۸۴ سال	بقیع
۷	زینب۔ قرشی کنیت۔ ام الحکم	والد جحش بن کلب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ والدہ۔ امیمہ بنت عبد المطلب	زید بن حارثہ غلام حضرت	سنہ ۵ھ		اسلام مین اصول مساوات قائم کرنیکو انکا عقد لےپالک غلام زید سے انکو آزاد کر کے کر دیا تھا۔ مگر یہ بالطبع اس عقد سے خوش نہ تہین بوجہ کج خلقی اس نے طلاق دیدی اب مطلقہ غلام ہونیکے سبب کوئی عقد نہ کرتا اور رسم عقیدۂ جاہلیت کو بھی توڑنا تہا۔ لہذا حضرت نے عقد کر لیا ۔	یہ بھی رسول کی پھوپھی زاد بہن تہین۔ انکا اصلی نام برہ تہا جس کو حضرت نے تبدیل کر دیا تہا۔ ان کی دعوت ولیمہ حضرت نے بڑی دھوم سے دی تھی۔ یہ نہایت حسین تہین اور نہایت اطاعت گذار تہین۔ رسول سے ان کو بہت محبت تھی۔ یہ حضرت کو روز شہد پلایا کرتی تہین جس کی بابت عائشہ و حفصہ و سودہ نے صلاح کر کے بدبو مبتلا یا تہا۔ صاف قلب ایسی تہین کہ باوجود اسکے افک عائشہ مین عائشہ کی صفائی دی تھی۔ ان سے بھی اکثر حدیثین منقول ہین ۔	.	.	.	.	۲۰ھ بعہد خلافت عمر	۵۰ سال	"

۸	جویریہ۔ بنی مصطلق	والد۔ حارث بن ضرار	نافع بن صفوان	ربیع الآخر ۵ھ	۹ اوقیہ طلا جو ادا کر کے انکو آزاد کرایا گیا	سردار قبیلہ کی دختر تھیں معمولی آدمی کی کنیزی میں رکھنا رسول کو گوارہ نہ ہوا حسب درخواست جویریہ آزاد کرا کر عقد کیا	پہلا نام برہ تھا۔ جنگ مریسیع میں انکا شوہر اولی مارا گیا تھا۔ یہ اسیران جنگ میں گرفتار ہوئیں۔ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی تھیں جنکو نو اوقیہ طلا وغیرہ حسب درخواست جویریہ اسکو آزاد کرایا اور عقد کیا۔ ان کی سفارش سے انکے اہل قبیلہ بھی آزاد کر دیئے گئے تھے۔ یہ نہایت عبادت گذار تھیں ان سے بھی اکثر احادیث منقول ہیں انکے باپ بھی بعد کو مسلمان ہو گئے تھے ۔	۔	۔	۔	۔	ربیع الاول ۵۰ھ عہد معاویہ	۶۵ سال	بقیع
۹	رملہ کنیت ام حبیبہ	والد۔ ابوسفیان بن صخر بن حرب بن امیہ والدہ۔ صفیہ بنت ابی العاص	عبید اللہ بن جحش	۷ھ	۴۰۰ دینار شاہ حبش نے ادا کیے	شوہر اولی ہجرت حبشہ کے بعد حبش جاکر مرتد ہو گیا اور پھر کثرت شراب خواری سے مر بھی گیا۔ یہ لاوارث رہ گئی تھیں۔ لہذا حضرت نے ذریعہ شاہ حبش کے عقد کر لیا۔	ہجرت حبشہ کے دوران میں شوہر اولی سے لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی تھی اسکے نام سے کنیت ہوئی جو اصل نام سے زیادہ مشہور ہو گئی۔ یہ برابر اسلام پر قائم رہیں۔ حضرت جعفر کے ساتھ واپس آئی تھیں۔ یہ نہایت محتاط تھیں اپنے باپ ابوسفیان کو بوجہ غیر مسلم ہونے کے اپنے بستر پر بیٹھنے نہ دیا تھا کہ رسول کے قدم آنے کی جگہ ہے۔ ان سے بھی اکثر احادیث منقول ہیں۔ جناب امام زین العابدین نے اپنے مکان کا ایک گوشہ کہدوایا تو ایک پتھر نکلا تھا جس پر کندہ تھا کہ یہ قبر ہے رملہ بنت ابوسفیان کی جس سے معلوم ہوا کہ یہ خانہ امیر المومنین میں دفن ہوئی تھیں۔	۔	۔	۔	حبیبہ	۴۴ھ عہد معاویہ		خانہ امیر المومنین
۱۰	صفیہ۔ بنی نضیر یہودی	والد۔ حیی بن اخطب والدہ۔ ضرہ بنت شموال بنی قریظہ	۱۔ سلام بن مشکم القرظی ۲۔ کنانہ بن ابی الحقیق	صفر ۷ھ	عمر ۱۷ سال	چونکہ ایک بڑے نامور قبیلہ کے سردار کی لڑکی تھیں اور رسول کے حصہ میں آئی تھیں انکے مسلمان ہونے پر رسول نے آزاد کر کے عقد کر لیا۔	اصل نام زینب تھا۔ جنگ خیبر میں اسیر ہو کر حضرت کے حصہ میں آئی تھیں اس وجہ سے صفیہ نام مشہور ہوا (صفی بادشاہ کے حصہ کو کہتے ہیں) حضرت ہارون پیغمبر کی اولاد میں تھیں۔ پہلے شوہر نے طلاق دیدی تھی۔ شوہر ثانی ہمراہ مرحب حارث علی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ انکے عقد میں دعوت ولیمہ میں خرمے تقسیم ہوئے تھے زفاف عقد سے تین روز بعد مقام صہبا پر ہوا تھا۔ یہ نہایت عاقلہ و حلیمہ تھیں حضرت سے بیحد محبت کرتی تھیں انکی احادیث معتبر ہوتی تھیں امام زین العابدین	نے بھی ان سے روایت کی ہے۔	۔	۔	۔	رمضان ۵۰ھ عہد معاویہ	۶۰ سال	بقیع

نمبر شمار	نام ازواج	حسب نسب	نام شوہر اولے	تاریخ عقد باحضرت		سبب عقد	مختصر حال	اولاد از حضرت		اولاد از شوہر اولی		وفات		
				تاریخ	عمر مہر			ذکور	اناث	ذکور	اناث	تاریخ	عمر	مقام دفن
۱۱	میمونہ ہلالیہ قریشی	والد حارث بن بجیر والدہ ہند بنت عوث بن زہیر از قبیلہ حمیر	۱- سعود بن عمیر ثقفی ۲- ابو رہم بن عبد العزی	ذلقعد سنہ ۷ھ		حضرت بغرض ادائے عمرہ قضا مکہ گئے تھے میمونہ جو حضرت عباس کی سالی تھین بیوہ ہوگئیں تھین کوئی کفیل نہ تھا عباس کے کہنے سے عقد کیا ٭	پہلا نام برہ تھا۔ مقام سرف مین ان کی عروسی ہوئی۔ ان سے ۴۶ حدیثیں مروی ہین۔ یہ بڑی پرہیزگار اور صلہ رحم کرنے والی تھین اتفاق وقت سے اسی مقام مین انکا انتقال ہوا بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ آخری بی بی حضرت کی تھین انکے بعد کوئی نکاح حضرت نے نہین کیا۔ اور ایک طرح یہ صحیح بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ملیکہ کندیہ سے جو عقد ہوا تہا وہ قایم نہ رہا ٭	٠	٠	٠	٠	سنہ ۵۱ھ	٠	سرف
٠														
۱۲	ملیکہ۔ کندیہ	٠	٠	آخر سنہ ۸ھ	٠	انکا باپ بروز فتح مکہ قتل ہوگیا تھا۔ یہ لاوارث رہ گئی تھین حضرت نے عقد کرلیا ٭	عقد کے روز ہی قبل زفاف عایشہ وحفصہ نے اس کی تزیین کے سلسلہ مین اس سے کہا کہ وقت خواہش زفاف کے رسول اللہ کو اعوذ باللہ منک کہنا بہت پسند ہوتا ہے یہ بیچاری اس سوتناپے چال کو نہ سمجھی اور ویسا ہی کیا۔ رسول اللہ بلا زفاف واپس چلے آئے اور اسکو طلاق دے کر اسکے قبیلہ کو واپس کردیا اس عیارانہ چال کی وجہ سے یہ بیچاری شرف زوجیت رسول سے محروم رہین ٭							
							کنیزان۔ زیر تصرف حضرت							
۱	ماریہ قبطیہ	معلوم نہیں		سنہ ۶ھ	٠	عقد نہین ہوا۔	یہ کنیز تھین جنکو مقوقس شاہ اسکندریہ نے سنہ ۶ھ مین ہدیتاً رسول کے پاس بہیجا تہا۔ ان سے عقد نہین ہوا۔ بہ حیثیت کنیز تصرف حضرت مین رہین۔ انہین کے بطن سے حضرت ابراہیم فرزند رسول سنہ ۸ھ	٠	٠	٠	٠	٠	٠	٠

۲	ریحانہ بنی نضیر	والد شمعون بن زید بن عمر بن خنافہ بن شمعون بن زید	حکم قرظی	.	.	بعد غزوہ بنی قریظہ اسیر ہوکر آئی تھیں۔ بطور کنیز تصرف حضرت میں رہیں	ہیں پیدا ہوئے تھے جس کی حضرت کو بیحد خوشی ہوئی تھی۔ ابو رافع غلام کو اس خوشخبری پہنچانے پر انعام دیا تھا۔ ساتویں روز پیدائش سے اونکا عقیقہ بھی حضرت نے کیا تھا جنہوں نے سنہ ۱۰ھ میں ۱۶ ماہ کی عمر میں انتقال کیا۔ جسکا حضرت کو بیحد صدمہ ہوا تھا اور گریہ بھی فرمایا تھا۔ یہی ماریہ قبطیہ ہیں جنسے حجرۂ حفصہ میں تخلیہ کرنے پر حفصہ نے شور و شغب کیا تھا۔ وفات کا کچھ صحیح پتہ نہ چلا۔ بعض مورخین نے مثل ابن سعد کے انکا آزاد کرکے عقد ہونا بھی تحریر کیا ہے مگر عموم مورخین کے نزدیک عقد ہونا ثابت نہیں۔ حضرت نے ان سے اول دو دفعہ ایمان لانے کو کہا مگر انکار کیا۔ آخر خود ایمان لے آئیں۔ وفات کی بھی کوئی تاریخ محقق نہیں۔ نہ کسی خاص حال کا پتہ چلتا ہے۔	.	.	.	.	.	.	.

تقاریظ

جناب مجتہد الانام الحبر العلام الفاضل القمقام فقیہ اہلبیت علیہم السلام آقای ابو القاسم التبریزی الغروی علامہ طباطبائی دامت افاداتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ ثقتی ورجائی۔ لقد قضیت من مطالعة سطور من هذا الکتاب المسمی بمرقع الاسلام فی احوال خیر الانام علیه وآله الصلوة والسلام بتالیف جناب الفاضل الکامل الحسیب والسید اللبیب الادیب السید انصار حسین ابن المرحوم المغفور السید ابرار حسین النقوی ایدهما الله بلطفه الخفی وطری واجلت فیه قداح نظری فوجدته مشتملا علی ذخائر جواهر کالخرد الحسان لم یطمثهن انس قبلهم ولا جان ففی کل لفظ منه روض من المنی۔ وفی کل سطر منه عقد من الدر لکنی اتاسف وانا اسف حیث لم یسعنی المقام لمطالعته بالتمام لاعرف الغث من السمین واتخذ منه بالدر الثمین فجعلت العهدة فی ذلک علی افاضل علماء الهند دامت افاداتهم فانهم اولی بهذا الشان۔ حیث انهم من اهل اللسان والله المستعان وعلیه التکلان۔ فی ۸ شوال المکرم سنة ۱۳۴۶

علامہ الطباطبا

ابو القاسم التبریزی الغروی الداعی لامه الطباطبائی

سرکار شریعتمدار حجۃ الاسلام والمسلمین نجم الملۃ والدین شمس العلماء العصر مجتہد الزمن مولانا ومقتدانا جناب السید نجم الحسن صاحب قبلہ دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلو علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ والصلوة علی رسوله خاتم النبیین واشرف الانبیاء والمرسلین وعلی آله وعترته الطیبین الطاهرین۔ امابعد کتاب مرقع اسلام درحالات خیر الانام جو میرے بالیاقت عزیز سید انصار حسین صاحب نے تاریخی حیثیت سے تحریر فرمائی ہے میری نظر سے گذری اور میرے دل کو بہت مسرت حاصل ہوئی۔ درحقیقت کتاب مذکور قابل مدح۔ اور مصنف ممدوح کی محنت داد دینے کی لائق ہے۔ واقعات کی صحیح ترجمانی کیساتھ نتائج بہی عمدہ طور پر دکہائے ہیں اور جا بجا اعتراضات کا بہی مختصر پیرایہ میں جواب ہے۔ عبارت بہی لطیف ہے مجھے امید ہے کہ اسکی اشاعت ناظرین کو بہت مفید ہوگی۔ خداوند عالم مولف ممدوح کو جزا خیر عطا کرے اور اسی قسم کی دیگر تصانیف کی توفیق عطا فرمائے۔ نجم الحسن عفی عنہ بقلمہ

سنہ ۱۳۱۳
لا الہ الا اللہ ذو المنن
عبدہ
نجم الحسن

جناب شریعتمدار فخر العلما بدر الفقہا اشرف المتکلمین افضل المتفقہین العلامۃ الاوحد والمجتہد المستند مولانا السید محمد صاحب قبلہ دامت فیوضہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ اہل العلیٰ۔ والصلوٰۃ علی رسول شمس الضحیٰ۔ ووصیہ بدر الدجیٰ۔ وولدہ نجوم الہدیٰ۔ امابعد علم تاریخ وہ علم شریف وفن لطیف ہے جس کی غرض وغایت ارباب اذہان زاکیہ واصحاب آراء صافیہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اسکے بیان میں آنیوالے مناظر قدرت۔ موجب تبصرت وعبرت اہل البصیرت۔ اور باعث صلاح سیرت وحسن سریرت ہوتے ہیں کہیں تاریخی کتابیں وقائع بدائع روزگار کا خزینہ کہیں عجائب وغرائب امصار کا آئینہ ہوتی ہیں۔ یہ فن مواعظ متکاثرہ ونصائح متواترہ کے بیش بہا وآبدار موتیوں کا بحر زخار۔ اور اثمار اخبار واز ہار آثار کا وہ گلستان بے خار وچمنستان ہمیشہ بہار ہے جس سے کارخانہ عالم کے تغیرات اور قرون ماضیہ کے تبدلات ہزار ہزار آوازوں میں پیدا ونمودار ہو رہے ہیں اور شان کبریائی کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ مثل آفتاب نصف النہار ہویدا وآشکار ہوتی ہے خصوصاً حالات بزرگان دین جملہ انبیاء ومرسلین۔ بالخصوص سوانح سید المرسلین والنبیین۔ فخر اولین وآخرین باعث تزئین زمین علت تکوین عرش برین وحالات ائمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کہ ایسی کتب سیر کی تحریر ہی بجنسہ شبیہ ہدایات ہیں افضل عبادات واکمل طاعات ہے انہیں میں سے یہ کتاب جلیل الشان ورفیع المکان ہے جس کو میرے محترم معظم ومفخم عارج معارج تحقیق۔ ناہج مناہج تدقیق حبیب لبیب متورع زکی۔ ادیب اریب متوقد ذکی جامع الفواضل والفضائل۔ مجمع محاسن الاخلاق والشمائل سلالۃ المصطفین جناب السید انصار حسین حماہ اللہ فی الدارین نے حلیۂ تصنیف سے آراستہ وحلۂ تالیف سے پیراستہ کیا ہے حقیر نے بالاستیعاب اس کتاب کو دیکھا۔ مرقع اسلام واقعات کی واقعی تصویر۔ اور اسکی ہر تقریر دلپذیر وپُر تاثیر اور ہر تحریر بے نظیر و پُر تنویر ہے اسکی روش توضیح مطالب میں صبح مستطیر تنویر قلوب میں شمس منیر ازالۂ ظلمت اوہام کیلئے بدر مستنیر۔ اسکا ہر عنوان بوجہ تجدید برہان موجب کمال عرفان وایقان اور عموماً اہل اسلام کیواسطے باعث ازدیاد ایمان۔ مخالفین کا قاطع لسان ہے جس سے منکرین رسالت کے تمام شبہات واہیات کَسَرَابٍ بِقِیۡعَۃٍ یَّحۡسَبُہُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً نمود بے بود اور مفقود الوجود نظر آئینگے اور مضمون جَآءَ الۡحَقُّ وَزَھَقَ الۡبَاطِلُ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَھُوۡقًا جلوہ گر ہوجائیگا۔ یہ تالیف شریف ولطیف وتصنیف منیف ونظیف صرف حالات جناب سرور کائنات علیہ وآلہ الصلوٰت کا تاریخی رسالہ ہی نہیں ہے بلکہ صداقت اسلام اور حقیت رسالت حضرت خیر الانام کا استدلالی صحیفہ ہے جس میں معاندین کے عقائد اور ملحدین کے مکائد مع دندان شکن جوابات کے۔ اصولی تقریرات میں واضح ہوتے چلے گئے ہیں۔ مزید براں اکثر مقامات پر معرض احتجاجات میں اغیار کے نتائج افکار اور نئے مکمل حوالے سونے پر سہاگے کا کام دیتے ہوئے اصل مطالب کے باطنی اغراض کا استحکام کر رہے ہیں خصوصاً محققین یورپ کی آراء کا بیان

جو مولف کی طبع وقاد کے تفحص عمیق اور ذہن نقاد کے تجسس انیق کا نتیجہ ہے اس امر کو عیاں کر رہا ہے کہ غیروں کے
یعنی حقیقۃً بانی اسلام اور اسلام کے جملہ احکام مستحق اتباع و ایمان ہیں۔ لیکن ظاہر بظاہر ہدایت اطاعت سے سنگدلی برتی
اور زبان اعتراض عصبیت سے کھولی جاتی ہے والفضل ما شہدت بہ الاعداء مولف ممدوح کی توجیہ مختصر نے
تصویر فبہت الذی کفر کھینچکر ضعیف و سخیف خیالات اور بے بنیاد اعتراضات کو پارہ پارہ کرتے ہوئے حالت تری
الناس سکاریٰ وما ہم بسکاریٰ طاری کر دی ہے پھر لطف یہ کہ عبارت ساری بالکل تکلف سے عاری ہے زبان
سلیس نہ مسجع ہے نہ مرصع بس فلسفیانہ طرز میں واقعات کا سچا مرقع ہے اس دور جدید میں جیسی تصنیفات شریفہ و
تالیفات منیفہ کی ضرورت و حاجت ہے۔ بہت بڑی حد تک ملکے انجام و انصرام کا سہرا مرقع اسلام کے سر رہا اور یہ ایسا
قابل قدر اضافہ ہوا جس سے اکثر مولفین اعصار و مصنفین روزگار کی مولفات و مصنفات خالی نظر آتی ہیں۔ آخر کتاب میں
چند بہا بیت مفید نقشوں کا بطرز جدید اضافہ منجملہ خصائص کتاب ہذا ہے جو تسہیل استخراج مطالب میں بیش بہا معلومات کی کان
اور کل تاریخ کی جان ہے ما افاد فقد اجاد باوجود جامعیت کتاب نہ اس میں ایجاز مخل ہے نہ اطناب ممل۔ بیشک اگر
اشجار یک قلم قلم ہو جائیں اور تمام دریا مداد کی امداد کریں سطوح افلاک بجائے صفحات قرطاس بنجائیں تمام انس و جن
و ملک ازل سے ابد تک مشغلہ تحریر بجالائیں تو بھی حضرت ختمی مرتبت و اہلبیت رسالت کے فضائل و مناقب بیحد و مناصب
و مراتب بے عدد رہینگے تاہم مولف ممدوح کا یہاں بھی پایہ بلند ہے کہ یہ کتاب دریا ہے جو کوزہ میں بند ہے۔ کیسا طالع بیدار و
بخت سازگار ہے اس شخص کا جو اپنے کچھ اوقات لیل و نہار۔ اذکار رسول مختار و ائمہ اطہار میں صرف کرے بلنص احادیث و
اخبار ہے کہ جو کوئی ایک ورق ایسے مسائل میں یادگار چھوڑ جائے تو وہ ورق ایسا باعث استحقاق ثواب اور اسطرح مانع عذاب
ہوگا کہ اس شخص کیلئے آتش جہنم سے حجاب ہوجائیگا اور خداوند عالم ہر حرف کے عوض میں وہ نعمات عطا فرمائیگا جو دنیا و
مافیہا سے چند درجات بڑھی ہوئی ہونگی پس انشاء اللہ تعالے جسطرح یہ کتاب دنیا میں بلحاظ اپنے خصوصیات کے منظر انوار
طریق مبین اور ناظرین با تمکین کیلئے ہادی سبیل حق و یقین ہے اسیطرح منجملہ باقیات صالحات یوم لا ینفع مال ولا بنون
موجب اجر جزیل و ثواب جمیل ثابت ہوگی۔ خداوند عالم مولف ممدوح کی اس مبارک سعی کو نظر قبول سے منظور اور کرم کامل
فضل شامل سے مشکور فرمائے ÷ واوصلہ اللہ المنعام الی ما یتمناہ بحق خیر الانام۔ والائمۃ البررۃ الکرام فہذا
آخر الکلام ÷ حررہ خادم الملۃ السید محمد ایدہ الصمد النقوی الامروہوی ۱۰ رجمادی اخری ۱۳۴۳ھ

السید محمد بن العلامۃ
۱۳۳۸ھ
السید
احمد حسین النقوی الامروہوی

العالم الافخم والفاضل الاکرم السید السند والکنیف المعتمد مولانا الممجد الحاج السید آل محمد صاحب مدظلہم العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٭ نحمد للہ الودود لا تجری علیہ حرکۃ وجمود ولا یوصف بقیام وقعود ومثلہ غیر موجود بل مفقود۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمدؐ المحمود حبذا خیر الجد وود ولہ بریق فی الخدود وعلیٰ وصیہ علیؑ المرتضیٰ قاتل الکفار الجحود وعلیٰ آلہ وعترتہ اہل الکرم والجود الیٰ الیوم الموعود اما بعد لاحظت بعض المقامات من ہذہ الرسالۃ الفہا النجیب السعید سوۃ الزایرین السید انصار حسین صانہ اللہ عن کل شین ابن فخر الحاج والزوار السید ابرار حسین النقوی المرحوم اصلح اللہ حالہ فی حالات رسول اللہ الصمد شفیعنا ابی القاسم محمد علیہ صلوات اللہ الاحد فرائیتہ درًّا بہیًّا وسراجًا مضیًّا وھی مشتملۃ علی بیانات صحیحۃ ونکات ملیحۃ وعبارات نظیفۃ وفقرات لطیفۃ وان المولف احسن فی اجاد فیما افاد فجزاہ اللہ احسن الجزاء واوفر الجزاء الآن تختم الکلام داعیًا بالرب المنعام

فَاللّٰہُ یَبْسِطُ لِدَھْرٍ بَقَاۤئَہٗ ٭ وَیَتَفَرَّحُ النَّاظِرُ بِحُسْنِ مَقَالِہٖ ٭

حررہ الراجی الیٰ رحمۃ ربہ الصمد احقر الحاج والزایرین السید آل محمد النقوی امروہوی

جناب جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول العالم النحریر والفاضل الخبیر الحبر اللوذعی والمتوقد الیلمعی مولانا السید علی نقی صاحب لکھنوی نجفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٭ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ٭ شارع اسلام کی مقدس ذات اور پاک سیرت پر مخالفین اسلام کی طرف سے جو اعتراضات کئے جا رہے ہیں وہ ہر با خبر شخص کے پیش نظر ہیں۔ بلکہ مال زبان و قلم حیلہ و سیاست غرض ہر طریقہ سے فضائے عالم میں وہ زہریلی ہوا پھیلائی جا رہی ہے کہ اگر اسکا تدارک نہ کیا گیا تو دیانت اسلامیہ کے لیے مہلک تاثرات ظاہر ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں ٭

آریہ اور عیسائی فرقہ کی طرف سے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ کی ذات پر جن بے بنیاد الزامات لگانیکی مسلسل جدوجہد جاری ہے ان کو دیکھکر ہر با اطلاع شخص انگشت بدنداں رہجاتا ہے۔ اول الذکر فرقہ کی رسوائی عالم تصانیف "رنگیلا رسول" اور "سیر دوزخ" وغیرہ اور دوسرے فرقہ کی کتابیں "الہدایۃ" اور "رحلۃ حجازیہ" وغیرہ سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ایسی صورت میں اسلامی افراد کا فریضہ ہے کہ وہ شارع مقدس کی پاکیزہ سیرت اخلاقی خصوصیات ذاتی محاسن قابل تقلید طرز عمل کو روشنی میں لانے کی کوشش کریں اور دنیا کو اسلام کی حقیقی خط و خال کے مطالعہ کا موقعہ دیں ٭

عیسائیوں کی طرف سے جو اعتراضات ہوتے ہین۔ وہ زیادہ تر انگریزی کتابوں کے اندر ہین جسکی وجہ سے مسلمان اہل علم کا غالب طبقہ اُن سے بیخبر ہے اسکے علاوہ بعض منصف مزاج علماے مغرب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے متعلق جن خوشگوار خیالات کا اظہار کیا ہے اور جنکا مخالفین کے سامنے پیش کرنا بہت حدتک مفید ہے وہ بھی انگریزی قالب مین ہین ۔

لہذا اسموقعہ پر ضرورت اسکی ہے کہ علماے اسلام کیساتھ (جو حقایق دیانت کی پختگی اور اُنکے اثبات کے ذمہ دار ہین) علوم مغربیہ کے تعلیمیافتہ افراد پہلو بہ پہلو ہوکر اسلامی حمایت کرین اور دشمن کے خیالات اور انکے وہ جواب جو انہی کی کتابون سے حاصل ہوسکتے ہین روشنی مین لائے جائین۔ افسوس ہے کہ اسوقت اس ضرورت پر توجہ بہت کم ہے ۔

لیکن مین مبارکباد دیتا ہوں جناب معلی القاب سلالۃ السادات والسید انصار حسین صاحب ذکی امروہوی دامت معالیہ کو جنہون نے اس ضرورت کو بہت حدتک انجام دیا ہے ۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی تاریخ مرقع اسلام میرے پیش نظر ہے۔ اگرچہ وقت کی کمی اور کثرت مشاغل کیوجہ سے مین اپنی دلی خواہش کیمطابق پوری کتاب کا مطالعہ نہین کرسکا لیکن بعض مقامات کی سیر ضرور کرسکا ہون مسئلہ معراج اور اس اعتراض کا جواب کہ اسلام تلوار کے زور سے قایم ہوا اور خبر قرطاس کی بحث وغیرہ مقامات مین نے خصوصیت سے دیکھے انکے مطالعہ سے جو کچھ نتیجہ اخذ کرسکا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ کتاب تاریخی سلسلہ تصنیف مین ایک قابل قدر اضافہ کا باعث ہے، قیاس بتلاتا ہے کہ تمام کتاب اون خصوصیات کو لیئے ہوئے ہوگی جو ان مقامات پر نمایان ہین اسمین شک نہین کہ استدلال کی مضبوطی، واقعات کا تسلسل تاریخی بیانات سے صحیح نتایج کا استخراج پیچیدہ اخلاقی مسائل کو خوبصورتی کیساتھ سلجھانا۔ تہذیب و شائستگی کی مراعات زبان کی سلاست یہ امور تمام کتاب مین خصوصیت سے پائے جاتے ہین ۔

اس کے علاوہ مصنف نے انگریزی زبان کے معلومات کو بھی جابجا موقعہ سے صرف کیا ہے اور مورخین مغرب کے تحقیقات سے بہت کچھ مدد لی ہے جس کی موجودہ زمانہ مین سخت ضرورت ہے حضرت احدیت عزاسمہ موصوف کے اس محنت شاقہ کو قبول فرمائے اور تمام ابنائے اسلام کو نصرت دین و حمایت شریعت کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہم اجعل عاقبۃ امورنا خیرا ۔

علی نقی النقوی عفی عنہ بقلمہ از نجف اشرف ۲۱ شوال ۱۳۴۶ھ

جناب زبدۃ العلماء الفخام عمدۃ الفضلاء العظام الحبر العلام والنحریر الفہام مولانا الحاج محمد اعجاز حسین صاحب قبلہ بدایونی پروفیسر ناظمیہ عربی کالج لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد لولیہ واھلہ والصلوۃ علی نبیہ والہ ۔ اما بعد جنسو ختمی منزلت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کی متعدد سوانحعمریان اسوقت تک مین نے دیکھی ہین جو مورخین و محدثین اہلسنت نے تالیف فرمائی ہین لیکن ارباب نظر خوب واقف ہین کہ ان مولفات نے نفع رسانی کے بدلے دنیائے اسلام مین انقلاب عظیم اور قیامت خیز تلاطم پیدا کردیا ہے نہ معلوم کتنی فردین اسکی لو ریا موجون نے قعر گمراہی تک پہنچا دین۔ بڑے بڑے افاضل اسکے ہیبت فرسا بھنوروں مین الجھکر غرق ہوگئے۔ بلکہ درک اسفل مین پہنچے۔ خود ڈوبے گئے مگر اپنی

یادگار بہت سی خود طرازی کی کشتیاں چھوڑ گئے جو اسکے برادران ملت کو انہی کے پاس پہنچا رہی ہیں ۔

دور کیوں جایئے مولوی عماد الدین صاحب پادری کی سوانحعمری ملاحظہ کیجئے کہ آپ اچھے خاصے فی المذہب عالم تھے لیکن آپ اپنی زندگی میں تعلیم اور کتب احادیث مروجہ کو مطالعہ کرنیکے بعد ثابت قدم نہ رہ سکے آپنے اپنی کتابوں میں پیغمبر اسلام کے دامن پر بہت سے بدنما دھبے پائے جنہوں نے مذہب عماد الدین کے ستون گرا دیئے آپنے اپنی آبائی مسلک کے اسلام و داعی کرکے قلعہ نصرانیت میں پناہ لی ۔ پہر تو اپنے آبائی مذہب کی قلعی کہولی کہ ان کے سینکڑوں کا شیرازہ توڑا خوب خوب دھجیاں اوڑائیں ۔ دین قدیم کے شیشہ پر پیہم زیادہ برسائے اسلام کے بر خلاف بہت سی کتابیں شایع کرکے تخریب کا جہنڈا نصب کیا افضل مخلوقات کے پاکیزہ دامن عفت اور جامہ عصمت پر بہت سی بہتانیں آپنے لگا کر لکیر کہینچ دیا مگر خدا نے جس کو اصلاب طاہرہ اور ارحام مطہرہ میں منتقل کرکے طیب طاہر جسم وجود عرصہ شہود میں لایا ہو اسکے دامن تک کوئی نجاست نہیں پہنچ سکتی ہے ۔ دیانتدار مسلمانوں نے اسلام گہرا ... انہیں روایات عامہ و احادیث کاذبہ کو ماخذ بنا کے حضرت خیر الانام کی شان میں زبان طعن اپنے منہ سے باہر نکالی ہے ... کی کشش و رنگینی ... ما فوق ... آفات ... حملوں کی ... کہ جس کا ... ہو قابل غور ہے یہ بات کہ مشرکین عرب نے آنحضرت پر کیا کیا مظالم کر لئے ۔ اطفاء نور کیلئے کوئی امکانی تدبیر اوٹھا نہ رکہی لیکن آپکے دامن عصمت کو کسی نجاست سے آلودہ نہ کیا ۔ آپکے اخلاق و افعال کے چہرہ نورانی کو داغدار نہ بنایا ۔ آپکو صادق و امین صادق و پاکدامن سمجھتے تھے مگر افسوس صد افسوس مورخین و محدثین عامہ نے پیغمبر اسلام کی سوانحعمری ایسی نفرت خیز دکھائی ہے کہ جن کی وجہ لاکھوں کلمہ گو دائرہ اسلام سے خارج ہوکر یورپ یا اقلیم نصرانیت میں پناہ گزین ہوگئے کاش کہ یہ لوگ انصاف سے کام لیتے اور حقیقی اسلام کا مطالعہ کرتے ۔ اور متمسک بالثقلین کی موسومہ سوانحعمریاں دیکھتے تو یہ روز بد انہیں دیکھنا نصیب ہوتا ۔ الحمد للہ فرقہ حقہ اثنا عشریہ کی تاریخ ادب ... افضل خلائق معصوم کی جو شان عالی ہے اسکا پرتو انہیں نورانی صفحات میں نظر آتا ہے خصائل و شمائل آنحضرت کی صحیح ترجمانی معدودی ... کی کے رشحات قلم ... کتابوں میں ملتی ہے صحت کبیرہ کا تو ذکر ہی کیا ہے ایک مختصر سوانحعمری یعنی مرقع اسلام ملاحظہ فرمایئے جسکو جناب مستطاب جناب السید انصار حسین صاحب امروہوی نے تالیف فرمایا ہے اسکا اول سے آخر تک بغور مطالعہ کیا ہے ... قاصر ہوں اسکی خوبی ... خوش اسلوبی ... لطافت زبان ... کی کیا تعریف کی قوت واقعہ نگاری ... دشمنان اسلام کے جارحانہ حملوں کی مدافعت حقیقی اسلام کی تصویر حقانیت ... وہ خصوصیات ہیں جو اس زمانہ کی کسی تصنیف میں ابہی تک نظر نہیں آتی ہیں ۔

اس کتاب مستطاب کے مطالعہ کے بعد میرا دل کہتا ہے ... حق اسید جلیل و مناظر بے عدیل طولی ... علم ... آپنے وہ کام کیا ہے جسکی نظیر بہت ملتی نہیں آپنے وہ کتاب لکھی ہے جسے ناظر بصیرت کیساتھ ایمان میں پختگی و دینی معلومات میں ترقی حاصل کرے گا تشکیک مشککات اور اضلال اباطیل سے وہ محفوظ ہوگا ۔ گو ظاہر میں یہ ایک مختصر چشمہ ہے مگر اسکے دامن میں ایک بحر زخار موجزن ہے جس میں غواص کو جواہر غالیہ دستیاب ہو سکتے ہیں لیکن ابصار و بصیرت درکار ہے ۔

میں اپنے اولی نعمت ۔ پدر روحانی شمس العلماء باقر الفقہاء حضرت مولانا نجم الملۃ نجم الدین دام ظلہ العالی کا شکر گذار ہوں کہ آپنے مجھے اس کتاب کی زیارت سے سرفراز فرمایا اور جو کچھ اس کی ... میں خیالات کا اظہار کروں لہذا یہ چند سطریں موسوم ... کیجئے تمہید دیتا ہوا آخر میں دعا کرتا ہوں کہ خدا مصنف ... مہربانی سے اس کتاب کو قبول کرکے مولف کو جزائے خیر عطا فرمائے

الراقم الآثم محمد اعجاز حسین بدایونی مدرس ناظمیہ کالج لکھنؤ ۲۶ صفر روز شنبہ ۱۳۴۴ھ